# سلمانوں کی سیاسی تاریخ

## عہدِ بنو عباسؑ

1

تکمیل و ترتیب
حسن جعفر زیدی

چوہدری

ادارہ مطالعہ تاریخ

Marfat.com

زاہد

زاہد چوہدری
شہرت اور نا
اسے کبھی اتنی
وہ 1922
8 جولائی 85
کام کرتا ہوا
زاہد چوہدری
لیکن وہ ہر لحا
مشہور روسی اد
علم کیا جو
، کارخانے، ک
اقتدار کے ا
گہرائی اور
مقابلے میں کہ
اس نے صحا
روزنامہ نوا
وابستہ ہو گیا ا
وابستہ رہا۔ ا
گزٹ لاہور
روزنامہ پاکستا
اور 1965ء
جہاں وہ غیر ملکی
تک کام کرتا ر
وطن واپس لوٹا
ادارت کے فر

Marfat.com

بسلسلہ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ

DATA ENTERED

# عہد بنو عباس

(حصہ اوّل)

## زاہد چوہدری

تکمیل و ترتیب:

حسن جعفر زیدی

ادارہ مطالعہ تاریخ

11۔ ٹمپل روڈ، لاہور

Marfat.com

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی شکل میں دوبارہ اشاعت کی اجازت نہیں ہے۔ باقاعدہ قانونی معاہدے کے تحت جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں۔ کتاب کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کرنے کے لیے مرتب سے قبل ازیں اجازت ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر مرتب قانونی چارہ جوئی کا حق محفوظ رکھتا ہے۔

297.94
2 جلد
93740
جلد اول مع ۲

© جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

ناشر: ادارہ مطالعہ تاریخ، لاہور
پرنٹر: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
سن اشاعت: 2003ء
سرورق: خواجہ افضل
کمپوزنگ: اعظم علی شاد
قیمت: 800 روپے (مکمل سیٹ 2 جلد)

ملنے کا پتہ:
نگارشات
24- مزنگ روڈ ○ لاہور فون: 0092-42-7322892
E-mail:nigarshat@yahoo.com nigarshat@wol.net.pk

Marfat.com

# فہرست


| | |
|---|---|
| دیباچہ | 5 |
| عقیدہ اور تاریخ | 19 |
| باب 1: خلیفہ عبداللہ سفاح<br>عباسی اقتدار کا استحکام، مکروفریب اور استبداد | 31 |
| باب 2: خلیفہ ابو جعفر منصور<br>ابومسلم خراسانی اور دیگر مخالفوں کا قتل، عربوں کی عارضی بالادستی | 45 |
| باب 3: خلیفہ المہدی و خلیفہ الہادی<br>خراسانی عجمیوں کی بالادستی میں اضافہ | 86 |
| باب 4: خلیفہ ہارون الرشید<br>خراسانی خاندان برامکہ کا عروج و زوال | 96 |
| باب 5: خلیفہ امین اور خلیفہ مامون کی جنگ اقتدار<br>عرب و عجم کی جنگ، مامون کی کامیابی، عجمیوں کی کامیابی | 121 |
| باب 6: خلیفہ مامون الرشید<br>خراسانی عجمیوں کا عروج، علم و دانش، آزادی فکر کا عروج | 144 |
| باب 7: خلیفہ ابواسحاق معتصم باللہ<br>ترک عجمیوں کا عروج، خراسانیوں اور عربوں کا زوال | 193 |
| باب 8: خلیفہ واثق باللہ<br>ترکوں کے ہاتھوں عربوں کی تذلیل | 206 |
| باب 9: خلیفہ متوکل علی اللہ<br>آزادی فکر کا زوال، قدامت پرستی کا آغاز | 213 |
| باب 10: خلیفہ منتصر باللہ اور خلیفہ مستعین باللہ<br>ترکوں کی بالادستی اور عباسی سلطنت کے زوال کا آغاز | 226 |


Marfat.com

باب 11: خلیفہ معتز باللہ
ترک امراء کی باہمی رقابتیں اور خلیفہ کی بے بسی 240
باب 12: خلیفہ مہتدی باللہ
ترک امراء کے شکنجے سے نکلنے کی ناکام کوشش 249
باب 13: خلیفہ معتمد علی اللہ
عباسی سلطنت کے حصے بخرے اور خود مختار سلطنتوں کی نمود 259
باب 14: خلیفہ معتضد باللہ
امام مہدی کے دعویداروں اور قرامطہ کی بغاوتیں، عباسی سلطنت کا زوال 290
باب 15: خلیفہ المکتفی باللہ
قرامطہ کی مسلسل بغاوتیں اور ان کی سرکوبی 306
باب 16: خلیفہ مقتدر باللہ
خود مختار علاقائی سرداروں اور قرامطہ کی بغاوتیں، وزراء کی سازشیں، خلیفہ کی بے بسی 317
باب 17: خلیفہ قاہر باللہ
امراء پر غلبہ پانے کی ناکام جابرانہ کوشش اور معزولی، ابن بویہ کی ابتداء 334
باب 18: خلیفہ راضی باللہ
خلافت کا اقتصادی، سیاسی دیوالیہ، طوائف الملوکی اور خانہ جنگی 341
باب 19: خلیفہ متقی للہ
ترک اور دیلمی امراء کی کشمکش اقتدار اور کٹھ پتلی خلیفہ 354
باب 20: خلیفہ مستکفی باللہ
خلیفہ کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ، خاندان بنی بویہ کا اقتدار پر قبضہ 362
ترتیب وار ادوار۔ خلفاء بنو عباس 371
عباسی دور کے اہم واقعات 375
حوالہ جات 405

Marfat.com

# دیباچہ

زیر نظر جلد مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے عہد بنو عباس کے دور کا احاطہ کرتی ہے۔ جس میں عباسی خلیفہ حقیقی اقتدار کا مالک تھا۔ یہ دور 132 ھ سے 334ھ تک محیط ہے۔ اس کے بعد عباسی خلافت برائے نام برقرار رہی جس میں خلیفہ کی حیثیت محض علامتی رہ گئی تھی۔ وہ اگلا دور اگلی جلد کا موضوع ہو گا۔

بنو عباس نے اپنی خلافت کی دعوت اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں دینی شروع کر دی تھی۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کا تضاد واقعہ کربلا کے بعد سرد نہیں ہوا تھا۔ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے اہل بیت کی حمایت کا علم بلند کر کے عراق میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور قاتلین حسینؓ کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا۔ بعد ازاں زید بن علی بن حسینؓ (المعروف زید شہید) اور پھر ان کے بیٹے یحییٰ نے اموی ملوکیت کے خلاف خروج کیا تھا اور یکے بعد دیگرے لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ ادھر عرب و عجم کا تضاد جو حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایران کی فتح کے بعد ابھرا تھا' وقت گزرنے کے ساتھ کم ہونے کے بجائے بڑھتا چلا گیا تھا۔ عرب عاملوں (گورنروں) کے درشت رویئے اور نومسلموں کے ساتھ ان کے امتیازی سلوک نے اسلامی اخوت و بھائی چارہ نامی کسی شے کو پیدا نہیں ہونے دیا تھا۔ بالخصوص حجاج بن یوسف کے دور میں اہل عجم پر جو مظالم ڈھائے گئے اور ان سے جزیہ و خراج کی وصولی کے لئے جو استبدادی حربے استعمال کئے گئے اس سے اہل عجم کی عرب بالادستی کے خلاف نفرت میں اضافہ ہوا۔ چنانچہ عجمیوں نے بنو امیہ اور بنو ہاشم کی باہمی عداوت سے فائدہ اٹھایا اور اہل بیت کی دعوت کو خراسان میں پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔ بنو عباس کے داعی اہل بیت کی دعوت کا پیغام لے کر عراق سے خراسان تک پھیل گئے۔ آنحضرت رسولؐ کے چچا حضرت عباسؓ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ اور ان کے بیٹے علی کو آل فاطمہ سے ہمدردی تھی اور وہ اس موقف کے حامی رہے تھے کہ خلافت پر فاطمہؓ کے

Marfat.com

گھرانے اور بنو ہاشم کا حق ہے۔ لیکن جب ایران، عراق اور خراسان میں خفیہ جماعتیں بنو امیہ کے مظالم کے خلاف اہل بیت کا نام لے کر منظم ہو گئیں تو بنو عباس کے سربراہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے دل میں خود خلیفہ بننے کا خیال پیدا ہوا۔ وہ بظاہر لوگوں سے اہل بیت کے نام پر حمایت حاصل کرتا تھا جس کے لئے آل فاطمہ نے بھی اسے اپنی اشیرباد دے رکھی تھی، لیکن درپردہ اپنی خلافت کی راہ ہموار کر رہا تھا۔ 125ھ میں محمد بن علی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا ابراہیم اس کی جماعت کا سربراہ ہوا اور خود کو امام کہلوانے لگا۔ خراسان میں اس تحریک کے نقیبوں اور داعیوں نے ہزاروں دینار اور لاکھوں درہم چندہ جمع کیا۔ ان داعیوں میں ابومسلم خراسانی اور ابو سلمہ حفص نے بہت بڑی قوت حاصل کر لی۔ ادھر بنو امیہ کے آخری خلیفوں کے درمیان اقتدار کی رسہ کشی اور تخت نشینی کی رقابتیں نقطہ عروج پر پہنچ گئی تھیں اور اموی شہزادے باہمی خونریزی میں مصروف تھے۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ابو مسلم خراسانی نے خراسان میں اپنی تحریک کو ظاہر کر کے اعلانیہ علم بغاوت بلند کر دیا اور والی خراسان نصر بن سیار کو بار بار ہزیمت سے دوچار کر کے 130ھ میں مرو پر قبضہ کر لیا۔ خراسان میں آباد عربوں میں یمنی، حجازی تضاد کی وجہ سے یمنیوں نے بنو امیہ کے خلاف بنو عباس کا ساتھ دیا اور پھر وہیں قید میں قتل کروا دیا۔ ابراہیم کے چچا عبداللہ بن علی نے مروان کے خلاف چڑھائی کی اور مروان ہزیمت اٹھا کر فرار ہوتے ہوئے مصر میں قتل ہوا اور اموی خلافت کا خاتمہ ہوا۔ ادھر کوفہ میں امام ابراہیم بن محمد کے چھوٹے بھائی عبداللہ بن محمد (ابوالعباس سفاح) نے اپنے بھائی کی وصیت کے مطابق اپنی خلافت کی بیعت لی اور یوں عباسی خلافت کا آغاز ہوا۔

عباسی خلافت کے قیام کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اموی ملوکیت کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ خلفائے راشدین کے زمانے کی سادگی پسند مشاورت کے قبائلی جمہوری نظام کا اعادہ کیا گیا ہے بلکہ درحقیقت اموی ملوکیت کی شکل میں عرب بالادستی اور غلبہ کا خاتمہ کر کے عباسی ملوکیت کی شکل میں عجمی بالادستی اور غلبہ قائم کیا گیا تھا۔ عباسی خلفاء بھی اسی استبدادی، موروثی، جاگیردارانہ ملوکیت کے نظام پر عمل پیرا ہوئے جس پر اموی خلفاء عمل ک

Marfat.com

کر صفایا کر دیا' اموی خلیفوں کی قبریں کھدوا کر ان کی لاشیں اور ڈھانچے چیل کوؤں کے لئے باہر پھینکوا دیئے۔ صرف امیر معاویہ کی قبر کا نشان رہنے دیا گیا۔ فقط ایک اموی شہزادہ عبدالرحمٰن فرار ہو کر شمال مغربی افریقہ کے بربروں میں جا چھپا کیونکہ اس کی ماں بربر تھی۔ اور وہاں سے اندلس کی طرف نکل گیا جہاں عرب اس وقت خانہ جنگی کا شکار تھے۔ عبدالرحمٰن نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر وہاں اپنی حکومت قائم کر لی اور اب عالم اسلام میں طاقت کے دو مراکز قائم ہو گئے۔ عباسی عراق میں اور اموی اندلس میں۔

عباسی سلطنت بھی مروجہ استبدادی سیاست کی حیلہ سازی' مکروفریب' دھوکہ دہی اور محلاتی سازشوں کی بنیادوں پر استوار ہوئی۔ سیاسی مخالف امویوں کا قلع قمع کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اہم اور طاقتور سیاسی حلیفوں کو بھی دھوکہ سے قتل کرا دیا۔ ابوالعباس سفاح نے عباسی سلطنت کے اہم بانی ابوسلمہ حفص کو اپنے محل سرائے خلافت کے برآمدوں میں قتل کروا دیا کیونکہ وہ بنو امیہ کے اقتدار کے خاتمے کے بعد خاندان علیؓ کو خلافت دینے کے حق میں تھا۔ دوسرے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے عباسی خلافت کے سب سے اہم ستون ابو مسلم خراسانی کو دوستانہ طور پر بلا کر اچانک قتل کروا دیا کیونکہ وہ اس کی قوت سے خائف تھا۔ پھر ابو جعفر منصور نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو امان دینے کا وعدہ کر کے بلایا اور قید میں ڈلوا دیا۔ عبداللہ بن علی نے آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کو شکست دینے اور قتل کرنے کا کارنامہ انجام دیا تھا اور وہ خود کو ابوالعباس سفاح کے بعد خلافت کا حق دار سمجھتا تھا۔ ابو جعفر منصور نے عبداللہ بن علی کو قید خانہ میں ہی مروا دیا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنے چچازاد بھائی عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی سے برطرف کر کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد مقرر کیا اور اس مقصد کے لئے علماء و فقہا کو استعمال کیا گیا۔ خلیفہ بننے کے بعد مہدی نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ایک بار پھر اپنے بعد لی گئی ولی عہدی کی بیعت سے دستبردار کرا دیا اور اپنے بیٹے ہادی کو ولی عہد بنا دیا۔ علماء فقہاء نے ایک معاوضہ طے کرا دیا جو عیسیٰ نے دستبرداری کی قیمت کے طور پر وصول کر لیا۔ ہادی نے خلیفہ ہو کر اپنے بھائی ہارون کو ولی عہدی سے برطرف کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہا مگر اس کی ماں خیزران اس بات پر اس سے سخت ناراض ہو گئی۔ ہادی جلد ہی مر گیا۔ کہا جاتا ہے کہ خیزران نے لونڈیوں کے ذریعے اس کا کام تمام کروا دیا۔ اور اس کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہو گیا۔

Marfat.com

ہارون نے اپنی سلطنت کے ستون خاندان برامکہ کو اپنی خلافت کے سترھویں سال میں ان کے بڑھے ہوئے اختیار و اقتدار سے خائف ہو کر تباہ و برباد کر دیا۔ وزیر زادے جعفر برمکی کو قتل کر دیا گیا۔ وزیر یحییٰ برمکی اور بقیہ برامکہ قید و بند کی صعوبتوں سے جیل خانہ میں مرے۔ خلیفہ ہارون رشید کے انتقال کے بعد اس کے بیٹوں امین اور مامون کے مابین چار سال تک خونریز جنگ تخت نشینی میں ہزاروں افراد کا قتل عام ہوا۔ یہاں تک کہ خلیفہ امین قتل ہوا اور مامون نے اپنے بھائی کے کٹے ہوئے سر کو وصول کر کے سجدہ شکر ادا کیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے اپنے وفادار سپہ سالار ھرثمہ کو اپنے وزیر فضل بن سہل کی سازش کے تحت قتل کروا دیا۔ کچھ عرصہ بعد وزیر فضل بن سہل کو بھی قتل کروا دیا گیا۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم خلیفہ ہوا تو اس نے مامون کی اولاد کو تہس نہس کر دیا۔ بھتیجے عباس بن مامون کو جو بعض امراء کے بھڑکانے سے تخت نشینی کا خواہش مند ہو گیا تھا' بوری میں بھر کر سی دیا گیا اور وہ دم گھٹنے سے مر گیا۔ مامون کی بقیہ اولاد کو ایک مکان میں محبوس کر دیا گیا جہاں وہ سب مر گئے۔ خلیفہ معتصم نے اپنے ترک سپہ سالار افشین کو اس کی وفاداری مشتبہ ہونے پر قید خانہ میں ڈلوا کر مروا دیا' اس کی لاش کو سولی دی گئی اور پھر اسے جلا دیا گیا۔ خلیفہ متوکل نے اپنے باپ خلیفہ واثق کے وزیر ابوزیات اور اس کے خاندان کو قید میں ڈال دیا۔ ابن زیات کو سخت ایذائیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ متوکل نے اپنے ترک سپہ سالار ایتاخ کو اس کے بڑھے ہوئے اختیارات سے خائف ہو کر قید میں ڈلوا دیا' کھانا دیا مگر پانی نہ دیا۔ وہ شدت پیاس سے مر گیا۔ خود خلیفہ متوکل کو اس کے بڑے بیٹے اور ولی عہد منتصر نے ترک امراء کے ذریعہ منصوبہ بنا کر قتل کروایا' اور اقتدار سنبھال لیا۔ قرون وسطیٰ کی موروثی شہنشاہیت کے استبدادی نظام میں اسلامی اخوت و بھائی چارہ تو بہت دور کی بات تھی' خاندانی مودت اور خون کے رشتوں کا بھی کوئی پاس و لحاظ نہیں ہوتا تھا۔ کشمکش اقتدار سب چیزوں پر حاوی آ جاتی تھی۔

قرون وسطیٰ کے استبدادی موروثی شہنشاہیت کے نظام میں جب سلطنت ضعیف ہو جاتی تھی تو امراء کے مختلف گروہ بادشاہ گر بن جاتے تھے اور بادشاہ کٹھ پتلی بن جاتا تھا۔ 250ھ میں عباسی سلطنت ضعف کا شکار ہوئی اور ترک امراء بادشاہ گر بن گئے۔ خلیفہ معتصم نے ترک غلاموں کی سپہ گری سے متاثر ہو کر ان کی خاص فوج بنائی تھی اور انہیں

Marfat.com

اعلیٰ مناصب پر فائز کیا گیا تھا۔ وہ فوجی قوت کے بل پر تھوڑے عرصہ میں سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ انہوں نے خلیفہ منتصر کے جانشین خلیفہ مستعین کو معزول کر کے واسط میں نظر بند کر دیا اور متوکل کے بیٹے ابو عبداللہ کو معتز کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ معتز نے اپنے بھائی موید کو ولی عہدی سے معزول کر کے قید میں ڈلوا دیا اور وہیں مروا دیا گیا۔ پھر مستعین کو بھی قید خانہ میں مروا دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد ترک امراء نے بلوہ کر کے خلیفہ معتز کو گرفتار کر لیا۔ تین دن تک دھوپ میں کھڑا رکھا اور اذیتیں دے کر مار ڈالا۔ پھر اس کے چچازاد بھائی مہتدی کو تخت نشین کر دیا۔ اس نے ترک امراء کے شکنجے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس کشمکش میں وہ ترکوں کے ایک گروہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد متوکل کے ایک اور بیٹے ابوالعباس احمد کو قید خانہ سے نکال کر تخت نشین کر دیا گیا اور اسے معتمد کا لقب دیا گیا۔ اس کے بعد ترک امراء کی رضامندی سے معتضد اور مکتفی امن سے اقتدار میں آئے لیکن مکتفی کے مرنے پر امراء کے دو گروہوں میں جانشینی پر اختلاف ہو گیا۔ ایک گروہ نے 13 سالہ مقتدر کو خلیفہ بنا دیا' دوسرے گروہ نے اس کے چچا عبداللہ بن معتز کی بیعت کر لی۔ دو دن کے ہنگامہ کارزار کے بعد مقتدر کا گروہ حاوی ہو گیا اور اس نے عبداللہ بن معتز کو گرفتار کر کے اس کے خصیے کٹوا دیئے جس سے وہ مر گیا۔ 25 سال بعد خلیفہ مقتدر اور اس کے ترک سپہ سالار اعظم مونس مظفر کے مابین اقتدار کی کشمکش ہوئی جو معرکہ آرائی میں تبدیل ہو گئی۔ لڑائی میں مقتدر کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ مونس نے اس کے چھوٹے بھائی کو قاہر باللہ کا لقب دے کر تخت پر بٹھا دیا۔ ایک سال بعد قاہر نے مونس کو مروا دیا۔ علاوہ ازیں اس نے وزیر سلطنت اور دوسرے کئی امراء کو بھی مروا دیا۔ دو سال بعد فوج اور سپہ سالاروں نے تنگ آ کر قاہر کو گرفتار کر کے معزول کر دیا اور اس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا دیں اور قید میں ڈال دیا اور اس کے بھتیجے راضی باللہ کو خلیفہ بنا دیا۔ راضی کے انتقال پر اقتدار کی پرامن منتقلی ہوئی اور ترک امراء نے بالاتفاق اس کے بھائی متقی کو خلیفہ بنایا۔ متقی کے زمانے میں ایک ترک سپہ سالار تورون سیاہ و سفید کا مالک بن بیٹھا۔ اس نے متقی کو گرفتار کر کے معزول کیا اور اس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا کر قید میں ڈال دیا۔ متقی کے بھتیجے کو مستکفی کے لقب سے تخت خلافت پر بٹھا دیا گیا۔ تورون کے انتقال کے بعد دیلم کے خاندان بنی بویہ نے

Marfat.com

بغداد پر قبضہ کر لیا اور احمد بن بویہ نے باقاعدہ سلطان کا لقب اختیار کر لیا۔ اس نے خلیفہ مستکفی کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھیر دیں اور معزول کر دیا۔ اس کے چچازاد بھائی کو مطیع اللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ خلیفہ بنی بویہ کا مطیع و فرمانبردار رہے گا۔ اس کی سو دینار روزانہ تنخواہ مقرر کر دی گئی اور اس کے اختیارات ختم کر دیئے گئے۔ 334ھ میں یہ واقعات رونما ہونے کے بعد عباسی خلیفہ کی حیثیت محض علامتی یا نمائشی رہ گئی۔

عہد بنو امیہ کی طرح عہد بنو عباس میں بھی بنی فاطمہ اور تخت خلافت بنی عباس کے مابین ٹکراؤ جاری رہا۔ بنی فاطمہ کا دعویٰ تھا کہ بنی امیہ کے اقتدار کا خاتمہ اہل بیت کے نام پر ہوا تھا اور اب وہ خلافت کے مستحق تھے اور یہ کہ بنی عباس نے اقتدار پر قبضہ کر کے ان کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ چنانچہ امام حسنؓ کی اولاد میں سے محمد بن عبداللہ نفس زکیہ اور اس کے بھائی ابراہیم نے خروج کیا۔ مدینہ، بصرہ، اہواز اور فارس میں ان کو پذیرائی حاصل ہوئی۔ عباسی خلیفہ دوم ابو جعفر منصور کے 22 سالہ دور کا بیشتر وقت نفس زکیہ اور اس کے ماننے والوں اور ساتھ دینے والوں سے نمٹنے میں صرف ہوا۔ کئی معرکوں کے بعد یہ بغاوت فرو ہوئی۔ نفس زکیہ کی حمایت کی پاداش میں امام مالک بن انسؒ پر بھی تشدد کیا گیا اور امام ابو حنیفہؒ کو بھی قید میں ڈالا گیا اور 150ھ میں حالت قید میں ہی ان کا انتقال ہوا۔ نفس زکیہ اور ابراہیم کے بعد ان کے بھائیوں یحییٰ بن عبداللہ، ادریس بن عبداللہ اور ان کے چچازاد حسین بن علی نے خلیفہ مہدی اور خلیفہ ہادی کے زمانے میں یمن میں خروج کو جاری رکھا۔ ایک لڑائی میں شکست کھا کر ادریس مصر اور پھر شمال مغربی افریقہ کی طرف نکل گیا جہاں بربروں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور تیونس و مراکش میں ادریسی سلطنت کا قیام عمل میں آ گیا۔ عالم اسلام میں اقتدار کے تین مراکز بن گئے۔ قرطبہ (اموی) تیونس (ادریسی) اور بغداد (عباسی)۔ یحییٰ فرار ہو کر دیلم کی جانب نکل گیا اور وہاں علم بغاوت بلند کر دیا۔ کئی معرکوں کے بعد خلیفہ ہارون الرشید نے امان نامہ بھیج کر صلح کر لی۔ یحییٰ کو بغداد میں بلا کر نظربند کر دیا گیا اور پھر زہر دے کر مروا دیا گیا۔ ہارون نے شیعوں کے ساتویں امام موسیٰ کاظمؒ کو مدینہ سے بلا کر بغداد میں قید کر دیا اور وہیں حالت قید میں ان کا انتقال ہوا۔ خلیفہ مامون کے زمانے میں آل حسن کے ایک شخص محمد بن ابراہیم نے کوفہ میں بغاوت کر کے

Marfat.com

آل محمد کی خلافت کی دعوت دی۔ وہ ابن طبا طبا کے نام سے مشہور ہوا۔ عرب قبیلہ بنو شیبان کے سردار ابو سرایا کی حمایت سے یہ تحریک کافی زور پکڑ گئی اور بصرہ' واسط' حجاز و یمن تک پھیل گئی۔ مکہ میں حرم کعبہ کی بے حرمتی بھی کی گئی۔ دو سال کی خانہ جنگی کے بعد والیان خلافت عباسی اسے کچلنے میں کامیاب ہو گئے۔ مامون نے شیعوں کے آٹھویں امام علی رضاؑ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا جس پر بنو عباس کے دیگر افراد بہت ناراض ہوئے۔ آخر کار امام علی رضاؑ کو زہر دے کر موت سے ہمکنار کر دیا گیا۔ خلیفہ متوکل کے زمانے میں نجف اور کربلا میں شیعان علی بھاری تعداد میں جمع ہونے لگے تو متوکل کے حکم سے نجف میں حضرت علیؓ کربلا میں امام حسینؓ کے روضوں کو منہدم کر دیا گیا اور قبروں پر ہل چلا کر آب پاشی کر کے فصلیں کاشت کرا دی گئیں۔ وہاں جانے والوں کے لئے قید کی سزا مقرر کی گئی۔ شیعان علی کے دسویں امام علی نقیؓ اور گیارہویں امام حسن عسکریؓ کو بغداد سے کافی فاصلے پر پایہ تخت سامرہ میں قید کر کے رکھا گیا۔ اور وہیں سرمن رائے کے مقام پر بارہویں امام مہدیؓ بھی روپوش ہوئے جن کو اہل تشیع امام منتظر مانتے ہیں اور ان کے ظہور کے قائل ہیں۔ خلیفہ مستعین کے عہد میں علویوں (زیدیہ) کے سردار حسین بن زید نے دیلم اور طبرستان میں اپنی آزاد خودمختار سلطنت قائم کر لی۔ یہ ایرانی علاقے میں شیعوں کی پہلی ریاست تھی۔ زیدیہ کے ایک اور سردار علی بن ابراہیم نے افریقی علاقوں کی کثیر تعداد جنہیں زنگی کہا جاتا تھا اپنا مرید بنا لیا اور بصرہ میں بغاوت کر دی اور پھر اہواز اور واسط تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ پندرہ سال تک یہاں ان کا قبضہ رہا۔ دارالخلافت بغداد کی طرف سے اسے خبیث کا نام دیا گیا۔ اسی طرح عباسی خلافت کو حسنی سادات اور زیدیوں کی طرف سے مسلسل محاذ آرائی اور سرکشی کا سامنا رہا۔

فاطمیوں کے عباسیوں سے تضاد کا ایک بہت بڑا اظہار اسمعیلیوں اور قرامطیوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ شیعوں کے چھٹے امام جعفر صادقؓ نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو اپنے بعد امام مقرر کیا تھا مگر ان کی زندگی ہی میں اسماعیل کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے امامت اپنے بعد دوسرے بیٹے موسیٰ کے سپرد کر دی۔ تاہم ان کے پیروؤں کے ایک گروہ نے اسماعیل کے بیٹے حبیب کو اپنا امام مان لیا اور یہ فرقہ اسماعیلیہ کہلایا۔ 278ھ میں کوفہ میں حمدان عرف قرمطہ کا ظہور ہوا۔ وہ اسمعیلی فرقے کی شاخ قرامطہ کا بانی ہوا۔ اس نے بحرین

Marfat.com

پر قبضہ کر کے اسے اپنا مرکز بنایا۔ قرامطیوں کی جانب سے عباسی خلافت کے علاقوں پر بار بار یلغار ہوتی تھی اور وہ کوفہ' بصرہ' واسط کے علاوہ شام و فلسطین و اردن اور حجاز و یمن تک کے علاقے پر قابض ہو جاتے تھے۔ اگرچہ وہ کسی بھی علاقے پر زیادہ لمبے عرصے تک اپنا قبضہ برقرار نہ رکھ پاتے تھے۔ تاہم 27-319ھ میں آٹھ سال تک مکہ معظمہ پر ان کا قبضہ رہا۔ وہ خانہ کعبہ سے حجر اسود کو اکھاڑ کر اپنے مرکز ہجر میں لے گئے اور 327ھ میں اسے واپس لا کر مکہ میں نصب کیا۔ اس تمام عرصہ میں حج نہیں ہوا۔

عباسی خلافت کی بنیاد خراسانی عجمیوں نے رکھی تھی۔ چونکہ کوئی عجمی براہ راست خلافت پر قابض نہیں ہو سکتا تھا اس لئے خاندان بنو عباس کو تخت خلافت پر رکھنا عجمیوں کی مجبوری تھی۔ بنو امیہ نے عجمیوں سے موروثی بادشاہت کا سیاسی نظام حاصل کیا تھا۔ اب عجمیوں نے رسولؐ سے خاندانی نسبت کی بنیاد پر بنو عباس یا بنو ہاشم کا ساتھ دیا اور بنو امیہ کی عرب بالادستہ کا تختہ الٹ دیا۔ آل محمدؐ بھی دعویدار خلافت تھے لیکن وہ اپنی سیاسی و فوجی حکمت عملی میں عباسیوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور ایک بار پھر خلافت حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ یوں عباسیوں کی خلافت عجمیوں کے بل بوتے پر مستحکم ہو گئی۔ عرب و عجم کے تضاد میں عجم کی فتح ہو گئی۔ چنانچہ ابتدائی دور بنو عباس میں عرب و عجم تضاد بہت نمایاں رہا۔ اگرچہ بنو امیہ کے زوال سے عرب قوت ٹوٹ گئی لیکن عرب امراء کو خواہ وہ حجازی تھے یا یمنی' مضری تھے یا ربیعہ' عجمی عروج ناپسند تھا اور وہ عجمیوں کے خلاف اپنی نفرت کا برملا اظہار کرتے تھے۔ خلیفہ سفاح کے زمانے میں ابو مسلم خراسانی کا اقتدار اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ سفاح کے بھائی ابو جعفر منصور کے بار بار اصرار کے باوجود سفاح نے ابو مسلم کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا۔ تاہم ابو جعفر نے خود خلیفہ ہوتے ہی ابو مسلم کا خاتمہ کر دیا لیکن جلد ہی خراسان کے برامکہ خاندان کو عروج حاصل ہو گیا اور عجمی غلبہ برقرار رہا۔ برامکہ فوج' خزانہ اور تمام امور سلطنت پر حاوی ہو گئے۔ ابو جعفر منصور' مہدی' ہادی اور ہارون رشید کے اواخر عہد تک ان کا اختیار و اقتدار بغیر چیلنج کے برقرار رہا۔ فضل بن یحییٰ برمکی نے عجمیوں پر مشتمل 5 لاکھ کی فوج تیار کی جسے عباسیہ کہا جاتا تھا۔ ان کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ بنو عباس کے لوگ بھی اپنے کاموں کے لئے ان کی سفارش کے طلب گار ہوتے تھے۔ عرب دل سے ان سے نفرت کرتے تھے مگر خود کو بے بس محسوس کرتے تھے۔ یہاں

Marfat.com

تک کہ عرب وزیر فضل بن ربیع ہارون رشید کو برامکہ سے بدظن کرنے میں کامیاب ہو گیا اور برامکہ کے زوال کے بعد بااقتدار ہو گیا۔ عرب کچھ عرصہ کے لئے طاقتور ہو گئے۔ لیکن تھوڑے عرصے بعد ہارون کا انتقال ہوا تو عرب و عجم کی جنگ کھل کر سامنے آ گئی۔ امین اور مامون کی تخت نشینی کی جنگ میں عرب امین کے ساتھ تھے جبکہ عجم بالخصوص خراسانی مامون کے ساتھ تھے۔ امین کی ماں زبیدہ عرب تھی اور عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کی پوتی تھی۔ جبکہ مامون کی ماں ایک عجمی کنیز تھی۔ امین کا مرکز بغداد میں تھا جبکہ مامون کا مستقر مرو (خراسان) میں تھا۔ امین کی شکست اور قتل دراصل عربوں کی شکست تھی۔ مامون کے خلیفہ بننے سے عجمیوں کا عروج پھر سے مستحکم ہو گیا۔ اس کا وزیر فضل بن سہل اور اس کا بھائی حسن بن سہل بہت بااختیار ہو گئے۔ فضل بن سہل کے قتل کے بعد حسن بن سہل وزیر اعظم بن گیا۔ عراق و شام میں آباد عرب حسن بن سہل سے سخت نفرت کرتے تھے اور اسے مجوسی ابن مجوسی کہتے تھے۔ وہ اپنی شکایت کا برملا اظہار کرتے تھے کہ عجمیوں کے ہاتھوں میں عربوں کی اپنے گھر میں تذلیل کی جا رہی تھی۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم تخت نشین ہوا تو اس نے ترکوں کی سپاہیانہ صلاحیت سے متاثر ہو کر انہیں عروج دیا۔ وسط ایشیائی ترک غلاموں کی کھیپ کی کھیپ لائی جاتی تھی اور انہیں فوج میں بھرتی کیا جاتا تھا۔ ان کی علیحدہ فوج بنائی گئی اور ترک سپہ سالار مقرر کئے گئے اور خلیفہ ان پر زیادہ انحصار کرنے لگا۔ ترک افواج سے اہل بغداد پریشان ہوئے تو بغداد سے فاصلے پر سامرہ میں ان کی الگ چھاؤنی تعمیر کی گئی اور خود معتصم نے اپنا پایہ تخت بھی وہیں منتقل کر دیا۔ ترکوں کے فوجی غلبہ سے خراسانیوں کا اختیار و اقتدار زوال پذیر ہو گیا اور وہ خلیفہ پر اپنا اثر و رسوخ قائم نہ رکھ سکے۔ خراسانیوں نے عربوں کو اقتدار سے بے دخل کیا تھا۔ اب ترکوں نے خراسانیوں کو بے دخل کر دیا جبکہ عرب تو پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو گئے اور ان کا رہا سہا اقتدار بھی جاتا رہا۔ فوجی قوت فیصلہ کن حیثیت کی حامل تھی اور یہ قوت اب ترکوں کو حاصل تھی۔ ترک قوت یہاں تک بڑھی کہ وہ خلیفہ گر بن گئے اور خلیفہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا۔ وہ جب چاہتے خلیفہ کو معزول کر دیتے اور جسے چاہتے خلافت پر متمکن کر دیتے تھے۔ ترک امراء کے بھی کئی گروہ بن گئے تھے۔ ان کی باہمی کشمکش اقتدار سے بغداد آئے دن ہنگاموں اور بلوؤں کی آماجگاہ بن گیا۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر دیلم کے خاندان بنی

Marfat.com

بویہ نے 334ھ میں بغداد پر قبضہ کر لیا اور وہ کلی اقتدار کے مالک بن گئے اور خود کو سلطان کہلوانے لگے۔ خلیفہ ان کا تنخواہ دار بن گیا اور اس کی حیثیت محض علامتی رہ گئی۔

250ھ تک مرکز خلافت اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ صوبے خودمختار ہو گئے۔ علویوں کے سردار حسن بن زید نے دیلم اور طبرستان میں آزاد سلطنت قائم کر لی۔ احمد بن طولون نے مصر میں طولونی سلطنت قائم کر لی۔ جو بعد میں شام تک پھیل گئی۔ یعقوب بن اللیث نے سجستان، کرمان اور فارس میں صفاریہ سلطنت قائم کر لی۔ ماوراالنہر میں آل سامان نے اپنی آزاد اور خودمختار سامانی سلطنت کی بنا ڈالی جو بعد میں ایران تک پھیل گئی۔ قرامطہ نے بحرین اور یمامہ میں اپنی خودمختار ریاست بنا لی۔ الغرض 334ھ میں جب بنی بویہ نے بغداد پر قبضہ کیا تو خلیفہ کا دائرہ اثر سمٹ کر صرف بغداد اور اس کے گردونواح تک رہ گیا تھا۔ اس وقت عالم اسلام کی صورت حال یہ تھی کہ بصرہ اور اہواز احمد بن بویہ کے قبضے میں تھا جبکہ فارس علی بن بویہ کے، کرمان ابوعلی محمد بن الیاس کے۔ رے، جبل اور اصفہان حسن بن بویہ اور وشمگیر کے۔ موصل، دیاربکر، دیار مضر اور دیار ربیعہ بن حمدان کے۔ مصر و شام اخشیدیوں کے، مغرب اور افریقہ عبیدیوں کے، اندلس امیر عبدالرحمٰن ناصر (اموی) کے، ماوراالنہر بنی سامان کے، طبرستان و دیلم مرداویج کے، بحرین اور یمامہ ابوطاہر قرمطی کے، سندھ میں منصورہ عمر بن عبدالعزیز الحصاری کے اور ملتان بنو عامر کے قبضے میں تھا۔ اس طرح عالم اسلام میں خلیفہ سمیت پندرہ آزاد و خودمختار سلطنتیں موجود تھیں اور وہ جس سیاسی و حکومتی نظام پر قائم تھیں وہ اپنے ہم عصر عہد کا مروجہ استبدادی موروثی بادشاہت کا نظام تھا اور کوئی فقیہہ، محدث، مفسر، عالم، خطیب، قاضی اور صوفی اس نظام کو غیر اسلامی یا غیر شرعی قرار نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ وہی اپنے عہد کا مروجہ سیکولر نظام حکومت تھا اور دنیا بھر کے حکمران بلا لحاظ مذہب و ملت اسی پر عمل پیرا تھے۔

عہد عباسی کو مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے درخشندہ اور سنہرا دور کہا جاتا ہے۔ شروع میں خراسانی عجمیوں کی بالادستی کے دور میں جو مامون اور کسی حد تک معتصم کے عہد تک قائم رہی، دنیا بھر کے غیر مسلموں کے علوم و فنون سے استفادہ کیا گیا۔ دارالترجمہ قائم کر کے قدیم یونانی، رومی، مصری، ایرانی اور ہندی کتب کے تراجم کرائے گئے اور جدت فکر اور تبحر علمی نے جنم لیا۔ مسلمان نئے علوم سے روشناس ہوئے تو نئے مباحث اور سوالات پیدا

Marfat.com

ہوئے۔ عقلیت پسندی کو فروغ حاصل ہوا اور سائنس' فلسفہ اور دیگر دنیوی علوم میں مسلمانوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ مگر روایت پسند علماء کی جانب سے مخالفت کی گئی۔ مسئلہ خلق قرآن نے جنم لیا اور عقلیت پسند معتزلہ اور روایت پسند اہلسنّت کے درمیان ٹکراؤ پیدا ہوا۔ مامون سے واثق تک خلفاء خود معتزلہ خیالات کے حامی تھے۔ لیکن ترک سپہ سالاروں کا عروج جس کا آغاز معتصم کے دور میں ہوا' خراسانی غلبہ اور اس کے زیر اثر پھلنے پھولنے والے لبرل ازم کے خاتمے کا سبب بنا۔ ترک عموماً" روایت پسند تھے اور علوم کے بجائے فنون سپہ گری پر زور دیتے تھے۔ قرون وسطیٰ کے استبدادی سیاسی نظام میں علوم سے زیادہ اہمیت فنون سپہ گری کو دی جاتی تھی کہ اس نظام کو اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ ترک غلاموں کی فوجی بالادستی قائم ہونے سے جدت پسندی اور وسیع المشربی کا زوال ہو گیا اور روایت پسندی اور دقیانوسیت کا غلبہ ہو گیا۔ ترکوں کی بالادستی کو متوکل کے عہد میں استحکام حاصل ہوا اور متوکل نے عقلیت پسندی کا قلع قمع کر دیا۔ اس نے حدیث اور سنت کے نام پر کٹرپن کا مظاہرہ کیا اور معتزلہ' عقلیت پسندوں' شیعان علی و اہل بیت اور غیر مسلموں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور استبداد کے بدترین مظاہرے کئے اور پھر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے ذہنوں پر تالے لگ گئے۔

جہاں تک عباسی خلفاء کے ذاتی کردار میں شریعت اور اسلام کے اصولوں کی پابندی اور پاسداری کا تعلق ہے تو اس دور کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ بغداد کے قاضیوں نے شراب (نبیذ) کو حلال قرار دے رکھا تھا اور کم و بیش ہر عباسی خلیفہ شراب پیتا تھا' ان میں ہارون رشید جیسا معتبر خلیفہ بھی شامل تھا۔ رقص و موسیقی کی محفلیں بھی منعقد کی جاتی تھیں۔ گانے والی کنیزیں اور رقاصائیں محل سرائے خلافت میں موجود رہتی تھیں۔ خوش الحان گانے والے اور شاعر بھی ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ خلیفہ امین خود اٹھ کر ان کے ساتھ رقص میں شامل ہو جاتا تھا۔ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور اسراف کے بارے میں خلیفہ مامون کی اپنے وزیر کی بیٹی حوران بنت حسن بن سہل کے ساتھ شادی کی تفصیل اور خلیفہ معتضد کی والی مصر خمارویہ بن احمد بن طولون کی بیٹی حرہ کے ساتھ شادی کی تفصیلات کا پڑھ لینا ہی کافی ہے۔

آج کا اسلامی احیاء پسند مسلمانوں کے دور عروج کے بارے میں دو باتیں کہتا ہے۔

Marfat.com

ایک تو یہ کہ قرون وسطیٰ کے مسلمان حکمران شریعت اور اسلامی احکامات پر سختی سے عمل پیرا تھے اور دوسرے یہ کہ ان کے مابین اسلامی اتحاد و اتفاق اور وحدت اسلامی کا دور دورہ تھا۔ زیر نظر جلد میں ابتدائی مستند ماخذوں کی مدد سے عہد عباسی کا جو مطالعہ کیا گیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ عہد بنو امیہ کی طرح عہد بنو عباس کے خلیفوں اور حکمرانوں میں مذکور دونوں باتوں کا فقدان تھا۔ یہ دونوں چیزیں' کہیں بھی نہیں پائی جاتی تھیں۔ تو پھر ان کے عروج و غلبہ کی کیا وجہ تھی؟ اگر مذہبی عقیدہ پرستی سے بالاتر ہو کر تاریخ کا بطور تاریخ مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے عروج ترقی کی وجہ دراصل یہ تھی کہ وہ سیاست و حکومت کے معاملات مروجہ دنیاوی دستور یعنی مروجہ موروثی شہنشاہیت کے اصولوں کے مطابق انجام دیتے تھے اور دین کے معاملات کو سیاست و حکومت سے الگ سمجھتے تھے۔ دین ہر انسان کا ذاتی معاملہ تھا۔ بلکہ دینداری' تقویٰ' پرہیزگاری زیادہ تر ان لوگوں میں پائی جاتی تھی جو خود کو ایوان ہائے اقتدار سے دور رکھتے تھے۔ اس عہد کے ہم عصر مورخین بھی دین و سیاست کو جداگانہ سمجھتے تھے اور حکمرانوں کی ذاتی زندگی میں غیر شرعی افعال و اعمال کی بے لاگ تفصیل بیان کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے اور انہیں ان کا ذاتی معاملہ سمجھتے تھے۔ اس طرح اگر کسی حکمران میں دینداری اور تقویٰ پایا جاتا تھا تو اس کی تفصیل بھی اس کے ذاتی معاملے کے طور پر بیان کرتے تھے عروج سلطنت کا تعلق حکمرانوں کی دینداری' تقویٰ' پرہیز گاری سے نہیں جوڑتے تھے اور نہ ہی ایسا ہوتا تھا کہ اگر حکمران دیندار ہو تو سلطنت کو عروج ہو جائے اور اگر حکمران شرع اور دین میں راسخ نہ ہو تو زوال ہو جائے بلکہ اکثر ایسا ہوا کہ سلطنت کا عروج اور ترقی ایسے حکمران کے دور میں ہوئی جو شرع اور دین میں راسخ نہ تھا اور اس سے بہت سی شرعی بے اعتدالیاں سرزد ہوئی تھیں۔ جہاں تک امور سیاست و حکومت کا تعلق تھا' یہ طے شدہ بات سمجھی جاتی تھی کہ وہ مروجہ موروثی شہنشاہیت کے استبدادی سیاسی نظام کے تحت انجام دیئے جائیں گے۔ چنانچہ زیر نظر جلد کے مطالعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نظام حکومت و مملکت چلانے کے لئے اپنے عہد کے مروجہ نظام اور دستور کو اپنانا چاہئے اور اپنے دور کا جو سب سے ترقی یافتہ یا ترقی پسندانہ نظام ہو اسے اختیار کرنا چاہئے بلکہ اس نظام میں مزید ترقی و اضافہ کا موجب بھی بننا چاہئے۔ دین کو اس کے ساتھ خلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔ عقیدہ اور مذہب ہر انسان کا ذاتی

Marfat.com

معاملہ ہے۔ اور آج کے دور کی ریاست کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بنیادی انسانی حقوق کے تحت ہر شخص کو اس کے عقیدے کی مکمل آزادی دے اور مملکت کی تمام آبادی کو بلا لحاظ مذہب و ملت ترقی کرنے' کاروبار کرنے اور ملازمت کرنے اور اپنے اظہار کی آزادی دے کیونکہ یہ آج کے ہر ترقی یافتہ ملک میں تسلیم شدہ اصول کے طور پر مان لیا گیا ہے اور رائج الوقت نظام ہے۔ جس طرح قرون وسطیٰ کے مسلمان حکمرانوں نے اس دور کے رائج الوقت سیکولر نظام شہنشاہیت پر چل کر عروج پایا' آج کے مسلمان آج کے ہم عصر عوامی جمہوری نظام پر عمل پیرا ہو کر ہی عروج و ترقی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر آگے بڑھ سکتے ہیں۔

زیر نظر جلد کے لئے جن قدیم اور مستند ترین ماخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے ان میں محمد بن جریر طبری کی تاریخ الامم والملوک' ابن خلدون کی تاریخ اور مقدمہ تاریخ' جلال الدین سیوطی کی تاریخ الخلفاء اور شہرستانی کی ملل و نحل شامل ہیں۔ ان کے اردو تراجم کے ساتھ ساتھ اوریجنل عربی متن بھی ملحوظ رکھے گئے ہیں اور افراد' قبائل اور جگہوں کے ناموں اور واقعات کی تصحیح کے بارے میں پوری احتیاط برتی گئی ہے۔ جدید ماخذوں میں سید امیر علی کی History of Saracens اور روح الاسلام Spirit of Islam' احمد امین مصری کی فجرالاسلام اور اسلم جیراج پوری کی تاریخ الامت اور رائن ہارٹ ڈوزی کی "اندلس میں مسلمانوں کی تاریخ" جس کا اردو ترجمہ "عبرت نامہ اندلس" کے نام سے کیا گیا ہے' شامل ہیں۔ پنجاب پبلک لائبریری' پنجاب یونیورسٹی لائبریری اور دیال سنگھ لائبریری کا عملہ ہمیشہ کی طرح جیسے تعاون کرتا رہا ہے' میں اس کا ممنون ہوں۔

زیر نظر جلد کی پروف ریڈنگ' حوالہ جات کی توثیق اور اشاریہ کی تیاری کا کام در نجف زیبی نے انجام دیا ہے۔ وہ میری شریک حیات تو تھیں ہی' اب اس تحقیقی منصوبے کی تکمیل و ترتیب کے ان تھک سفر میں شریک سفر بھی بن گئی ہیں۔ خالد محبوب ہمیشہ کی طرح اس جلد کی اشاعت کے مراحل میں میرے دست راست ہیں۔ سمیع اللہ ظفر صاحب کی اس سلسلہ اشاعت کے ساتھ حسب سابق دلی اور جذباتی وابستگی میرے شامل حال رہی ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر مبشر حسن صاحب' (جسٹس ریٹائرڈ) میاں دلاور محمود صاحب' شیخ منظور حسین صاحب' صدیق درانی صاحب مرحوم' خورشید عالم صاحب مرحوم' حسین نقی صاحب'

Marfat.com

ڈاکٹر مہدی حسن صاحب اور قمر عباس صاحب کی اخلاقی سرپرستی اور حوصلہ افزائی بھی ہمیشہ کی طرح ہمارے جذبہ اور لگن کو قائم رکھنے میں ممد و معاون رہی ہے۔ اس سلسلہ اشاعت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مرحوم مصطفٰے وحید صاحب کے برادر خورد جناب آصف جاوید پورے خلوص کے ساتھ کوشاں ہیں۔ تزئین اور کمپوزنگ کے لئے اعظم علی شاد نے بھی اس جلد کی تیاری میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوصف پوری دلچسپی سے کام لیا ہے۔ سرورق جناب خواجہ افضل صاحب نے اپنی پوری تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے تیار کیا ہے۔ میں ان سب حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔

حسن جعفر زیدی

لاہور

فروری، 2003ء

Marfat.com

مقدمہ

حسن جعفر زیدی

# عقیدہ اور تاریخ

آج کل مسلمان اپنی تاریخ کو مذہبی لٹریچر کے طور پر پڑھتے اور لکھتے ہیں اور اپنی تاریخ کو ''اسلامی تاریخ'' یا ''تاریخ اسلام'' کہتے ہیں۔ جبکہ نہ تو یورپ اور امریکہ کی تاریخ کو ''مسیحیت کی تاریخ'' اور نہ ہندوستان کی تاریخ کو ''ہندو تاریخ'' اور نہ ہی چین' جاپان اور مشرق بعید کی تاریخ کو ''بدھ مت کی تاریخ'' کہا جاتا ہے۔ کسی عقیدہ یا مذہب یا دین سے تعلق رکھنے والے حکمرانوں یا بادشاہوں کی تاریخ کو اس دین' مذہب یا عقیدے کی تاریخ نہیں کہا جاتا اس لئے کہ تاریخ مختلف گروہوں کے مابین اقتدار کی سیاسی کشمکش اور حکومتوں کے بننے اور بگڑنے کی داستان بیان کرتی ہے اور عام طور سے اسے اس خطے یا گروہ کی تاریخ کہا جاتا ہے۔ ایک ہی عقیدے یا مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد جب آپس میں اقتدار کی کشمکش یا ذاتی مفاد کی لڑائی میں ملوث ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے گلے کاٹتے ہیں اور ایک دوسرے کی بربادی کا سامان کرتے ہیں تو واقعات کے اس تسلسل کو اس عقیدے یا مذہب کی تاریخ نہیں کہا جاسکتا' اسے اس عقیدے کے پیروکار گروہوں کی سیاسی تاریخ کہا جاسکتا ہے۔ مذہب یا دین بالخصوص اسلام ایک الوہی معاملہ ہے اور لافانی ہے جبکہ سیاست' سیاسی نظام اور سیاسی کشمکش ہر دور، ہر علاقے اور سماجی ترقی کے ہر لمحے کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

قرون وسطیٰ میں ساری دنیا ایک ہی سیاسی نظام سے واقف تھی اور یہ تھا خاندانی موروثی شہنشاہیت کا نظام۔ جو قبیلہ یا گروہ کسی علاقے میں بزور قوت قبضہ حاصل کر لیتا تھا اس کی سلطنت قائم ہو جاتی تھی اور پھر اس کے بانی کے خاندان میں دو چار یا اس سے کچھ کم یا زیادہ پشتوں تک یہ موروثی سلطنت جاری رہ کر زوال کا شکار ہو جاتی تھی اور کوئی اور گروہ یا قبیلہ اس زوال پذیر سلطنت کے کھنڈرات پر اپنی سلطنت تعمیر کر لیتا تھا اس سیاسی نظام کو قرون وسطیٰ کا استبدادی نظام (Medeival Despotism) کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی بنیاد کھلم کھلا استبداد' فوجی قوت ،عسکری غلبہ اور رعب و دبدبہ پر ہوتی تھی۔ اس زمانے میں ہر حکمران اسی استبدادی نظام پر عمل پیرا

Marfat.com

ہوتا تھا خواہ اس کا تعلق کسی بھی عقیدہ' مذہب یا دین سے ہوتا تھا۔ عقیدہ' مذہب اور دین کا موضوع سیاسی نظام نہیں ہوتا تھا۔ بنی نوع انسان کی ہزاروں سال کی تاریخ میں سے تین چار ہزار سال پر محیط اس موروثی جاگیری نظام کے اس دور میں کئی بڑے عالمی مذاہب ظہور میں آئے جن میں ہندو مت، بدھ مت، یہودیت، نصرانیت اور آخر میں اسلام نے دنیا کے قابل ذکر حصے کو حلقہ بگوش کیا۔ لیکن سلطنت کا قیام، عروج و زوال اور حکمرانوں کا اقتدار و انحطاط ایک ہی مروجہ نظام سیاست کا مرہون رہا اور وہ یہی استبدادی موروثی جاگیری بادشاہی نظام تھا۔ یہ نظام دنیا کی بڑی دریائی وادیوں کے زرعی معاشروں سے حاصل ہونے والی وافر دولت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا (چنانچہ اس کے مراکز وادی نیل، وادی دجلہ و فرات، (بابل و نینوا)، وادی ڈینیوب، وادی جیحوں و آمو دریا، وادی سندھ، وادی گنگا و جمنا، وادی برہم پترا، وادی کرشنا اور گوداوری (جنوبی ہند)، وادی میکانگ (ہند چینی)، وادی دریائے چانگ ژیانگ (چین) وغیرہ شامل رہی ہیں۔ فراعین مصر کی سلطنت، یونان کی سلطنت، روم کی سلطنت، اسیری سلطنت (شام و عراق) ایران کی شہنشاہیت، ہندوستان میں اشوک اور اس کے سابقین کی سلطنت، چین کے شاہی خاندانوں کی سلطنتیں) ورود اسلام سے قبل ڈھائی تین ہزار سال کے عرصے میں قائم رہ چکی تھیں اور بنی نوع انسان کے پاس موروثی جاگیری نظام حکومت کا وسیع تجربہ اور پس منظر موجود تھا۔ اور یہ اس وقت دنیا کا سب سے ترقی یافتہ نظام تھا جو کہ دنیا کے ترقی یافتہ زرعی معاشروں کی تہذیبوں میں رچ بس گیا تھا۔

دنیا کے جو دشت و صحرا ترقی یافتہ زرعی انقلاب سے دوچار نہ ہوئے تھے اور قلت آب اور دیگر قدرتی وسائل کی کمی کی وجہ سے پیداواری پس ماندگی کا شکار تھے، وہاں کا معاشرہ پس ماندہ قبائلی معاشرت میں رہ رہا تھا۔ اس کا سماجی اور سیاسی نظام بھی قبائلی تھا۔ وہاں موروثی جاگیردارانہ سلطنت کا رواج نہ تھا۔ قبیلہ کے لوگ ایک سردار کے مرنے پر باہمی مشاورت سے نیا سردار منتخب کر لیتے تھے۔ بعض اوقات بہت سے قبائل مل کر اپنا ایک مشترکہ سردار چن لیتے تھے اور اس کی تائید یا بیعت کر کے اس کی اطاعت کر لیتے تھے۔ اسے قبائلی کنفیڈریسی کا نظام کہا جاتا ہے۔ یہ نظام بھی بلا لحاظ عقیدہ و مذہب دنیا کے سارے قبائلی معاشروں میں تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ جاری وساری رہا۔ خواہ وہ جزیرہ نما عرب کے قبائل ہوں یا صحرائے گوبی (منگولیا) کے تاتار اور منگول ہوں خواہ صحرائے اعظم کے بربر ہوں۔ خوشحال زرعی معاشروں کی سلطنتوں کے بادشاہ ان بے آباد صحراؤں کا رخ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ البتہ یہ صحرانورد

Marfat.com

کبھی کبھار خوشحال دریائی وادیوں کی سرحدوں میں گھس آتے اور لوٹ مار کر کے مال واسباب لے جاتے تھے۔ چنانچہ ان خوشحال سلطنتوں کے بادشاہ یا شہنشاہ اپنے سرحدی گورنروں کے ذریعے ان قبائل کی سرکوبی کرتے تھے۔ تاہم ان صحرائی علاقوں کو بادشاہوں یا شہنشاہوں نے براہ راست اپنی سلطنت کا حصہ بنا کر یہاں اپنا سیاسی ومعاشرتی نظام نافذ نہیں کیا ہوتا تھا۔ اس لئے باوجودیکہ دنیا کے بیشتر علاقے بڑی بڑی سلطنتوں کے زیرنگیں تھے لیکن کم پیداوار کے وسیع دشت وصحرا کے باشندے قبائلی سیاست ومعاشرت میں بے مہار یا آزادانہ رہ رہے تھے۔ ان سے کوئی بادشاہ یا شہنشاہ تعرض نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کوئی بیرونی حملہ آور یہاں آتا تھا، چنانچہ یہاں کوئی منضبط ریاست یا حکومت کا نظام نہیں ہوتا تھا جیسا کہ سلطنتوں میں قائم تھا، قبائل اپنے باہمی معاملات لڑ کر یا باہمی معاہدوں کے ذریعے طے کرتے تھے، قبیلے کے اندرونی معاملات قبیلہ کا سردار اور دوسرے بااثر افراد باہمی مشاورت سے طے کرتے تھے، یہ نظام ان کا مروجہ سیاسی نظام تھا۔ جزیرہ نمائے عرب کے عربوں، منگولیا کے منگولوں اور صحرائے اعظم کے بربروں کے علاوہ وہ علاقے جہاں ابھی مہذب دنیا کی پہنچ نہیں ہوئی تھی مثلاً وسطی اور جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور امریکہ وہاں بھی کم و بیش اس سے ملتی جلتی قبائلی معاشرت وسیاست کا دور دورہ تھا۔

بعثت اسلام کے بعد عربوں پر اللہ تعالی اور حضور ﷺ کی تعلیمات کا اس حد تک تو اثر ہوا کہ شرک اور کفر کا خاتمہ ہوا، بت پرستی موقوف ہوگئی، عہد جہالت کے بہت سے رسوم ورواج ختم کر دیئے گئے، سنت ابراہیمی کا احیاء ہوا اور اسلام بطور دین یا مذہب ان کے سینوں میں جاگزیں ہوا، تاہم سیاسی امور طے کرنے کے بارے میں ان کا دستور تقریباً وہی رہا جو مروجہ قبائلی تہذیب میں چلا آرہا تھا۔ حضور ﷺ نے بزرگی وبرتری کی بنیاد تقویٰ، نیکی اور دینداری کو ٹھہرایا تھا اور حسب نسب، رنگ ونسل، آقا وغلام، امیر وغریب، طاقتور وکمزور کی تفریق ختم کرنے کا درس دیا تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ان کی جانشینی اور پھر بقیہ خلفائے راشدہ کے تقرر کے موقع پر بھی مروجہ قبائلی سیاسی دستور اختیار کیا گیا۔ حسب نسب، قرابت رسول ﷺ، انصار ومہاجر، قریش اور غیر قریش اور دیگر قبائلی عصبیتوں کو بنیاد بنایا گیا۔ جو برسر اقتدار آئے انہوں نے بھی انہی حوالوں سے جواز بنایا اور جو اقتدار میں نہ آسکے انہوں نے بھی انہی بنیادوں پر اپنا حق جتایا۔ گویا آنحضرت ﷺ کے بعد دین اور سیاست یکجا نہ ہو سکے اور نہ ہو سکتے تھے۔

خلفائے راشدین کے عہد میں عرب، جزیرہ نما عرب سے نکل کر مصر اور شام، عراق اور

Marfat.com

ایران پر قابض ہوئے جو گزشتہ سینکڑوں برس سے بادشاہوں اور شہنشاہوں کے زیرنگیں رہ چکے تھے۔اور وہاں موروثی جاگیری شہنشاہیت کا نظام سینکڑوں برس سے قائم تھا۔مصروشام اسوقت بازنطینی سلطنت روم اور عراق وایران ایرانی شہنشاہیت کے ماتحت تھے۔یہاں کے لوگ صدیوں سے اسی نظام کے عادی تھے اور حکمران کے بارے میں ان کا تصور موروثی جاگیری بادشاہ یا شہنشاہ ہوتا تھا چنانچہ وہ نئے عرب حکمرانوں کی اطاعت اسی صورت میں کر سکتے تھے کہ یہ بھی ملوکیت کے نظام پر عمل پیرا ہوتے جس میں جاہ وجلال اور شاہانہ شان وشوکت اور رعب اور دبدبہ ایک وسیع و عریض علاقے میں نظم ونسق برقرار رکھنے کے لئے لازمی عناصر ہوتے تھے۔اس لئے بنو امیہ نے بہت جلد یہ نظام اختیار کرلیا اور شمالی افریقہ سے وسط ایشیا تک پھیلی ہوئی وسیع سلطنت پر حکمرانی کی۔اقتدار کا مرکز بھی مدینہ سے دمشق منتقل ہوگیا جو کہ بازنطینی سلطنت روم کا سرمائی دارالحکومت تھا۔اور پھر بغداد، قاہرہ، قرطبہ، غرناطہ، خوارزم، اصفہان، شیراز، مشہد، بخارا، سمرقند، کابل، ھرات اوردہلی ان کے پایہ تخت بنے۔جہاں مسلمان فرمانرواؤں نے اسی موروثی استبدادی نظام وسیاست کو اختیار کیا جس پر ان کے ہم عصر عیسائی، ہندو، اور بدھ مذاہب سے تعلق رکھنے والے یورپ، ہندوستان اور چین کے حکمران عمل کرتے تھے اور جس پر گزشتہ ڈھائی تین ہزار سال سے دنیا بھر کے فرمانروا بلالحاظ مذہب وملت عمل کررہے تھے۔تقریباً 1300 سال یعنی ۲۰ ویں صدی عیسوی کے اوائل تک مسلمانوں نے سپین (اندلس) سے ملائیشیا وانڈونیشیا تک بے شمار چھوٹی بڑی سلطنتیں بنائیں اور گرائیں مگر دستور سیاست وہی موروثی جاگیری شہنشاہیت یا ملوکیت کا رہا۔یعنی عقیدہ الگ رہا اور نظام سیاست وحکومت الگ رہا۔دین الگ رہا اور دنیا الگ رہی۔مسلمان حکمرانوں نے نہ صرف دنیا کے مروجہ تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کیا بلکہ اس مروجہ استبدادی دستور کو اس قدر بڑھ چڑھ کر اپنایا اور اسے اس کمال مستعدی سے بروئے کار لائے کہ صدیوں تک عروج اور غلبہ حاصل کئے رکھا۔اگر ان کے اعمال وافعال اور کردار کو دیکھیں تو اس میں دینداری آٹے میں نمک کے برابر نظر آئے گی۔چند استثنیات کو چھوڑ کر بیشتر بادشاہ، شہنشاہ اور سلاطین کسی نہ کسی شرعی عیب کا شکار ضرور رہے ہیں۔بیشتر شراب نوشی کرتے تھے۔رقص وسرور کی محفلیں جماتے تھے۔کنیزوں اور لونڈیوں سے حرم بھرے رکھتے تھے۔بعض کو لواطت کی لت بھی تھی۔ان تمام ذاتی شرعی عیوب کے باوجود علمائے دین ان حکمرانوں کا نام خطبہ میں پڑھتے تھے اور ان کی اطاعت اور احترام کو واجب گردانتے تھے۔بادشاہ ان کو وظیفے، تنخواہیں اور انعامات دیتے تھے۔عدلیہ اور درس

۹۳۷۴۰

Marfat.com

وتدریس کے شعبے انہی علمائے دین کے پاس ہوتے تھے اور یوں وہ اس مروجہ استبدادی موروثی حکومتی ڈھانچے میں ایک کل پرزے کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔ کبھی کسی نے اس دستور حکومت کو غیر اسلامی قرار نہیں دیا تھا اور نہ ہی ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات'' کے نفاذ کی کوئی تحریک کسی نے چلائی تھی۔ ذاتی عیوب سے درکنار وہ حکمران جس استبدادی نظام پر عمل پیرا تھے اس میں اپنے سیاسی حریف کو بد سے بدتر سزا دے کر مروا دینا، شیر خوار بچوں تک کو بے دردی سے مروا ڈالنا، حاملہ عورتوں تک کو معاف نہ کرنا، قتل و غارت گری اور ظلم و ستم کر کے شہر کے شہر اجاڑ دینا ایک ایسا دستور تھا جسے رائج الوقت دستور کی حیثیت سے سب تسلیم کرتے تھے۔ ہوس اقتدار کے سامنے دین و مذہب کا رشتہ اور خون کا رشتہ کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ مادی مفادات کے تقاضے بھی تجریدی تصور یا عقیدے پر حاوی ہوتے تھے یہاں تک کہ آج بھی حاوی ہوتے ہیں۔ مروجہ استبدادی سیاسی اخلاقیات کے ذریعے حصول اقتدار کی خاطر اٹھایا جانے والا ہر ظلم و استبداد جائز و روا سمجھا جاتا تھا۔ دنیا اس کے علاوہ کسی اور نظام سیاست و حکومت سے واقف نہیں تھی۔

قرون وسطیٰ کے استبدادی سیاسی نظام کا زوال یورپ کے بورژوا صنعتی انقلاب بالخصوص انقلاب فرانس سے شروع ہوا اور دنیا میں جمہوری قدروں، جمہوری اداروں، منتخب حکمرانوں، جمہوری سیاسی جماعتوں، عوام کے بنیادی انسانی حقوق، عورتوں کی آزادی وغیرہ کی بنیاد پڑی۔ اس انقلاب کی بنیاد یورپ میں تحریک احیائے علوم تھی جس نے صدیوں پرانے جامد نظریات کا خاتمہ کر کے نئے سائنسی تصورات پیش کئے اور جدید سائنس و ٹیکنالوجی کا آغاز ہوا۔ یورپ اس ترقی یافتہ نظام کی بدولت ایشیا کی زوال پذیر جاگیری سلطنتوں پر غلبہ پانے میں کامیاب ہوا۔ مسلمانوں کی موروثی جاگیری سلطنتیں یورپی اقوام کے اس ترقی یافتہ نظام کا مقابلہ نہ کر سکیں اور نہ کر سکتی تھیں، چنانچہ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ مغل سلطنت، ایران کی بادشاہت اور سلطنت عثمانیہ دیمک زدہ، کرم خوردہ بوسیدہ دیوار کی طرح گر گئیں۔ کروڑوں مسلمان عوام یورپ کے غلام بن گئے۔ اس کی وجہ ہرگز یہ نہ تھی کہ مسلمان فرمانروا اسلام کی تعلیمات سے دور ہو گئے تھے اور قرون وسطیٰ کے بادشاہوں کا ''اسلامی دستور'' ترک کر چکے تھے بلکہ اس کی صاف سیدھی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نئے سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کو اختیار نہ کیا اور جدید جمہوری نظام اور اس کے ادارے قائم نہ کئے۔ جبکہ انہی ایشیائی جاگیری سلطنتوں میں جاپان نے وقت کے بدلتے تقاضے کو قبول کیا اور سائنس و ٹیکنالوجی اور جدید نظام کو سینے سے لگا کر دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو

Marfat.com

گیا۔

19ویں اور 20ویں صدی میں مسلمانوں کی موروثی جاگیری سلطنتوں کے زوال کے دوران اور اس کے بعد اسلامی احیاء کی تحریکوں نے جنم لیا اور یہ کہا جانے لگا کہ ماضی میں مسلمانوں کا عروج اس وجہ سے تھا کہ اس وقت کے مسلمان حکمران اور ان کے درباری اور ان کی مسلمان رعایا سب اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا تھے، اسلامی نظام کا دور دورہ تھا، اسلامی اتحاد و بھائی چارہ ان کے دلوں میں جاگزیں تھا۔ وہ علاقائی، لسانی، قبائلی اور رنگ و نسل کے امتیازات سے بالاتر تھے، اور وہ لالچ، طمع، ہوس اقتدار اور ہوس مال وزر سے مبرّا تھے۔ وہ عیش پرستی، لہو ولعب، جھوٹ، مکر و فریب، دھوکہ دہی اور ریا کاری اور دیگر گناہوں سے بہت دور تھے۔ ان کی زندگیاں اسلامی تعلیمات کا عملی نمونہ تھیں وغیرہ وغیرہ۔ اور اب جب مسلمان اسلامی تعلیمات، اسلامی نظام، اسلامی اتحاد سے دور ہو گئے اور علاقائی، لسانی، قبائلی تفریق و امتیاز کا شکار ہو گئے، عیش پرستی لہو ولعب اور گناہ پرستی میں مبتلا ہو گئے تو زوال نے ان کو آ لیا اور یہ دنیا میں پست اور کمزور ہو کر ذلیل و خوار ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسلامی احیاء کے علمبردار مذہبی رہنماؤں نے یہ منطق اس لئے پیش کی کہ موروثی جاگیری سلطنتوں کے زوال کے ساتھ ہی ملاؤں کا بھی زوال ہو گیا تھا جو ان سلطنتوں میں ایک کل پرزے کی حیثیت سے اقتدار میں شریک رہے تھے۔ وہ اب اسلامی احیاء کے نام پر اپنے اس اقتدار کی بحالی چاہتے تھے اور اپنی لیڈری چمکا کر کاروبار زندگی چلانے کا بندوبست کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے مادی مفاد کی خاطر تاریخ کو مذہبی عقیدہ کے ساتھ جوڑ دیا اور دور عروج کا نقشہ مذہب کی بنیاد پر استوار کر کے پیش کیا۔

اسلامی احیاء پسندوں نے تاریخ نویسی کا ایک نیا ڈھنگ اختیار کیا جو ماضی کے مؤرخین سے قطعی مختلف تھا۔ انہوں نے دور عروج کی اس تاریخ کو ''اسلامی تاریخ'' یا ''تاریخ اسلام'' کا نام دے دیا۔ 19ویں اور 20ویں صدی میں ملاؤں نے تاریخ پر یہ ملمع کاری کی اور اسے مذہبی لٹریچر بنا دیا۔ زوال پذیر جاگیردار طبقہ نے ان کی سرپرستی کی اور پھر جہاں کہیں اس کے مفاد میں تھا مغربی سامراج نے بھی ان کی سرپرستی کی۔ ان احیاء پسندوں نے قرون وسطیٰ کے بادشاہوں اور سپہ سالاروں کو اسلامی ہیرو بنا کر پیش کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے نیم تعلیم یافتہ درمیانے طبقے کے نوجوانوں کو عارضہ یاد ایام (Nostalgia) میں مبتلا کر دیا اور ماضی پرستی میں تقدس اور تحریم کے پہلوؤں کو بھی شامل کر دیا۔ برصغیر میں انیسویں صدی کے وسط میں احیاء پسندوں کے مراکز ندوہ

Marfat.com

اور دیوبند سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، ابوالکلام آزاد سے ہوتا ہوا سید ابوالاعلیٰ مودودی تک پہنچا۔ پھر اس ''اسلامی تاریخ'' کے نام پر ناول نگاری نے ملمع کاری کی اور ''اسلامی تاریخی ناول'' لکھے گئے جن کا سلسلہ رئیس احمد جعفری، نسیم حجازی، ایم۔ اسلم وغیرہ تک پہنچا۔ انہوں نے عارضۂ یادایام میں مذہبی جنون کی آمیزش کی اور عام سادہ لوح نیم پڑھا لکھا مسلمان ان ''اسلامی ہیروز'' کو مذہبی دیوتا سمجھنے لگا۔ احیاء پسند مسلمان شاعر بھی اس معاملے میں پیچھے نہ رہے بالخصوص علامہ اقبال نے ماضی پرستی اور اسلامی احیاء کے حوالے سے ایسی موثر شاعری کی کہ کئی نسلوں کو عارضہ یادایام (Nostalgia) میں مبتلا کر دیا۔ غالباً برصغیر میں ہندو۔ مسلم تضاد کی شدت اس کی متقاضی تھی۔ ہندو احیاء پسند جس طریقے سے برصغیر کی تاریخ کو مذہب سے وابستہ کر کے یہاں کے ازمنۂ قدیم اور قرون وسطیٰ کے راجاؤں کو مذہبی تقدس دے کر مذہبی ہیرو اور نیشنل ہیرو بنا کر پیش کر رہے تھے، اس کے جواب میں مسلمان بھی ایسا کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن ماضی پرستی کی یہ لہر برصغیر کے مسلمان عوام الناس کے مسائل حل نہ کر سکی۔ ان کے مسائل جدت پسندی کی لہر نے حل کئے جس کا آغاز سر سید احمد خاں، سید امیر علی اور نواب لطیف نے کیا اور محمد علی جناح نے انجام تک پہنچایا۔ علی گڑھ تحریک اور جدت پسندی کی دوسری تحریکوں نے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑی ماضی کی بوجھل بیڑیاں کاٹنے کی کوشش کی اور انہیں عہد حاضر کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے اور مستقبل میں زقند لگانے کا راستہ دکھایا۔ سر سید نے موروثی جاگیری حکمرانوں پر کڑی تنقید کی۔ سید امیر علی نے مسلمانوں کے دور عروج کی تاریخ لکھی مگر اس کا نام ''اسلامی تاریخ'' یا ''تاریخ اسلام'' رکھنے کے بجائے ''سرسانیوں کی تاریخ'' (History of Saracens) رکھا۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنی تصنیف ''دربار اکبری'' میں اکبر کے سنہرے دور پر احیاء پسندوں کی جانب سے کئے گئے حملوں کا بھرپور جواب دیا اور تاریخ کو عقیدہ سے جدا کر کے پیش کیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے مسلمان مؤرخین جنہوں نے اپنے عہد میں تاریخ نویسی کے علم اور فن کو بے لاگ حقائق نویسی کے کمال تک پہنچا دیا اور ہیروڈوٹس اور جوزفس کی تاریخ نویسی کی قدیم روایت کو بام عروج تک پہنچایا، انہوں نے تاریخ کو عقیدے، مذہب یا دین سے کبھی وابستہ نہیں کیا۔ وہ خلیفوں، بادشاہوں، وزیروں اور سپہ سالاروں کو مروجہ موروثی جاگیری نظام سیاست اور قرون وسطیٰ کی تسلیم شدہ مروجہ اخلاقیات کی عینک سے دیکھتے تھے، عقیدہ اور مذہب کا

Marfat.com

محدب عدسہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ کسی نے بھی اپنی تصنیف کو ''تاریخ اسلام'' یا ''اسلامی تاریخ'' نہیں کہا۔ امام المورخین علامہ محمد ابن جریر طبری نے اپنی تصنیف کا نام ''تاریخ الامم و الملوك'' یعنی ''قوموں اور بادشاہوں کی تاریخ'' رکھا۔ بلاذری نے صرف فتوحات کا حال قلمبند کیا اور نام ''فتوح البلدان'' یعنی ''ملکوں کی فتوحات'' رکھا۔ ''اسلامی فتوحات'' نہیں رکھا۔ مسعودی نے اپنی تصنیف کا نام ''مروج الذهب و معادن الجوهر فی التاریخ'' یعنی ''تاریخ میں سونے کے ذخائر کے میدان اور جواہر کی کان'' رکھا۔ ابن اثیر نے اپنی ضخیم تصنیف کا نام ''الكامل فی التاریخ'' یعنی ''مکمل تاریخ'' رکھا ہے۔ ابن خلدون کی تاریخ کا نام ''العبر والدیوان المبتداء والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر'' یعنی ''عرب وعجم و بربر کے حالات پر مجموعہ نصیحت وعبرت اور دیوان مبتدا و خبر'' رکھا ہے۔ ابوالفدا ابن کثیر کی تاریخ کی کتاب کا نام ''البدایه و النهایه'' یعنی ''آغاز وانجام'' ہے۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی تصنیف کا نام ''تاریخ الخلفا'' رکھا۔ علامہ شہرستانی کی کتاب کا نام ''ملل و النحل'' تمام فرقوں کی تاریخ بیان کرتی ہے۔ اندلس اور مراکش کے مؤرخ علامہ مقری کی کتاب کا نام ''نفح الطیب'' یعنی ''خوشبو کی لپٹ'' ہے۔ محمد ابن سعد، جو معروف مورخ واقدی کا کاتب تھا، کی تصنیف کا نام ''طبقات الکبیر'' یا ''الطبقات الکبری'' ہے جو عام طور سے ''طبقات ابن سعد'' کہلاتی ہے۔ واقدی کی اپنی کتاب ''المغازی النبویه'' یعنی ''غزوات نبوی'' کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ احمد بن علی الخطیب کی کتاب ''تاریخ بغداد'' کے نام سے موسوم ہے جب کہ ابن عساکر کی کتاب ''تاریخ الکبیر'' یا ''تاریخ دمشق الکبیر'' کہلاتی ہے۔ ابن مسکویہ نے اپنی تصنیف کا نام ''تجاریب الامم'' یعنی ''قوموں کے تجربات'' رکھا۔ ابن خلکان کی مشہور تصنیف ''وفیات الاعیان'' کے نام سے موسوم ہے جس کا مفہوم ہے ''مشاہیر کے سوانحی خاکے''۔ یہ صرف چند اہم تصانیف کے نام ہیں جو قرون وسطی کے مسلمان حکمرانوں کے بارے میں مستند ترین مآخذ کی حیثیت سے متفق علیہ تسلیم کی جاتی ہیں۔

ان کے علاوہ جتنی بھی معروف تواریخ قرون وسطی میں لکھی گئی ہیں ان میں سے کسی تاریخ کے نام کے ساتھ ''اسلام'' یا ''اسلامی'' کی اضافت نہیں لگائی گئی۔ اس لئے کہ وہ مؤرخین بجا طور پر تاریخ کو عقیدہ یا دین سے الگ سمجھتے تھے کیونکہ واقعتاً ایسا ہی تھا۔ وہ کسی حاکم یا وزیر یا امیر یا سپہ سالار کو اسلام کا ہیرو بنا کر پیش نہ کرتے تھے۔ البتہ جو شخصیات حقیقتاً تقویٰ و پرہیز گاری اور دینداری میں

Marfat.com

شہرت کی حامل ہوتی تھیں تو ان کا تذکرہ اس حوالہ سے ضرور کیا جاتا تھا۔ لیکن شاذ ہی کسی حاکم یا بااقتدار شخص کا دین کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔

قرون وسطیٰ کے مسلمان مؤرخین نے مسلمان حکمران طبقوں کی باہمی سیاسی کشمکش، سیاسی رقابت، قتل وغارت اور استبدادیت، عیاشی، شراب نوشی، لواطت و دیگر شرعی عیوب بے لاگ ہو کر لکھ ڈالے ہیں اور کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ انہوں نے اسلام کے عہد زریں پر کیچڑ اچھالا یا کردار کشی کی ہے یا ان کی تحریریں خلاف اسلام ہیں۔ انہوں نے دراصل بے لاگ سیاسی تاریخ لکھی ہے اور جو کچھ ہوا وہ بلا روک ٹوک لکھ دیا۔ چونکہ ہم عصر سیاست میں اس وقت وہ سب کچھ جائز اور روا سمجھا جاتا تھا جو استبداد کے ذریعے اقتدار حاصل کرنے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے کیا جاتا تھا، اس لئے یہ مؤرخین ان حقائق کے بیان پر کوئی معذرت خواہانہ رویہ بھی اختیار نہیں کرتے۔ دنیا کی مروجہ اخلاقیات کسی دوسرے سیاسی یا اخلاقی نظام سے واقف ہی نہیں تھی۔ آج مسلمان احیاء پسند مؤرخین کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ تاریخ کا وہ بہت بڑا حصہ بیان ہی نہ کیا جائے جسے آج کے زمانے میں Rationalise نہیں کہا جا سکتا یا پھر وہ معذرت خواہانہ رویہ اختیار کر کے توجیہات بیان کرتے ہیں۔ وہ صرف چند ایسے واقعات کو پھیلا کر بیان کرتے ہیں جن سے وہ حکمران فرشتہ سیرت ثابت ہو سکیں اور یا پھر غیر مسلموں پر ان کے غلبے اور فتوحات کی تفصیل میں مذہبی جوش و جنون شامل کر کے بیان کرتے ہیں جس سے ثابت ہو کہ نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی ان کا مقصد تھا نہ ملک گیری، وہ تو بس اسلام اور دین کی سر بلندی کی خاطر حملہ آور ہوئے اور اپنی اسلامی سیرت و کردار کی بدولت فتحیاب ہوئے اور انہوں نے غلبہ پانے کے بعد مفتوح غیر مسلموں پر کوئی ظلم نہیں کیا، انہیں تاخت و تاراج نہیں کیا، ان کا مال و اسباب نہیں لوٹا، ان کی عورتیں اور بچے لونڈی غلام نہیں بنائے وغیرہ وغیرہ۔ قرون وسطیٰ کا کوئی مورخ ان حکمرانوں کو اس انداز میں پیش نہیں کرتا اور نہ ان کے سیرت و کردار کو اسلامی بنا کر بیان کرتا ہے اور نہ ہی غیر مسلم مفتوحین پر ان کے ظلم و جور پر کوئی معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ اس وقت کی مروجہ استبدادی سیاست میں جائز و روا سمجھا جاتا تھا۔ مسلمان مفتوحین کے ساتھ بھی استبدادیت کا مظاہرہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جاتی تھی۔

اسلامی احیاء پسند دنیا میں صنعتی انقلاب کے بعد گزشتہ ڈیڑھ دو سو سال میں آنے والی عظیم سیاسی و معاشی و اخلاقی تبدیلیوں سے چشم پوشی کر کے اپنے خوابوں میں قرون وسطیٰ کی اسی استبدادیت کی

Marfat.com

دنیا میں واپس لوٹنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو دنیا پر پھر سے چھا جانے کا وہی راستہ سجھاتا ہے جس پر وہ لوگ اس وقت چل رہے تھے۔ وہ ایک تصوراتی مردِ مومن کا احیاء چاہتا ہے جس کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ ''لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا''۔ وہ دین کو سیاست سے الگ کرنے کو چنگیزی قرار دیتا ہے جبکہ قرونِ وسطیٰ میں صرف چنگیز خاں ہی نہیں بلکہ تمام مسلم و غیر مسلم فرمانروا اسی ہم عصر استبدادی سیاست پر عمل پیرا تھے جس میں دین سیاست سے الگ تھا۔ ان میں سے کوئی فرمانروا دین کو بنیاد بنا کر سیاست یا حکومت نہیں کرتا تھا۔ اسلامی احیاء پسند ماضی کے استبدادی فرسودہ اور مردہ نظام کو جو آج اپنی Relevance قطعی طور پر کھو چکا ہے، قرونِ وسطیٰ سے چھلانگ لگوا کر آج کے دور میں لاگو کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ اس کا ناممکن العمل ہونا کئی بار ثابت ہو چکا ہے۔ جہاں تک دینداری کا تعلق ہے تو قرونِ وسطیٰ میں جس قدر دیندار اور پرہیزگار لوگ موجود تھے، اس حساب سے آج بھی ان کی کمی نہیں ہے۔ عروج کا تعلق دینداری کے ساتھ اور زوال کا تعلق بے دینی کے ساتھ نہ تھا اور نہ ہے۔ ہم گزشتہ ڈیڑھ دو سو برس سے اسلامی احیاء پسندوں کے عارضہ یادِ ایام میں مبتلا ہو کر اپنے کردار و عمل کو اسلامی بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن دوسری اقوام کے مقابلے میں ہماری حالتِ زار میں بہتری کے بجائے بدتری پیدا ہوئی ہے۔ جو تھوڑی بہت بہتری پیدا بھی ہوئی وہ ماضی پرستی اور احیا پسندی کے بجائے جدت پسندوں کی عہدِ حاضر سے ہم آہنگی کی تحریک کی بدولت ہوئی ہے۔ برصغیر کے کیس میں سرسید کی علی گڑھ تحریک اور پھر محمد علی جناح کی قیامِ پاکستان کی تحریک جدت پسندی کی تحریکیں تھیں جن کا برصغیر کے مسلم عوام الناس کو بے حد فائدہ پہنچا۔ بعدازاں پاکستان کے حکمرانوں نے اپنے استبدادی اقتدار کے قیام، دوام اور استحکام کی خاطر اسلامی احیاء پسندی کا سہارا لیا جس سے یہ ملک تنزل کا شکار ہوا اور بدستور روبہ تنزل ہے۔

مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا یہ مطالعہ بطور انسانی تاریخ کیا جائے اور جو حکمران یا طبقات یا امراء، وزراء اور خلفاء اقتدار کی رسہ کشی میں ملوث رہے ان کو انسان سمجھا جائے جیسا کہ قرونِ وسطیٰ کے مورخین انہیں سمجھتے تھے تو پھر آج کے مسلمان اپنا قبلہ درست کر سکتے ہیں۔ وہ ایک تصوراتی ماضی کی سمت دیکھنے کے بجائے اپنے حال اور مستقبل کی ٹھوس حقیقت پر توجہ دیں گے۔ ایک تصوراتی ھیولے کے پیچھے دوڑنے کے بجائے کسی حقیقی منزل کا تعین کر سکیں گے۔ ہم عارضہ یادِ ایام سے نجات حاصل کر کے عہدِ حاضر کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل ہو سکیں گے۔

Marfat.com

قرون وسطیٰ کے حکمران اپنے ہم عصر مادی تقاضوں پر جس خوبی اور عمدگی سے عمل پیرا ہوتے تھے اسی کمال کے ساتھ ان کا عروج بھی قائم ہوتا تھا۔ وہ دین اور سیاست کو باہم ملوث کئے بغیر ہم عصر مروجہ استبدادی نظام حکومت پر بغیر کسی ''اسلامی'' یا ''غیر اسلامی'' کی بحث میں الجھے بغیر عمل کرتے تھے۔ ہم آج اپنے مادی عصری تقاضوں سے نمٹنے بلکہ انہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ملاؤں نے دین اور سیاست کو اور عقیدہ اور تاریخ کو باہم ملوث کر کے معاشرے میں وحشت ناک فرقہ واریت کا زہر گھول دیا ہے۔ آج جبکہ یورپ کے صنعتی انقلاب نے دنیا میں قرون وسطیٰ کی تمام اقدار بدل کر رکھ دی ہیں، ہمیں قرون وسطیٰ کی جاگیردارانہ موروثی سیاست کے خاتمے، طبقاتی سماج، معاشرتی ناہمواری اور جاگیردارانہ قدروں کے خاتمے، دقیانوسیت اور کٹھ ملائیت کے شکنجے سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ عصر جدید کے جمہوری تقاضوں کی تکمیل، سرکاری وغیر سرکاری ہر سطح پر جمہوری اداروں کی تشکیل نو، بنیادی انسانی حقوق اور فکری آزادی کی ضمانت، جدت فکر اور ذہنوں پر مسلط عقیدوں کے شکنجوں سے آزادی، سائنسی افکار اور جدید علوم وفنون کے ہر شعبہ زندگی میں اطلاق کا نصب العین ہی 21 ویں صدی کی دنیا میں ہمارے لئے ترقی کی گنجائش پیدا کر سکتا ہے۔ انہی بنیادوں پر نئے ریاستی، سیاسی وحکومتی ڈھانچے کی تنظیم نو کی جاسکتی ہے اور Governance کے جدید طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ قرون وسطیٰ کے خلیفہ، بادشاہ، امراء، وزراء، سپہ سالار اور مجاہدین کے دور کا احیاء ہمیں مزید پس ماندگی اور ذلت کی جانب دھکیل دے گا۔ مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کا یہ مطالعہ ایک جانب ہمیں قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کے سیاسی نظام، اصل واقعات وحالات اور اُس دور کی حقیقی روح عصر سے آگاہی بہم پہنچائے گا تو دوسری جانب ماضی پرستی اور عارضہ یادِ ایام سے نجات دلانے میں ہماری مدد کرے گا جس سے حال کی بہتری اور ایک روشن مستقبل کی سمت کا تعین ہو سکے گا۔

Marfat.com

Marfat.com

باب : 1

# خلیفہ عبداللہ سفاح

## عباسی اقتدار کا استحکام، مکروفریب اور استبداد

پہلا عباسی خلیفہ ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، اموی سلطنت کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد بنو امیہ کا قلع قمع کر چکا تو اسے سلطنت کے مختلف علاقوں میں مروان بن محمد کے سپہ سالاروں اور امراء کی بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بغاوتیں دراصل بنو امیہ پر مظالم کے ردعمل کے طور پر کی گئی تھیں۔ سب سے پہلے جس نے علم بغاوت بلند کیا وہ حبیب بن مرہ تھا۔ وہ مروان کا ایک سپہ سالار تھا اور خولان اور بلقاء میں مامور تھا۔ اس نے اپنی اور اپنی قوم (قبیلہ) کی جان کے خوف سے خلع خلافت کیا۔ سفید کپڑے پہنے اور سفید ہی جھنڈے نصب کیے جو شعار عباسیہ کے خلاف تھا۔ بنو قیس اور جو لوگ اس کے قرب وجوار میں تھے انہوں نے اس کی اتباع کی۔ سفاح ان دنوں حیرہ میں تھا۔ ان ہی دنوں یہ خبر آئی کہ ابو الورد مجزاۃ بن کوثر بن زفر بن حرث کلابی بھی قنسرین میں باغی ہو گیا۔ یہ بھی مروان کے سپہ سالاروں میں سے تھا۔ مروان کے قتل کے بعد اس نے عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر سفاح کی بیعت کرلی تھی مگر بعد میں جب عبداللہ بن علی کے ایک سپہ سالار سے اس کا جھگڑا ہوا تو اس نے اس سپہ سالار کو قتل کر کے علم خلع خلافت بلند کر دیا۔ اہل قنسرین اور اہل حمص اس کے ساتھ ہو گئے تھے اور سب نے متفق ہو کر ابو محمد عبداللہ بن یزید بن معاویہ کو اپنا افسر مقرر کر لیا۔ اس صورت حال میں عبداللہ ابن علی نے حبیب بن مرہ سے صلح کر کے اسے امان دے دی اور خود ابو الورد کے مقابلہ کے لیے قنسرین روانہ ہوا۔ دمشق سے گزرا یہاں اس نے ابو غانم عبدالحمید بن ربعی الطائی کو اپنی فوج میں سے چار ہزار فوج دیکر متعین کر دیا اور پھر حمص کی طرف روانہ ہوا۔ حمص

Marfat.com

پہنچا تو اہل دمشق نے بغاوت برپا کر دی اور عثمان بن عبدالاعلیٰ ابن سراقہ الازدی کی قیادت میں سفید جھنڈا بلند کر دیا۔ ابو غانم مقابل آیا مگر ان باغیوں نے اسے بری طرح شکست دی اور اس کے بہت سے آدمی قتل کر دیئے مگر عبداللہ بن علی اس بغاوت کو نظرانداز کر کے سیدھا ابوالورد کے مقابلہ پر چلا گیا۔ مرج الاحزم میں لڑائی ہوئی۔ ابوالورد کو شکست ہوئی۔ وہ خود اور اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ ابو محمد عبداللہ بن یزید ترمذ کی طرف بھاگ گیا اور اہل قنسرین نے دولت عباسیہ کی اطاعت قبول کرلی۔ یہ 30 ذی الحجہ 133 ہجری کا واقعہ ہے۔

عبداللہ بن علی اس مہم سے فارغ ہوکر اہل دمشق سے جنگ کرنے کو لوٹا۔ عثمان بن سراقہ یہ خبر پا کر بھاگ گیا اور اہل دمشق نے اطاعت قبول کرکے عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ اس کے بعد اہل جزیرہ نے بغاوت کی اور سفید جھنڈے لہرائے۔ سفاح نے موسیٰ بن کعب کی سرکردگی میں تین ہزار فوج بھیجی۔ موسیٰ بن کعب نے اس کو حران میں ٹھہرایا۔ اس اثنا میں آرمینیہ میں مروان کے گورنر اسحاق بن مسلم عقیلی نے بغاوت کا اعلان کرکے جزیرہ کی جانب کوچ کیا۔ اہل جزیرہ نے اس کے سر پر سرداری کی ٹوپی رکھ دی۔ چنانچہ وہ حران پہنچا اور اس نے شہر کا محاصرہ کرلیا جو دو ماہ تک جاری رہا۔ سفاح نے اپنے بھائی ابو جعفر کو مامور کیا۔ یہ اس وقت واسط میں عراق میں مروان کے مقرر کردہ وائسرائے یزید ابن ہبیرہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یہ واسط سے قرقیسیا اور رقہ ہوتا ہوا حران کی طرف روانہ ہوا۔ اہل قرقیسیا اور رقہ بھی باغی ہو گئے تھے اور انہوں نے سفید جھنڈے لہرا دیئے تھے۔ اسحاق بن مسلم کو جب ابو جعفر کے آنے کی خبر ملی تو وہ محاصرہ چھوڑ کر الرہا چلا گیا اور اپنے بھائی بکار بن مسلم کو قبائل ربیعہ کے پاس اطراف ماردین کی جانب بھیج دیا۔ اہل ماردین کا سردار ان دنوں بریکہ نامی ایک شخص حروریہ تھا۔ ابو جعفر یہ سن کر ماردین پہنچا۔ اس کے ساتھ موسیٰ بن کعب کی فوج بھی تھی۔ لڑائی ہوئی۔ بریکہ مارا گیا۔ بکار بن مسلم اپنے بھائی کے پاس الرہا لوٹ آیا۔ اسحاق اس کو الرہا میں چھوڑ کر لشکر کا ایک بڑا حصہ اپنے ہمراہ لیکر شمشاط چلا آیا۔ عبداللہ بن علی یہ خبر سن کر الرہا پہنچا اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ اس کے بعد ابو جعفر بھی آگیا۔ سات مہینے تک محاصرہ ڈالے رہا۔ بکار سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر جب بکار کو مروان کی موت کی خبر ملی تو اس نے امان طلب کی اور

Marfat.com

سفاح کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ حاضری کا حکم صادر ہو گیا۔ اسحاق بھی ابو جعفر کے پاس چلا آیا ور اس طرح دونوں بھائیوں نے اطاعت قبول کرلی۔ اس کے بعد موسیٰ بن کعب لشکر لیکر سندھ پہنچا۔ یہاں کے اموی گورنر منصور بن جمہور نے بارہ ہزار لشکر سے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھاکر بھاگا اور ریگستان میں شدت تشنگی سے مرگیا۔ نئے گورنر موسیٰ نے بنو امیہ کے سارے عمال کو برطرف کر دیا۔ دریں اثنا سفاح نے عبداللہ بن علی کو والی شام و مصر، ابو جعفر منصور کو والی عراق وجزیرہ اور ابو مسلم کو والی خراسان مقرر کر دیا تھا اور خالد برمکی اس کا وزیر مقرر ہوا تھا۔ خالد کو یہ عہدہ اس کی خدمات جلیلہ اور اعلیٰ لیاقت کی بناء پر دیا گیا تھا۔ یہ پہلا عجمی مسلمان تھا جسے اسلامی مملکت کے مرکز میں کلیدی آسامی ملی تھی۔ وہ دیوان الخراج (محکمہ مال گزاری) کا متولی (انچارج) تھا۔

اسی سال خلیفہ ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد کا بھائی ابو جعفر عبداللہ بن محمد منصور ابو مسلم سے ملنے خراسان روانہ ہوا تاکہ ابو سلمہ * حفص بن سلیمان کے قتل کر دینے میں اس کی رائے معلوم کرے۔ ابو سلمہ شیعان علی میں شامل تھا اور اس کی خواہش تھی کہ بنو امیہ کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد خلافت خاندان علی کے پاس جائے۔ چنانچہ جب 132ھ کے اوائل میں ابوالعباس عبداللہ سفاح کوفہ پہنچا تھا تو ابو سلمہ نے اس کی خلافت کو تسلیم کرنے میں تین دن کی تاخیر کی تھی۔ جبکہ سفاح کا خطبہ میں موقف یہ تھا کہ "گمراہ سبائیہ فرقہ کا یہ خیال باطل ہے کہ حکومت سیاست اور خلافت کے ہمارے سوا دوسرے لوگ زیادہ مستحق ہیں۔ اس کی تعبیر اور تاویل کرتے کرتے ان کی صورتیں بدل گئیں۔ اے لوگو! اللہ نے ہمارے ذریعے گمراہی کے بعد لوگوں کو ہدایت اور جہالت کے بعد عقل دی۔ ہلاکت سے بچالیا۔ حق کو ظاہر کیا اور باطل کو نیست ونابود کر دیا۔ ان میں جو بات بری تھی ہمارے ذریعے اس کی اصلاح کی۔ پست کو بلند کر دیا۔ ناقص کو کامل بنا دیا اور اختلاف کو اتفاق سے بدل دیا[1]" چونکہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ابو سلمہ نے یہ طرز عمل ابو مسلم کی رائے کی بنا پر اختیار کیا تھا اس لیے سفاح نے ابو جعفر کو خراسان بھیجا کہ وہ اس سلسلے میں ابو مسلم کی رائے معلوم کرے۔ اگر یہ بات معلوم ہو کہ ابو سلمہ نے جو کچھ کیا ہے وہ اس کی رائے

* طبری نے یہ نام ابوسلمہ لکھا ہے جبکہ ابن خلدون نے اسے ابومسلمہ لکھا ہے۔ (مرتب)

Marfat.com

سے کیا ہے تو اس وقت اپنی حفاظت کی تدابیر اختیار کریں گے اور اگر اس کے خلاف معلوم ہوا تو ہم مطمئن ہو جائیں گے۔ ابو جعفر رے اور نیشاپور سے ہوتا ہوا ڈرتے ڈرتے مرو پہنچا۔ اسے اندیشہ تھا کہ ابو مسلم اسے مار ڈالے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ مرو سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور پھر تین چار دن کے بعد ابو مسلم نے ابو جعفر کو بتایا کہ ابو سلمہ نے جو رویہ اختیار کیا تھا اس میں اس کی رائے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ مرو میں قیام کے دوران خلیفہ ابو العباس کی ہدایت کے مطابق ابو جعفر کی ولی عہدی کی بیعت ہوئی۔ تاہم ابو جعفر کو یہ شکایت رہی کہ ابو مسلم نے اس کی اس کے مرتبہ کے مطابق تعظیم و تکریم نہیں کی۔ ابو مسلم نے ابو جعفر کے اپنے بارے میں اس تاثر کو دور کرنے کے لیے مرار بن انس الضبی کو بلاکر حکم دیا کہ تم کوفہ جاکر ابو سلمہ کو یہاں یا وہیں قتل کرو اور اس معاملہ میں امام کی رائے نہ لینا۔ مرار کوفہ پہنچا۔ ابو سلمہ رات کے وقت ابوالعباس سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ مرار اس کے راستے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ قصر سے نکلتے ہی اسے قتل کر دیا اور یہ خبر مشہور کر دی گئی کہ ابو سلمہ کو خارجیوں نے قتل کر دیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابو مسلم نے ابو سلمہ کو اس طرح دراصل سفاح کی ہدایت کے مطابق قتل کروایا تھا۔ سفاح کو اندیشہ تھا کہ اگر خود اس نے ابو سلمہ کو قتل کروایا تو ابو مسلم اس کے قتل کو خراسان میں بنو عباس کے خلاف بطور دلیل کے پیش کرے گا۔ جب مرار بن انس مدینہ ہاشمیہ میں ابو العباس سے آکر ملا تھا اور اپنے آنے کا مقصد بتایا تھا تو ابو العباس نے منادی کرا دی تھی کہ اب میں ابو سلمہ سے خوش ہو گیا ہوں۔ نیز اس نے اسے بلاکر خلعت بھی عطا کی تھی۔ اس کے بعد ایک رات کو ابو سلمہ ابو العباس کے پاس آیا اور تمام رات بیٹھا باتیں کرتا رہا جب آخر شب میں تنہا اور پیادہ اپنے گھر واپس جانے لگا اور قصر کے محرابوں میں سے گزرنے لگا تو مرار بن انس اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے اسے روکا اور قتل کر دیا۔ شہر کے تمام دروازے فوراً بند کر دیئے گئے اور یہ بات مشہور کر دی گئی کہ ابو سلمہ کو خارجیوں نے قتل کر دیا۔ صبح کو اس کی لاش اس کے مقتل سے نکالی گئی۔ یحیی بن محمد بن علی نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ ہاشمیہ میں اسے سپرد خاک کر دیا گیا۔ سلیمان بن مہاجر نے یہ شعر اس کے مرثیے میں کہا:

یہ آل محمد صلعم کا وزیر تھا جو ہلاک ہوا اور اس کی وزارت میں کون

Marfat.com

عیب نکال سکتا ہے۔ ابو سلمہ وزیر آل محمد اور ابو مسلم امین آل محمد کہلاتے تھے[1]۔"

سفاح نے جس طرح ابو سلمہ کا قتل کروایا' وہ اس کی اور اس کے خاندان کے مکروفریب' عیاری ومکاری' بد عہدی اور بے وفائی کی روایت کے عین مطابق تھا۔ بنو عباس نے بنو امیہ کے خلاف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں اہل بیت کے نام پر خفیہ تحریک شروع کی تھی۔ جب تحریک عجمیوں میں زور پکڑ گئی تو انہوں نے اس کا رخ اپنے خاندان کی طرف موڑ دیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ امیرالمومنین حضرت علیؓ بن ابو طالب کے بعد امامت محمد بن علیؓ المعروف ابن حنفیہ کو ملی تھی۔ ابن حنفیہ کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا ابو ہشام عبداللہ امام بنا اور ابو ہشام عبداللہ نے سلیمان بن عبدالملک کے عہد میں مرنے سے پہلے امامت کا عہدہ محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ اس کے بعد امامت ابراہیم بن محمد کو ملی اور جب ابراہیم قتل ہوا تو امامت و خلافت ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد کے پاس آ گئی۔ سید امیر علی ابو سلمہ کے قتل کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے خاندان عباسیہ کے مکر و فریب کا ذکر نہیں کرتا۔ اس کی رائے یہ ہے کہ ابو العباس نے ابو سلمہ کو اپنا مشیر خاص مقرر کیا تھا۔ ابو مسلم کو اس تقرری پر حسد ہوا اور اس نے اپنے آدمی بھیج کر ابو سلمہ کو قتل کروا دیا اور پھر مشہور کر دیا کہ اسے خارجیوں نے مارا ہے۔

ابو جعفر ابو مسلم سے مل کر ابو العباس کے پاس واپس آگیا اور اس نے کہا کہ اگر تم نے ابو مسلم کو زندہ چھوڑے رکھا تو نہ تم خلیفہ ہو اور نہ تمہاری حکومت کوئی معنی رکھتی ہے۔ ابو العباس نے پوچھا یہ کیسے؟ ابو جعفر کہنے لگا کہ بخدا' ابو مسلم اپنے ارادے سے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔ ابو العباس نے کہا "چپ رہو۔ خبردار اس بات کو کسی پر ظاہر مت کرنا۔" ابو جعفر کا یہ مشورہ صحیح تھا کیونکہ جاگیردارانہ مطلق العنانیت میں کسی ایسے امیر صوبہ کو برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا جو کسی وقت بھی امیرالمومنین کے اقتدار کو چیلنج کر سکتا تھا۔ مطلق العنان بادشاہوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ کچھ محبت نہیں رہتی تھی جو شروع میں تو ان کو بادشاہ بنانے میں مددگار ہوتے تھے۔ اور پھر اسی بنا پر مخالف ہو جاتے تھے کہ بادشاہ ان کے بار احسان سے کبھی سر نہ اٹھائے گا۔ ایسے بادشاہ گروں کو اپنی سیاسی لیاقت اور فوجی قوت پر بڑا ناز ہوتا تھا اور وہ اکثر خود روی اور خودسری کے مرتکب ہوتے تھے۔ تاہم ابو

Marfat.com

العباس کے لیے ابو مسلم کو ختم کرنے کے لیے یہ موقع مناسب نہیں تھا۔ ابھی کئی باغی عناصر کی سرکوبی ہونا تھی اور اس کے لیے ابو مسلم کی خدمات کی ضرورت تھی۔ ان باغی عناصر میں ایک یزید بن عمر بن ہبیرہ تھا جو واسط میں قلعہ بند تھا۔ مالک بن ہشم اور حسن بن قحطبہ نے ابن ہبیرہ سے طویل لڑائی کی کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ تاہم ابن ہبیرہ نے علماء سے مشورے کے بعد صلح کی تجویز پیش کی اور ابو جعفر سے امان مانگی۔ ابو جعفر نے اس کو سفاح کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ سفاح نے اس کے امان کا حکم دے دیا۔ چونکہ سفاح کوئی کام خلاف مشورہ ابو مسلم نہ کرتا تھا اور اس وجہ سے اس نے ابو مسلم کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ ابو مسلم نے لکھ بھیجا کہ "جب راستہ میں کوئی پتھر آجائے تو اس کو توڑ ڈالو اور اللہ کی قسم ہے جس راستے میں ابن ہبیرہ ہو گا وہ درست اور سیدھا نہیں ہو سکتا۔" تکمیل عہد نامہ کے بعد ابن ہبیرہ ایک ہزار تین سو سواروں کے ساتھ ابو جعفر سے ملنے کو آیا۔ اور پھر وہ کئی روز تک ایک دوسرے سے ملتے رہے۔ سفاح نے لکھ بھیجا کہ ابن ہبیرہ کا سر اتار کر میرے پاس بھیج دو۔ مگر ابو جعفر اس عہد نامے کے لحاظ سے جس کو وہ لکھ چکا تھا اس فعل سے رکا رہا تا آنکہ سفاح نے ایک سخت فرمان روانہ کیا کہ فوراً" ابن ہبیرہ کو قتل کرو ورنہ میں ایسے لوگوں کو مامور کروں گا جو اس کو تمہارے قبضے سے نکال کر قتل کر ڈالیں گے" ابو جعفر نے سرداران قیسیہ اور مضریہ کو جو ابن ہبیرہ کے ساتھ تھے بلایا۔ یحیٰی اور ابن نہیک نے ایک سو خراسانی سپاہیوں کو مکان کے ایک گوشہ میں بٹھا دیا۔ وہ لوگ جو بائیس آدمیوں کی تعداد میں تھے اور جن کے سردار محمد بن نباتہ اور جویرہ بن سہیل تھے دارالامارت کے دروازہ پر آئے تو سلام بن سلیم حاجب نے دو دو آدمیوں کو بلانا شروع کیا اور ابن نہیک وغیرہ ان کی مشکیں باندھنے لگے۔ جس وقت یہ سب قید کر لیے گئے اس وقت ابو جعفر نے خازم بن خذیمہ اور ہشم بن شعبہ کو ایک سو جمعیت سے ابن ہبیرہ کی گرفتاری پر مامور کیا۔ خازم اور ہشم نے ابن ہبیرہ سے جاکر یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ بیت المال سے مال لینے کو آئے ہیں ابن ہبیرہ کے حاجب نے بیت المال کے دروازے کھول دیئے۔ خزانوں کی کنجیاں دے دیں۔ کچھ لوگ بیت المال اور خزانہ کی طرف چلے گئے اور کچھ لوگ ابن ہبیرہ کی طرف لپکے۔ حاجب نے آگے بڑھ کر روکنے کا قصد کیا۔ ہشم نے اس پر تلوار چلائی۔ حاجب تیورا کر گر پڑا۔ داؤد بن یزید' ابن ہبیرہ سے لڑنے لگا۔ داؤد

Marfat.com

اور اس کے آزاد غلاموں کا ایک گروہ مار ڈالا گیا۔ آخر میں ابن ہبیرہ بھی قتل کیا گیا اور سب کے سر اتار کر ابو جعفر کے پاس بھیج دیئے گئے۔ مثنیٰ بن یزید بن عمر بن ہبیرہ کو اس کے باپ نے یمامہ پر مامور کیا تھا۔ جب اس کا باپ مارا گیا تو اس نے یمامہ میں سفاح کے عامل کو قبضہ دینے سے انکار کر دیا۔ یزید بن عبداللہ بن عبدالمدان نے مدینہ سے لشکر بھیجا۔ مثنیٰ نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور مارا گیا۔ واقعہ 133ھ کا ہے۔[۳۱]"

اسی سال اہل موصل نے سفاح کے عامل محمد بن صول کو نکال دیا۔ تو سفاح نے غصہ میں اپنے بھائی یحییٰ بن محمد بن علی کو بارہ ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ "یحییٰ بن محمد نے موصل پہنچ کر جامع مسجد کے قریب قصر امارت میں قیام کیا اور حیلہ وفریب سے اہل موصل کو بلا کر ان میں سے بارہ آدمیوں کو مار ڈالا۔ اہل موصل میں اس پر سخت برہمی پیدا ہو گئی۔ معاوضہ لینے کی غرض سے بھی سب کے سب جنگ کرنے پر تیار ہو گئے۔ یحییٰ نے یہ رنگ دیکھ کر منادی کرا دی کہ جو شخص جامع مسجد میں چلا آئے گا اس کو امان دے دی جائے گی۔ لوگ یہ سن کر جامع مسجد کی جانب دوڑ پڑے۔ یحییٰ نے پہلے سے جامع مسجد کے دروازوں پر آدمیوں کو کھڑا کر رکھا تھا۔ جو شخص جامع مسجد کے اندر جاتا تھا اس کو یہ لوگ مار ڈالتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس مکروفریب سے گیارہ ہزار آدمی مار ڈالے گئے۔ یہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو آمادہ بہ جنگ ہوئے تھے۔ ان کے ماسوا اور لوگ بھی قتل کیے گئے جن کا کچھ شمار نہیں ہے۔ رات ہوئی تو یحییٰ کے مکان میں ان عورتوں کے رونے کی آواز آئی جن کے بھائی، باپ، بیٹے اور شوہر مار ڈالے گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی حکم دے دیا کہ عورتیں اور بچے بھی قتل کر ڈالے جائیں۔ تین روز تک خون مباح کر دیا گیا، پھر کیا تھا، قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ اس کے لشکر میں چار ہزار زنگی تھے انہوں نے عورتوں کی عصمت و پاکدامنی پر دست اندازی شروع کر دی۔ ہزاروں عورتوں کو جبراً پکڑ لے گئے۔ اس قتل عام کے بعد چوتھے روز یحییٰ شہر کے دیکھنے کی غرض سے سوار ہو کر نکلا۔ جلوس میں گرہ بہ گرہ ہزاروں آدمی برہنہ شمشیر اور آلات حرب لئے ہوئے تھے۔ ایک عورت نے لپک کر یحییٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی کہنے لگی کیا تم بنو ہاشم نہیں ہو؟ کیا تم رسول اللہ صلعم کے چچا کے لڑکے نہیں ہو؟ کیا تم کو اس کی خبر نہیں پہنچی کہ مومنات اور مسمات سے زنگیوں نے جبراً نکاح کر لیا ہے۔ یحییٰ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ چلا گیا۔ اگلے دن زنگیوں کو روزینہ

Marfat.com

دینے کو بلایا۔ جب کل زنگی جمع ہو گئے تو سب کے قتل کا حکم دے دیا۔ سفاح کو اس کے اہل موصل کے ساتھ بد عملی، ظلم اور خونریزی کی خبر ہوئی تو اس نے صرف یہ سزا دی کہ اس کا تبادلہ کر کے اسے اہواز کی حکومت پر بھیج دیا"۔

اس واقعہ کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ بنو عباس کی سلطنت کی بنیاد نہ صرف مکرو فریب پر رکھی گئی ہے بلکہ اس کا عام اصول حکومت بھی سفاکی اور استبدادیت کے اسی اصول پر مبنی ہے جس پر بلالحاظ مذہب دنیا کے دوسرے بادشاہ عمل پیرا تھے۔ جس طرح بنو امیہ کے حکومت کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں تھا، اسی طرح بنو عباس کی حکومت بھی اسلام سے بالکل بیگانہ تھی اور اپنے مادی سیاسی تقاضوں کی پابند تھی۔ ایسی حکومت سے یہ توقع عبث تھی کہ یہ عالم اسلام میں اتحاد و اتفاق قائم کرے گی۔ ایسی سلطنت میں بغاوتیں ناگزیر تھیں۔ عباسیوں کی فوج میں ابتدا ہی سے عجمیوں کا غلبہ تھا۔ عربوں کی فوجی قوت ٹوٹ چکی تھی اس لئے عباسی حکمرانوں کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ہر کام مکرو فریب سے کریں اور عجمی لشکریوں کو ہر کام کرنے کی کھلی چھٹی دیں۔ بنو امیہ کے عہد میں عرب لشکری غیر عرب رعایا پر ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھتے تھے لیکن اب پانسہ پلٹ چکا تھا۔ اب عجمیوں کی باری تھی اور انہوں نے گزشتہ تقریباً" ایک سو سال کے اپنے خون اور اپنی بے آبروئی کا حساب چکانا تھا۔ اسلامی اتحاد و اخوت کا نظریہ ایک تجریدی نظریہ بن کر رہ گیا تھا۔ اس کی عملی طور پر کوئی اہمیت نہیں تھی۔

"134ھ کا دور شروع ہوا تو بسام بن ابراہیم بن بسام نے جو خراسان کا ایک نامی سپہ سالار تھا، علم بغاوت بلند کیا۔ اس نے لشکر سفاح کے ایک گروہ کو ساتھ ملایا اور مداین کا رخ کیا۔ سفاح نے خازم کو جنگ کرنے کو روانہ کیا۔ بسام اور خازم میں لڑائی ہوئی۔ بسام کے اکثر ہمراہی اس معرکہ میں کام آ گئے۔ بسام میدان جنگ سے شکست کھا کر بھاگا۔ خازم تھوڑی دور تعاقب کر کے واپس ہوا۔ اتفاق سے مقام ذات المطامیر کی طرف ہو کر گزرا جہاں پر کہ سفاح کے ماموں کا خاندان بنو عبدالمدان ستر آدمیوں کی تعداد میں، جس میں ان کے اعزہ و اقارب اور خدام بھی تھے مقیم تھا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ بسام کے ہمراہیوں میں سے مغیرہ ان کے پاس مقیم ہے۔ خازم نے ان لوگوں کو بلا کر مغیرہ کا حال دریافت کیا۔ ان لوگوں نے جواب دیا۔ وہ ہمارے پاس اجازت حاصل کر کے آیا تھا۔ ایک شب رہ کر چلا گیا۔

Marfat.com

خازم نے ان لوگوں کو ڈرایا دھمکایا۔ وہ لوگ بھی سختی کے ساتھ پیش آئے۔ خازم نے ان سب کو قتل کر کے ان کے مال و اسباب کو لوٹ لیا اور مکانات کو منہدم کرا دیا۔ یمانیہ کو اس سے سخت براہمی پیدا ہوئی اور اکٹھے ہو کر زیاد بن عبیداللہ حارثی کے پاس گئے۔ زیاد ان لوگوں کے ساتھ سیدھا سفاح کے پاس گیا۔ خازم کے اس فعل ناشائستہ کی شکایت کی اور ان کو خازم کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ موسیٰ بن کعب اور ابوجہم بن عطیہ یہ خبر پاکر سفاح کے پاس دوڑے آئے عرض کیا۔ امیرالمومنین خازم آپ کا قریبی جانثار ہے اس نے آپ کی بے حد اعانت کی ہے۔ آپ کے ساتھ مل کر اپنے اعزہ و اقارب سے لڑ رہے اور جو شخص آپ کا مخالف ہوا ہے اس کو اس نے قتل ہی کر ڈالا ہے۔ مناسب ہے کہ اس سے درگزر کیجئے اور اگر بغیر قتل ہوئے چارہ نہ ہو تو کسی سرحد پر بھیج دیجئے۔ اگر جنگ میں مار ڈالا گیا تو آپ کی مراد پوری ہو گئی اور اگر کامیاب ہوا تو آپ کو اس کا ثواب ملے گا۔ ہمارے نزدیک خازم کو ان خوارج کی سرکوبی کے لئے بھیج دیجئے۔ جو عمان کے جزیرہ ابن کاوان میں شیبان عبدالعزیز کے لشکر کی ماتحتی میں ہیں۔ سفاح نے اس رائے کے مطابق سات سو جنگ آوروں کو خازم کے ساتھ مامور کیا۔ سلیمان بن علی نے بصرہ سے کشتیوں پر سوار کرا کر جزیرہ ابن کاوان کی طرف خازم کو روانہ کیا۔ اس جزیرہ میں شیبان سے لڑائی ہوئی اور وہ شکست کھا کر عمان کی طرف بھاگا خازم نے اس کا تعاقب کر کے ساح عمان پر پہنچ کر جلندی سے لڑائی چھیڑ دی۔ ایک مدت تک ایک حالت سے لڑائی ہوتی رہی۔ فریقین ایک دوسرے سے مغلوب نہ ہوتے تھے۔ آخر کار خازم کے حکم سے اس کے لشکریوں نے اپنے تیروں کے پھلوں کو روغن سے آلودہ کیا اور اس کو آگ لگا کر جلندی کی فوج کے گھروں پر پھینکنا شروع کیا۔ تیروں کا جھونپڑیوں پر پہنچنا تھا کہ آگ لگ گئی۔ مجبوراً" جلندی کے ہمراہی اہل و عیال کے بچانے کی غرض سے آگ بجھانے کی طرف مشغول ہوئے۔ خازم نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دے دیا۔ جلندی اور اس کے ہمراہی جو تعداد میں دس ہزار تھے مار ڈالے گئے۔ خازم نے ان کے سروں کو سلیمان کے پاس بصرہ میں اور سلیمان نے دارالخلافہ میں سفاح کے پاس بھیج دیا اور اس سے سفاح کو اپنی پہلی رائے پر ندامت ہوئی۔[5]" گویا سفاح خارجیوں کے دس ہزار سروں کا تحفہ وصول کر کے خازم سے خوش ہو گیا۔ شیبان کا گروہ خارجیوں کے فرقہ صفریہ سے تھا اور جلندی کا گروہ فرقی اباضیہ سے تھا۔ جن دس ہزار

Marfat.com

خارجیوں کے سر سفاح کے پاس بھیجے گئے تھے وہ فرقہ اباضیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ فرقہ اباضیہ اپنے رئیس عبداللہ ابن اباض تمیمی کی طرف منسوب ہے۔ ابن خلدون کے مطابق اس فرقہ کے اعتقادات و نظریات اہل سنت کے اعتقادات و نظریات سے ملتے جلتے تھے۔ علامہ احمد امین (مصری) بتاتا ہے کہ "ان لوگوں نے اپنے مخالفین کے خلاف حکم لگانے میں فرقہ ازارقہ کی طرح غلو سے کام نہیں لیا تھا بلکہ یہ کہتے تھے کہ غیر خارجیوں میں شادی بیاہ کرنا جائز ہے اور خارجی مسلمان غیر مسلمان کا وارث ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کا رجحان صلح جویانہ تھا۔ ان لوگوں کا یہ بھی قول تھا کہ غیر خوارج پر دھوکہ سے چھپ کر حملہ کر دینا اور ان لوگوں کو گرفتار کر لینا جائز نہیں ہے۔ نیز غیر خارجیوں سے جنگ کرنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک ان کو دعوت نہ دی جائے اور ان پر حجت قائم نہ کر لی جائے[6]"۔ لیکن سفاح ان صلح جو خارجیوں کے دس ہزار سروں کے انبار کو دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے خازم کے سارے جرم معاف کر دیئے۔ یہ تھا وہ استبدادی سیاسی نظام جو اس وقت ساری دنیا میں بلا لحاظ مذہب جاری تھا۔

135ھ میں "زیاد بن صالح نے دریائے بلخ کے باہر ماوراالنہر میں ابو مسلم کی حکومت کے خلاف خروج کیا۔ ابو مسلم اس سے لڑنے کے لئے مرو سے روانہ ہوا۔ ماوراالنہر کے حاکم ابو داؤد خالد بن ابراہیم نے نصر بن راشد کو ہدایت کے ساتھ ترمذ بھیجا کہ وہ ترمذ میں فوج کے ساتھ ٹھہرا رہے کیونکہ اسے خوف تھا کہ مبادا زیاد بن صالح فوج بھیج کر ترمذ کے قلعہ اور کشتیوں پر قبضہ کر لے۔ نصر نے اس ہدایت کی تکمیل کی۔ بہت روز تک ترمذ میں مقیم رہا۔ یہاں اہل طالقان کے فرقہ راوندیہ کی ایک جماعت نے ایک شخص کی قیادت میں جس کی کنیت ابو اسحاق تھی نصر کے خلاف خروج کر دیا اور نصر کو قتل کر دیا۔ ابو داؤد کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے عیسیٰ بن ماہان کو قاتلوں کی تلاش کے لئے بھیجا۔ عیسیٰ نے ان کا تعاقب کر کے انہیں جا لیا اور ان سب کو تہ تیغ کر ڈالا[7]"

فرقہ راوندیہ بنو عباس کے داعیوں پر مشتمل تھا۔ اس فرقہ کا موقف یہ تھا کہ "رسول اللہ صلعم کے بعد امامت کے مستحق ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب تھے۔ لیکن لوگوں نے آپ کو خلافت و امامت سے روکا اور ظلماً" ان سے یہ حق لے لیا تاآنکہ اللہ جل شانہ نے اس کو ان کی اولاد کی طرف لوٹا دیا۔ یہ فرقہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ سے بیزاری ظاہر

Marfat.com

کرتا تھا۔ لیکن حضرت علیؓ کی بیعت کو جائز تصور کرتا تھا۔ کیونکہ عباس بن عبدالمطلب نے علیؓ ابن ابو طالب سے فرمایا تھا کہ "اے برادر زادے آؤ میں تمہاری بیعت کرتا ہوں۔ میری بیعت کے بعد دو آدمی بھی تم سے اختلاف نہ کریں گے۔" اور پھر 132ھ کے اوائل میں جب ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد نے کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا تو اس موقع پر اس کے چچا داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو منبر کوفہ پر کھڑے ہو کر کہا تھا اے اہل کوفہ بے شک تم سے کوئی امام بعد رسول اللہ صلعم نہیں قائم ہوا سوائے علی ابن ابی طالب کے اور اس شخص کے جو اس وقت تم میں موجود ہے۔ مقصد اس سے عبداللہ سفاح تھا"۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ابو مسلم کے حلیف نصر بن راشد کے خلاف فرقہ راوندیہ کی بغاوت دراصل بنو عباس کے حلیفوں کی ابومسلم کے خلاف بغاوت تھی اور یہ بات اس امر کی علامت تھی کہ عباسیوں کے دور کی ابتدا میں ہی ان کی سلطنت کے معمار ابومسلم کے ساتھ ان کا تضاد پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ طبری لکھتا ہے کہ "جب ابومسلم تیزی سے بڑھتا ہوا آ پہنچا۔ اس کے ہمراہ سباع بن نعمان بھی تھا جس کو خلیفہ سفاح نے زیاد بن صالح کے ساتھ یہ سمجھا کر بھیجا تھا کہ اگر فرصت اور موقع ملے تو ابومسلم کو مار ڈالنا۔ کسی نے یہ خبر ابومسلم تک پہنچا دی۔ ابومسلم نے سباع کو اپنے عامل حسن بن جنید کے سپرد کر دیا اور اس کے قید رکھنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد ابومسلم دریا کو عبور کر کے بخارا آیا۔ اور فروکش ہو گیا یہاں ابوشاکر اور ابوسعد الشروی مع اور سرداروں کے جو زیاد سے علیحدہ ہو گئے تھے اس کے پاس آئے تو ابومسلم نے ان سے زیاد کا حال دریافت کیا اور پوچھا کہ کس نے اسے بہکایا ہے۔ انہوں نے سباع بن نعمان کا نام لیا۔ ابومسلم نے اپنے عامل آمد کو حکم بھیجا کہ تم سباع کے سو درے لگواؤ۔ اور پھر اسے قتل کر دو۔ چنانچہ اس حکم کی بجا آوری ہوئی۔ جب زیاد بن صالح کے ہمراہی سرداروں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ ابو مسلم سے جا ملے۔ اس نے بارکشا کے ایک زمیندار کے پاس پناہ لی۔ مگر اس نے زیاد کو اچانک قتل کر دیا اور اس کا سر خواجہ ابو مسلم کے پاس لے آیا۔ راوندیوں کی شورش کی وجہ سے جب ابو داؤد ایک طویل مدت تک ابومسلم کے پاس نہ آ سکا تو ابومسلم نے اسے لکھا کہ اللہ نے زیاد کا کام تمام کر دیا ہے۔ اب تم کو کسی کا خوف نہ رہا تم اطمینان کے ساتھ واپس آ جاؤ۔ ابوداؤد کش آ گیا اور اس نے عیسیٰ بن ماہان کو بسام کی طرف بھیجا۔ لیکن عیسیٰ اس کا

Marfat.com

کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔ اتنے میں ابو مسلم کو سولہ خط ملے جو عیسیٰ بن ماہان نے ابو مسلم کے ایک خاص دوست کامل بن مظفر کو لکھے تھے۔ ان خطوں میں اس نے ابو داؤد کی مذمت کی تھی اور لکھا تھا کہ وہ اپنی قوم اور عربوں کی، ہم مسلمانوں کے مقابلے میں جنہوں نے اس تحریک کو کامیاب بنایا ہے طرف داری کرتا ہے۔ اس کی فرودگاہ میں تریسٹھ خیمے ان لوگوں کے ہیں جو لڑائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے اور مزے سے آرام کرتے ہیں۔ ابو مسلم نے یہ تمام خط ابوداؤد کو بھیج دیئے اور لکھا کہ اس کافر کے خط میں جس کو تم نے اپنے مماثل سمجھ کر اپنے بجائے بھیج رکھا ہے۔ اب تم اسے بھگت لو۔ ابوداؤد نے عیسیٰ بن ماہان کو بسام کے مقابلے سے واپس بلایا اور اسے پٹوا کر قید کر لیا لیکن پھر دو تین دن کے بعد اپنے احسانات جتا کر اسے چھوڑ دیا۔ یہ بیڑیاں پہنے جب خیمہ سے باہر لایا گیا تو موالی اس پر جھپٹ پڑے اور گرزوں اور تیروں سے اس پر ضربیں لگائیں جس سے وہ زمین پر گر پڑا۔ اہل طالقان اور دوسرے لوگوں نے یہ مزید ستم ڈھایا کہ اسے اناج کے بوریئے میں بند کر کے اتنے گرز مارے کہ وہ مر گیا۔ ابو مسلم مرو آگیا"۔[9]

خلیفہ سفاح کی تحریک پر زیاد بن صالح کی ابو مسلم کے خلاف یہ ناکام بغاوت اس حقیقت کی آئینہ دار تھی کہ ابو مسلم اور عباسی خاندان کے درمیان تضاد انتہائی معاندانہ تھا۔ اس لئے ان دونوں فریقوں میں زیادہ دیر تک اتحاد قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ خاندان عباسیہ کی کوشش یہ تھی کہ ابو مسلم اور اس کے حامیوں کا خاتمہ کر کے اپنی مطلق العنانیت قائم کی جائے۔ اور ابو مسلم کی کوشش یہ تھی کہ وہ اپنی بادشاہ گر کی حیثیت کو بہر صورت برقرار رکھے۔ اسے خراسان میں اپنے حامیوں کی قوت پر بھروسہ تھا۔ تاہم دونوں میں سے کوئی فریق بھی خونریزی میں کھلم کھلا پہل نہیں کرنا چاہتا تھا اور دونوں ہی ایک دوسرے کے خلاف مناسب موقع کے منتظر تھے۔ چنانچہ 136ھ میں ابو مسلم اجازت لے کر ایک ہزار فوج کے ساتھ خلیفہ عبداللہ سفاح کے پاس عراق آیا تو خلیفہ کی ہدایت کے مطابق اس کا جوش و خروش سے استقبال کیا گیا۔ خلیفہ اس وقت انبار میں تھا۔ ابو مسلم دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ سفاح نے اس کی عزت افزائی کی۔ لیکن جب ابو مسلم نے حج کے لئے جانے کی اجازت مانگی تو خلیفہ نے کہا کہ اگر اسی سال میرا بھائی ابو جعفر حج کے لئے جانے والا نہ ہوتا تو میں تم ہی کو امیر حج مقرر کرتا۔ اس کے بعد جب خلیفہ ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد

Marfat.com

نے ابو مسلم کو اپنے قریب ہی فروکش کیا اور ابو مسلم روزانہ اس کے سلام کے لئے آنے لگا تو ابو جعفر نے ابولعباس کو تجویز پیش کی کہ ابو مسلم کو ابھی قتل کر دیا جائے۔ اس تجویز کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ابو جعفر' خراسان میں ابو مسلم کی طاقت کو اپنی خاندانی سلطنت کے لئے خطرہ سمجھتا تھا اور اس کی رائے یہ تھی کہ اب سانپ کا بلا تاخیر سر کچل دینا چاہیے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ جب 132ھ میں بنو امیہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد خلیفہ ابوالعباس نے ابو جعفر کو ابو مسلم کی ولایت خراسان کا باقاعدہ فرمان دے کر ابو مسلم کے پاس بھیجا تھا اور یہ بھی ہدایت کی تھی کہ ابو جعفر کی ولی عہدی کی بیعت لے لی جائے تو ابو مسلم نے اس موقع پر ابو جعفر کی اس کے مرتبہ کے مطابق تعظیم نہیں کی تھی۔ چنانچہ ابو جعفر نے نیشاپور سے واپسی پر ابوالعباس سفاح سے کہا تھا کہ اگر تم نے ابو مسلم کو زندہ چھوڑے رکھا تو نہ تم خلیفہ ہو اور نہ تمہاری حکومت کوئی معنی رکھتی ہے۔ اس وقت ابوالعباس نے ابو جعفر کو خاموش رہنے کی تلقین کی تھی لیکن اس کے اگلے ہی سال اس نے زیاد بن صالح کو ابو مسلم کے خلاف بغاوت کی ترغیب دی اور سباع بن نعمان کو ہدایت کی کہ موقع ملے تو ابو مسلم کو مار ڈالنا۔ جب یہ سازش ناکام ہو گئی تو ابو جعفر کا خیال تھا کہ انبار سے ابو مسلم کو زندہ واپس نہیں جانے دینا چاہیے۔ ابوالعباس نے پہلے تو ابو جعفر کو اجازت دے دی کہ وہ ابو مسلم کو قتل کر ڈالے مگر بعد میں یہ سوچ کر اسے منع کر دیا کہ ابو مسلم کے حامی بہت شورش برپا کریں گے۔ چنانچہ ابو جعفر اپنے ارادے سے رک گیا اور پھر دونوں حج کے لئے روانہ ہو گئے۔ اثنائے راہ میں ابو مسلم کی یہ کیفیت تھی کہ وہ پہاڑی دشوار گزار گھاٹیوں کو درست کرواتا۔ ہر منزل پر عربوں کو کپڑے تقسیم کرتا۔ جو اس سے سوال کرتا اسے ضرور دیتا۔ اس نے عربوں کو گدے اور لحاف دیئے۔ کنویں کھدوائے' راستے کو ہموار کیا۔ اس سے ہر طرف اس کی شہرت پھیلی۔ عرب کہنے لگے کہ اس شخص کے خلاف توہم نے بہت سے الزام سنے تھے مگر اس نے اپنے طرز عمل سے ثابت کیا کہ وہ بالکل جھوٹ اور بہتان تھا۔ اسی طرح داد و دہش کرتا ہوا یہ مکہ آیا۔ یمانی عربوں کی حالت دیکھ کر اس نے نیزک کے پہلو میں ٹھوکا دے کر کہا کہ دیکھو اگر ان کو کوئی چرب زبان' جلد آنسو بہانے والے آدمی مل جائے تو یہ کس قدر عمدہ سپاہی ہیں۔ حج کے بعد وہ ابو جعفر سے پہلے ہی عراق روانہ ہو گیا۔ ابو جعفر ایک منزل اس سے پیچھے رہا۔ دونوں راستے ہی میں تھے کہ خلیفہ ابوالعباس

Marfat.com

عبداللہ سفاح بن محمد کا 13 ذی الحجہ 136ھ کو انتقال ہو گیا۔ اس کی موت کا باعث مرض چیچک ہوا۔ اس کی عمر تقریباً 33 سال تھی اس نے چار سال آٹھ مہینے تک حکومت کی۔ اس نے اپنی موت سے پہلے وصیت کی تھی کہ اس کے بعد اس کا بھائی ابو جعفر خلیفہ ہو گا اور ابو جعفر کے بعد اس کے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی کو عہدہ خلافت دیا جائے۔ اس کی تدفین خفیہ طریقے سے ہوئی۔ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ اس کی قبر کہاں ہے۔ یہ کام انتہائی خفیہ طور پر اس لئے ہوا کہ عباسیوں کو اندیشہ تھا کہ ان کی قبروں کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو گا جیسا کہ خود انہوں نے بنو امیہ کی قبروں کے ساتھ کیا تھا۔

Marfat.com

باب : 2

# خلیفہ ابو جعفر منصور

## ابو مسلم خراسانی اور دیگر مخالفوں کا قتل،
## عربوں کی عارضی بالادستی

ابوالعباس کی وفات کے چند دن بعد ابو جعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس المعروف منصور انبار پہنچا اور اپنے بھائی کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اس سے قبل عیسیٰ بن موسیٰ انبار میں اس کے لئے لوگوں سے بیعت لے چکا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مکہ سے واپسی پر پہلے ابومسلم کو سفاح کی موت کی خبر ملی تھی۔ اس نے ایک تعزیتی خط کے ذریعے ابو جعفر کو اطلاع دی تھی لیکن خلافت کی مبارکباد نہیں دی تھی۔ اس نے اس کی طرف نہ تو مراجعت کی تھی اور نہ اس کا انتظار کیا تھا۔ چنانچہ ابو جعفر کو اس سے ناراضگی پیدا ہو گئی تھی اس نے ایک عتاب آموز خط لکھا تھا تب ابومسلم نے تہنیت خلافت کی عرضداشت لکھی تھی۔ لیکن انبار پہنچ کر اس نے یہ رنگ بدلا تھا کہ اس نے عیسیٰ بن موسیٰ کو بیعت لینے کی درخواست کی تھی مگر عیسیٰ کے انکاری جواب کے بعد ابو جعفر منصور مسند خلافت پر بیٹھا تھا۔

ابن خلدون لکھتا ہے کہ "پھر جب ابو جعفر منصور کی ابومسلم سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ مجھے کسی کا اندیشہ نہیں ہے۔ البتہ اپنے چچا عبداللہ بن علی کے شر سے مجھے خطرہ ہو رہا ہے" ابومسلم نے کہا "میں عبداللہ بن علی کے لئے کافی ہوں۔ اس کے لشکر میں عام طور پر خراسانی بھرے ہوئے ہیں وہ میرے مطیع ہیں۔" اس فقرہ کے تمام ہوتے ہی ابو جعفر کی باچھیں کھل گئیں۔ ابومسلم اور حاضرین نے بیعت کی اور دونوں مراجعت کر کے کوفہ آ گئے۔ جس وقت سفاح کا انتقال ہوا تھا اس وقت عبداللہ بن علی رومیوں کے خلاف جہاد کے

Marfat.com

ارادے سے جا رہا تھا اور پہاڑی دروں کے دھانے تک پہنچ چکا تھا۔ جب اسے سفاح کے مرنے کی خبر ملی اس وقت وہ دلوک نام ایک گاؤں میں فروکش تھا۔ اس نے سب لوگوں کو جمع کیا۔ انہیں ابوالعباس کے مرنے کی خبر بتائی اور پھر اپنی خلافت کے لیے دعوت دی۔ اس نے کہا کہ جب ابوالعباس' مروان بن محمد کے مقابلے پر فوج بھیجنے لگا تھا تو اس نے اپنے بھائیوں کو بلا کر مروان کے مقابلے پر جانے کی دعوت دی تھی اور کہا تھا کہ جو اس کے مقابلے کے لئے جائے گا وہی میرا ولی عہد خلافت ہو گا۔ میرے علاوہ اور کوئی اس مہم کی اہم خدمت پر جانے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ میں اسی سمجھوتہ کی بنا پر اس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا اور جس طرح میں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کیا اس سے آپ لوگ واقف ہیں۔ خراسان' شام اور جزیرہ کے فوجی سرداروں نے کھڑے ہو کر اس بیان کی صداقت کی شہادت دی اور اس کی بیعت کی۔ عبداللہ بن علی بیعت کے بعد کوچ کر کے حران آ کر فروکش ہوا۔ حران کے حاکم مقاتل نے اس کی بیعت کرنے سے انکار کیا تو اس نے اس کا محاصرہ کر کے اسے پکڑا اور پھر قتل کر دیا۔ ابو جعفر نے عبداللہ بن علی کے مقابلے کے لئے ابومسلم کو روانہ کیا۔ دونوں کا نصیبین میں آمنا سامنا ہوا۔ عبداللہ بن علی نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے اپنے کوتوال سے سترہ ہزار خراسانیوں کو قتل کروا دیا کیونکہ اسے اندیشہ تھا کہ خراسانی اس کے وفادار ثابت نہیں ہوں گے۔ اس واقعہ کے بعد پانچ چھ ماہ تک دونوں کا بڑا سخت مقابلہ ہوا۔ آخر کار عبداللہ بن علی کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر بصرے کی طرف چلا گیا۔ جہاں اس کا بھائی سلیمان بن علی حاکم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن علی کے فرار کے بعد ابومسلم اہل شام کے لشکر گاہ میں گیا اور جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ فتح کا اطلاع نامہ ابوجعفرالمنصور کو بھیج دیا۔ اس نے لوگوں کو قتل نہ کیا بلکہ انہیں امان دی اور اپنے لشکریوں کو قتل و غارت سے منع کر دیا۔ المنصور کو جب اس فتح کی خبر ملی تو اس نے اپنے خادم ابو خصیب کو مال غنیمت کی فہرست مرتب کرنے کو روانہ کیا۔ ابومسلم کو اس سے برہمی پیدا ہوئی۔ کہنے لگا میں لوگوں کی جانوں کا محافظ و امین ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ مال و اسباب میں خیانت کروں۔ نیز المنصور نے میرا اعتبار نہیں کیا' اچھا نہیں کیا "ابومسلم کی یہ برہمی مزاج اس حد تک بڑھی کہ وہ ابو خصیب کی جان کا دشمن ہو گیا۔ مگر پھر کچھ سمجھ کر اسے چھوڑ دیا۔ المنصور کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو اس خوف سے کہ ابومسلم مبادا

Marfat.com

خراسان نہ چلا جائے مصر و شام کی سند گورنری لکھ کر ابو مسلم کے پاس بھیج دی۔ ابو مسلم کو اس سے اور نفرت پیدا ہوئی۔ جزیرہ سے بہ قصد خراسان نکل کھڑا ہوا۔ المنصور نے یہ خبر پا کر انبار سے مداین کی طرف کوچ کیا اور ابو مسلم کو بلا بھیجا۔ ابو مسلم نے حاضری سے انکار کیا اور ابن اثیر کے مطابق جواب میں یہ لکھا کہ ”ہم سے ملوک آل ساسان کی یہ روایت کی گئی ہے کہ وزیروں کے لئے وہ حالت خطرناک ہوتی ہے جبکہ ہنگامہ و فساد فرو ہو جاتا ہے۔ پس ہم قرب سے کنارہ کش ہوتے ہیں مگر وفاداری پر قائم رہیں گے۔ جب تک آپ بھی وفاداری کرتے رہیں گے۔ دور ہی سے جب تک سلامتی شامل حال رہے گی بسرو چشم اطاعت کے ہم سزاوار ہوں گے۔ اگر آپ اس امر پر راضی ہو جائیں گے تو ہم آپ کے غلامان غلام بنے رہیں گے اور اگر آپ اس سے انکار کریں گے یا اس طور کہ ہم سلامتی کے نہ خواہاں ہوں گے تو ہم نے جو عہد کیا تھا اپنی جان بچانے کی غرض سے اس کو شکست کر دیں گے۔“ المنصور نے اس خط کو پڑھ کر ابو مسلم کے نام یہ فرمان روانہ کیا۔ ”میں تمہارے خط کا مطلب سمجھ گیا۔ تم ان دغاباز وزیروں میں نہیں ہو جو اپنے بادشاہ کی حکومت و سلطنت کے اضطراب کی وجہ سے اپنے کثرت جرائم کی خواہش کرتے ہیں کیونکہ ان کی راحت اس میں ہے کہ شیرازہ حکومت و اتفاق منتشر رہے۔ تم نے اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ کیوں شمار کر لیا۔ تم تو اس وقت تک ہماری فرمانبرداری میں ہو۔ ہمارے ساتھ خلوص کا برتاؤ کرتے ہو اور اسی مضبوطی سے اس کام کو اٹھائے ہوئے ہو جیسا کہ پہلے اٹھائے تھے اور اس وقت سے تم نے یہ خبر اپنی اطاعت میں نہیں لگائی تھی۔ امیرالمومنین محض تمہاری تسلی خاطر کے لئے عیسیٰ بن موسیٰ کے ہاتھ خط روانہ کرتے ہیں بشرطیکہ گوش ہوش سے سنو اور میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ وہ مابین تمہارے اور شیطان اور اس کے وسوسوں کے حائل ہو جائے کیونکہ اس کمبخت نے کوئی راستہ جس سے تمہاری نیت میں فساد ڈالنا اپنے نزدیک مضبوط، بہتر اور آسانی سے نہیں پایا کہ جس کا دروازہ اس نے تم پر کھولا ہے۔[1]“

ابو مسلم نے اپنا خط روانہ کر کے حلوان کا راستہ اختیار کیا تھا۔ المنصور کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے اپنے چچا عیسیٰ اور سرداران بنو ہاشم کو طلب کر کے ابو مسلم کو خط لکھ دیا اور ان لوگوں سے یہ درخواست کی کہ آپ لوگ متفق ہو کر ابو مسلم کو اس مضمون کا خط لکھیں

Marfat.com

کہ "اطاعت امیرالمومنین سے منحرف ہونا بہتر نہیں ہے۔ بغاوت کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ جو کام تم کر رہے تھے اس کو پورا کرو اور بدستور سابق امیرالمومنین کے دائرہ اطاعت میں آ جاؤ۔ یہ خط المنصور کا آزاد غلام ابوحمید لے کر گیا۔ پھر المنصور نے مختلف حیلوں بہانوں سے ابومسلم کو بلایا۔ جب ابومسلم مکروفریب کا شکار ہو کر مداین پہنچ گیا اور تنہا خلیفہ کے حضور پیش ہوا تو المنصور نے اپنے چار محافظوں کے ذریعے اس کو قتل کروا دیا۔ اس قتل سے پہلے اس پر جو الزام عائد کئے وہ یہ تھے کہ (1) سفرحج میں تم میرے آگے کیوں رہتے تھے؟ (2) جب تم نے سفاح کے انتقال کی خبر سنی تھی تو تمہیں کس امر نے میری طرف مراجعت کرنے سے روکا تھا (3) تم عبداللہ بن علی کی لونڈی پر قبضہ کرنا چاہتے تھے (4) تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی اور تم خراسان کیوں جا رہے تھے؟ (5) حران کا مال غنیمت کس کو دیا؟ (6) تم اس کے مدعی کیوں ہو کہ تم سلیط بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے ہو (7) تم نے سلیمان بن کثیر کو کیوں قتل کیا باوجود کہ وہ ہمارا بہت خیرخواہ تھا۔ یہ الزامات عائد کرنے کے بعد المنصور نے اس کو گالیاں دیں اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر مارا۔ تالیوں کی آواز کا آنا تھا کہ محافظین پردہ سے نکل آئے اور انہوں نے تلواریں مار مار کر اسے بے دم کر دیا۔ یہ واقعہ 25 شعبان 137ھ کا ہے۔

طبری کا بیان ہے کہ ابومسلم نے جو ابوجعفر منصور کے مکروفریب کا شکار ہوا اپنے زمانہ اقتدار اور سرداری میں چھ لاکھ انسانوں کو قتل کیا تھا۔ ابومسلم کے قتل ہو جانے سے ابوجعفر کو پورا اطمینان حاصل ہو گیا۔ خطرات جس قدر اس کی مخالفت سے دل میں پیدا ہو رہے تھے سب کے سب رفع ہو گئے۔ واقعہ قتل کے بعد ایک روز لوگوں کو جمع کر کے منبر پر گیا۔ نہایت رقت آمیز و موافقت انگیز الفاظ میں خطبہ دیا اور اس کے ہمراہیوں کو مختلف مقامات میں منتشر و پراگندہ کر دیا۔ تاہم ابومسلم کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص سنباد (مجوسی) نے اطراف خراسان میں خروج کیا۔ اکثر اہل جبال نے اس کی اتباع کی۔ یہ لوگ ابومسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرتے تھے۔ انہوں نے نیشاپور اور مرو پر قبضہ کر لیا اور مال و اسباب و خزائن کے لئے جو ابومسلم سفاح کے پاس جاتے وقت مرو میں چھوڑ گیا تھا۔ اس کے علاوہ اور لوگوں کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ عورتیں گرفتار کر کے لونڈیاں بنا لیں مگر بایں ہمہ تجار سے معترض ہوتا تھا۔ ظاہر یہ کرتا تھا کہ میں کعبہ کو منہدم کرنے جا رہا ہوں۔

Marfat.com

المنصور نے اس کی سرکوبی پر جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا۔ مابین ہمدان اور مرو لڑائی ہوئی جس میں سنباد کو شکست ہوئی۔ تقریباً" سات ہزار آدمی سنباد کے مارے گئے۔ اس کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا۔ سنباد بھاگ کر پہلے طبرستان اور پھر آذربائیجان پہنچا۔ یہاں اس کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اس کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر المنصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ 138ھ کا ہے۔

اسی سال اس نے سلیمان بن علی کو بصرہ کی ولایت سے علیحدہ کر دیا اور اس کی جگہ سفیان بن معاویہ کو مقرر کیا۔ سفیان کے برسر ولایت آتے ہی عبداللہ بن علی اور اس کے ساتھی اپنی جان کے خوف سے روپوش ہو گئے۔ ابو جعفر کو اس کی اطلاع ہو گئی تو اس نے سلیمان اور عیسیٰ کو لکھ بھیجا کہ میں عبداللہ اور اس کے سرداران لشکر اور خدام کو امان دیتا ہوں۔ تم ان کو میرے پاس لے آؤ۔ سلیمان اور عیسیٰ اس فرمان کے مطابق عبداللہ اور اس کے سرداروں اور خدام کو لے کر دارالخلافت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے دربار میں حاضری کی اجازت چاہی۔ المنصور نے سلیمان اور عیسیٰ کو باتوں میں مصروف کر کے عبداللہ بن علی کو ایک مکان میں جو قصر خلافت میں اس غرض کے لئے مہیا کیا گیا تھا قید کرنے کا حکم دے دیا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد سلیمان اور عیسیٰ، المنصور سے رخصت ہو کر باہر آئے تو عبداللہ بن علی کو موجود نہ پا کر سمجھ گئے کہ وہ قید کر دیا گیا ہے یہ دونوں ابو جعفر کے پاس جانے لگے مگر اور لوگ اس کے درمیان حائل ہو گئے اور اب سرکاری عہدیداروں نے عبداللہ بن علی کے موجود ساتھیوں کی تلواریں ان کے کندھوں سے اتار کر اپنے قبضہ میں کر لیں اور انہیں بھی قید کر دیا۔ ابو جعفر نے ان میں سے بعض کو اپنے سامنے ہی قتل کرا دیا اور بقیہ کو ابوداؤد خالد بن ابراہیم کے پاس خراسان بھیج دیا جس نے ان کو وہاں ختم کر دیا۔

دریں اثنا فرقہ راوندیہ نے دارالخلافت میں شورش برپا کر دی۔ طبری کا بیان ہے کہ راوندیہ فرقہ اہل خراسان کی ایک جماعت تھی جو ابو مسلم داعی بنو ہاشم کے عقائد کو مانتی تھی۔ یہ تناسخ ارواح کے قائل تھے اور مدعی تھے کہ آدم کی روح عثمان بن نہیک میں آ گئی ہے۔ ان کا رب جو ان کو کھلاتا اور پلاتا ہے وہ ابو جعفر منصور ہے اور ہیثم بن معاویہ جرائیل ہے۔ یہ لوگ منصور کی محل سرا کے پاس آئے اور اب اس کا طواف کرنے لگے اور کہتے جاتے تھے کہ یہ ہمارے پروردگار (رب) کا محل ہے۔ منصور نے ان کے سرداروں

Marfat.com

کو اپنے پاس بلایا اور ان میں سے دو سو کو قید کر دیا۔ اس پر ان کے ساتھی بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمیں بلاوجہ کیوں قید کیا گیا ہے۔ منصور نے ان کے اجتماع کی ممانعت کر دی۔ انہوں نے ایک جنازہ تیار کیا اور تابوت اٹھا کر جلوس نکالا۔ حالانکہ وہ تابوت بالکل خالی تھا۔ اس طرح انہوں نے سارے شہر کا چکر لگایا۔ جیل خانے کے دروازے پر آ کر اس تابوت کو پھینک دیا اور جیل کے محافظوں پر حملہ کر کے جیل خانے میں گھس گئے۔ اپنے مقید دوستوں کو چھڑا کر سب منصور کی طرف چلے۔ اس دن ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ان کی اس شورش کی بنا پر تمام شہر میں منادی کرا دی گئی اور شہر کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ ان میں سے کوئی بھی شہر کے اندر نہ آیا۔ چونکہ اس زمانے میں خاص قصر میں کوئی سواری کا جانور نہیں رکھا جاتا تھا اس وجہ سے منصور قصر سے پیادہ ہی نکلا لیکن اس کو کوئی زد نہ پہنچی کیونکہ معن بن زائدہ شیبانی بھی یہ خبر پا کر آ گیا۔ یہ اس وقت تک روپوش تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ ابن ہبیرہ کے ساتھ ہو کر لڑنے آیا تھا اور المنصور ایک مدت سے اس کی جستجو میں تھا۔ معن بن زائدہ نے اس موقع پر بہت بڑی جانثاری ظاہر کی۔ پیادہ پا ہو کر لڑا اور راوندیوں کا برا حال کر دیا تھا۔ سب کے سب راوندی مارے گئے۔ جب یہ بغاوت فرو ہو گئی تو المنصور نے معن بن زائدہ کو معاف کر دیا اور ولایت یمن کا گورنر مقرر کر دیا۔ منصور کہا کرتا تھا کہ مجھ سے تین غلطیاں سرزد ہوئیں اور اللہ نے ان تینوں کے عواقب سے مجھے محفوظ رکھا۔ میں نے ابو مسلم کو اس حالت میں قتل کیا جبکہ میں معمولی بوسیدہ لباس پہنے بیٹھا تھا۔ جو لوگ میرے گرد تھے وہ سب کے سب اسے مجھ سے زیادہ مانتے تھے۔ اگر اس وقت مجھے کوئی چھو بھی دیتا تو میں مفت میں مارا گیا ہوتا۔ اسی طرح راوندی فتنہ کے دن میں بالکل بے باکانہ طریقہ پر مقابلہ پر نکل کھڑا ہوا۔ اگر کوئی اڑتا ہوا تیر میرے لگ جاتا تو میں اسی وقت ہلاک ہو جاتا نیز میں جب شام گیا اگر اس وقت عراق میں معمولی فتنہ بھی کھڑا ہو جاتا تو خلافت ہی برباد ہو جاتی[2]"

139ھ میں خراسان کے والی عبدالجبار بن عبدالرحمان نے نقض بیعت کر کے بغاوت کر دی تھی۔ منصور نے اپنے بیٹے محمد بن المنصور کو خراسان روانہ کیا اور حکم دیا کہ رے جا کر پڑاؤ کرے۔ محمد خراسان روانہ ہوا۔ اس کی اطلاع اہل مروا لروز کو ہوئی۔ وہ اپنے اپنے علاقے سے سمٹ کر عبدالجبار پر چڑھ دوڑے اور اس سے لڑ پڑے۔ نہایت شدید

Marfat.com

جنگ کے بعد عبدالجبار کو ہزیمت ہوئی۔ وہ بھاگا اور ایک روئی کے کھیت میں جا چھپا۔ تاہم اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ محمد بن المنصور کے مقدمتہ الجیش کے سپہ سالار خازم بن خزیمہ نے عبدالجبار کو پشم کا کرتہ پہنا کر اونٹ پر اس طرح سوار کیا کہ اس کا منہ اونٹ کی دم کی طرف رکھا اور اس طرح یہ منصور کے پاس پہنچا۔ اس کے ہمراہ اس کے بیٹے اور دوسرے خاص دوست تھے۔ منصور نے ان سب پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ انہیں کوڑے لگوائے اور اس طرح جس قدر ہو سکا اتنا روپیہ ان سے اگلوایا۔ پھر مسیب بن زھیر کو عبدالجبار کے ہاتھ پاؤں قطع کر کے اس کی گردن مارنے کا حکم دیا جسے وہ بجا لایا۔ منصور نے اس کے بیٹوں کو دھلک جانے کا حکم دیا۔ یہ یمن کے قریب سمندر میں ساحل سے کچھ فاصلہ پر ایک جزیرہ تھا۔ اس جزیرے میں یہ لوگ ایک عرصہ تک قید رہے۔ پھر اہل ہند نے ان پر غارت گری کی اور دوسرے قیدیوں کے ساتھ ان کو بھی قید کر کے لے گئے۔ بعد میں زرفدیہ دیگر انہیں رہائی ملی۔ ایک روایت کے مطابق راوندیہ کی بغاوت 140ھ میں ہوئی تھی اور عبدالجبار کی بغاوت اور اس کے قتل کا واقعہ 142ھ کا ہے۔

اسی سال عینیہ بن موسیٰ کعب نے سندھ میں خلافت عباسیہ کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس کی اطاعت سے منحرف ہونے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ مسیب بن زھیر شرطہ (پولیس) پر موسیٰ بن کعب کا نائب تھا۔ موسیٰ بن کعب کے مرنے کے بعد مسیب بدستور صاحب شرطہ تھا۔ عینیہ بن موسیٰ بن کعب اپنے باپ کی جگہ گورنر تھا۔ اب اسے خوف پیدا ہوا کہ شاید منصور عینیہ کو بلا کر اس کی جگہ مقرر کر دے۔ اس خطرے کو دور کرنے کے لئے اس نے یہ شعر عینیہ کو لکھ بھیجا مگر اس خط میں اپنا نام ظاہر نہیں کیا:

تم اپنے ہی علاقے میں رہو اگر یہاں آؤ گے تو ایسی گہری
نیند سو جاؤ گے کہ اس میں خواب تک دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔

یہ شعر پڑھ کر عینیہ منصور کی مخالفت پر اتر آیا۔ منصور کو اس کی خبر ہوئی تو وہ دارالخلافت سے بصرہ میں آیا اور بصرہ سے عمر بن حفص بن ابی صفرۃ عتکی کو سندھ و ہند کی گورنری دے کر عینیہ کے خلاف جنگ پر مامور کر دیا۔ چنانچہ عمر بن حفص سندھ میں پہنچ کر عینیہ سے لڑا اور کامیابی کے ساتھ سندھ پر قبضہ کر لیا۔

اگرچہ خراسان کے عبدالجبار بن عبدالرحمان اور سندھ کے عینیہ بن موسیٰ بن کعب

Marfat.com

کی بغاوتوں کے فرو ہونے کے بعد خلیفہ ابو جعفر المنصور کی سلطنت میں بظاہر امن و امان قائم ہو گیا تھا اور اس کے استحکام کو کسی جانب سے خطرہ نہیں تھا۔ تاہم ابو جعفر کو محمد بن عبداللہ بن حسنؓ بن علی بن ابی طالب کی زبردست تلاش تھی۔ محمد بن عبداللہ اپنی پاکیزہ صفات کی وجہ سے نفس زکیہ کہلاتا تھا۔ اور اہل بیت کے اکثر لوگ اس کو مہدی مانتے تھے جبکہ بہت سے دوسرے شیعان علیؓ حضرت امام جعفر صادق کو اپنا چھٹا امام تسلیم کرتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق بہت نیک سیرت، صلح جو اور عالم و فاضل تھے۔ وہ اہل بیت کی تقدیر پر صابر و شاکر تھے اور اپنے مقتدیوں کو تلقین کیا کرتے تھے کہ خاموش رہو اور عباسیوں کے خلاف کسی شورش میں حصہ نہ لو لیکن محمد بن عبداللہ المعروف محمد المہدی نفس زکیہ اپنی خلافت کے لئے کوشاں تھا اور اس نے اپنے اس مقصد کی تکمیل کے لئے ایک خفیہ تحریک شروع کر رکھی تھی جو خلیفہ ابو جعفر کے لئے تشویش کا باعث تھی اور وہ کسی نہ کسی طرح محمد بن عبداللہ کو پکڑ کر اسے اپنے چچا عبداللہ بن علی اور والی خراسان ابو مسلم کی طرح اپنی راہ سے ہمیشہ کے لئے ہٹانا چاہتا تھا۔ اس کی اس کوشش و خواہش کا پس منظر یہ تھا کہ جب 131ھ میں بنی امیہ کی حکومت متزلزل ہو رہی تھی اس وقت ایک رات مکہ میں تمام بنی ہاشم کا ایک جلسہ ہوا اور اس میں یہ بحث ہوئی کہ اب آئندہ کس کو خلیفہ بنایا جائے۔ اس بحث کے نتیجہ میں سب حاضرین نے محمد بن عبداللہ کی بیعت کی۔ ان بیعت کرنے والوں میں ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد اور ابو جعفر المنصور بھی شامل تھے۔ اسی وجہ سے جب 132ھ میں عباسیوں نے حکومت سنبھالی تو محمد بن عبداللہ نے سفاح کی بیت نہ کی اور چاہا کہ خود اپنی خلافت کا دعویٰ کرے۔ سفاح نے اس کو ایک خط لکھا۔ وہ چونکہ اس کا احسان مند تھا اس لئے اس نے سفاح کے زمانے میں کوئی مخالفت نہ کی۔ محمد بن عبداللہ کے ایک بھائی ابراہیم بن عبداللہ تھے۔ ان کو خراسان کی ایک جماعت امام مانتی تھی اور ان کی عملی حمایت کے لئے تیار تھی۔ جب 136ھ میں ابو جعفر المنصور خلیفہ ہوا اور اسی سال بطور خلیفہ مکہ آیا تو اس وقت زیاد بن عبداللہ مدینہ کا والی تھا۔ المنصور نے محمد اور ابراہیم کے بارے میں اس سے استفسار کیا تو زیاد بن عبداللہ نے ان کی ضمانت دی اور کہا کہ آپ ان کے بارے میں فکرمند نہ ہوں۔ ابو جعفر کو زیادہ فکر محمد کی تھی۔ چنانچہ اس نے بنو ہاشم کو فرداً فرداً تخلیہ میں بلایا اور ہر ایک سے محمد کے بارے میں دریافت کیا۔ ہر شخص نے یہی جواب دیا

Marfat.com

کہ چونکہ اسے علم ہے کہ آپ اس بات سے واقف ہیں کہ وہ اس سے پہلے خلافت کے لئے خود خواہاں تھا اس وجہ سے وہ آپ سے خائف ہے مگر اسی کے ساتھ وہ آپ کی مخالفت یا نافرمانی نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے بعد المنصور نے عبداللہ بن حسن کو اس کے لڑکے محمد کو حاضر کرنے پر مجبور کرنا شروع کیا۔ عبداللہ نے ابو جعفر کے چچا سلیمان بن علی سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ سلیمان بن علی نے کہا: اگر وہ (المنصور) درگزر کرنے کا عادی ہوتا تو اپنے چچا عبداللہ بن علی سے درگزر کرتا" عبداللہ یہ سن کر متنبہ ہو گیا اور اس وقت سے برابر اپنے لڑکے کو چھپا دینے کی سعی کرنے لگا۔ المنصور نے جاسوسوں کو تمام وادی حجاز میں محمد کی جستجو کے لیے پھیلا دیا۔ کوئی چشمہ یا کوئی مقام ایسا نہ تھا جہاں پر کہ المنصور کے جاسوس نہ رہتے تھے۔ جاسوسی میں بھی المنصور کو کامیابی نہ ہوئی تو اس نے ایک جعلی خط محمد کے طرف داروں کی طرف سے محمد کے نام لکھا جس میں اطاعت و فرمانبرداری کا اظہار کیا تھا اور حجت تمام کرنے کی رائے دی تھی۔ لیکن اس کی یہ چال بھی کامیاب نہ ہوئی۔ اس نے ایک اسی قسم کا خط محمد کے والد عبداللہ بن حسن کے نام لکھا مگر پھر بھی اسے کامیابی نہ ہوئی اور محمد بن عبداللہ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اس پر ابو جعفر نے عبداللہ بن حسن کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا غریب الوطن محمد اطراف و جوانب میں چھپا پھرتا تھا۔ وہ رفتہ رفتہ بصرہ پہنچا۔ منصور کو یہ خبر ملی تو وہ فوراً" بصرہ چلا آیا لیکن محمد و ابراہیم وہاں بھی اس کے قابو میں نہ آئے اور وہ عدن چلے گئے۔ وہاں اطمینان خاطر نہ ہوا تو سندھ چلے آئے۔ سندھ سے پھر کوفہ اور کوفہ سے مدینہ منورہ آ پہنچے۔ 140ھ میں المنصور حج کرنے کو آیا۔ محمد اور ابراہیم بھی حج کو آئے ہوئے تھے۔ محمد کے حواریوں نے ابو جعفر کو قتل کرنے کی سازش کی۔ مگر محمد نے انہیں منع کر دیا اور اصرار کیا کہ تاوقتیکہ ہم اسے اپنی بیعت کی دعوت نہ دیں اسے اچانک قتل نہیں کرنا چاہتے۔ تاہم اس کے بعد المنصور نے عبداللہ بن حسن کو مجبور کیا کہ وہ اپنے دونوں بیٹوں محمد اور ابراہیم کو پیش کرے۔ جب اس نے انکار کیا تو عبداللہ بن حسن کو گرفتار کر لیا گیا۔ المنصور حج سے فارغ ہو کر اپنے دارالخلافت کو لوٹا۔ اس کی روانگی کے بعد محمد وارد مدینہ ہوا۔ زیاد نہایت الطاف و محبت سے پیش آیا۔ امان دی اور پھر کہا کہ آپ جہاں چاہے چلے جائیے۔ المنصور نے یہ خبر پا کر ابوالازہر کو جمادی الثانی 141ھ میں زیاد اور ان کے مصاحبوں کو گرفتار کرنے اور عبدالعزیز بن المطلب کو سند گورنری

Marfat.com

دینے کی غرض سے مدینہ بھیجا۔ ابوالازہر نے اس حکم کے مطابق عبدالعزیز بن المطلب کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا اور زیادہ کو مع اس کے مصاحبین کے گرفتار کر کے المنصور کی خدمت میں پہنچا دیا۔ ابوجعفر المنصور نے ان سب کو قید کر دیا۔ اس کے بعد المنصور نے مدینہ پر محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو مامور کر کے محمد کی جستجو کی سخت تاکید کی اور اس کام پر دریا دلی سے مال و زر خرچ کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ محمد بن خالد نے بے حد مال و زر خرچ کیا مگر محمد دستیاب نہ ہوا۔ ابوجعفر المنصور نے اس وجہ سے اس کو بھی معزول کر کے اس کی جگہ ریاح بن عثمان کو مقرر کیا۔

ریاح رمضان 144ھ میں مدینہ پہنچا اور فوراً ہی بڑا اودھم مچایا۔ عبداللہ بن حسن کو لڑکوں کے نہ حاضر کرنے پر دھمکی دی اور کہا کہ محمد اور ابراہیم کو حاضر کر دو ورنہ میں تمہاری جان نکال لوں گا۔ مگر عبداللہ بن حسن مرعوب نہ ہوا۔ ریاح نے خالد بن عبداللہ کو گرفتار کرا کر پٹوایا۔ محمد کی جستجو میں شب و روز سرگرداں رہنے لگا۔ دریافت کرتے کرتے یہ معلوم ہوا کہ محمد مضافات ینبع میں جبل جھینہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی میں چھپا ہوا ہے فوراً اپنے ایک سردار کو محمد کی تلاش میں روانہ کیا۔ محمد کو اس کی اطلاع ہو گئی اور وہ بھاگ گیا۔ اگرچہ اس کی بھاگ دوڑ میں اس کا ایک شیر خوار بچہ جو ایک لونڈی کے بطن سے تھا اپنی ماں کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور پاش پاش ہو گیا۔ محمد کے فرار کے بعد ابوجعفر کے حکم کے مطابق ریاح نے بنو حسن کو گرفتار کر کے قید کر دیا جن کے نام یہ تھے: عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی، حسن و ابراہیم پسران حسن بن حسن، حسن بن جعفر بن حسن بن حسن، سلیمان و عبداللہ پسران داؤد بن حسن بن حسن، محمد و اسماعیل و اسحاق پسران ابراہیم بن حسن بن حسن، عباس بن حسن بن حسن، موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن، ان لوگوں میں علی بن حسن بن حسن بن علی العابد نہ تھے۔ اب ریاح نے اہل مدینہ اور عبداللہ کے بیٹوں محمد اور ابراہیم کو علی الاعلان گالیاں دینا شروع کیں۔ ایک دن منبر پر کہا کہ یہ دونوں فاسق و فاجر نقض بیعت کرنے اور فتنہ و جنگ برپا کرنے والے مفسد ہیں۔ پھر وہ بنو حسن کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ربذہ لے گیا۔ ان گرفتار شدگان میں علی بن عبداللہ بھی شامل تھا۔ جسے مصر میں پکڑا گیا۔ جبکہ وہ اپنے باپ کے حق میں پراپیگنڈا کے لئے وہاں گیا ہوا تھا۔ جب بنو حسن ربذہ میں تھے اور المنصور بھی وہیں تھا تو محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان

Marfat.com

ابو جعفر کے پاس آیا۔ ابو جعفر نے اسے دیوث کہہ کر خطاب کیا۔ کیونکہ اس کی بیٹی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن کے نکاح میں تھی اور حاملہ تھی۔ محمد بن عبداللہ نے ابو جعفر کی دشنام طرازی پر احتجاج کیا تو ابو جعفر بہت برہم ہوا۔ اس نے اس کے کپڑے پھاڑنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کی قمیض ازار پر سے شق کر دی گئی اور اس کی شرم گاہ کھل گئی۔ اس کے بعد ابو جعفر کے حکم سے ڈیڑھ سو کوڑے اس کے لگے۔ اور اس کے بدن کا کوئی حصہ ان کی ضرب سے باقی نہ رہا۔ اس اثنا میں ابو جعفر بلا تکلیف اس کو پٹواتا رہا۔ ایک کوڑا اس کے چہرے پر لگا۔ اس پر اس نے کہا ذرا تو رحم کرو اور میرے چہرے کو تو بچا دو۔ اسے تو رسول اللہ کی قرابت اور عزت و حرمت حاصل ہے اس کا لحاظ کرنا چاہیے۔ اس بات سے ابو جعفر کو اور بھی طیش آ گیا اور جلاد سے کہا کہ اب سر پر لگاؤ۔ چنانچہ تقریباً 30 کوڑے اس کے سر پر اور لگے۔ اس کے بعد لکڑی کا ایک تختہ اس کے قد کے برابر منگوایا گیا۔ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ طویل قامت تھا۔ وہ تختہ اس کی گردن میں باندھ دیا گیا۔ پھر اس کا ہاتھ اس سے باندھا گیا اور اس طرح سے تشہیر کے لئے نکالا گیا۔ جب یہ ابو جعفر کے کمرے سے برآمد ہوا تو اس کے ایک موالی نے لپک کر اس سے آ کر کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر حکم ہو تو اپنی چادر آپ کو اوڑھا دوں۔ اس نے کہا اللہ تم کو اس کی جزائے خیر عطا کرے تم نے بہت اچھا کیا۔ جو یہ بات کہی۔ بخدا میری ازار کی درزیں جن سے میرا ستر کھلا رہا ہے وہ اس مار سے جو مجھ پر پڑی ہے میرے لیے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ وہ چادر اسے اوڑھا دی گئی اور اس طرح وہ اپنے دوسرے رشتہ داروں کے پاس جو پہلے سے قید تھے قید کر دیا گیا۔[3]" بیان کیا گیا ہے کہ اس محمد کے بارے میں پہلے ابو جعفر کی رائے بہت عمدہ تھی مگر ریاح نے ابو جعفر سے ایک مرتبہ کہا: امیرالمومنین اہل خراسان آپ کے شیعہ اور انصار ہیں۔ اہل عراق آل ابوطالب کے شیعہ ہیں۔ اہل شام تو علیؓ کو کافر سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے وہ ان کے کسی لڑکے کو نہیں مانتے مگر ان کا رشتہ دار محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمانؓ ایسا شخص ہے کہ اگر وہ عورت دے تو ایک شامی بھی اس کی حمایت سے گریز نہ کرے گا۔ اس تقریر نے ابو جعفر کے دل میں جگہ کر لی۔ جب وہ صبح کو آیا تو محمد اس کے پاس آیا۔ ابو جعفر نے اس سے پوچھا۔ کیا تیری بیٹی ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب کے نکاح میں نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ "میں

Marfat.com

صرف فلاں سن میں منیٰ میں اس سے ملا تھا۔ ابو جعفر نے کہا "کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ تیری بیٹی مہندی لگاتی ہے اور کنگھی چوٹی کرتی ہے۔" اس نے کہا "میں جانتا ہوں۔" ابو جعفر نے کہا "تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ زانیہ ہے" محمد نے کہا: "امیرالمومنین زبان بند کیجئے۔ یہ آپ اپنے چچا کی بیٹی کی نسبت ایسا کہتے ہیں۔" ابو جعفر نے اسے ماں کی گالی دی۔ محمد نے کہا "میری کس ماں کو گالی دیتے ہو" ابو جعفر نے کہا "توفاحشہ زادہ ہے۔" اس کے بعد ابو جعفر نے اس کے منہ پر گرز مارا۔ محمد کی بیٹی رقیہ' ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن کی بیوی تھی۔[۴]" محمد بن ابی حرب راوی ہے کہ محمد بن عبداللہ بن عمر بن عثمانؓ ابو جعفر کی قید میں تھا۔ اتنے میں ابوعون عامل خراسان نے ابو جعفر کو لکھا کہ اہل خراسان پر ہمارا رعب باقی نہیں رہا ہے اور وہ محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کے معاملہ کو بہت اہم سمجھ رہے ہیں۔ اس پر ابو جعفر نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو قتل کر کے اس کا سر خراسان بھیج دیا اور بیان (جھوٹا) بھی بھیجا کہ یہی محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) ہے اور اس کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہؐ تھیں۔[۵]"

المنصور نے ربذہ سے اولاد حسن کو مع ان لوگوں کے جو ان کے ساتھ تھے عراق بھیج دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ ریاح نے ان لوگوں کو قید خانے سے نکال کر ہتھکڑیاں' طوق اور بیڑیاں پہنا کر بغیر سجادہ کے اونٹوں پر سوار کر کے عراق کی جانب روانہ کر دیا۔ حضرت امام جعفر صادق نے پردہ کی آڑ سے یہ سب معاملات دیکھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اگرچہ وہ ان مظلوموں میں شامل نہیں تھے۔ دوران سفر میں محمد اور ابراہیم بدوؤں کے لباس میں اپنے باپ عبداللہ بن حسن کے پاس اکثر آیا کرتے تھے اور خروج کی اجازت چاہتے تھے۔ عبداللہ بن حسن کا جواب یہ تھا کہ میرے نور نظر' عجلت نہ کرو' جب تک مناسب موقع ہاتھ نہ آئے۔ اگر ابو جعفر المنصور تمہاری کریمانہ زندگی کا مخالف ہو تو تم لوگ اس سے باز نہ آنا کہ کریمانہ موت مرو۔ عبداللہ بن حسن نہایت محسن' ہردلعزیز اور بے حد خلیق تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ عبداللہ بن حسن کی تقریر میں وہ جادو بھرا تھا کہ جس کے ساتھ وہ ہم سفر ہوا اس نے اسے اس کی رائے سے پھیر دیا۔ ان کا بیٹا محمد بن عبداللہ بھی بہت ہی شریف تھا۔ وہ پاکیزہ عادات کا حامل تھا۔ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ مکر و فریب نہیں کرتا تھا اور بدعہدی کے بھی خلاف تھا۔ اس کی نیک خصلتوں ہی کی وجہ سے ابو جعفر

Marfat.com

المنصور کی جان مکہ میں اس کے حواریوں سے بچی تھی۔ ایک مرتبہ جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے باپ اور دوسرے رشتہ داروں کو قید میں بڑی تکلیف دی جا رہی ہے تو وہ اپنی ماں کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے باپ اور چچاؤں کو ایسی تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے جسے وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھ دوں۔ شاید اسی طرح انہیں رہائی نصیب ہو۔ اس کی ماں ایک بھکارن کا روپ دھار کر اس مکان میں گئی جہاں بنو حسن مقید تھے۔ اس نے عبداللہ بن حسن کو محمد بن عبداللہ کا ارادہ بتایا۔ مگر عبداللہ بن حسن نے کہا اسے منع کر دو کہ وہ ہرگز ایسا نہ کرے ہم اپنی حالت پر صابر ہیں اور اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس میں ہمارے لیے بھلائی کرے گا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب عبداللہ بن حسن کو مع اپنے اہل و عیال کے قید کر کے عراق لایا جا رہا تھا' نجف سامنے آیا۔ عبداللہ نے نجف کی طرف اشارہ کر کے اپنے اہل سے کہا دیکھو اس گاؤں میں وہ شخص آرام کر رہا ہے جس کی وجہ سے ہم اس ظالم کے خلاف کارروائی کرنے سے رکے ہوئے ہیں اتنے میں اس کے دو بھتیجے حسن اور علی تلواریں بغل میں دبائے عبداللہ بن حسن کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ اے رسول اللہؐ کے صاحبزادے ہم تمہارے پاس آئے ہیں جو آپ چاہیں ہم اسے بجا لائیں گے۔ عبداللہ نے کہا تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس معاملے میں تم کچھ کارآمد نہیں ہو سکتے ہو۔ وہ دونوں واپس چلے گئے۔ جب 13 قیدیوں کی یہ جماعت عراق پہنچی تو انہیں کوفہ کے مشرق میں ابن ہبیرہ کے محل میں مقید کیا گیا۔ جہاں محمد بن ابراہیم بن حسن کو زندہ ایک ستون میں چن دیا گیا اور پھر عبداللہ بن حسن اور علی بن حسن کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد بجز سلیمان و عبداللہ پسران داؤد اور اسحاق و اسماعیل پسران ابراہیم بن حسن اور جعفر بن حسن کے اور کوئی جان بر نہیں ہوا۔ سب کے سب کمال بے کسی سے المنصور کے پنجہ ظلم کی نذر ہو گئے۔ محمد بن علی بن موسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمان بیان کرتا ہے کہ جب منصور نے عبداللہ بن حسن کو اس کے بھائیوں اور اس کے دوسرے اعزاء کو جو اس کے ساتھ تھے گرفتار کر لیا تو منصور خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھا اور اس نے اہل خراسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم ہمارے تابعدار اور انصار ہو۔ اور تم نے ہماری حکومت قائم کی ہے۔ اگر ہمارے سوا تم نے کسی دوسرے کی بیعت کی ہوتی تو ہم سے بہتر آدمی تم کو میسر نہ آتا۔ یہ جو میرے اہل خاندان

Marfat.com

یعنی علیؓ بن ابی طالب کی اولاد ہے بخدا اس حکومت کے معاملے میں ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ ہم نے تو اس خلافت کو ان ہی کے لیے چھوڑ دیا تھا اور اس میں تھوڑا یا زیادہ کچھ بھی حصہ نہیں لینا چاہا۔ علیؓ بن ابی طالب خلیفہ ہوئے تو اس سلسلے میں خون میں لت پت ہو گئے۔ دو شخصوں نے ان کے مخالف فیصلہ کر دیا۔ اس کی وجہ سے امت اسلام نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور یہ لوگ ان کے مخالف ہو گئے۔ پھر خود ان ہی کے شیعہ مددگار' دوست' رازدار اور معتمد لوگوں نے ان پر یورش کی اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد حسن بن علیؓ خلیفہ ہوئے مگر بخدا وہ اس کے اہل نہ تھے۔ جب ان کو روپیہ پیش کیا گیا' انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ معاویہ نے یہ سبز باغ دکھایا کہ میں اپنے بعد تم کو اپنا ولی عہد بناتا ہوں۔ وہ اس کے فریب میں آ گئے۔ انہوں نے خلافت سے استعفیٰ دے دیا اور اسے معاویہ کے سپرد کر دیا اور خود عورتوں سے تمتع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ روز ایک نکاح کرتے اور صبح کو طلاق دے دیتے۔ اسی طرح سے انہوں نے اپنی زندگی پوری کر دی۔ بستر پر پڑے پڑے انتقال کیا۔ ان کے بعد حسین بن علیؓ اٹھے۔ عراقیوں اور کوفیوں نے ان کو دھوکا دیا۔ (کوفہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا) اس سیاہ سرزمین کے باشندے بخدا بڑے جھگڑالو ہیں۔ منافق اور ہر وقت فتنہ و فساد کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ یہ نہ جنگ ہے کہ میں ان سے لڑوں اور نہ صلح ہے کہ صلح کروں۔ اللہ مجھے ان سے دور رکھے۔ انہوں نے حسینؓ کا ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو دشمن کے حوالے کر دیا۔ وہ مارے گئے۔ ان کے بعد زید بن علی اٹھے۔ ان سے بھی اہل کوفہ نے بڑے بڑے وعدے کیے جب وہ ان کے فریب میں آ گئے اور انہوں نے ان کو اعلانیہ خروج کے لیے مستعد کر دیا تو خود گھروں میں بیٹھ رہے۔ ان کے خروج سے پہلے محمد بن علی نے خدا کا واسطہ دے کر ان کو خروج کرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ تم کبھی اہل کوفہ کی باتوں میں نہ آنا کیونکہ ہمیں وراثتاً" یہ خبر ملی ہے کہ ہمارے خاندان کے ایک فرد کو کوفہ میں سولی دی جائے گی اور مجھے خوف ہے کہ شاید تم ہی وہ مصلوب ہو۔ اس کے علاوہ میرے چچا داؤد بن علی نے بھی ان کو منع کیا تھا اور اہل کوفہ کی غداری اچھی طرح بتا دی تھی مگر انہوں نے کسی کی بات نہ مانی۔ خروج کیا۔ مارے گئے اور کناسہ میں سولی پر لٹکے۔ اس کے بعد بنی امیہ ہم پر دوڑ پڑے انہوں نے ہمارے شرف اور عزت کو برباد کر دیا حالانکہ ہم نے ان کے کسی شخص کو قتل بھی نہیں کیا تھا۔ جس کا

Marfat.com

انتقام ہم سے لیا جاتا بلکہ ان ہی کی گردنوں پر اپنے اعزاء کا خون خروج کی وجہ سے تھا۔ انہوں نے ہمیں شہروں سے جلاوطن کر دیا۔ ہم کبھی طائف گئے۔ کبھی شام اور کبھی شراۃ' آخر کار اللہ نے تم کو اے اہل خراسان ہماری مدد کے لئے بھیج دیا اور تمہارے ذریعے اس نے ہمارے شرف و اعزاء کا احیاء کیا۔ تمہارے ذریعے اس نے اہل باطل کو پاش پاش کر دیا۔ ہمارے حق کو دنیا پر آشکار کیا اور جو میراث نبیؐ سے ہم کو ملنی چاہئے تھی وہ بھی دلوا دی۔ اب حق حقدار کو مل گیا۔ حق کا نام سربفلک ہوا۔ اہل حق کو غلبہ اور تفوق نصیب ہوا۔ ظالموں کی جڑ کٹ گئی۔ تمام تعریفیں اس ذات واحد کے لئے ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے جب اللہ کے فضل و کرم اور ہمارے حق میں اس کے عادلانہ فیصلے کی بنا پر ہماری حکومت اچھی طرح استوار ہو گئی تو ان کے بعض لوگوں نے بلاوجہ محض اس فضل و کرم پر جو اللہ نے اپنی خلافت اور اپنے نبی کی میراث ہمیں دے کر ہم پر مبذول فرمایا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم پر یورش کر دی۔ اے اہل خراسان بخدا' میں نے اس معاملے میں بلا سوچے سمجھے اس وجہ سے دست اندازی نہیں کی ہے کہ مجھے اس کے متعلق صرف یہ شکایت پہنچی کہ انہوں نے میرے حقوق میں کوتاہی کی ہے یا وہ میرے سامنے جھکتے نہیں۔ بلکہ میں نے کئی شخصوں کو اپنا جاسوس بنا کر ان کے پاس بھیجا۔ میں نے اپنے آدمیوں سے کہا تم جاؤ اس قدر روپیہ ساتھ لو اور یہ ہدایات ہیں ان پر عمل کرنا۔ چنانچہ یہ لوگ مدینہ میں ان سے جا کر ملے اور وہ سب روپیہ ان کے حوالے کر دیا۔ ان میں سے کوئی شخص بوڑھا ہو یا جوان' بڑا ہو یا چھوٹا' ایسا نہ بچا جس نے ان لوگوں کی ایسی بیعت نہ کی ہو جس کے بعد میرے لیے ان کا قتل اور غارت حلال ہو گیا ہو جب انہوں نے میری بیعت کو توڑ دیا۔ بغاوت پر آمادہ ہو کر میرے خلاف خروج کے لئے تیار ہوئے تو مجھے بھی ان کا تدارک کرنا پڑا۔ ان واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے تم یہ نہ سمجھو کہ میں نے بغیر تعین کیے ہوئے اس معاملے میں ہاتھ ڈالا ہے۔[6]"

سید امیر علی کا بیان ہے کہ جب بنو حسن کو قصر بن ہبیرہ میں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا اور والی مدینہ ریاح بن عثمان' محمد المہدی بن عبداللہ اور ابراہیم بن عبداللہ کی تلاش میں سرگرداں تھا تو ان دونوں بھائیوں نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ محمد مدینہ میں بغاوت کا اعلان کرے گا اور ابراہیم بصرہ میں ایسا ہی کرے گا۔ یہ دونوں اعلانات بیک وقت ہوں گے لیکن

Marfat.com

اس پروگرام میں (ابراہیم کی بیماری کی وجہ سے) گڑ بڑ ہو گئی اور محمد نے ابراہیم سے پہلے ہی مدینہ میں بغاوت کا اعلان کر دیا۔ اگر اس پروگرام میں گڑ بڑ نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ یہ دونوں بھائی خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیتے۔ محمد نفس زکیہ نے 28 جمادی الثانی 145ھ کو مدینہ میں بغاوت کا اعلان کیا۔ اس وقت اس کے ساتھ صرف ڈیڑھ دو سو آدمی تھے۔ جس رات ان کے آدمیوں نے مدینہ میں داخل ہو کر تکبیر کہی۔ ریاح بن عثمان والی مدینہ نے آل حسین کو اپنے ہاں بلا رکھا تھا۔ ابن مسلم بن عقبہ بھی' جو ریاح کے متوسلین میں تھا' وہاں موجود تھا۔ جب تکبیر کی آواز آ گئی تو اس نے ریاح سے کہا کہ ان سب کو قتل کر دو۔ مگر جب حسین بن علی بن حسین بن علی نے اپنے خاندان کی وفاداری اور اطاعت کا یقین دلایا تو ان سب کو چھوڑ دیا گیا۔ بنی حسین کی رہائی کے تھوڑی دیر بعد محمد نفس زکیہ کے لوگوں نے ریاح بن عثمان کے محل پر دھاوا بول دیا۔ محافظین نے کچھ مقابلہ کیا مگر باغیوں نے ان پر غلبہ پا لیا اور قصر میں داخل ہو کر انہوں نے ریاح کو گرفتار کر لیا۔ اس کے ساتھ ابن مسلم بن عقبہ بھی تھا۔ نفس زکیہ مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد مسجد میں آیا اور ممبر پر چڑھ کر خطبہ دیا۔ جس میں المنصور کی ان عادات خبیثہ و خصائل رزیلہ کا ذکر کیا جس کا وہ خوگر ہو گیا تھا۔ اور لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد اس نے شہر میں اپنے عمال مقرر کئے۔ اس نے یہ کامیابی آل حسینؓ کی امداد کے بغیر ہی حاصل کی تھی۔ حضرت امام جعفر صادق سمیت امام حسینؓ کے خاندان کے افراد بدستور گوشہ نشین ہی رہے۔ البتہ اس موقعہ پر امام مالک بن انس مدینہ میں تھے۔ ان سے فتویٰ پوچھا گیا اور یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ہم ابو جعفر کی بیعت کر چکے ہیں۔ امام مالک نے کہا کہ تم نے بادل نخواستہ بیعت کی تھی اور اس صورت میں فسخ بیعت کرنے کی حالت میں کفارہ یمین عائد نہیں ہوتا۔ اس فتویٰ کی بناء پر اب لوگ جوق در جوق محمد نفس زکیہ کے پاس جانے لگے۔ امام مالک اپنے گھر ہی بیٹھے رہے۔" بنو امیہ نفس زکیہ کی بیعت کرنے والوں میں پیش پیش تھے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب یہ خبر ملی کہ مکہ' یمن اور شام کے لوگ بھی بیعت کے حق میں ہیں تو محمد نے حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کو مکہ کا عامل مقرر کیا اور قاسم بن اسحاق کو یمن کا عامل مقرر کر کے روانہ کیا۔ موسیٰ بن عبداللہ کو ہدایت کی گئی کہ وہ شام جا کر لوگوں کو بیعت کی دعوت دے۔ دریں اثنا ابو جعفر کو محمد بن عبداللہ کے اس خروج کی

Marfat.com

اطلاع مل چکی تھی۔ اس نے فوری طور پر محمد کے خلاف فوجی کارروائی نہ کی۔ البتہ اس کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔ "بسم اللہ الرحمان الرحیم' یہ خط عبداللہ امیرالمومنین کی طرف سے محمد بن عبداللہ کو لکھا جاتا ہے۔ (ترجمہ قرآن پاک) ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے' سولی پر لٹکایا جائے۔ ان کے ہاتھ اور پاؤں خلاف ترتیب کاٹ دیئے جائیں یا انہیں اس سرزمین سے جلاوطن کر دیا جائے۔ دنیا میں تو ان کی یہ رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا سخت عذاب ان پر ہو گا۔ البتہ وہ لوگ اس سے بچ سکیں گے جو قبل اس کے کہ اس پر تمہاری دسترس ہو سکے وہ توبہ کر لیں اس صورت میں تم کو معلوم ہونا چاہئے اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے'۔۔۔۔ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے یہ عہد کرتا ہوں اور ذمہ لیتا ہوں کہ اگر تم قبل اس کے کہ میرا قابو تم پر چلے تائب ہو کر اپنی حرکات سے باز آ جاؤ تو میں تم کو تمہاری اولاد کو' تمہارے تمام بھائی اہل خاندان اور تمام پیروؤں کو ان کی جان و مال کے متعلق امان کلی دیتا ہوں اور اس اثنا میں تم نے جو خون بہایا ہے جتنے روپیئے پر قبضہ کیا ہے اسے چھوڑ دوں گا اور اس کے متعلق کوئی مطالبہ نہیں کروں گا۔ اور جس علاقے میں تم سکونت اختیار کرنا چاہو گے وہیں تم کو فروکش کروں گا۔ نیز تمہارے ان سب اعزا واقربا کو جو میرے پاس قید ہیں رہا کر دوں گا۔ جس شخص نے تمہاری آکر بیعت کی ہو گی جس نے تمہارا ساتھ دیا ہو گا اور کسی معاملے میں تمہارے شریک رہا ہو گا اسے بھی امان دوں گا۔ نیز اس وجہ سے پھر تمام عمر کسی قسم کا کوئی مواخذہ یا مطالبہ نہیں کروں گا۔ اگر تم اپنے لئے اس وعدہ امان کی توثیق چاہتے ہو تو جسے چاہو میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ اس طرح عہد و پیمان کرا لے جس پر تم کو اعتماد ہو سکے۔"

"محمد بن عبداللہ نے اس خط کا جواب دیا۔ اس کا سرنامہ یہ تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد المہدی محمد بن عبداللہ کی طرف سے عبداللہ بن محمد کے نام: (ترجمہ سورہ قرآن پاک) یہ کتاب واضح اور روشن آیات ہیں۔ ہم موسیٰ اور فرعون کا سچا واقعہ ایمان والوں کے لیے بیان کرتے ہیں۔ فرعون نے اس سرزمین (مصر) میں سر اٹھایا۔ وہاں کے باشندوں نے اس کو اپنا پیر بنا لیا ان میں سے ایک گروہ کو کمزور سمجھ کر اس نے ان کے بیٹوں کو قتل کرنا اور ان کی عورتوں کو زندہ باقی رکھنا شروع کیا' بے شک وہ فساد برپا کرنے

Marfat.com

والوں میں تھا۔ اب ہم نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں پر احسان کریں جن کو ان سرزمین میں کمزور اور ناتواں سمجھا گیا اور انہیں کو سربر آوردہ اور اس ملک کا وارث بنا دیں اور اس کو اس سرزمین میں اچھی طرح جما دیں اور فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھا دیں جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے ---- جو وعدہ امان تم نے ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہی میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ خلافت ہمارا حق ہے اور تم نے بھی ہماری ہی خاطر اس کا دعویٰ کیا تھا۔ ہمارے ہی پیروؤں کے ساتھ تم نے اس کے حاصل کرنے کے لئے خروج کیا اور ہمارے اثر اور بزرگی کی وجہ سے تم کو یہ خلافت نصیب ہوئی۔ ہمارے دادا علیؑ وصی اور امام تھے۔ ان کی اولاد کی موجودگی میں تم کیونکر ان کی ولایت کے وارث بن گئے۔ علاوہ بریں تم جانتے ہو کہ آج تک اس خلافت کا مدعی کوئی ایسا شخص نہ ہوا جو شرافت اور فضیلت ذاتی کی بنا پر ہمارے مماثل ہو۔ ہم ان کی اولاد میں نہیں ہیں جن پر لعنت بھیجی گئی ہو یا جن کو جلاوطن کیا گیا ہو یا ان کی ماؤں کو طلاق دی گئی ہو۔ کسی بنی ہاشم کو قرابت رسول اللہ سے اسلام لانے میں سبقت اور وہ ذاتی فضیلت حاصل نہیں ہے جو ہم کو ہے۔ ہمارا رشتہ رسول اللہؐ سے جاہلیت اور اسلام دونوں میں ملا ہے۔ ہم جاہلیت میں ان کی ماں فاطمہ بنت عمرو کی اولاد میں اور عہد اسلام میں ان کی صاحبزادی فاطمہ کی اولاد میں ہیں اور یہ شرف صرف ہم کو حاصل ہے تم کو نہیں۔ اللہ نے ہم کو ان کی اولاد اور انہیں ہمارا اسلاف اختیار کیا ہے۔ ہمارے نانا انبیاء محمد رسول اللہؐ ہیں۔ ہمارے دادا سب سے پہلے اسلام لانے والے علیؓ ہیں۔ ہم رسول اللہ کی سب سے افضل بیوی خدیجہ طاہرہ کے بطن سے ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھی۔ نیز رسول اللہ کی سب سے بہتر صاحبزادی فاطمہؑ کی اولاد ہیں جو تمام جنتیوں کی سیدہ ہیں۔ اسی طرح ہم عہد اسلام میں پیدا ہونے والے حسن اور حسینؓ کی اولاد ہیں جو اتان جنت کے سردار ہیں۔ علیؑ دو طرح سے ہاشم کی اولاد ہیں اس طرح حسنؑ دو طرح سے عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور میں حسنؑ اور حسینؑ کی طرف سے دو طرح سے رسول اللہ کی اولاد ہوں۔ میں نانہالی اور داد ہیالی دونوں رشتوں کے اعتبار سے تمام بنی ہاشم میں اشرف اور نجیب الطرفین ہوں۔ کسی عجمی عورت یا لونڈی کا خون میری رگوں میں نہیں ہے۔ اللہ نے ہمیشہ دونوں عہد جاہلیت اور اسلام میں میرے باپ اور ماں بہتر بنائے۔ یہاں تک کہ دوزخ میں بھی اس نے اس بات کا

Marfat.com

خیال رکھا ہے چنانچہ میں اس شخص کا نواسہ ہوں جس کا مرتبہ جنت میں سب سے بڑھ کر ہے اور اس کا پوتا ہوں جس پر دوزخ میں سب سے سہل عذاب ہو گا۔ میں نیکوں میں سے سب سے بہتر کی اولاد ہوں اور بروں میں بھی جو سب سے کم برا تھا اس کی اولاد میں ہوں۔ اس طرح میں سب سے اعلیٰ جنتی کا فرزند ہوں۔ اس طرح سب سے بہتر دوزخی کا پوتا ہوں اگر تم میری اطاعت اختیار کر لو اور میری دعوت قبول کرو تو میں اللہ کے سامنے عہد کرتا ہوں کہ میں تمہاری جان و مال کے لیے امان دیتا ہوں اور اس اثنا میں سوائے اللہ کے محارم اور حقوق العباد کے چاہے وہ مسلمان کے ہوں یا مجاہدین کے جو تم نے کیا ہو گا اس پر تم سے کوئی باز پرس نہ کروں گا البتہ اللہ کے محارم اور حقوق العباد کے متعلق تم میری ذمہ داری سے واقف ہو کہ اسے میں خود معاف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تمہارے مقابلے میں اس خلافت کا میں زیادہ مستحق ہوں۔ نیز مجھے اپنے عہد کا تم سے زیادہ پاس ہے کیونکہ تم نے مجھ سے پہلے کئی آدمیوں کو عہد امان دیا تھا مگر اس کا لحاظ نہیں رکھا۔ اب تم مجھے کس قسم کا وعدہ امان دیتے ہو۔ ابن ہبیرہ کا یا اپنے چچا عبداللہ بن علی یا ابو مسلم کا۔"

"اس کے جواب میں ابو جعفر نے حسب ذیل خط محمد کو لکھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں نے تمہارا خط پڑھا اور مجھے تمہارے مطلب سے آگاہی ہوئی۔ تم نے اپنے فخر نسبی کی بنیاد عورتوں کی قرابت پر رکھی ہے تاکہ اس سے اوباش عوام کو گمراہ کرو۔ تم کو معلوم رہے کہ اللہ نے عورتوں کو وہ حق مقرر نہیں کیا ہے جو چچا' دادا یا عصبات اور اولیا کا ہے' اللہ نے چچا کو باپ کا مرتبہ عطا کیا ہے اور اپنی کتاب میں قریبی ماں پر بھی چچا کو ترجیح دی ہے۔ اگر اللہ عورتوں کے حق ان کی قرابت کی وجہ سے قائم کرتا تو سب سے زیادہ حق اور مرتبہ اس دنیا میں اور آخرت میں دخول جنت کا شرف اولیت رسول اللہ کی والدہ آمنہ کو عطا فرماتا۔ لیکن اللہ نے اپنے علم کے باوجود یہ شرف دوسروں کو دیا۔ تم نے ابی طالب کی ماں فاطمہ کا ذکر کیا ہے اور ان کی اولاد پر فخر کرتے ہو حالانکہ اس کی اولاد میں سے چاہے بیٹا یا بیٹی کسی کو اسلام لانے کا شرف نصیب نہیں ہوا۔ اگر کسی کو محض قرابت رسول کی وجہ سے شرف اسلام نصیب ہوا ہوتا تو وہ عبداللہ کو ہوتا جو رسول اللہ کے آبا میں اس دنیا و آخرت دونوں جگہ سب سے قریب تر ولی رسول تھے۔ مگر اللہ جسے چاہتا ہے اپنے دین مبین کے لیے پسند فرماتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے "بے شک تم راہ راست پر نہیں لاتے جسے تم چاہتے ہو لیکن

Marfat.com

اللہ جسے چاہتا ہے راستے پر لے آتا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے"
جب اللہ نے محمد علیہ السلام کو نبی مبعوث فرمایا اس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے۔ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی "تم اپنے قریبی اور اہل خاندان کو ڈراؤ" چنانچہ آپ نے ان کو اللہ کا پیام پہنچایا اور دعوت اسلام دی۔ دو نے اسے قبول کیا۔ ان میں سے ایک میرے دادا تھے۔ دو نے اسلام قبول نہیں کیا ان میں سے ایک تمہارے دادا ہیں۔ اس وجہ سے اللہ نے تمہارے دادا کو ان دونوں یعنی اسلام لانے والے میرے دادا اور خود رسول اللہؐ کی ولایت میراث عہد و ذمہ داری سے محروم کر دیا۔ تم نے دعویٰ کیا ہے کہ تم اس شخص کی اولاد ہو جسے دوزخ میں سب سے کم عذاب ہو گا۔ اور جو اشرار میں بہترین تھا حالانکہ نہ کفر میں چھوٹائی اور بڑائی ہے اور نہ اللہ کے عذاب میں کمی یا خفت ہے بھلا شر میں خیر کہاں۔
کسی مومن کو جو اللہ پر ایمان رکھتا ہو یہ زیبا نہیں کہ وہ دوزخ کی حالت پر کسی سے فخر کرے جو ایسا کرے گا وہ عنقریب دوزخ میں جائے گا اور تمہاری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ قرآن میں ہے کہ "عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پلٹائے جاتے ہیں" تم نے علیؓ کی ماں فاطمہؓ پر فخر کیا اور لکھا ہے کہ اس طرح علیؓ دو طرح سے ہاشم کی اولاد میں ہیں اور حسنؓ کی والدہ فاطمہؓ پر فخر کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس طرح حسنؓ دونوں واسطوں سے عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور یہ کہ تم نے خود اپنے متعلق لکھا ہے کہ تم دونوں واسطوں سے رسول اللہؐ کی اولاد ہو تو یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے یہ دیکھو کہ رسول اللہ جو اگلے اور پچھلے سب میں افضل ہیں وہ ایک ہی واسطے سے ہاشم کی اولاد ہیں اور ایک ہی واسطے سے عبدالمطلب کے پوتے ہیں تم نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ تم بنی ہاشم میں نسب کے اعتبار سے اوسط ہو اور نجیب الطرفین ہو اور یہ کہ نہ تم کسی عجمی بیوی کی اولاد ہو اور نہ لونڈیوں کا خون تمہاری رگوں میں موج زن ہے۔ یہ دعویٰ کر کے تم نے تمام بنی ہاشم پر اپنی فضلیت کا دعویٰ کیا ہے۔ تم پر افسوس ہے کہ فردائے قیامت میں تم خدا کو اس فخر کا کیا جواب دو گے۔ تم اپنی حد سے متجاوز ہو گئے اور تم نے اس کے مقابلے میں اپنے نسب پر فخر کیا ہے جو ذاتی طور پر اور اپنے باپ کی وجہ سے اول و آخر تم سے بہتر ہے یعنی ابراہیم بن رسول اللہؐ اور محمد رسول اللہؐ کے مقابلے پر بھی تم نے اپنا نسبی فخر جتایا ہے۔
حالانکہ خود تمہارے دادا کی بہترین اولاد باعتبار اپنی ذاتی بزرگی کے وہی ہے جو لونڈیوں کے

Marfat.com

بطن سے ہے۔ تمہارے خاندان میں رسول اللہؐ کے بعد علی بن حسینؑ (امام زین العابدین) سے بہتر کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ وہ لونڈی کے بطن سے ہیں مگر وہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں۔ اسی طرح تمہارے خاندان میں ان کے بعد ان کے بیٹے محمد بن علی سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا حالانکہ ان کی دادی ام ولد تھیں اور وہ تمہارے باپ سے بہتر تھے۔ ان کے بیٹے جعفر ہیں ایسا بھی تمہارے خاندان میں اور کوئی نہیں ہوا۔ ان کی دادی بھی ام ولد تھیں مگر وہ تم سے بہتر ہیں۔ تمہارا یہ دعویٰ کہ تم رسول اللہؐ کے بیٹے ہو کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے "تم لوگوں میں سے محمدؐ کسی کے باپ نہ تھے" البتہ تم ان کی صاحبزادی کے بیٹے ضرور ہو اور یہ بہت قریب کی رشتہ داری ہے مگر اس سے تم کو میراث نہیں مل سکتی۔ اس وجہ سے بھلا امامت کے تم کیونکر وارث بن سکتے ہو۔ تمہارے دادا نے تو اس کا مطالبہ کیا تھا اور اعلانیہ اور خفیہ طور پر اس کے لئے ہزار جتن کیے مگر لوگوں نے ان کے اس دعویٰ کو قبول نہیں کیا اور شیخین کو ان پر فضیلت دی۔ نیز تمام مسلمانوں میں بلا اختلاف یہ طریقہ رائج ہے کہ نانا' ماموں اور خالہ ورثہ نہیں پاتے۔

"تم نے علیؑ کی وجہ سے ہم پر اپنا فخر جتایا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اسلام میں ان کو دوسروں پر سبقت حاصل تھی تو یہ بھی کوئی فخر کی بات نہیں ہو سکتی۔ وفات کے وقت رسول اللہؐ نے ان کو چھوڑ کر دوسرے کو امامت جماعت کا حکم دیا تھا پھر ان کے بعد لوگوں نے دوسرے شخص کو اپنا امام بنا لیا اور علیؑ کو امام نہیں بنایا۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ ان چھ آدمیوں میں نامزد کیے گئے اور ان سب نے بھی خلافت اور امامت کا علیؑ کو مستحق نہیں سمجھا۔ بلکہ عبدالرحمانؓ نے تو عثمانؓ کو علیؑ پر ترجیح دی۔ جب عثمانؓ شہید ہوئے تو علیؑ پر ان کے قتل میں شرکت کا شبہ تھا۔ طلحہؓ و زبیرؓ تو ان سے لڑ ہی پڑے۔ سعدؓ نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا اور اپنا دروازہ بند کر لیا اور ان کے بعد سعدؓ نے معاویہ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد علیؑ نے ان لوگوں سے بیعت لینے کے لیے اپنا پورا زور صرف کر دیا بلکہ جنگ بھی کی جس میں خود ان کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور حکومت حاصل ہونے سے پہلے خود ان کی شیعہ جماعت نے ان کی اہلیت پر شبہ ظاہر کیا۔ پھر انہوں نے دو حکموں کے فیصلے پر اپنا معاملہ چھوڑ دیا۔ ان کے انتخاب کو پسند کر کے ان لوگوں کے سامنے یہ عہد

Marfat.com

کر لیا کہ وہ ان کے فیصلے کو مان لیں گے۔ ان دونوں نے متفقہ طور پر ان کی علیحدگی کا تصفیہ کیا اس کے بعد حسنؓ نے معاویہ کے ہاتھ چند چیتھڑوں اور روپیوں کے عوض خلافت بیچ دی۔ خود حجاز جا رہے۔ اپنے طرف داروں کو معاویہ کے حوالے کر دیا۔ اس طرح انہوں نے حکومت ایسے شخص کو حوالے کر دی جو اس کا اہل نہ تھا اور نیز ایسے شخص سے خلافت کے عوض قیمت قبول کر لی جو اس کا جائز وارث نہ تھا۔ اگر خلافت کا تم کو کچھ بھی حق تھا تو وہ پہلے ہی تم نے روپیہ کے عوض فروخت کر دیا۔ تمہارے چچا حسینؓ بن علیؓ نے ابن مرجانہ (یزید بن معاویہ) کے مقابلے پر خروج کیا مگر جمہور نے حسینؓ کے خلاف ابن مرجانہ کا ساتھ دیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے انہیں قتل کر دیا اور خود ان کا سر لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے۔ پھر تم نے بنی امیہ کے خلاف خروج کیا مگر انہوں نے تم کو بری طرح قتل کر کے کھجوروں کے تنوں پر سولی دے دی۔ تم کو آگ میں جلایا اور اپنے تمام علاقوں سے نکال دیا۔ اسی سلسلہ میں یحییٰ بن زید کو خراسان میں قتل کیا گیا۔ انہوں نے تمہارے مردوں کو قتل کر کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور بغیر گدے اور تکیے کے محملوں پر سوار کر کے حاصل کردہ لونڈی غلاموں کی طرح شام لے گئے۔ ہم نے ان پر خروج کر کے تمہارے خون کا مطالبہ کیا اور واقعی ہم نے تمہارا عوض ان سے لے لیا۔ ہم نے تم کو ان کے علاقوں اور آبادیوں کا مالک بنا دیا۔ ہم تمہارے آبا کی نسبت پر چلے اور اس طرح ہم نے ان کی بڑائی ثابت کر دی۔ اب تم ہمارے اسی فعل کو ہمارے خلاف حجت کے طور پر پیش کرتے ہو اور کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے تمہارے دادا کا جو ذکر کیا یا ان کی فضیلت کا اظہار اس لئے کیا تھا کہ ہم ان کو حمزہ، عباس اور جعفر سے افضل سمجھتے ہیں۔ اگر تمہارا ایسا خیال ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان سب ہمارے بزرگوں نے جب اس دنیا کو خیرباد کہا وہ اپنی موت مرے نہ ان کو کسی نے قتل کیا نہ انہوں نے کسی کو نقصان پہنچایا۔ سب لوگ باتفاق ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ اس کے برخلاف تمہارے دادا ہمیشہ جنگ و جدل ہی میں مشغول رہے۔ بنی امیہ کا یہ حال تھا کہ وہ ان پر اس طرح لعنت بھیجتے تھے جس طرح کفار اپنی مکتوبہ نماز میں لعنت کرتے ہیں۔ ان کی حمایت میں ہم نے مناقشہ کیا اور بنی امیہ کو تمہارے دادا کی فضیلت یاد دلائی اور ان پر جبر کر کے ان کو اس حرکت سے روک دیا۔ تم کو معلوم ہے کہ عہد جاہلیت میں زمزم کی نگرانی اور حجاج کو پانی پلانے کا شرف ہم کو حاصل

Marfat.com

تھا۔ بعد میں زمزم کی تولیت ان کے اور بھائیوں میں سے صرف عباسؓ کو ملی۔ اس بارے میں تمہارے دادا نے ہم سے تنازعہ کیا مگر عمرؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا۔ اس طرح ہم جاہلیت اور اسلام دونوں عہد میں زم زم کے مالک رہے۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بارش نہ ہونے سے قحط پڑا۔ عمرؓ نے ہمارے ہی دادا کو اللہ کی جناب میں وسیلہ بنایا اور ان سے دعا کرائی۔ اللہ نے اہل مدینہ کو قحط کی مصیبت سے نجات دی اور رحمت بارس نازل فرمائی۔ اس وقت اگرچہ تمہارے دادا وہاں موجود تھے مگر عمرؓ نے ان کو اس کام کے لیے وسیلہ نہیں بنایا۔ تم کو معلوم ہے کہ نبیؐ کے بعد عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے صرف عباسؓ زندہ تھے' اس لیے وہ اپنے چچا ہونے کی وجہ سے رسول اللہؐ کے وارث بنے۔ بنی ہاشم کے ایک سے زیادہ اشخاص نے اس حق کو طلب کیا مگر ان کے بیٹے کے سوا اور کسی کو وہ نہ ملا۔ اس لیے سقایہ بھی انہیں کو حاصل رہا۔ اور نبی کی میراث بھی ان کو پہنچی اور اب خلافت بھی ان ہی کی اولاد کو ملی۔ اس طرح عہد جاہلیت یا اسلام' دنیا ہو یا آخرت کوئی شرف اور فضل ایسا نہ تھا کہ عباس اس کے وارث اور مورث نہ ہوئے ہوں۔ تم نے بدر کے واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ جب اسلام آیا تو اس وقت عباسؓ نے ابوطالب کو پناہ دی اور سخت عسرت میں وہ ابوطالب کے گھر کے کفیل رہے اور اگر عباس بادل نخواستہ دوسروں کی زبردستی پر جاتے تو تم سب اور عقیل بھوک سے مرجاتے اور ان کو شیبہ اور عتبہ کی دیگیں چاٹنا پڑتیں مگر چونکہ عباس بڑے فیاض کھلانے والے تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے اس ذلت سے تم کو بچا دیا اور تمہارے سارے اخراجات خود برداشت کیے۔ پھر جنگ بدر میں انہوں نے عقیل کا فدیہ دے کر اسے رہا کرایا۔ اب تم کس بات کی وجہ سے ہمارے مقابلے میں فخر کرتے ہو۔ کفر کے زمانے میں ہم تم سے بڑے تھے اور ہمارا ہاتھ اوپر تھا۔ ہم نے تم کو فدیہ دے کر قید سے رہائی دلوائی۔ جو مکارم اور شرف ہمارے آبا کو حاصل ہوئے وہ تم کو نہیں ملے۔ تم نہیں ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہیں۔ ہم نے تمہارے خون کا عوض طلب کیا اور اسے لے لیا۔ حالانکہ تم خود اس کے حاصل کرنے سے عاجز رہے۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ[9]"

ابوجعفر منصور اور محمد بن عبداللہ کی اس خط و کتابت سے ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ کی وفات کے تقریباً" سوا سو سال بعد بھی عربوں میں نسبی عصبیت کس سطح پر موجود تھی۔ یہ

Marfat.com

دونوں محض اپنی نسبی فضیلت کی وجہ سے خلاف کے دعویدار تھے۔ اس خط و کتابت میں اسلامی رواداری، اخوت، مساوات اور اتحاد و اتفاق کا نام و نشان نہیں ملتا۔ دونوں ہی نے یہ ثابت کرنے کے لیے سارے دلائل ختم کر دیئے کہ عہد جاہلیت اور عہد اسلام میں حسب نسب کے لحاظ سے ان سے برتر کوئی نہیں تھا۔ اس طرح کی بحث کی ابتدا محمد بن عبداللہ نے کی تھی جس کا خاندان اس وقت تک قبائلی معاشرت کے دائرے سے باہر نہیں نکلا تھا۔ اگرچہ ابو جعفر منصور نے اس کے خط کا جواب اسی کی زبان میں دیا لیکن عملی طور پر ابو جعفر کی جاگیردارانہ سیاست میں محمد بن عبداللہ سے بہت بہتر تھی۔ محمد بن عبداللہ مدینہ میں خروج کر کے دراصل ابو جعفر کے جال میں پھنس گیا تھا۔ مدینہ کا جغرافیائی محل وقوع لڑائی کے لیے موزوں نہیں تھا۔ اسی لیے ابو جعفر نے محمد کے جعلی طرف داروں سے اسے خطوط لکھوا کر اسے مدینہ میں بغاوت کرنے کی ترغیب دی تھی۔ مدینہ کی ساری ضروریات باہر سے پوری ہوتی تھیں اور یہ شہر چند دن کے لیے بھی محاصرہ کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسی لیے محمد بن خالد قسری نے نفس زکیہ سے کہا تھا کہ آپ نے مدینہ کو کیوں منتخب کیا۔ یہ تو ایسا مقام ہے کہ اگر اس کے ناکے بند کر دیئے جائیں تو تمام اہل شہر بھوک اور پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ عراق چلیے۔ وہاں ایک لاکھ تلواریئے آپ کے ہمراہ ہوں گے۔ محمد نے اس سے انکار کر دیا۔ جس کے بعد محمد بن خالد قسری نے ابو جعفر سے خفیہ خط و کتابت کی اور اسے محمد بن عبداللہ کی کمزوریوں سے آگاہ کیا۔ اس نے یہ بھی اطلاع دے دی کہ موسیٰ بن عبداللہ کو عامل بنا کر شام بھیجا گیا۔ چنانچہ موسیٰ کو شام پہنچنے سے پہلے ہی بصرہ میں گرفتار کر لیا گیا۔ مزید برآں ابو جعفر کو یہ بھی اطلاع مل گئی تھی کہ مدینہ کے بیشتر عمائدین محمد بن عبداللہ کے ساتھ نہیں تھے۔ حتیٰ کہ خاندان حسینؑ کے افراد بھی بدستور گوشہ نشین تھے۔ قبائل عرب میں سے جہنیہ، مزینہ، سلیم، بنوبکر، اسلم اور غفار اس کے ساتھ تھے۔ چونکہ محمد بنو جہنیہ کو سب سے مقدم رکھتا تھا اس لیے قیسی قبائل برہم ہو گئے تھے۔ ابو جعفر ان دنوں بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا۔ اس لیے اس نے محمد بن عبداللہ کی سرکوبی کے لیے عیسیٰ بن موسیٰ ولی عہد کو منتخب کیا۔ اسے چار ہزار فوج دی اور کہا کہ مجھے اس کی پروا نہیں کہ ان میں سے کون اپنے حریف کو قتل کر دیتا ہے۔ ابو جعفر دراصل عیسیٰ بن موسیٰ کو بھی اپنا حریف سمجھتا تھا اور اسے راستے سے ہٹا کر

Marfat.com

اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ جب ابو جعفر خلیفہ بنا تھا' عیسیٰ بن موسیٰ کو ابومسلم کی حمایت حاصل تھی اور جب ابو جعفر نے مکر و فریب سے ابومسلم کو قتل کر دیا تھا تو عیسیٰ بن موسیٰ نے افسوس کا اظہار کیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ کی مدینہ کے لیے روانگی سے قبل ابو جعفر کی ہدایت یہ تھی کہ اگر تم کو ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو اپنی تلوار کو نیام میں داخل کر لینا۔ امان دے دینا اور اگر روپوش ہو جائے تو اہل مدینہ کو گرفتار کر لینا۔ یہ اس کے حالات کو جانتے ہیں اور آل ابوطالب میں سے جو شخص تم سے ملاقات کرے اس کا نام میرے پاس لکھ کر بھیجنا اور جو شخص آ ملے اس کا مال و اساب ضبط کر لینا۔ جب عیسیٰ بن موسیٰ مدینہ کے قریب آ گیا تو محمد نے رسول اللہ کی اس خندق کو جو حضور نے جنگ احزاب میں بنائی تھی پھر کھود لیا جبکہ بہت سے اہل مدینہ فرار ہو کر پہاڑوں کی غاروں اور دروں میں جا چھپے۔ عیسیٰ بن موسیٰ 12 رمضان 145ھ کو مقام جوف میں قصر سلیمان میں آکر فروکش ہوا۔ اس نے شہر کے ناکے بند کر دیئے۔ البتہ اہل مدینہ کے بھاگنے کے لیے ایک ناکہ کھلا رکھا۔ پھر تین دن تک اس نے محمد بن عبداللہ کو امان کی پیشکش کی۔ ایک پیشکش آل ابی طالب کے دس افراد کی وساطت سے بھی کی گئی مگر محمد نہ مانا اور جنگ کرنے پر اڑا رہا۔ حالانکہ اس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو سے کچھ زیادہ تھی۔ 14 رمضان کو لڑائی ہوئی۔ جس میں محمد بن عبداللہ کو شکست ہوئی اور میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کا سر ابو جعفر کے پاس کوفہ بھیج دیا گیا۔ جہاں اس کی سارے شہر میں تشہیر کی گئی اور پھر یہ سر تمام اطراف و اکناف سلطنت میں گشت کے لیے بھیج دیا گیا اور ابو جعفر کی طرف سے مدینہ پر عبداللہ بن ربیع کو عامل مقرر کیا گیا۔

عبداللہ بن ربیع 25 شوال 145ھ کو مدینہ پہنچا۔ اس کی فوج کے سپاہیوں کی بازار میں بعض خرید کردہ اشیاء کے متعلق تاجروں کے ساتھ تکرار ہو گئی۔ انہوں نے قصر مروان آکر جہاں ابن ربیع فروکش تھا سپاہیوں کی شکایت کی۔ ابن ربیع نے اس شکایت پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ تاجروں کو ڈانٹ ڈپٹ کر نکلوا دیا۔ اس واقعہ سے سپاہی تاجروں پر اور چیرہ دست ہو گئے جس کے بعد تمام تاجروں میں ان کی بدنامی بڑھ گئی اور ہر شخص ان کو بری نظر سے دیکھنے لگا۔ بعض سپاہیوں نے بغیر قیمت ادا کیے بازار سے کچھ سامان لے لیا اور ایک صبح کو وہ عثمان بن زید صراف کے پاس آئے اور اس کی تھیلی چھین لی۔ عثمان نے فریاد رسی کے

Marfat.com

لیے دہائی دی اور بڑی مشکل سے اس کا مال اسے ملا۔ مدینہ کے عمائد نے جمع ہو کر ابن ربیع سے اس کی شکایت کی مگر نہ اس نے ان حرکات کو ناروا تسلیم کیا اور نہ ان کی روک تھام ہی کی۔ اس کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ ایک سپاہی نے جمعہ کے دن ایک قصاب سے گوشت خریدا۔ اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا اور قصاب پر تلوار نکال لی۔ اس نے کندھے کے نیچے سے ایک چھری نکال کر اس سے سپاہی کی انگلیاں کاٹ دیں۔ سپاہی اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ بہت سے قصاب اس پر جھپٹ پڑے اور اسے قتل کر دیا۔ نیز انہوں نے حبشیوں کو جو نماز جمعہ کے لیے جا رہے تھے سپاہیوں پر للکارا۔ حبشیوں نے ان کو ہر طرف جہاں وہ ملے عمداً" ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کرنا شروع کیا۔ شام تک یہ ہنگامہ برپا رہا۔ دوسرے دن صبح ابن ربیع مدینہ سے بھاگ گیا۔ حارث بن اسحاق راوی ہے کہ حبشیوں نے ایک بگل بجایا اس پر تمام شہر کے حبشیوں کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی نے وہ آواز سنی چاہے وہ کسی سفلہ میں ہو اسے چھوڑ کر کان لگا کر اسے غور سے سنتا اور جب اسے یقین آ جاتا کہ یہ بگل ہمارے لیے بج رہا ہے وہ فوراً" اس چیز کو جو اس کے ہاتھ میں ہوتی پھینک کر اس آواز کی سمت چلتا اور جہاں بگل بج رہا تھا وہاں آ جاتا۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور 145ھ ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے میں ابھی سات راتیں باقی تھیں۔ تین اشخاص وثیق' یعقل اور رمقہ حبشیوں کے سرگروہ تھے۔ یہ سیدھے ابن ربیع پر بڑھے۔ لوگ جمعہ کی نماز میں مشغول تھے مگر ان حبشیوں نے اس کو نماز بھی نہ پڑھنے دی اور جا لیا۔ ابن ربیع ان کے مقابلے پر نکلا۔ پہلے تو یہ اس کے سامنے سے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ وہ بازار میں آ گیا یہاں پانچ مسکین مسجد کے راستے میں بیٹھے بھیک مانگ رہے تھے۔ ابن ربیع نے اپنی جمعیت کے ساتھ ان غریبوں پر حملہ کر کے ان سب کو قتل کر دیا۔ پھر اسے چھ چھوٹے بچے ایک مکان کے چھجہ پر نظر آئے۔ اس نے خیال کیا کہ یہ باغیوں کے بچے ہیں اس نے ان بچوں کو پھسلا کر نیچے اتروایا اور ان کو امان کا وعدہ دیا۔ جب وہ نیچے اتر آئے اس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ پھر یہاں سے آگے بڑھ کر حبشیوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اب حبشیوں نے اس پر حملہ کیا مگر بھاگتے ہوئے اس نے ان کی صف میں رخنہ پیدا کر دیا اور نکل گیا۔ انہوں نے تعاقب کیا۔ ابن ربیع بقیع آیا۔ یہاں حبشیوں نے اسے ہر طرف سے آ گھیرا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب مفر نہیں' اس نے ان کے لیے درہم بکھیر دیئے۔ حبشی ان کے لوٹنے پر پڑ گئے۔ اس طرح

Marfat.com

وہ ان سے بچ کر نکل گیا۔ اس نے بطن نخل میں جو مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے آ کر منزل کی۔ عمر بن راشد راوی ہے کہ ابن ربیع کے بھاگ جانے کے بعد حبشیوں نے سرکاری بھنڈار خانہ لوٹ لیا۔ جتنا ستو' آٹا' زیتون کا تیل اور چھوہارے وہاں تھے سب پر قبضہ کر لیا۔ چنانچہ نرخ اشیا اتنا ارزاں ہوا کہ ایک بوجھ آٹا دو درہموں میں اور زیتون کا ایک کنستر چار درہم میں ملنے لگا۔ ابن ربیع کے سپاہی حبشیوں سے اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہوں نہ ہوں یہ حبشی ضرور یا جادوگر ہیں یا بھوت ہیں۔ تاہم چند دن بعد ابن ابی سبرۃ کو سمجھایا اور بمشکل امن برقرار رکھنے پر آمادہ ہو گئے اس کے بعد عبداللہ بن ربیع مدینہ واپس آیا۔

مدینہ میں حبشیوں کی اس شورش سے دو تین ماہ قبل رمضان کے مہینہ میں محمد بن عبداللہ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے بصرہ میں بغاوت کر کے شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔ بصرہ پر قبضہ کرنے کے بعد ابراہیم نے ایک فوجی دستہ کے ذریعے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ وہاں ابو جعفر کی طرف سے محمد بن الحصین عامل تھا۔ اس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور ابراہیم کے سپہ سالار مغیرہ نے شہر میں داخل ہو کر اس کا نظام سنبھال لیا۔ بعد ازاں ابراہیم نے عمرو بن شداد کو بطور عامل فارس بھیجا۔ اسماعیل بن علی بن عبداللہ ابو جعفر کی جانب سے فارس کا عامل تھا۔ عبدالصمد بن علی اس کا بھائی اس کے پاس تھا۔ جب عمرو بن شداد اصطخر پہنچ گیا تو اسماعیل اور عبدالصمد بھاگ کر دار ابجرو میں قلعہ بند ہو گئے۔ اس طرح سارا علاقہ عمرو بن شداد کے ہاتھ آ گیا۔ اب بصرہ' اہواز اور فارس پر ابراہیم کی حکومت قائم ہو گئی۔ وہ ابھی اس حکومت کو مستحکم نہیں کر پایا تھا کہ اسے مدینہ سے یہ خبر ملی کہ اس کے بھائی محمد بن عبداللہ نے مدینہ میں شکست کھائی اور وہ مارا گیا ہے۔ دریں اثنا خلیفہ ابو جعفر ابراہیم کی سرکوبی کے کام کی نگرانی کے لئے کوفہ آ گیا۔ یہاں اس نے ابراہیم کے حامیوں کو چن چن کر قتل کروایا اور بصرے کی ناکہ بند کر دی۔ ابراہیم نے اس صورت حال میں بصرہ کے شہریوں اور اپنے لشکریوں کو اپنے بھائی کے قتل سے مطلع کیا اور پھر وہ ایک لشکر لے کر کوفہ کی طرف بڑھا۔ المنصور نے یہ سن کر ایک خط عیسیٰ ابن موسیٰ کو عجلت کے ساتھ واپس ہونے کو لکھا۔ دوسرے سلم بن قتیبہ کو رے میں طلبی کا اور تیسرا سالم کو ابراہیم کی طرف بڑھنے کا تحریر کیا۔ اس کی کمک پر متعدد سپہ سالاروں کو مامور کیا۔ چوتھا خط المہدی کے نام

Marfat.com

تھا جس میں خزیمہ بن خازم کو اہواز کی طرف روانہ کرنے کو لکھا تھا۔ اسی اثناء میں فارس، مدائن، واسط اور سواد سے بدامنی کی پیہم خبریں پہنچیں جبکہ کوفہ میں فوج کی تعداد تقریباً" ایک لاکھ تھی۔ عیسیٰ بن موسیٰ پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ابراہیم کے ساتھ جنگ پر روانہ ہوا۔ ادھر ابراہیم کی فوج تقریباً" ایک لاکھ تھی اور وہ کوفہ سے تقریباً" سولہ فرلانگ کے فاصلے پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ اس زمانے میں ابوجعفر کی پریشانی کا یہ عالم تھا کہ ایک دن جب مدینہ کی دو خوبصورت مسلمان عورتیں بطور ہدیہ اس کی خدمت میں پیش کی گئیں تو اس نے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور کہا کہ یہ زمانہ عورتوں سے تمتع کرنے کا نہیں ہے۔ جب تک مجھے معلوم نہ ہولے کہ ابراہیم کا سر میرے پاس آتا ہے یا میرا سر اس کے پاس جاتا ہے میں ان عورتوں کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ابوجعفر کی یہ پریشانی اس حقیقت کے باوجود تھی کہ ابراہیم کے لشکر میں لڑنے کا جذبہ مفقود تھا اور اس کے پڑاؤ میں لشکری گانے بجانے میں مصروف رہتے تھے۔ عیسیٰ بن موسیٰ اور ابراہیم بن عبداللہ کی فوجوں میں ذیقعد 145ھ کے تیسرے ہفتے میں مقابلہ ہوا۔ لڑائی کی ابتدا میں عیسیٰ کی فوج کا بہت نقصان ہوا اور ایسا لگتا تھا کہ اسے شکست ہو گی مگر عیسیٰ جوانمردی سے میدان میں ڈٹا رہا۔ اس اثنا میں جعفر اور محمد پسران سلمان بن علی ایک لشکر لیے ہوئے ابراہیم کے لشکر کے پیچھے سے آ پہنچے۔ ابراہیم کے ہمراہیوں نے اس اچانک حملے سے گھبرا کر ان کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو سامنے سے عیسیٰ نے ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ ہر چہار طرف سے لڑائی شروع ہو گئی۔ درمیان میں ابراہیم کا لشکر تھا۔ نہ تو وہ آگے بڑھ سکتا تھا اور نہ چہار طرف سے گھر جانے کی وجہ سے جی کھول کر مقابلہ کر سکتا تھا، مجبور ہو کر بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف چھ سو یا چار سو فوج باقی رہ گئی۔ اتفاق سے ایک تیر ابراہیم کے گلے میں آ کر ترازو ہو گیا۔ اس موقع پر عیسیٰ بن موسیٰ کے فوجی افسر حمید بن قحطبہ نے زوردار حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ہونا تھا کہ ابراہیم کے ہمراہی بدحواس ہو کر منتشر ہو گئے۔ حمید کے لشکریوں نے ابراہیم کا سر اتار کر عیسیٰ کے روبرو لا کر رکھ دیا عیسیٰ نے سجدہ شکر ادا کر کے المنصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ 25 ذیقعد 145ھ کا ہے۔ دوسری صبح کو ابوجعفر نے ابراہیم کے سر کو شہر میں تشہیر کے لئے نصب کرا دیا۔

محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ اور اس کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کی بغاوتوں کے تقریباً"

Marfat.com

پانچ ماہ کے دوران عمر بن حفص سندھ کا گورنر تھا۔ جب یہ بغاوتیں ختم ہوئیں تو اسے اس وجہ سے معزول کر دیا گیا کہ وہ شیعیت کا حامی تھا۔ اس کے اس قصور کا پس منظر یہ تھا کہ "محمد بن عبداللہ نے رجب 145ھ میں مدینہ میں خروج کرنے کے بعد اپنے لڑکے عبداللہ المعروف اشتر کو دعوت دینے کی غرض سے بصرہ روانہ کیا۔ عبداللہ اشتر بصرہ سے سندھ میں عمر بن حفص کے پاس آیا۔ عمر بن حفص میں شیعیت تھی۔ چنانچہ عبداللہ اشتر کی دعوت کو عمر بن حفص نے قبول کر لیا اور اپنے پاس خفیہ طور پر ٹھہرا لیا اور اپنے سرداران لشکر اور امراء شہر کو بلا کر محمد بن عبداللہ نفس ذکیہ کی خلافت کی دعوت دی۔ ان سب نے منظور و قبول کر لیا۔ اس کے بعد عمرو بن حفص نے عباسیہ کا لباس درباری اور نشانات چاک کر خطبہ دینے کے لئے سفید کپڑے بنوائے۔ اس اثنا میں دفعتاً" محمد بن عبداللہ کے مارے جانے کی خبر آ پہنچی۔ عمر بن حفص عبداللہ اشتر کے پاس گیا اور تعزیت کی۔ عبداللہ اشتر بولا "اللہ میرا محافظ ہو۔ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے" عمر بن حفص نے رائے دی کہ اپ ملوک سندھ میں سے فلاں بادشاہ (ہندو راجہ) کے ملک میں چلے جائیے۔ وہ رسول اللہؐ کی کمال عزت کرتا ہے اور ایفاء عہد میں مشہور ہے" عبداللہ اشتر اس امر پر راضی ہو گیا۔ عمر بن حفص نے خط و کتابت کر کے معاہدہ لکھانے کے بعد عبداللہ اشتر کو اس کے پاس بھیج دیا رفتہ رفتہ عبداللہ اشتر کے پاس چار سو زیدیہ مجتمع ہو گئے۔ المنصور کو اس کی خبر ہوئی تو سخت برہم ہوا۔ اسی وقت عمر بن حفص کی معزولی کا فرمان روانہ کر دیا اور ہشام بن عمرو اتغلبی کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ ہشام کی تقرری کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنی بہن کو زوجیت کے لیے پیش کیا تھا۔ ہشام جب سندھ کے لئے روانہ ہوا تو ابو جعفر منصور نے ہدایت کی کہ راجہ سندھ سے عبداللہ اشتر کو طلب کرنا۔ اگر راجہ سندھ عبداللہ اشتر کو تمہارے حوالے کر دے تو بہتر ورنہ جنگ کرنے میں تامل نہ کرنا۔ ہشام نے ایسا ہی کیا اور المنصور اس کو برابر اس امر پر ابھارتا رہا۔ اس اثنا میں سندھ کے اطراف میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ ہشام نے اپنے بھائی سفنج کو بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا۔ اتفاق سے سفنج کا گزر اس راجہ کے ملک کی طرف ہوا جہاں عبداللہ اشتر مقیم تھا۔ ایک روز عبداللہ اشتر دریائے مہران پر دس سواروں کے ساتھ سیر کرتا ہوا نظر آیا۔ سفنج نے اس کو گرفتار کرنے کا قصد کیا۔ باہم لڑائی ہونے لگی۔ آخر کار عبداللہ اشتر مع کل ہمراہیوں کے قتل کر دیا گیا۔ ہشام بن عمرو نے یہ

Marfat.com

واقع المنصور کے پاس لکھ بھیجا۔ المنصور نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس راجہ سے جنگ کرنے کو لکھ بھیجا جہاں عبداللہ اشتر مقیم رہا تھا۔ چنانچہ ہشام نے اس بادشاہ پر فتح پائی۔ اس کے ملک پر قبضہ کر لیا اور اشتر کی بیوی اور لڑکے کو المنصور کی خدمت میں بھیج دیا۔ المنصور نے ان لوگوں کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا تاکہ ان کے خاندان والوں کے حوالے کر دیا جائے۔[9]"

طبری کے بیان کے مطابق مذکورہ واقعہ 151ھ کا ہے۔ اس نے اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ کس طرح عمر بن حفص نے محمد اور ابراہیم کی موت کے بعد اپنے آپ کو ابو جعفر منصور کے عتاب سے بچایا تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "جب محمد اور ابراہیم دونوں مارے گئے تو عبداللہ اشتر کی اطلاع منصور کو ہوئی۔ منصور نے اسے بڑی اہمیت دی۔ اسے سخت غصہ آیا اور اس نے عمر بن حفص کو اپنی اطلاع لکھ بھیجی۔ عمر نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کر کے منصور کا خط سنایا اور کہا کہ اگر میں اس واقعہ کا اقرار کرتا ہوں تو وہ فورا" مجھے معزول کر دیں گے۔ اگر ان کے پاس جاؤں تو قتل کرا دیں گے۔ اگر مقابلہ کروں تو وہ لڑ پڑیں گے۔ اس کے خاندان کے ایک شخص نے کہا کہ تم اس واقعہ کی تمام ذمہ داری میرے سر ڈال دو اور اسی وقت اس کی اطلاع امیرالمومنین کو لکھ بھیجو نیز فورا" تم مجھے گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا دو اور قید کر دو۔ وہ یقینی میری حاضری کا حکم دیں گے تم مجھے بھیج دینا۔ میرا خیال ہے کہ سندھ میں جو قوت و دبدبہ تم کو حاصل ہے نیز بصرہ میں تمہارے خاندان کا جو اعزاز و اثر ہے اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے وہ میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ عمر نے کہا تمہارا خیال غلط ہے۔ مجھے تمہارے متعلق اس کے بالکل برعکس معاملہ کا اندیشہ ہے۔ وہ کہنے لگا اگر میں مارا گیا تو میں بخوشی اس کے لیے تیار ہوں۔ کہ میری جان تم پر قربان ہو جائے۔ اگر زندہ رہا تو یہ عطیہ خداوندی سمجھوں گا۔ عمر نے اس کے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ وہ جیل میں ڈال دیا گیا پھر اس نے منصور کو اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔ منصور نے اس کی حاضری کا حکم بھیجا۔ جب یہ اس کے سامنے پیش ہوا تو اس نے اسے قتل کر دیا[10]"۔ اس کے بعد ایک طویل مدت تک غور کرتا رہا کہ کسے سندھ کا حاکم مقرر کرے۔ آخر کار اس نے ہشام بن عمرو کو سندھ کی سند گورنری دی اور عمر بن حفص کو افریقہ کا والی مقرر کر دیا۔

Marfat.com

146ھ میں خلیفہ ابو جعفر منصور نے اپنے بیٹے محمد بن عبداللہ المہدی کو عیسیٰ بن موسیٰ کی ولی عہدی پر مقدم کر دیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ کو پہلے عباسی خلیفہ عبداللہ سفاح کی وصیت کے مطابق ابو جعفر کے بعد خلیفہ بننا تھا۔ مگر جب منصور کا اپنا بیٹا المہدی بڑا ہوا تو اس نے چاہا کہ اسے عیسیٰ پر اولیت دی جائے۔ چونکہ عیسیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی اس لیے ابو جعفر نے اسے کوفہ کی ولایت سے معزول کر کے اس کی جگہ محمد بن سلیمان کو مقرر کر دیا۔ عیسیٰ اس طرح بے بس ہو گیا تو اس نے مان لیا کہ محمد بن عبداللہ المہدی ولی عہد اول ہو گا۔ منصور نے اسی سال اپنے چچا عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس کو بھی قتل کروا دیا۔ کہتے ہیں کہ مہدی کو عیسیٰ بن موسیٰ پر ولی عہدی کے لئے مقدم کرنے کے کئی ماہ بعد 147ھ میں ابو جعفر حج کے لیے گیا۔ اس سے پہلے ہی اس نے عیسیٰ بن موسیٰ کو کوفہ اور اس کے ماتحت علاقہ کی ولایت سے برطرف کر کے اس کی جگہ محمد بن سلیمان بن علی کو والی مقرر کر کے اسے اپنی جگہ نائب بنا کر مدینہ اسلام بھیج دیا۔ اب اس نے عیسیٰ کو بلا کر آدھی رات کو خفیہ طور پر عبداللہ بن علی کو اس کے سپرد کیا اور کہا کہ اس شخص نے اس نعمت خلافت سے مجھے اور تم کو محروم کرنے کی کوشش کی۔ مہدی کے بعد تم میرے ولی عہد ہو اور خلافت تم کو ملنے والی ہے۔ تم اسے لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو۔ اس معاملہ میں ہرگز ہرگز کمزوری اور بزدلی کا اظہار مت کرنا ورنہ میری یہ ساری محنت برباد ہو جائے گی۔ یہ ہدایت کر کے ابو جعفر اپنے سفر حج پر روانہ ہو گیا اور اثنائے راہ سے اس نے تین مرتبہ عیسیٰ کو اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے کی مزید تاکید لکھی۔ عیسیٰ نے جواب میں لکھا کہ میں نے آپ کے حکم کی بجا آوری کر دی ہے۔ اس جواب پر ابو جعفر کو اپنی جگہ یقین کامل ہو گیا کہ عیسیٰ نے ضرور میرے حکم کی تعمیل میں عبداللہ کا کام تمام کر دیا ہے۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کے سپرد یہ کام دراصل ایک سازش کے تحت کیا تھا۔ اس کا پروگرام یہ تھا کہ جب عیسیٰ عبداللہ بن علی کو قتل کر دے گا تو پھر عیسیٰ کو عبداللہ بن علی کے قتل کے قصاص میں مروا دے گا۔ گویا وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا تھا۔ عیسیٰ کے بعد منشی یونس بن فردہ نے منصور کی اس سازش کو بھانپ لیا تھا۔ اس نے عیسیٰ کو عبداللہ بن علی کے قتل نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حج سے واپسی پر منصور نے جب عیسیٰ بن موسیٰ کو عبداللہ بن علی کے قتل کے عوض اسے اس کے چچاؤں سے مروانا چاہا تو عیسیٰ نے عبداللہ بن علی کو حاضر

Marfat.com

کر دیا اور اس طرح منصور کی سازش کی قلعی کھل گئی۔ اس کے بعد منصور نے عبداللہ کو ایک ایسی کوٹھڑی میں قید کر دیا جس کی بنیادوں میں لونی لگی ہوئی تھی۔ منصور نے اس پر پانی بہا دیا جس کی وجہ سے وہ منہدم ہو گئی اور عبداللہ اسی میں دب کر مر گیا۔ باب الشام کے مقبروں میں دفن کیا گیا۔ یہ پہلا شخص تھا جو وہاں دفن ہوا۔ 147 میں باون سال کے سن میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کی موت کے بعد ایک دن منصور ہوا خوری کے لیے باہر نکلا۔ عبداللہ بن عیاش ہمراہ تھا اور ان کے برابر چل رہا تھا۔ منصور نے پوچھا تم ایسے پانچ جانتے ہو جن کے نام کا پہلا حرف عین ہو اور انہوں نے پانچ خارجیوں کو قتل کیا ہو۔ جن کے نام صرف عین سے شروع ہوتے ہوں۔ اس نے کہا میں اس بات سے تو خود پورے طور پر واقف نہیں ہوں البتہ عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ علی نے عثمانؓ کو قتل کیا مگر یہ بات بالکل غلط ہے اور عبدالملک بن مروان نے عبدالرحمان بن محمد بن الاشعث' عبداللہ بن زبیر اور عمرو بن سعید کو قتل کیا اور عبداللہ بن علی پر چھت گر گئی۔ منصور نے کہا بے شک عبداللہ بن علی پر چھت گر پڑی۔ اس میں میرا قصور نہیں۔ عبداللہ بن عیاش نے کہا: میں نے تو یہ بات نہیں کی تھی کہ اس معاملہ میں آپ کی کوئی خطا ہے۔"[1]

ابو جعفر کا اپنے سیاسی حریفوں سے نجات حاصل کرنے کا یہ طریقہ اس زمانے کے جاگیردارانہ نظام حکومت کے مطابق تھا۔ جہاں تک اسلام کا تعلق تھا اس سے نہ تو بنو امیہ کا ماسوا عمر بن عبدالعزیزؒ کے کوئی تعلق رہا تھا اور نہ ہی بنی عباس کا اس سے کوئی واسطہ تھا۔ قرون وسطیٰ کے نظام حکومت کی سب سے بڑی بنیاد مکروفریب' بدعہدی و دغابازی اور جبرو استبداد پر تھی۔ اس زمانے میں جو حکمران اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے وہ مذہب کو محض وسیلہ اقتدار کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ عملی طور پر وہ مذہب سے بیگانہ تھے۔ وہ ہر سال حج کو بھی محض اس لیے جایا کرتے تھے کہ عہد جاہلیت سے ہی اس کی روایت تھی۔ ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا تھا کہ خانہ خدا میں سرنگوں ہو کر آئندہ کے لیے نیک اعمال کا عہد کریں۔ یہ خانہ کعبہ میں بھی اسلام میں اتحاد و اتفاق کے بجائے نفاق و افتراق کی سازشیں سوچتے تھے اور اگر کوئی شخص ان کے ظلم کے خلاف احتجاج کے طور پر یا اپنی ہوس اقتدار کے باعث علم بغاوت بلند کرتا تھا تو اس کو یہ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن قرار دے کر اسے طرح طرح کی اذیتیں دینے کے بعد موت کی سزا دیتے تھے۔ دراصل یہ اپنے عہد کے

Marfat.com

مروجہ استبدادی نظام پر عمل پیرا تھے جس پر اس دور میں دنیا کے تمام حکمران بلالحاظ مذہب و ملت عمل پیرا تھے۔ نظام حکومت کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ اپنے عہد کے معاشی نظام و معاشرتی رواج سے ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔

سپین میں عبدالرحمان بن معاویہ 138ھ بمطابق 755ء میں پہنچا تھا لیکن اس وقت سے اسے مسلسل مسلمانوں کے خلاف خانہ جنگیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ خانہ جنگیاں خالصتاً" قبائلی بنیادوں پر ہوتی تھیں اور ان کا فیصلہ بھی قبائلی طریقے سے ہوتا تھا۔ خود عبدالرحمان کو بھی وہاں پاؤں جمانے کا موقع اس لیے ملا تھا کہ وہاں حجازی اور یمنی قبائل کی باہمی لڑائیوں کا سلسلہ ختم ہونے میں ہی نہیں آتا تھا۔ بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد اور عباسیوں کے پہلے خلیفہ عبداللہ سفاح کا مملکت اسلامیہ کے اس سمندر پار کے علاقے سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ خلیفہ منصور نے اس سرزمین سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو اس نے منہ کی کھائی۔ پان اسلام ازم یا اسلامی اتحاد کا کوئی جذبہ عبدالرحمان بن معاویہ کو یہ ترغیب نہ دے سکا کہ وہ عباسی خلیفہ کے مقرر کردہ امیر بن مغیث کی اطاعت کرے۔ بنو عباس نے برسر اقتدار آنے کے بعد بنو امیہ سے جو سلوک کیا تھا اس کے پیش نظر عبدالرحمان سے اس قسم کے رویے کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔

مکروفریب کے ذریعے سیاسی مخالفوں کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی ایک کلاسیکل مثال عیسیٰ بن موسیٰ کی معزولی کے بارے میں اس روایت سے ملتی ہے جو حسن بن عیسیٰ الکاتب سے منسوب کی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جب ابو جعفر نے اس بات کا قصد کیا کہ وہ اپنے بیٹے مہدی کو عیسیٰ بن موسیٰ پر مقدم کر دے تو اس نے خود عیسیٰ سے اس بات کی خواہش کی مگر اس نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ جب ابو جعفر کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اس نے اپنے وزیر خزانہ خالد بن برمک کو بلا کر کہا تم جا کر عیسیٰ سے اس بارے میں گفتگو کرو۔ ہم سے تو اس نے قطعی انکار کر دیا ہے اور ہمیں اب کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔ تم سے کوئی تدبیر ہو سکتی ہو تو کرو۔ خالد نے کہا بہتر ہے۔ آپ تیس سربرآوردہ فقیہوں کو منتخب کر کے میرے ساتھ کر دیجئے۔ خالد اس جماعت کے ساتھ سوار ہو کر عیسیٰ کے پاس آیا اور انہوں نے منصور کا خط اسے دیا۔ عیسیٰ نے کہا چونکہ اللہ نے مجھے اس منصب پر فائز کر دیا ہے۔ اس لیے اب میں خود اس سے دستبردار نہیں ہوتا۔ خالد نے خوف و طمع کی تمام تدابیر

Marfat.com

ختم کر دیں مگر وہ اپنے انکار پر جما رہا۔ مایوس ہو کر خالد اس کے پاس سے باہر آ گیا۔ اس کے بعد وہ فقیہہ بھی اٹھ آئے۔ خالد نے ان سے پوچھا کہ اس معاملہ میں اب آپ کیا کریں گے۔ کہنے لگے کہ ہم اس کا خط امیرالمومنین کو دے دیتے ہیں اور اس کے درمیان جو واقعہ پیش آیا ہے اس کی ان کو اطلاع کر دیں گے۔ خالد نے کہا یہ نہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ عیسیٰ نے آپ کی تجویز کو قبول کر لیا ہے اور اگر اس کے بعد وہ اس سے انکار کرے گا تو ہم اس کے خلاف شہادت دیں گے۔ انہوں نے کہا تم یہی کرو ہم بھی تیار ہیں۔ خالد نے کہا بس یہ بات بالکل ٹھیک ہے اور میں امیرالمومنین کو ان کے منشا کے مطابق تصفیہ کی اطلاع دیتا ہوں۔ یہ سب ابو جعفر کے پاس آئے۔ خالد بھی ہمراہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ عیسیٰ نے اس بات کو منظور کر لیا ہے۔ منصور نے اسی وقت مہدی کی بیعت کے لئے ایک فرمان لکھا اور اسے تمام حدود سلطنت میں ارسال کر دیا۔ جب اس کی اطلاع عیسیٰ کو ہوئی تو اس نے ابو جعفر کے پاس آ کر اس معاملہ سے قطعی انکار کیا اور کہا کہ میں نے ہرگز ہرگز مہدی کو اپنے اوپر مقدم نہیں کیا ہے اور اس معاملہ میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ ایسا نہ کریں۔ ابو جعفر نے اس جماعت کو بلا کر اس کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ اس نے یہ بات منظور کر لی ہے۔ ابو جعفر نے اپنا فرمان نافذ کر دیا اور اس کارروائی پر خالد کا شکریہ ادا کیا۔ مہدی بھی ہمیشہ خالد کی اس خدمت کا اعتراف کرتا تھا اور اس معاملہ میں اس کی دانائی کی تعریف کرتا تھا۔"[۱۲] خالد بن برمک خراسان کا رہنے والا تھا۔ اس نے اپنی اس قسم کی تدبیروں کے ذریعے عباسی عہد میں عجمیوں کی بالادستی کی ابتدا کی تھی۔ پہلے عباسی خلیفہ عبداللہ سفاح نے اسے اپنا دیوان الخراج یا وزیر خزانہ مقرر کیا تھا اور ابو جعفر منصور نے نہ صرف اسے اس عہدہ پر برقرار رکھا تھا بلکہ بیشتر امور سلطنت میں اس سے مشورہ کرتا تھا۔ بنو عباس کے جن تین سربرآوردہ فقیہوں نے عیسیٰ بن موسیٰ کے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی ان کے اسلام کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟

طبری نے بغداد میں اضافہ کی تدبیر کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ بالکل واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بنی عباس کی حکومت کی بنیاد اسلامی اتحاد و اتفاق پر نہیں تھی، بلکہ اس کی بنیاد مکر و فریب کے ذریعے مسلمانوں میں افتراق ونفاق

Marfat.com

ڈلوانے کی پالیسی پر تھی۔ طبری لکھتا ہے کہ "جب راوندیہ جماعت نے منصور کے حکم کے خلاف شور و شغب برپا کیا۔ اور باب الذہب پر منصور سے ان کی لڑائی ہوئی تو قثم بن العباس بن عبیداللہ بن العباس جو ان دنوں بہت ضعیف العمر ہو چکا تھا اور جس کی سب لوگ بہت عزت کرتے تھے منصور سے ملنے آیا۔ منصور نے اس سے کہا کہ آپ نے دیکھا یہ سپاہی کس طرح ہم پر شیر بن گئے ہیں۔ مجھے تو یہاں تک اندیشہ ہو گیا تھا کہ اگر ان سب میں اتفاق رائے ہو گیا تو حکومت ہی ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ اس معاملہ میں آپ کا کیا مشورہ ہے۔ اس نے کہا ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے مگر وہ ایسی ہے کہ اگر میں آپ کے سامنے اس کا اظہار کر دوں تو سارا معاملہ خراب ہو جائے گا اور اگر مجھے میری اپنی تجویز پر عمل کرنے کی اجازت دیں تو میں اسے کر گزروں گا اس طرح آپ کی خلافت پائیدار اور مستحکم ہو جائے گی اور فوج پر آپ کا رعب و داب قائم رہے گا منصور کہنے لگا کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ میری خلافت کے عہد میں تم کوئی کام میرے علم کے بغیر کر گزرو۔ یہ ممکن نہیں قثم نے کہا کیا اپنی حکومت کے بارے میں آپ کو میری نیت پر کچھ شبہ ہے۔ اگر آپ کا ایسا خیال ہے تو آپ مشورہ ہی کیوں لیتے ہیں اور اگر آپ مجھ پر کامل اعتماد رکھتے ہیں تو پھر آپ مجھے میری تجویز کو عمل میں لانے کی اجازت دیں۔ اور اس کے لیے اختیار کلی دے دیں۔ منصور نے کہا اچھا جو تم نے سوچا ہے اسے بروئے کار لاؤ۔ اس ملاقات کے بعد قثم اپنے گھر آیا۔ اپنے غلام کو بلا کر کہا کہ کل میرے دربار میں جانے سے بیشتر تم امیرالمومین کے قصر میں جا بیٹھنا۔ جب تم دیکھو کہ میں وہاں آ گیا ہوں اور اپنے ذی مرتبہ ہمسروں میں پہنچ گیا ہوں تم آ کر میرے خچر کی باگ پکڑ کر مجھ سے ٹھہرنے کی درخواست کرنا اور اس کے لئے تم مجھے رسول اللہؐ، عباس اور امیرالمومنین کے حق کا واسطہ دے کر قسم دینا۔ جب میں رک جاؤں گا اور تمہاری درخواست کو سن کر اس کا جواب دے لوں گا اس کے بعد میں تم کو سخت جھڑکی دوں گا اور برا بھلا کہوں گا۔ تم ان باتوں سے پریشان نہ ہو جانا اور پھر مجھ سے اپنی درخواست بیان کرنا۔ اس وقت میں تم کو اپنے کوڑے سے ماروں گا۔ اسے بھی برداشت کرنا اور پھر پوچھنا کہ یمن اور مضر میں کون شریف تر ہے۔ (یعنی یمنی قبائل اور حجازی قبائل میں سے کن کا رتبہ برتر ہے)۔ جب میں اس بات کا جواب دے دوں اس وقت تم میرے خچر کی باگ چھوڑ دینا اور پھر تم آزاد ہو۔ اس کے

Marfat.com

غلام نے دوسرے دن صبح یہی کیا اور وہ امیرالمومنین کے قصر میں اسی جگہ جا بیٹھا جہاں بیٹھنے کا اس کے آقا نے حکم دیا تھا۔ جب قثم قصر میں آیا تو اس غلام نے اس کے ساتھ وہی کیا جس کی اسے ہدایت کر دی گئی تھی۔ پھر قثم نے پوچھا کہ کیا کہنا چاہتے ہو اس نے کہا بتایئے کہ قبیلہ یمن اور قبیلہ مضر میں کون اشرف ہے؟ قثم نے کہا مضر قبیلہ ہے۔ جس میں رسول اللہؐ پیدا ہوئے۔ اس میں کلام اللہ نازل ہوا۔ اس میں بیت اللہ واقع ہے اور ہمارے خلیفہ بھی بنی مضر سے ہیں۔ یہ جواب سن کر یمنی سرداروں نے بہت پیچ و تاب کھایا کہ اس نے ہمارے شرف کی کوئی بات بھی بیان نہیں کی۔ بلکہ ایک یمنی سردار نے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے کہ یمن میں کوئی خوبی یا شرف موجود ہی نہیں ہے۔ پھر اس نے اپنے غلام سے کہا کہ تم اس بڈھے کے خچر کی باگ پکڑ کر اس کو سختی سے جھٹکا دے کر روکو اور جب تک کہ وہ اس معاملہ میں تمہارا اطمینان بخش جواب نہ دے اسے آگے نہ بڑھنے دو۔ غلام نے اپنے آقا کے حکم کی بجاآوری میں اس زور سے اس کے خچر کو روکا کہ قریب تھا کہ وہ پچھلے پیروں بیٹھ جائے۔ یہ گستاخی دیکھ کر مضری سردار سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے غضب ہے ہمارے شیخ کی ایسی توہین کی جائے۔ ان میں سے ایک سردار نے اپنے غلام کو حکم دیا تو اس غلام کا (جس نے قثم کو روکا تھا) جا کر ہاتھ کاٹ دے۔ اس غلام نے جا کر یمنی کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اب کیا تھا' اس واقعہ سے دونوں فریق ایک دوسرے سے متنفر ہو گئے۔ قثم نے اپنے خچر کی باگ موڑی اور ابو جعفر کے پاس چلا آیا۔ فوج میں افتراق پیدا ہو گیا۔ کئی فرقے بن گئے مضر کا ایک فرقہ' یمن کا ایک' خراسان کا ایک اور بنی ربیعہ کا ایک فرقہ ہو گیا۔ قثم نے ابو جعفر سے جا کر کہا کہ لیجئے میں نے آپ کی فوج میں پھوٹ ڈال دی ہے۔ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اس طرح اب ہر فرقہ آپ کے خلاف کارروائی کرنے سے اس لیے ڈرتا رہے گا کہ آپ دوسری جماعت کی مدد سے اسے کچل دیں گے۔ اب صرف ایک بات اور باقی ہے۔ منصور نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کو دریا کی دوسری سمت ایک قصر میں منتقل کر دیجئے۔ اس طرح آپ کے پاس دو علیحدہ شہر ہو جائیں گے تاکہ اگر اس کنارے کے باشندے کبھی آپ کے خلاف سر اٹھائیں تو آپ دوسرے کنارے کے باشندوں سے ان کا مقابلہ کر سکیں اور اگر اس کے برعکس ہو تو اس کنارے والوں سے ان کا مقابلہ کر لیں۔ اگر کبھی بنی مضر آپ کے خلاف ہو جائیں تو آپ

Marfat.com

یمنی، خراسانی اور ربیعہ کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں اور جب یمن مخالف ہوں تو آپ اپنے مطیع بنی مضر وغیرہ کی مدد سے ان کا مقابلہ کریں۔ منصور نے اس رائے کو قبول کر لیا۔ اس پر عمل کرنے سے اس کی حکومت مستحکم و استوار ہو گئی۔ اصل میں یہی وجہ ہوئی کہ جس کے لیے منصور نے دجلہ کے شرقی ساحل اور رصافہ میں عمارتیں بنائیں اور فوجی سرداروں کو علیحدہ علیحدہ بسا دیا۔[۱۳]"

اس طرح ابو جعفر المنصور کی حکومت وقتی طور پر مستحکم و استوار ہو گئی لیکن اس نے اور اس کے بعد بنو عباس کے دوسرے خلیفوں نے اپنے پیش روؤں بنو امیہ کی طرح اسلام کی صفوں میں افتراق و نفاق کا ایسا زہریلا بیج بویا کہ اس سے جس خاردار پودے کی نمود ہوئی اس نے اسلام کی اتحاد و اتفاق اور اخوت و مساوات کی تعلیمات کے پرخچے اڑائے رکھے۔ دراصل عربوں کے یمنی قبائل اور حجازی قبائل کے درمیان عداوت کی روایت سینکڑوں ہزاروں سال پرانی تھی اور اس طرح عربوں اور عجمیوں کے درمیان بھی معاندانہ تضاد صدیوں سے موجود تھا اور اس عداوت و تضاد کے مظاہرے رسول اللہؐ کی حیات طیبہ میں بھی ہوئے مگر رسول اللہؐ کی وفات کے بعد تو بوجوہ قبائلی اور قومی تضاد بدستور وسیع اور گہرا ہوا کہ مسلمانوں میں ایک دن کے لیے بھی حقیقی اتحاد و اتفاق پیدا نہ ہو سکے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے ارباب اقتدار محض اپنے اقتدار کو قائم کرنے کے لیے اس تضاد کی آگ کو ہمہ وقت ہوا دیتے رہے۔ اس زمانہ کے بعض بزرگان دین کے لیے یہ صورت حال بہت تکلیف دہ تھی۔ چنانچہ بظاہر اسی لیے امام ابوحنیفہ نے ابو جعفر منصور کے ماتحت کوئی عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور سید امیر علی کے بیان کے مطابق انہیں امام مالک کی طرح محمد المہدی یعنی عبداللہ نفس زکیہ سے ہمدردی تھی۔ سلیمان بن خالد راوی ہے کہ منصور نے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کو قاضی بنانا چاہا۔ انہوں نے اس عہدے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ میں ضرور ان کو سرکاری عہدہ دوں گا۔ اس مقابلہ میں ابوحنیفہ نے بھی قسم کھائی کہ میں قبول نہ کروں گا۔ چنانچہ جب قضا کے عہدے سے انہوں نے انکار کر دیا تو اب منصور نے راوی کے خیال کے مطابق اپنی قسم کو پورا کرنے کے لیے ابوحنیفہ کو شہر کی تعمیر، خشت سازی، ان کا شکار اور مزدوروں سے کام لینے کی نگرانی پر متعین کر دیا۔ چنانچہ شہر کی خندق کے متصل دیوار کی تکمیل تک انہوں نے اس خدمت کو انجام دیا۔ اس دیوار کی تکمیل 149ھ میں ہوئی۔ ہیثم بن عدی بیان کرتا ہے کہ منصور نے

Marfat.com

قضا اور تصفیہ مظالم کا عہدہ ابو حنیفہ کو دینا چاہا۔ انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ منصور نے قسم کھائی کہ وہ ان کو سرکاری عہدہ دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ ابو حنیفہ کو بھی اس کی خبر ہو گئی۔ انہوں نے ایک بانس لے لیا اور جو شخص جتنی اینٹیں بناتا یہ اس بانس سے اس کا شمار کر لیتے۔ اس طریقے سے اینٹ کا شمار سب سے پہلے انہوں نے کیا ہے۔ اس طرح انہوں نے ابو جعفر کی قسم بھی پوری کر دی۔ اس کے بعد وہ بیمار ہوئے اور بغداد میں ہی انتقال کر گئے۔[14]" ایک روایت یہ ہے کہ چونکہ امام ابو حنیفہ نے ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت کی تھی اس وجہ سے منصور نے ان کو بغداد میں لے جا کر قید کر دیا تھا اور اسی قید میں 150ھ میں انہوں نے وفات پائی تھی۔ اس نے مدینہ میں امام مالک بن انس کو بھی کوڑے لگوائے تھے اور ان کا ایک ہاتھ توڑ دیا تھا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے محمد المہدی بن عبداللہ زکیہ کی خلافت کے حق میں فتویٰ دیا تھا۔

بغداد کی تعمیر 146ھ میں مکمل ہوئی تھی اور اسی سال ابو جعفر مدینہ ابن ہبیرہ سے منتقل ہو کر اپنے نئے دارالخلافہ میں آ گیا تھا۔ اس نے اس شہر کی تعمیر کے لیے ایرانیوں کی ساسانی سلطنت کے پرانے دارالحکومت مدائن کو برباد کر دیا تھا جس کی وجہ سے اس کے عجمی و زیر خزانہ خالد بن برمک کی قومی حمیت کو صدمہ پہنچا تھا اور اس کے اس صدمہ کا اظہار بھی ہو گیا تھا۔ ابراہیم الموصلی کہتا ہے کہ جب منصور نے بغداد کی تعمیر کا ارادہ کیا تو اس بارے میں اپنے دوستوں سے جن میں خالد بن برمک بھی تھا مشورہ کیا۔ اس نے بغداد کا مشورہ دیا اور اسی نے بغداد کی داغ بیل ڈال کر اسے منصور کو دکھایا۔ جب منصور کو ملبہ کی ضرورت ہوئی تو اس نے خالد بن برمک سے مشورہ لیا کہ اگر مدائن کے ایوان کسریٰ کا ملبہ میں اپنے اس شہر کی تعمیر کے لیے لے آؤں تو کیا ہے۔ اس نے کہا میں اس کا مشورہ نہیں دیتا۔ منصور نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ یہ اسلام کے بے تعصبی اور رواداری کی یادگار ہے۔ اگر اس سے دنیاوی فوائد پیش نظر ہوں تو بھی یہ قائم رکھے جانے کا سزاوار ہے چہ جائیکہ اس سے دین کی عزت و وقار استوار ہے علاوہ بریں اس میں حضرت علیؓ کا ایک مصلیٰ بھی ہے۔ یہ جواب سن کر منصور نے کہا: اے خالد' اب تک تم میں اپنی عجمی عصبیت باقی ہے۔ منصور نے قصر ابیض کے انہدام کا حکم دیا۔ اس کا ایک حصہ توڑ دیا گیا اس کا سامان دجلہ سے بغداد لے آیا گیا۔ مگر جب اس کے توڑنے اور ملبہ کے منتقل کرنے کے اخراجات کا اندازہ لگایا تو اس کی لاگت نئے ترشے ہوئے مسالے سے بھی زیادہ آئی۔ اس کی اطلاع

Marfat.com

باقاعدہ طور پر منصور کو کی گئی۔ اس نے خالد بن برمک کو بلا کر اس سے ملبہ کی شکست اور پھر باربرداری کے کثیر اخراجات کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ اب مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ اس نے کہا کہ میں نے تو جناب والا سے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ آپ اسے اپنے ہاتھ نہ لگایئے مگر جب آپ نے اس کام کو شروع کر دیا ہے تو اب میری رائے یہ ہے کہ آپ اسے بنیادوں تک منہدم کرائے بغیر نہ چھوڑیں تاکہ کوئی یہ نہ کہنے پائے کہ آپ تو اسے تڑوا بھی نہ سکے۔ مگر منصور نے اب اس کے انہدام کا خیال ترک کر دیا اور اسے توڑنے کی کارروائی بند کرنے کا حکم جاری کر دیا۔[15]" خالد بن برمک میں اس وقت تک واقعی عجمی عصبیت باقی تھی اور یہ قومی عصبیت جلد ہی رنگ لانے والی تھی۔ ابومسلم نے اسی عصبیت کی بنا پر بنو امیہ کے خلاف بنو عباس کا ساتھ دیا۔ منصور مکروفریب کے ذریعے اسے تو اپنے راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن خالد بن برمک سیانا آدمی تھا وہ منصور کی دام فریب میں پھنسنے والا نہیں تھا۔ اس کا اس جیسے دوسرے عجمی اہل دانش کا نصب العین یہ تھا کہ بنو عباس کے خلفاء کی آڑ لیکر عربوں کی سیاسی و فوجی قوت کو توڑا جائے اور پھر عالم اسلام میں عجمیوں یعنی غیر عرب مسلمانوں کی بالادستی قائم کی جائے۔ قثم بن العباس بن عبداللہ بن العباس نے عباسی لشکر میں قبائلی بنیادوں پر پھوٹ ڈلوانے کا جو مشورہ دیا تھا اس سے آخر کار خالد بن برمک کی عجمی عصبیت کی ہی تسکین ہوئی۔

150ھ میں خراسان میں ایک شخص مدعی نبوت استاذ سیس صوبہ خراسان کے اضلاع ہرات، باذغیس اور سجستان کے باشندوں کے ساتھ جن کی تعداد تقریباً" تین لاکھ تھی، حکومت کے خلاف بغاوت برپا کی۔ انہوں نے تقریباً" سارے خراسان پر غلبہ حاصل کر لیا اور اب آگے بڑھے۔ اہل مرو الروز کا ان سے مقابلہ ہوا۔ اخثم المروزی اہل مرو الروز کے ساتھ مقابلہ پر نکلا۔ باغیوں نے اس کا نہایت شدید مقابلہ کیا۔ اخثم اور اس کے ساتھ مرو الروز کے ہزار ہا آدمی مارے گئے۔ بڑے بڑے مشہور سردار معرکہ سے بھاگ گئے۔ منصور نے جو اس وقت بردان میں فروکش تھا، خازم بن خزیمہ کو اپنے بیٹے مہدی کے پاس بھیجا۔ مہدی نے اس کو استاذ سیس کے مقابلہ پر سپہ سالار مقرر کیا اور دوسرے فوجی سردار اس کے تحت کر کے اس کے ساتھ کیے۔ مہدی کا وزیر معاویہ بن عبیداللہ خازم کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرتا تھا۔ وہ خازم اور اس کے ارادوں کو مختلف احکام بھیجتا رہتا تھا۔ خازم علالت کا بہانہ کر کے مہدی کے پاس آیا اور اس نے شکایت کی کہ معاویہ بن عبیداللہ فرقہ

Marfat.com

داری تعصب میں مبتلا ہے اور لشکر میں فرقہ واریت کو ہوا دیتا ہے۔ مہدی نے اس کی شکایت کے تدارک کے لیے اسے کلی اختیارات دے دیئے۔ چنانچہ خازم نے بکار بن مسلم اور دوسرے عجمی سرداروں کی امداد سے استاذسیس کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی۔ اس معرکے میں ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ استاذسیس کی بغاوت 150ھ میں شروع ہوئی اور 151ھ میں ختم ہوئی۔

اس واقعہ کے دو سال بعد افریقہ میں ابوحاتم الاباضی (خارجی) کی زیر قیادت تقریباً" تین لاکھ بربروں نے بغاوت کی جس میں ابوجعفر کا والی عمر بن حفص مارا گیا۔ اس باغی جماعت کے ساتھ ابو قرۃ الصفری بھی چالیس ہزار کی جمیعت کے ساتھ شریک کارزار تھا۔ اس معرکے سے پہلے چالیس دن تک اسے خلیفہ کہہ کر سلام کیا جاتا رہا تھا۔ خلیفہ منصور ان دنوں شام میں بیت المقدس آیا۔ اس نے یزید بن حاتم کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ ان خارجیوں کے سرزنش کے لیے روانہ کیا۔ اس نے اس فوج پر تقریباً" چھ کروڑ تیس لاکھ درہم خرچ کیے۔ لیکن یزید بن حاتم کی یہ مہم ابھی کامیاب نہ ہونے پائی تھی کہ خلیفہ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس معروف بہ المنصور نے 7 ذی الحجہ 158ھ مطابق 8 اکتوبر 775ء کو پیٹ کے درد میں مبتلا ہو کر وفات پائی اس کی وفات سفرحج کے دوران کوفہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہوئی۔ وفات کے وقت اس کی عمر تقریباً" 63 سال تھی اور اس کی مدت خلافت تقریباً" 22 سال تھی۔

ابوجعفر منصور کی حکومت کی بنیاد مکرو فریب اور بدعہدی و دغابازی پر تھی۔ تاہم اس کی حکومت تقریباً" 22 سال تک قائم رہی جس کی بڑی وجہ جاسوسی کے اس نظام میں مضمر تھی جو اس نے بڑی محنت و توجہ سے وسیع پیمانے پر قائم کیا تھا۔ اس نے اپنے سیاسی حریفوں کا قلع قمع کرتے وقت کبھی ترس نہیں کھایا تھا۔ اس نے سب سے پہلے ابومسلم کو مکرو فریب سے قتل کیا کیونکہ وہ خراسان کا ایک ایسا زبردست سردار تھا جو کسی وقت بھی اس کی حکومت کا تختہ الٹ سکتا تھا۔ اس نے یزید بن ہبیرہ کو امان دینے کے بعد قتل کر دیا کیونکہ اس کے قبیلہ کے لوگ طاقتور تھے۔ اس نے محمد المہدی بن عبداللہ المعروف نفس زکیہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعے مکرو فریب سے بعجلت بغاوت کرائی اور پھر باآسانی اسے کچل دیا۔ اس نے ابراہیم بن محمد کے لشکر میں پھوٹ ڈلوائی اور اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس نے اپنے بھائی عیسیٰ بن موسیٰ کو قتل کرنے کی سازش کی جو کامیاب نہ ہوئی۔ تاہم اس

Marfat.com

نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو قتل کرنے میں کوئی دریغ نہ کیا۔ اگرچہ ابو جعفر المنصور مکار، فریبی اور دغاباز تھا اور وہ اپنے اور اپنے خاندان کے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لیے ہر حربہ کو جائز تصور کرتا تھا۔ اور اگرچہ وہ اپنے سیاسی مخالفوں یا حریفوں پر بہیمانہ مظالم کے جواز میں قرآن پاک کی سورۃ المائدہ کی ایک آیت کا حوالہ دیتا تھا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیئے جائیں“ اللہ اور اس کے رسول سے مراد اس کی اپنی حکومت تھی اور زمین سے اس کی مراد اس علاقہ سے تھی جو اس کے زیر نگین تھا۔ بایں ہمہ قرون وسطیٰ کے جاگیردارانہ نظام میں وہ ایک سیاسی لیڈر، اور حکمران کی حیثیت سے بے مثال تھا۔ وہ سیاسی دور اندیشی و بصیرت میں اور عوام کی فلاح کی طرف توجہ دینے میں کسی سے کم تر نہیں تھا۔ وہ دراصل خاندان عباسیہ کی سلطنت کا بانی تھا۔ وہ پہلا خلیفہ تھا جس نے فقیہوں، قاضیوں اور علماء کا ایک ایسا شعبہ قائم کیا تھا جس نے اس مذہبی شعبہ کے تنخواہ دار اہل علم اور اہل شرع سے اس کے خاندان کی حکومت کے لیے نظریاتی بنیاد مہیا کی تھی اور بعد میں اس شعبہ نے ملائیت کے باقاعدہ شعبہ کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اس کے عہد میں شیعان علیؓ میں بھی ایک اور فرقہ پیدا ہو گیا تھا۔ زیدیہ فرقہ تو 122ھ میں اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے عہد ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ اب ایک اسماعیلی فرقہ وجود میں آ گیا۔ اس فرقہ کی پیدائش کی وجہ یہ تھی کہ شیعان علی کے چھٹے امام جعفر صادق نے 148ھ میں وفات سے پہلے اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا مگر جب اسماعیل کا انتقال ان کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا تو انہوں نے اپنی جانشینی کا عہدہ اپنے دوسرے بیٹے موسیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بعض پیروکاروں نے موسیٰ کو امام ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کے بجائے وہ حبیب بن اسماعیل کو اپنا سربراہ ماننے لگے۔ اور اس طرح ان کے اس موقف کی بنا پر نئے اسماعیلی فرقہ نے جنم لیا۔

Marfat.com

باب:3

# خلیفہ المہدی و خلیفہ الہادی

## خراسانی عجمیوں کی بالادستی میں اضافہ

ابو جعفر المنصور کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ المہدی تخت نشین ہوا۔ اس کی بیعت کے بارے میں جو قصہ بیان کیا جاتا ہے وہ بہت دلچسپ ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ایک مسلمان بادشاہ کو اقتدار حاصل کرنے اور پھر اسے برقرار رکھنے کے لیے کس قسم کے پاپڑ بیلنے پڑتے تھے۔ ابوالفضل ربیع کا بیان ہے کہ "جب ابو جعفر جاں بحق تسلیم ہوئے تو میں نے حکم دیا کہ خیمے نصب کیے جائیں اور قناتیں گھیر دی جائیں جب یہ سب کچھ ہو گیا تو اب میں امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے اندر گیا میں نے ان کو ایک بڑی اور ایک چھوٹی کفنی پہنا دی۔ تکیے کے سہارے بٹھا دیا۔ ان کے چہرے پر ایک باریک نقاب ڈال دی جس میں سے ان کی صورت تو نظر آتی تھی مگر ان کا اصلی حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ اس خیال سے کہ کوئی زیادہ قریب آ کر ان کی حالت معلوم نہ کر سکے ان کی بیوی کو اس نقاب کے پاس بٹھا دیا۔ یہ ہیئت بنا کر اب میں ان کے پاس گیا اور اس مقام پر کھڑا ہوا جہاں سے لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ وہ مجھ سے گفتگو کر رہے ہیں۔ پھر میں نے باہر آ کر کہا خدا کا احسان ہے کہ امیرالمومنین کی طبیعت اب روبہ افاقہ ہے۔ وہ آپ سب کو سلام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تمہاری حکومت مضبوطی سے برقرار رکھے۔ تمہارے دشمنوں کو ذلیل کرے اور تمہارے ولی کو خوش کرے میری یہ خواہش ہے کہ تم اب پھر محمد بن عبداللہ المہدی کے لیے تجدید بیعت کرو تاکہ کسی دشمن یا باغی کو تمہارے خلاف کارروائی کرنے کا لالچ ہی نہ پیدا ہو۔ اس پر تمام حاضرین نے کہا اللہ امیرالمومنین کو توفیق عطا فرمائے۔ ہم اس کے لیے بسر و چشم

Marfat.com

حاضر ہیں۔ میں اندر گیا اور پھر نکلا۔ اب میں نے سب سے کہا بیعت کے لیے تشریف لائیے۔ سب نے بیعت کی۔ حاضرین میں جس قدر عمائد' اکابر اور سردار جمع تھے سب نے بلااستثناء مہدی کے لیے بیعت کی۔ جب بیعت سے فراغت ہو گئی تو ہیثم بن عدی کے مطابق ---- ربیع اندر گیا اور وہاں سے روتا پیٹتا گریبان چاک سر پیٹتا ہوا باہر آیا اور حاضرین نے اس پر ترس کھایا۔ نوفلی سے روایت ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے بیعت کرنے سے انکار کیا تھا۔ لیکن علی بن عیسیٰ بن ماہان بولا' واللہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے بہ امر مجبوری بیعت کر لی۔ اس کے بعد منصور کے لیے سو قبریں کھودی گئیں۔ وہ ان سب میں اس خوف سے کہ مبادا بعد میں کوئی اس کے جسد کے ساتھ بے حرمتی کرے دفن کیا گیا۔ اس لیے باوجود ظاہری طور پر اس کی ایک معروف قبر ہونے کے اس کی اصلی قبر کا حال مشتبہ ہی رہا۔[1]"

محمد بن عبداللہ المہدی نے اپنی تخت نشینی کے چند ہی ماہ بعد یہ ارادہ کیا کہ اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کے بجائے اپنے بیٹے موسیٰ بن مہدی کو اپنا ولی عہد بنائے۔ اس نے یہ ارادہ بنو ہاشم اور خراسانی شیعان بنو عباس کی تحریک پر کیا تھا۔ جب عیسیٰ بن موسیٰ نے اپنی دست برداری سے انکار کر دیا تو اسے بغداد میں بلوا کر پڑوایا گیا۔ اور پھر "مہدی نے چند فقہا اور قضاۃ کو دربار میں طلب کیا۔ ان میں محمد بن عبداللہ بن علاثہ اور زنجی بن خالد مکی وغیرہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے صورت حال کو پیش نظر رکھ کر فتویٰ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسیٰ کی بیعت کی جو ذمہ داری لوگوں پر عائد تھی اس سے بری کرنے کے لیے جس قدر روپیہ درکار ہو وہ مہدی ادا کریں نیز چونکہ عیسیٰ پر عہد کی پابندی واجب تھی اس سے عہدہ براء ہونے کے لیے جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو اسے بھی مہدی دیں۔ اس کی مقدار دس کروڑ درہم تھی۔ اس کے علاوہ زاب اعلیٰ اور کسکر پر جاگیر دینے کا اقرار بھی انہوں نے کیا۔ عیسیٰ نے اسے قبول کر لیا۔[2]" اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ نے موسیٰ بن مہدی کی بیعت کر لی اور موسیٰ بن مہدی کی ولی عہدی کی عام بیعت ہوئی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے تحریری عہد نامہ دیا کہ وہ اس بیعت سے کبھی منحرف نہیں ہو گا۔

سن 159ھ میں ایک شخص مقنع نے مرو کے گاؤں میں خروج کیا۔ وہ مرو کا رہنے والا اور حکیم اور ہاشمی کے نام سے معروف و موسوم تھا۔ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور اس کی صورت میں اس نے حلول کیا۔ بعد وہ صورت نوح میں، بعد ازاں ابومسلم اور پھر ہاشم یعنی مقنع میں۔ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور ایک چہرہ سونے کا بنا کر اپنے منہ پر لگا لیا۔ اس وجہ سے مقنع کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ یحییٰ بن زید کے مارے جانے کا منکر تھا۔ اس کا یہ زعم تھا کہ یحییٰ بن زید مارے نہیں گئے بلکہ روپوش ہو گئے ہیں اور وہ اپنا بدلہ لیں گے۔ عوام کا ایک گروہ کثیر اس کا حامی ہو گیا اور اس کو سجدہ کرنے لگا۔ مقنع نے رساتیق کش کے قلعہ بسام اور سنجروہ میں قیام کیا۔ اسی اثنا میں سفید پوشان (بنو امیہ کے حامی) بخارا اور صغد نے ظاہر ہو کر برخلاف خلافت عباسیہ اس کا ساتھ دیا۔ ترک کافروں نے بھی اس کی مدد کی اور مسلمانوں پر جس طرف وہ تھے اسی جانب سے حملہ کر دیا۔ ابوالنعمان، جنید اور لیث بن نصر بن سیار مقابلہ پر آئے۔ لیث کا بھائی محمد بن نصر اور اس کے بھائی تمیم کا لڑکا حسان اس واقعہ میں کام آئے۔ خلیفہ المہدی نے ان کی کمک پر جبرائیل بن یحییٰ کو روانہ کیا۔ اور باغیان بخارا اور صغد سے جنگ کرنے پر جبرائیل کے بھائی یزید کو مامور کیا۔ چار مہینوں تک بخارا کے بعض قلعوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ آخر کار مہدی کے ارسال کردہ لشکر نے بہ زور تیغ اس قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ سات سو آدمی مارے گئے باقی جو رہے وہ مقنع کی طرف بھاگ گئے اور جبرائیل نے ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد مہدی نے ابوعون کو جنگ پر متعین کیا۔ چونکہ اس نے جنگ مقنع میں کارہائے نمایاں نہ کیے اس وجہ سے ایک لشکر اور سپہ سالاروں کی ایک جماعت کے ساتھ معاذ بن مسلم کو روانہ کیا گیا۔ اس وقت مقدمتہ الجیش پر سعید حریشی تھا۔ عقبہ بن مسلم بھی یہ خبر پا کر زم سے آ پہنچا۔ مقام طوادیس میں معاذ سے ملا۔ اور دونوں نے مل کر مقنع کے لشکر پر حملہ کیا۔ مقنع کا لشکر پہلے ہی حملہ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ سینکڑوں آدمی مارے گئے باقی ماندہ جان بچا کر بھاگے اور بسام میں مقنع کے پاس جا کر دم لیا۔ مقنع نے قلعہ بندی کر لی اور معاذ نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا۔ اثنائے جنگ میں مقدمتہ الجیش کے سالار سعید حریشی اور معاذ میں چل گئی۔ حریشی نے المہدی کی خدمت میں معاذ کی شکایت لکھ بھیجی اور یہ بھی درخواست کی کہ اگر مجھے تنہا جنگ مقنع پر مامور کریں تو میں فوراً" اس کا قلع قمع کر دوں گا "۔ المہدی نے اس کو منظور کر لیا۔ چنانچہ سعید حریشی تنہا مقنع سے نبرد آزما ہوا۔ پھر معاذ نے اپنے لڑکے کو اس کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ حریشی کی فوجوں نے قلعہ شکن ہتھیاروں کے

Marfat.com

ساتھ بھرپور حملہ کیا۔ مقنع کے ہمراہیوں نے گھبرا کر خفیہ طور پر امان طلب کی۔ سعید حریشی نے امان دے دی۔ تیس ہزار آدمی قلعہ کا دروازہ کھول کر نکل آئے۔ مقنع کے پاس تقریباً" دو ہزار سپاہی رہ گئے۔ سعید حریشی نے قلعہ میں سختی شروع کی۔ مقنع نے اپنی ہلاکت کا تعین کر کے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ زہر پلا دیا اور بعض کہتے ہیں کہ جلا دیا اور ان لوگوں کے جل جانے کے بعد خود بھی آگ میں کود پڑا۔ حریش نے مقنع کا سر اتار کر المہدی کی خدمت میں بھیج دیا[۳۱]" مقنع کی اس بغاوت کا یہ پہلو اہمیت کا حامل تھا کہ یہ بغاوت صرف خراسانی زندیقوں اور ترک کافروں کی ہی نہیں تھی بلکہ بنو امیہ کے مسلمان ہوا خواہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں نے غیر مسلموں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے عباسی حکومت کے خلاف سرکشی کی تھی۔ یہ بغاوت 163ھ میں فرو ہوئی۔

169ھ میں خلیفہ مہدی کو تجزیہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ امور سلطنت کے انصرام کے لیے اس کے بڑے بیٹے ابو محمد موسیٰ الہادی کے بجائے اس کے چھوٹے بیٹے ہارون رشید میں قابلیت زیادہ ہے۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ موسیٰ الہادی کو ولی عہدی سے معزول کر کے ہارون کی ولی عہدی کی بیعت لے لی جائے اور ہارون کے بعد ہادی تخت خلافت کا مالک سمجھا جائے۔ ان دنوں ہادی جان میں مقیم تھا۔ مہدی نے ہادی کے پاس طلبی کا خط لکھا۔ ہادی نے خلاف توقع قاصد کو پٹوا کر نہایت ذلت سے اپنے دربار سے نکلوا دیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ مہدی نے خود جرجان کا قصد کیا۔ اتفاق سے ماسبذان میں پہنچ کر وہ 22 محرم 169ھ مطابق 8 اگست 785ء کو انتقال کر گیا۔ اس کی موت کے اسباب میں مورخین نے اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کو کسی لونڈی نے زہر دے دیا تھا۔ اس وجہ سے مر گیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک لونڈی دوسری لونڈی کو امرود میں زہر دینا چاہتی تھی۔ اتفاق سے اس امرود کو دھوکہ سے خلیفہ مہدی کے روبرو رکھ دیا۔ مہدی نے کھا لیا جس سے اس کی موت وقوع میں آئی اور بعض کہتے ہیں کہ ایک روز خلیفہ شکار کھیلنے گیا تھا ایک شکار کے پیچھے گھوڑا ڈال دیا۔ شکار بھاگ کر ایک ویران مکان میں گھس گیا۔ خلیفہ مہدی بھی اس مکان میں گھس گیا۔ دروازے چھوٹے تھے ٹکر کھا کر گر پڑا اور اس دن چوٹ کے صدمہ سے مر گیا۔ وفات کے وقت اس کی عمر 43 سال کی تھی اور اس کی مدت خلافت تقریباً" دس سال تھی۔

Marfat.com

خلیفہ مہدی کے عہد میں مسلمانوں کے درمیان کوئی زیادہ خانہ جنگیاں نہیں ہوئیں۔ تاہم ایک بات ضرور ہوئی اور وہ یہ تھی کہ عنان حکومت پر عجمیوں کی گرفت مزید مضبوط ہو گئی اور عربوں کے سیاسی زوال کی رفتار تیز ہو گئی۔ مہدی کا وزیر اعظم ابوعبیداللہ معاویہ بن یسلو تھا۔ جو اشعریوں کے موالی میں سے تھا۔ سلطنت کے تمام دفاتر کا کام اس کی زیر نگرانی ہوتا تھا اس کا دوسرے وزیر یعقوب بن داؤد تھا جو بنی سلیم کے موالی میں تھا۔ یہ زیدیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور علویوں کی سرپرستی کرتا تھا اس لیے معزول کر دیا گیا تھا۔ اس کی جگہ متین بن ابی صالح مقرر ہوا جو نیشاپور کے ایک عیسائی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مہدی کے عہد میں خراسان کے برمکی خاندان کی بھی مزید سرفرازی ہوئی۔ چنانچہ 163ھ میں جب اس کا بیٹا ہارون رشید رومیوں کے جہاد کے لیے گیا تو اس کے ہمراہ خالد بن برمک' حسن بن برمک اور سلیمان بن برمک کو بھی بھیجا گیا۔ فوج کا انصرام' اخراجات کی نگرانی' سرکاری مراسلات اور خود رشید کے ذاتی کاروبار کا انصرام یہ سب کچھ یحییٰ بن خالد بن برمک کے سپرد تھا۔ اسے یہ اعزاز اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ ہارون رشید کا اتالیق رہ چکا تھا اور ہارون اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس صورت حال کے پیش نظر ایک مرتبہ عبدالصمد بن علی نے مہدی سے کہا کہ آپ خود واقف ہیں کہ ہم اہل بیت ہیں۔ ہمارے قلوب موالیوں کی محبت سے معمور ہیں اور ہم خود ان کو ہر جگہ پیش پیش رکھتے ہیں مگر آپ نے تو اس معاملے میں حد سے تجاوز کیا ہے کہ اپنے تمام کام ان کے سپرد کر دیئے ہیں۔ دن اور رات ہر وقت وہ لوگ آپ کے مصاحب خاص بنے ہوئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے آپ کے خراسانی جانثار اور ان کے سرداروں کے قلوب آپ کی طرف سے برگشتہ ہو جائیں گے۔ مہدی نے کہا اے محمد موالی اس سلوک کے مستحق ہیں۔ ان کے علاوہ مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا کہ دربار عام میں' میں اسے اپنے پاس اس قدر قریب بٹھاؤں کہ اس کا زانو میرے زانو سے بھڑ جائے اور پھر وہ اسی وقت دربار سے اٹھے اور میں اس سے کہوں کہ میرے گھوڑے کی سائیسی کرو اور وہ اسے بغیر اکراہ کے فوراً" منظور کر لے۔ یہ کام صرف موالی کر سکتے ہیں۔ میری خاطر کو اس کام سے بھی عار نہیں۔ اگر میں کسی دوسرے سے ایسی خواہش کروں تو وہ فوراً" پلٹ کر جواب دے کہ ہم آپ کے حامی ہیں ہم نے ہی سب سے پہلے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور اس کے لیے لڑے۔ آپ ہم سے ایسا

Marfat.com

کام لیتے ہیں اور یہ ایسی بات ہے کہ اس کا میں کوئی جواب بھی نہیں دے سکتا۔[4]" مہدی نے انبار سے لے کر افریقہ تک تمام ممالک مغربی کا ناظم ہارون کو مقرر کیا تھا مگر ہارون کے حکم سے ان تمام ممالک کا نظم و نسق عملی طور پر یحییٰ بن خالد کے سپرد تھا۔ وہی عمال مقرر کرتا، دفاتر کی نگرانی رکھتا، خود بھی ان امور کو سرانجام دیتا اور دوسروں کو بھی اپنا نائب بناتا تھا۔ ہارون یحییٰ کو "اے میرے باپ" کہہ کر خطاب کیا کرتا تھا۔

خلیفہ محمد بن عبداللہ المہدی کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا موسیٰ بن محمد المہدی بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عباس مسند خلافت پر متمکن ہوا اس موقع پر فوج میں بونس کے لیے ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اتفاق سے بغاوت کی نوبت نہ آئی کیونکہ یحییٰ بن خالد کے مشورے کے مطابق ہر فوجی کو دو سال کی تنخواہ دے کر مطمئن کر دیا گیا۔ ان دنوں اسحاق بن عیسیٰ بن علی مدینہ کا والی تھا۔ وہ مہدی کی وفات کی خبر سن کر عراق روانہ ہوا اور اپنی جگہ عمر بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب کو قائم مقام والی مقرر کر گیا۔

ایک روز اس نے حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن، مسلم بن جندب ہذلی شاعر اور آل عمر کے ایک شخص موسیٰ عمر بن سلام کو نبیذ (شراب) پیتے ہوئے گرفتار کر لیا اور سب کو پہلے اچھی طرح پٹوایا اور پھر ان کی گردنوں میں اس کے حلقے ڈال کر سارے مدینہ میں تشہیر کے لیے پھرایا۔ کئی آدمیوں نے اس کی سفارش کی۔ جن میں حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب بھی تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ چونکہ عراقی علماء نے نبیذ پینے کے حق میں فتویٰ دے رکھا ہے اس لیے ان لوگوں پر حد شرعی جاری نہیں ہونی چاہئے مگر عمر بن عبدالعزیز نے انہیں رہا کرنے کے بجائے قید کر دیا۔ پھر دوبارہ حسین مع اپنے چچا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کے ہمراہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور ان دونوں نے حسن بن محمد کو ضمانت پر رہا کرا لیا۔ تاہم والی مدینہ نگرانی کی غرض سے ان لوگوں کی روزانہ حاضری لیا کرتا تھا۔ اتفاق سے حسن بن محمد کہیں چلا گیا اور دو دن تک بوقت حاضری دکھائی نہ دیا۔ اس پر عمر بن عبدالعزیز کی حسن بن علی اور یحییٰ بن عبداللہ سے تلخ کلامی ہو گئی۔ جس کے بعد اس رات حسین بن علی نے بغاوت کر دی۔ اس سلسلے میں آل ابی طالب کا منصوبہ پہلے ہی یہ تھا کہ حج کے موقع پر خروج کیا جائے گا، مگر تلخ کلامی کے اس واقعہ کے بعد مقررہ وقت سے پہلے ہی بغاوت کر دی گئی۔ یحییٰ بن عبداللہ نے عمر بن عبدالعزیز کے مکان پر پہنچ

Marfat.com

کر دروازہ کے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے اور بات ہی بات میں مسجد میں عوام کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ نماز جمعہ کے بعد حسین کے ہاتھ پر اہل مدینہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ پر عمل کی بیعت کرنے لگے۔ اس اثنا میں خالد یزیدی (بربری) دو سو لشکر کی جمعیت سے آ پہنچا۔ دوسری جانب سے عمر بن عبدالعزیز وزیر بن اسحاق ارزق اور محمد بن واقد ایک گروہ کثیر لیے ہوئے آ گئے۔ لڑائی ہونے لگی۔ حاضرین مسجد بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ یحییٰ بن عبداللہ اور اس کے بھائی ادریس بن عبداللہ بن حسن نے مل کر خالد یزیدی کو قتل کر ڈالا۔ خالد کے قتل ہوتے ہی سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اہل مدینہ نے اپنے دروازوں کو بند کر لیا اور ان لوگوں نے بیت المال کو توڑ کر تقریباً" دس ہزار دینار اور بعض کہتے ہیں کہ ستر ہزار لوٹ لیے۔ اگلے دن حسین بن علی نے عباسیوں کے ایک اور لشکر کو شکست دی اور پھر اس نے 21 دن تک مدینہ میں قیام کیا۔ ذیلقعد کے اواخر میں مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ پہنچا خلیفہ ہادی نے اس کے مقابلے کے لیے محمد بن سلیمان کی زیر سرکردگی ایک لشکر بھیجا۔ فخ میں ایک خونریز جنگ کے بعد حسین بن علی کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ شکست خوردگان میں ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب بھی تھا۔ وہ یحییٰ بن عبداللہ اور محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کا بھائی تھا۔ وہ کسی طرح بچ بچا کر مصر پہنچ گیا۔ ان دنوں سررشتہ ڈاک صالح بن منصور کے موالی واضح کی سپردگی میں تھا اور یہ آل علی بن ابی طالبؑ کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ اس نے ادریس کو تیز رفتار گھوڑے پر سوار کرا کر بلاد مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ ادریس رفتہ رفتہ شہر ولیلہ مضافات طنجہ میں وارد ہوا اور بربریوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا۔ چند دنوں بعد خلیفہ ہادی کو اس کی خبر لگی اس نے واضح اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے سولی پر چڑھا دیا۔

اس واقعہ سے قبل خلیفہ موسیٰ بن محمد ہادی نے یہ کوشش کی تھی کہ اپنے چھوٹے بھائی ہارون رشید کے بجائے اپنے نابالغ بیٹے جعفر بن موسیٰ کو اپنا ولی عہد بنا لے۔ بہت سے امراء فوج بھی اس کی رائے کے تابع ہو گئے۔ ہادی نے ہارون پر سختی شروع کی کہ ولی عہدی سے دستبردار ہو جائے۔ ہارون تنگ آ کر چھوڑنے پر آمادہ بھی ہو گیا لیکن یحییٰ برمکی نے جو اس کا اتالیق تھا اس کو روکا جبکہ خلیفہ ہادی اور اس کی ماں خیزران جو یمنی لونڈی تھی کے تعلقات نہایت کشیدہ ہو گئے تھے۔ ماں اور بیٹے کے تعلقات میں خرابی پیدا ہونے

Marfat.com

کی وجہ یہ تھی کہ ماں امور سلطنت میں دخل دیتی تھی اور بیٹے کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ طبری کا بیان ہے کہ "خیزران کی نیت یہ تھی کہ جس طرح مہدی کے عہد میں وہ سیاہ و سفید کی مالک تھی وہی بات اسے ہادی کے زمانہ میں بھی نصیب ہو جائے۔ چنانچہ اس کی ڈیوڑھی مرجع خلایق بن گئی تھی اور بڑے بڑے عمائد و اکابر اور فوج کے امراء اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اغراض اس سے بیان کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ایوان خلافت میں دو گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ مادر ملکہ خیزران اور یحیٰی برمکی وغیرہ ایسے امرا کا تھا جو ہارون رشید کے حق میں تھا اور دوسرے گروہ ان عمائد و اکابر کا تھا جو خلیفہ ہادی کے حق میں تھا اور اس کے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنانے کی تجویز کی حمایت کرتا تھا۔ ہادی نے اس صورت حال میں یحیٰی برمکی کو قید کر دیا اور ہارون اپنی جان بچانے کے لیے بغداد سے قصر مقاتل چلا گیا۔ اس گروہ بندی کی وجہ سے ایک روز خیزران اور ہادی میں تلخ کلامی ہوئی تو ہادی نے خیزران سے کہا کہ کیا دنیا میں چرخہ نہیں کہ تم بیٹھ کر کاتو' یا قرآن نہیں ہے کہ اس کی تلاوت کرو اور کیا ایک گھر نہیں کہ وہاں بیٹھ کر چپ چاپ زندگی بسر کرو۔ اور کسی موسیٰ یا ہادی کے لیے اپنا دروازہ کھولو۔ یہ گفتگو سن کر خیزران وہاں سے پلٹی مگر اس حالت میں کہ اسے زمین دکھائی نہ دیتی تھی اور اس کے بعد پھر کبھی اس نے ہادی سے تلخ یا شیریں کسی قسم کی گفتگو نہیں کی ---- خالصہ نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بن محمد ہادی نے ایک دن اپنی ماں کو پکے ہوئے چاول بھیجے اور کہلا کر بھیجا مجھے یہ بہت پسند ہیں۔ میں نے بھی ان کو کھایا ہے آپ بھی کھائیں۔ میں نے خیزران سے کہا کہ ذرا توقف کرو پہلے اس کا امتحان لینا چاہیے۔ ممکن ہے کہ اس میں ابھی تمہارے خلاف طبع کوئی چیز ہو۔ چنانچہ ایک کتا لایا گیا اور اسے وہ چاول کھلائے گئے جس سے اس کا تمام گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ اس کے کچھ روز کے بعد ہادی نے اپنی ماں سے پچھوایا کہ وہ چاول کیسے تھے؟ اس نے کہا بہت خوش ذائقہ تھے۔ اس پر ہادی کہنے لگا تو نے کھائے نہیں۔ اگر کھا جاتی تو تیری طرف سے مجھے اطمینان ہو جاتا۔ وہ خلیفہ کبھی کامیاب نہ ہو سکا جس کی ماں زندہ ہو"[۵]۔ ہادی کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی اور وہ 14 ربیع الاول 170ھ بمطابق 13 ستمبر 786ء کو بغداد سے چند میل کے فاصلے پر مقام عیسا باذ میں انتقال کر گیا۔

ہادی کے سبب مرگ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس کے پیٹ میں پھوڑا ہوا

Marfat.com

تھا وہی وجہ ہلاکت ہوا۔ بعض دوسروں کا بیان ہے کہ اس کی ماں خیزران کے اشارے اور حکم سے بعض لونڈیوں نے اس کو ہلاک کر دیا بنو ہاشم کے لوگوں نے ہادی کی موت کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ جب ہادی نے ہارون کی ولی عہدی سے علیحدہ ہو کر اور ان کے بجائے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنانے کی انتہائی کوشش کی تو خیزران کو یہ اندیشہ ہوا کہ مبادا یہ اس کے چھوٹے بیٹے ہارون کو کوئی گزند پہنچائے۔ اس لئے جب ہادی بیمار ہوا تو اس نے اپنی لونڈیوں کے ذریعے اس کا گلا گھٹوا کر ہلاک کرا دیا اور پھر یحییٰ بن خالد بن برمک کو اطلاع دی کہ اس کا کام تمام ہو چکا ہے اب تم اپنی کارروائی کرو اور اس میں ذرا بھی کوتاہی نہ کرنا۔ فضل بن سعید اپنے باپ کی روایت بیان کرتا ہے کہ خیزران نے قسم کھائی کہ وہ موسیٰ الہادی سے بات نہیں کرے گی۔ اسے چھوڑ کر علیحدہ جا رہی تھی۔ جب ہادی کی موت کا وقت قریب آیا اور قاصد نے اس کی اطلاع اسے دی تو اس نے کہا کہ میں کیا کروں۔ خالصہ نے کہا بی بی یہ وقت خفگی اور غصہ کے اظہار کا نہیں ہے آپ ضرور اپنے بیٹے کے پاس جائیں۔ اس نے کہا وضو کے لیے پانی لاؤ۔ تاکہ نماز پڑھ لوں۔ اس کے بعد کہنے لگی کہ ہم پہلے سے اس بات کو ایک دوسرے سے بیان کرتے آئے ہیں کہ آج رات کو ایک خلیفہ مرے گا۔ دوسرا برسر خلافت فائز ہو گا اور تیسرا پیدا ہو گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ اسی رات موسیٰ نے انتقال کیا۔ رشید خلیفہ ہوا اور مامون پیدا ہوا۔ سلیمان کی پوتی زینت بیان کرتی ہے کہ جب موسیٰ نے عیساباذ میں انتقال کیا تو خیزران نے ہمیں یہ خبر سنائی۔ اس وقت وہاں ہم چار عورتیں موجود تھیں۔ ایک میں ایک مہدی کی بہن اور ام الحسن اور عائشہ سلیمان کی بیٹیاں' ہمارے ساتھ ربطہ ام علی بھی تھی۔ خالصہ آئی۔ خیزران نے اس سے پوچھا کیا ہوا۔ اس نے کہا موسیٰ نے انتقال کیا اور لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔ خیزران نے کہا کہ اگر موسیٰ مر گیا تو ہارون تو زندہ ہے۔ ستو لاؤ' خالصہ ستو لائی خیزران نے بھی پیا اور ہم سب کو بھی پلایا۔ پھر اسے حکم دیا کہ میری ان کنیزوں کو چار لاکھ دینار لا کر دو۔ پھر پوچھا میرے بیٹے ہارون نے اب تک کیا کیا۔ اس نے کہا انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ ظہر بغداد میں پڑھیں گے۔ خیزران نے کہا تو سواریاں منگواؤ' میں اب یہاں بیٹھ کر کیا کروں۔ وہ بغداد روانہ ہو گیا۔ خیزران بھی بغداد میں ہارون سے آ ملی۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ خیزران نے یحییٰ برمکی کو اطلاع دی کہ اب اس کا وقت آخر ہے۔ جو مناسب ہو وہ

Marfat.com

انتظام کر لو۔ اور پوری طرح تیار رہو۔ ہارون رشید کی تمام زندگی میں حقیقی اقتدار تو یحییٰ برمکی کو ہی حاصل رہا۔ یحییٰ نے بہت سے منشی بلائے ان کو فضل بن یحییٰ کے مکان پر لے جا بٹھایا۔ انہوں نے اس تمام رات ہارون رشید کی جانب سے تمام والیوں اور عمال سلطنت کو مراسلے لکھے جس میں ہادی کی وفات کی اطلاع لکھی اور یہ لکھا کہ میں ہارون رشید تم کو تمہارے موجودہ مناصب پر برقرار رکھتا ہوں۔ جب ہادی کی روح پرواز کر گئی تو اب یہ مراسلے ڈاک کے ذریعے تمام اطراف و اکناف سلطنت میں دوڑا دیئے گئے۔ وفات کے وقت خلیفہ موسیٰ بن محمد ہادی کی عمر چھبیس سال کی تھی وہ صرف تین دن بیمار رہا تھا۔ اس کی مدت خلافت صرف چودہ ماہ تھی۔

Marfat.com

باب : 4

# خلیفہ ہارون الرشید

## خراسانی خاندان برامکہ کا عروج و زوال

خلیفہ ہادی کے انتقال کے بعد ہارون رشید بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے 170ھ (786ء) میں عہدہ خلافت سنبھالا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً" 20 سال کی تھی۔ ہارون رشید یکم محرم 149ھ کو یمن کے مقام جرش کی رہنے والی خیزران نام کی کنیز کے بطن سے پیدا ہوا تھا ان ہی دنوں زینت بنت منیر کے گھر بھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام اس نے فضل رکھا تھا لہٰذا فضل کی ماں زینب منیر' ہارون رشید کی دودھ پلانے والی مقرر کی گئی تھی۔ رشید نے فضل کے ساتھ زینت کا اور فضل نے رشید کے ساتھ خیزران کا دودھ پیا تھا۔ طبری لکھتا ہے کہ "جس رات ہادی کا انتقال ہوا اسی رات کو ہر ثمہ بن العین نے ہارون الرشید کو باہر لا کر بیعت کے لئے دربار میں بٹھایا اور ہارون نے یحیٰی بن خالد بن برمک کو قید سے رہا کر کے اپنے پاس بلایا۔ یہی رات تھی جس میں ہادی نے یحیٰی اور ہارون کو قتل کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ یحیٰی حاضر ہوا۔ اسے وزیر مقرر کیا گیا اور اس نے اسی وقت فرمان لکھوائے۔ میر منشی یوسف بن قاسم تھا۔ دوسرے دن صبح کو تمام فوجی عہدیدار دربار میں جمع ہوئے۔ اس موقعہ پر یوسف نے جو تقریر کی اس میں وعدہ کیا کہ نئے خلیفہ تمہارے ساتھ نرمی اور شفقت برتیں گے۔ استحقاق کے مطابق تمہارے عطایا تم کو دیں گے اور ان مقررہ عطایا کے علاوہ خلفاء کے حق میں جو روپیہ سرکاری خزانوں میں جمع ہے اس میں سے بطور معاش اتنی رقم ماہانہ اضافہ کر دیں گے۔ اس مدد معاش کی وجہ سے تمہاری مقررہ عطا میں کوئی کمی نہ کی جائے گی اور نہ یہ رقم اس میں سے آئندہ وضع ہو گی" بعض اہل سیر لکھتے ہیں کہ ہادی نے ہارون کو ولایت کے عہدہ سے علیحدہ کر کے اپنے

Marfat.com

بیٹے جعفر بن موسیٰ الہادی کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ یزید بن مزید' عبداللہ بن مالک' علی بن موسیٰ اور ان ایسے اور سرداران فوج نے اس خیال میں ہادی کی تائید کی تھی اور انہوں نے ہارون کی بیعت فسخ کر کے جعفر کی ولی عہدی کے لیے بیعت کر لی تھی۔ نیز انہوں نے خفیہ طور پر اس کارروائی کو کامیاب بنانے کے لئے شیعان بن علی عباس سے ساز باز کی تھی اور اپنی نجی مجلس میں اس معاملہ پر گفتگو کی تھی جس میں ہارون کی مذمت اور تنقیض کی گئی تھی اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم کبھی اس کی خلافت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ لیکن ہادی کے مرنے کے بعد جبکہ عبداللہ بن مالک ہادی کا کوتوال تھا اس رات کو خزیمہ بن خازم اپنے پانچ ہزار مسلم موالی کو لے کر جعفر پر چڑھ دوڑا اور اس نے جعفر کو اس کے بستر پر ہی دبایا اور کہا کہ یا تو اپنی ولی عہدی سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ ابھی کام تمام کیے دیتا ہوں۔ دوسرے دن علی الصبح تمام لوگ جعفر کے آستانے پر حاضر ہوئے خزیمہ اسے لے کر سامنے آیا اور اس نے اسے محل کے پھاٹک کے بالا خانے پر کھڑا کیا۔ اس وقت تک تمام دروازے بند تھے۔ جعفر نے سب کے سامنے آکر اعلان کیا کہ اے مسلمانو' جس کی گردن پر میری بیعت کی ذمہ داری ہے میں اسے اس سے بری الذمہ قرار دیتا ہوں۔ خلافت میرے چچا ہارون کا حق ہے۔ میرا اس میں کوئی حق نہیں ---- ہارون نے خلیفہ بنتے ہی یحییٰ بن خالد کو وزیر مقرر کیا اور کہا کہ میں اپنے اوپر سے اس ذمہ داری کو اتار کر تمام رعایا کے معاملات تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم اپنی صوابدید پر کام کرنا۔ جسے مناسب سمجھنا مقرر کرنا جسے مناسب سمجھنا برطرف کر دینا اور اپنی رائے سے تمام امور سلطنت طے کرنا اس نے اپنی مہر بھی اس کے حوالے کر دی۔ چنانچہ خیزران تمام امور کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ یحییٰ تمام معاملات اس کے سامنے پیش کرتا تھا اور اسی کی رائے کے مطابق حکم نافذ کرتا تھا۔[1]"

اس کے بعد خیزران تین سال سے زیادہ زندہ نہ رہی۔ وہ 173ھ میں انتقال کر گئی تو یحییٰ برمکی کے اختیارات میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ بالفاظ دیگر عنان اقتدار کلی طور پر عربوں کے ہاتھ سے نکل عجمیوں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ یحییٰ بن خالد کے چار بیٹے تھے جن کے نام فضل' جعفر' موسیٰ اور محمد تھے اور چاروں ہی اپنے باپ کی طرح اعلیٰ صلاحیت و قابلیت کے حامل تھے۔ چنانچہ وہ ہارون رشید کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ 175ھ میں برمکی خاندان کے اختیارات کی انتہا یہ تھی کہ عیسیٰ بن جعفر' فضل بن یحییٰ بن خالد بن برمک کے

Marfat.com

پاس آیا۔ عیسیٰ نے اس سے کہا کہ میں تم سے خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ تم میرے بھانجے یعنی محمد بن زبیدہ بنت جعفر بن المنصور کی ولی عہدی کے لئے بیعت کرا لو۔ وہ تمہاری اولاد کے برابر ہے۔ اس کی خلافت تمہاری خلافت ہے۔ فضل نے اس کا وعدہ کر لیا اور اب اس نے اس معاملہ پر توجہ شروع کی چونکہ اب تک ہارون الرشید کا ولی عہد نہ تھا۔ اس وجہ سے بنی عباس کے کچھ لوگ خلافت پر نظر رکھتے تھے۔ اس وجہ سے جب رشید نے اسی سال محمد کو امین کا خطاب دے کر اس کے لیے بیعت لی تو ان لوگوں نے امین کی کم سنی کی وجہ سے اس تجویز کو ناپسند کیا۔ امین کی ولی عہدی کا فیصلہ فضل بن یحییٰ نے کیا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب وہ خراسان گیا تو اس نے وہاں بہت سا روپیہ تقسیم کیا۔ اور فوج کو متواتر کئی تنخواہیں دیں۔ اس کے بعد اس نے محمد بن ہارون رشید کی بیعت کا لوگوں پر اظہار کیا۔ سب نے اس کی بیعت کی اور امین اس کا نام قرار دیا۔ جب ہارون رشید کو اس کی اطلاع ہوئی اور تمام مشرق نے اس کی بیعت کر لی تو اب انہوں نے بھی محمد کی ولی عہدی کے لیے بیعت لی اور اس کے لیے تمام سلطنت میں احکام نافذ کیے جس کی بنا پر ہر جگہ بیعت ہو گئی۔[2]"

176ھ میں محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب نے دیلم کے علاقہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ یہ خلیفہ ہادی کے زمانے میں مقنع کی لڑائی میں سے بچ کر دیلم چلا گیا تھا جبکہ اس کا بھائی ادریس بن عبداللہ پہلے مصر اور پھر ماریطانیہ چلا گیا تھا۔ ہارون نے فضل بن یحییٰ برمکی کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ یحییٰ بن عبداللہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا اور اس کے ساتھ اس کو علاقہ جبال' رے' طبرستان' دنباوند' قومس' آرمینیا اور آذربائیجان کی سند گورنری عطا کی۔ فضل بغداد سے روانہ ہو کر طالقان پہنچا اور ایک گاؤں میں فروکش ہو گیا۔ اس نے اس گاؤں سے یحییٰ بن عبداللہ کو خطوط لکھے نیز دیلم کے رئیس کو اس معاملے میں لکھا کہ میں تم کو ایک کروڑ درہم دوں گا تم یحییٰ کو اپنے علاقے سے خارج کر دو بلکہ فضل نے یہ رقم اس کے پاس بھیج دی۔ یحییٰ نے مصالحت قبول کی اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے پر اس شرط پر آمادگی ظاہر کی کہ ہارون رشید اپنے ہاتھ سے ایک پرچہ پر وعدہ امان لکھ کر اسے بھیج دے۔ فضل نے رشید کو لکھا۔ اس سے رشید بہت خوش ہوا اور اس کی نظر میں فضل کی عزت اور بڑھ گئی۔ اس نے یحییٰ

Marfat.com

بن عبداللہ کے لیے معافی نامہ لکھا۔ اس پر تمام فقہا قضاۃ بنی ہاشم کے اعیان و اکابر مثلاً عبدالصمد بن علی، عباس بن محمد، محمد بن ابراہیم، موسیٰ بن عیسیٰ اور ان کے ہم مرتبہ دوسرے عمائد کی شہادت ثبت کی۔ نیز اس کے ساتھ بہت سے تحائف اور خلعت اور انعام جنس اور نقد کی شکل میں بھیجے۔ فضل نے یہ سب کچھ یحییٰ کے پاس بھیج دیا۔ یحییٰ فضل کے پاس آگیا اور فضل اسے بغداد لے آیا۔ یہاں ہارون رشید اس سے بہت اچھی طرح پیش آیا۔ اس نے یحییٰ بن خالد کے مکان میں بسیرا کیا۔ اس کے بعد ہارون رشید نے اس کے لیے ایک بہت پر تکلف مکان اس کے قیام کے لیے دے دیا۔ اسی کے ساتھ رشید نے حد سے زیادہ فضل کا اعزاز و اکرام کیا۔ مروان بن ابی حفصہ اور ابو ثمامۃ الخطیب نے اس سلسلے میں فضل کی تعریف میں قصدے لکھے۔ فضل نے ابوثمامۃ کو خلعت کے علاوہ ایک لاکھ درہم نقد دیئے۔ ابراہیم نے اس قصیدہ کو راگ میں بٹھا کر گایا۔ لیکن یحییٰ بن عبداللہ اس مکان میں خوش نہیں تھا اور وہ کہتا تھا کہ میری مثال حئی بن اخطب کے ان اشعار کے مصداق ہے:

تیری عمر کی قسم ابن اخطب نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو اس کے
لئے باعث ننگ و عار ہو۔ مگر کیا کیا جائے جس کی مدد اللہ نہ کرے
وہ بے یار و مددگار رہ جاتا ہے، اس نے طلب عزت میں نہ کوئی کسر
اٹھا رکھی ہے اور نہ کوئی جتن باقی چھوڑا[3]"

اس کا یہ احساس بے بسی اس لیے تھا کہ وہ دراصل جعفر بن یحییٰ کی نگرانی میں نظر بند کیا گیا تھا جبکہ اس کے بھائی ادریس بن عبداللہ نے بلاد مغرب کے شہر ولیلہ میں 172ھ میں امامت کی بیعت لے کر پہلی علوی خلافت یعنی ادریسی سلطنت قائم کر لی تھی۔ اگرچہ 175ھ میں ہارون کے حکم سے ادریس کو زہر دے کر مار دیا گیا تھا لیکن بربریوں نے اس کے شیرخوار بیٹے کی بیعت کر لی ہوئی تھی اور اس کی اطاعت میں سرگرمی سے کام کرنے لگے تھے۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ "ہارون رشید نے یحییٰ بن عبداللہ کو امان دینے کے بعد آل زبیر کے لگانے بجھانے سے یحییٰ کو قید کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ چند روز بعد رہا کر دیا تھا اور تالیف قلب کے خیال سے مال و زر بھی عطا کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ رہائی کے ایک ماہ بعد خلیفہ ہارون نے زہر دلوا دیا تھا جس سے یحییٰ کی موت وقوع میں آئی اور بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ جعفر بن یحییٰ نے بلا اجازت خلیفہ ہارون کے، یحییٰ کو جیل سے رہا

Marfat.com

کر دیا تھا۔“ ہارون ان وجوہات سے علویوں سے ہر وقت خطرہ میں رہتا تھا اور امرا یا وزراء میں سے جس شخص کی بابت سنتا تھا کہ وہ اہل بیت کے کسی فرد کی طرف میلان رکھتا ہے اس کو سخت سزا دیتا تھا۔ اس نے اسی اندیشہ سے اہل تشیع کے ساتویں امام ابوالحسن موسیٰ الکاظم کو مدینہ سے منگوا کر بغداد میں نظربند کر رکھا تھا اور وہ اسی نظربندی کے دوران 25 رجب 183ھ بمطابق یکم ستمبر 799ء کو جاں بحق ہو گئے تھے۔ بعض کا الزام یہ ہے کہ انہیں زہر دیا گیا تھا۔ ان کی جگہ ابوالحسن علی الرضا شیعان علی کے آٹھویں امام قرار پائے تھے۔

جس سال یحییٰ بن عبداللہ نے علم بغاوت بلند کیا اسی سال (176ء) میں مضر اور یمانیہ کے مابین بمقام دمشق ہنگامہ برپا ہوا۔ ”مضریوں کا سردار ابوالہیذام عامر بن عمارہ تھا۔ اس ہنگامہ کی ابتداء بنو قیس اور یمانیہ کے درمیان لڑائی سے ہوئی۔ یہ لڑائی اس سبب سے ہوئی کہ یمانیہ نے بنو قیس کے آدمی کو مار ڈالا تھا۔ بنو قیس اس کا معاوضہ لینے کے لئے جمع ہوئے۔ ان دنوں دمشق کی گورنری پر عبدالصمد بن علی فائز تھا۔ اس نے اس ہنگامہ کی خبر پا کر رؤسا اور اراکین حکومت کو دونوں قبیلوں میں مصالحت کرانے کی غرض سے جمع کیا۔ خلیفہ کے سمجھانے بجھانے سے روکے رہے مگر یمانیہ نے حیل و حوالہ کر کے ٹال دیا اور رات کے وقت بحالت غفلت مضریہ پر حملہ کر کے تین سو یا چھ سو افراد کو کاٹ ڈالا۔ بنو قیس نے قبائل قضاعہ اور سلیم سے مدد طلب کی۔ ان لوگوں نے مدد نہ دی۔ تب بنو قیس، قیس میں آئے اور اپنی بے کسی کمزوری اور مجبوری ظاہر کر کے اعانت کی درخواست کی۔ قیس نے درخواست منظور کر لی اور ان کے ساتھ بلقا کی طرف کوچ کر دیا اور موقع پا کر آٹھ سو یمانیہ کو مار ڈالا۔ فریقین میں جنگ کا بازار گرم ہو گیا اور لڑائی طول کھینچ گئی۔ دربار خلافت تک یہ خبریں پہنچیں تو خلیفہ نے انتقاماً“ عبدالصمد کو معزول کر کے ابراہیم بن صالح کو مامور کیا۔ ابراہم بن صالح کو بھی شب و روز کے انتظام اور تگ و دو سے فرصت نہ ملی۔ دمشق پر اپنے لڑکے اسحاق کو اپنا نائب بنا کر بطور وفد دربار خلافت چلا آیا۔ قیس کی شکایت کی۔ اگرچہ عبدالواحد بن بشر نے مصالحت کر کے صفائی کر لی۔ لیکن ابراہیم کے لڑکے اسحاق نے دمشق میں پھر ایک شورش برپا کر دی اور بنو قیس کے ایک گروہ کو گرفتار کر کے پٹوایا اور تشہیر کرا کر قید کر دیا۔ لوگوں کو اس سے اشتعال پیدا ہوا۔ ایک روز غسان نے قیس بن عبسی کے لڑکے پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ اس کے بھائی نے حوران میں امرا سے فریاد

Marfat.com

کی اور مدد کا خواستگار ہوا۔ دواقیل امداد کی غرض سے یمانیہ نے کلیب بن عمر بن جنید بن عبدالرحمان پر حملہ کر دیا۔ کلیب تو بچ گیا مگر اس کے مہمان کو جو اس کے یہاں مقیم تھا یمانیہ نے مار ڈالا۔ اس مہمان کی ماں (سابہ) ابوا لہیدام کے پاس روتی پیٹتی گئی۔ ابوا لہیدام نے کہا صبر کرو ہم اس قصہ کو امیر کے روبرو پیش کریں گے۔ اگر اس نے اس پر توجہ کی تو فبہا ورنہ امیرالمومنین تو انصاف کریں گے۔ اسحاق کو اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ ابوا لہیدام دارالامارت میں حاضر ہوا اور حاضری کی اجازت چاہی۔ اجازت نہ دی گئی۔ اس کو ہمسایہ نے لوٹ لیا۔ محارب نے ابوا لہیدام سے اس کا شکوہ کیا۔ ابوا لہیدام مع ان لوگوں کے اسحاق کے پاس گیا۔ اسحاق نے اس کو گھبرایا ہوا دیکھ کر تفتیش مقدمہ کا وعدہ کیا اور درپردہ یمانیہ کو ابوا لہیدام پر حملہ کرنے کی ہدایت کر دی۔ چنانچہ یمانیہ مجتمع ہو کر باب جابیہ کی جانب آئے۔ ابوا لہیدام بھی یہ خبر پا کر مسلح ہو کر میدان جنگ میں آیا اور کمال مردانگی سے ان کو شکست دے کر دمشق پر قبضہ کر لیا اور فصیل کا دروازہ کھول دیا۔ یمانیہ نے یہ رنگ دیکھ کر قبیلہ کلیب سے امداد کی درخواست کی۔ ان لوگوں نے ان کی حالت پر ترس کھا کر مدد دی اور مضریہ نے ابوا لہیدام کے ساتھ صف آرائی کی۔ باب توما پر فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی ابوا لہیدام نے چار بار یمانیہ کو شکست دی۔ اسحاق نے گھبرا کر جنگ روک دینے کا حکم صادر کیا۔ ابوا لہیدام نے جنگ سے اپنے ہاتھ روک لئے۔ اسحاق نے یمانیہ کو اس سے مطلع کر کے بحالت غفلت حملہ کرنے کو کہلا بھیجا۔ ابوا لہیدام کے جاسوسوں نے بھی یہ خبر اسے پہنچا دی۔ وہ آگ بگولا ہو گیا۔ پھر سوار ہو کر میدان جنگ میں نکلا اور پھر دوبارہ باب توما پر ان کو شکست دی اس کے بعد یمانیہ' اردن' جولان اور کلیب وغیرہ کو جمع کر کے دمشق کی طرف بڑھے۔ ابوا لہیدام نے جاسوسوں کو خبر لانے کی غرض سے مامور کیا۔ جاسوسوں نے خبر لانے میں تاخیر کی۔ ابوا لہیدام نے شہر میں جا کر کمر کھول دی۔ اسحاق نے موقع پا کر ایک جاسوس کو ابوا لہیدام کے حالات قیام کی خبر لانے کو بھیجا اور جب اس کو ابوا لہیدام کی حالت سے واقفیت ہو گئی تو اس نے یمانیہ کو شہر کی پرلی جانب سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ ابوا لہیدام نے یہ خبر پا کر اپنے ہمراہیوں کو یمانیہ پر پیچھے سے حملہ کرنے کو روانہ کیا اور خود سینہ سپر ہو کر سامنے سے حملہ کیا۔ یمانیہ کو اس معرکہ میں بھی شکست ہوئی۔

Marfat.com

صفر 176ھ میں اسحاق نے قصر حجاج کے قریب اپنے لشکریوں کو جمع کر کے مرتب کیا۔ ابوا لہیدام کے ہمراہی جو اطراف دمشق میں قصبات و دیہات میں لوٹنے کو گئے ہوئے تھے۔ یہ خبر پا کر واپس آئے تو اسحاق کی فوج کے چند دستوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ابوا لہیدام کے ہمراہیوں نے ان کو شکست دے دی جس سے فتنہ فرو ہو گیا اور لوگوں کو تسلی ہوئی۔ ابوا لہیدام نے اپنے ہمراہیوں کو انتظام و حفاظت کی غرض سے اطراف دمشق میں پھیلا دیا۔ تھوڑے سے آدمی اس کے پاس رہ گئے۔ اسحاق نے موقع مناسب پا کر اپنے لشکر کا عذافر سکسکی کو امیر بنا کر اس سے ابوا لہیدام پر حملہ کروا دیا اگرچہ ابوا لہیدام کے دلیرانہ حملہ نر عذافر کو پسپا کر دیا مگر اسحاق کے سپاہی تین روز تک برابر لڑتے رہے۔ چوتھے روز اسحاق بھی تیار ہو کر میدان جنگ میں آیا۔ اس وقت اس کے لشکر کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ علاوہ اس کے یمانیہ بھی اس کے رکاب میں تھے۔ ابوا لہیدام نے شہر سے نکل کر باب جابیہ پر حملہ کیا۔ اسحاق کی فوج اس معرکہ میں بھی شکست کھا گئی۔ اور اپنا مورچہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے بعد حمص کی فوج نے ابوا لہیدام کے ایک گاؤں پر شب خون مارا۔ ابوا لہیدام نے اپنے ہمراہیوں میں سے چند لوگوں کو اس کی روک تھام کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے حمص کی فوج کو شکست دے کر ان کے ایک گروہ کثیر کو مار ڈالا۔ اور یمانیہ کے اکثر محلوں اور دیہاتوں کو جو غوطہ میں تھے جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد تقریبا" 70 یوم تک فریقین لڑائی سے رکے رہے۔ ربیع الاول میں سندی خلیفہ ہارون کی جانب سے ایک لشکر لے کر دمشق کے قریب پہنچا۔ یمانیہ نے اس کو بوا لہیدام کی جانب سے برہم کر دیا۔ ابوا لہیدام نے کہلا بھیجا۔ کہ میں امیرالمومنین کا مطیع ہوں میری یہ مجال نہیں کہ خلافت پناہی کے حکم سے سرتابی کروں۔ سندی یہ سن کر دمشق میں داخل ہوا۔ دوسرے دن سندی نے اپنے ایک سپہ سالار کو تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ ابوا لہیدام کی طرف روانہ کیا۔ ابوا لہیدام نے ان کے مقابلہ پر ایک ہزار جوانوں کو میدان کارزار میں نکالا۔ سپہ سالاران ہزار جوانوں کی شکل و صورت دیکھ کر خوف سے کانپ اٹھا اور لوٹ کے سندی کے پاس آیا۔ اسے یہ رائے دی کہ یہ لوگ موت کو حیات سے افضل سمجھتے ہیں۔ جس طرح ممکن ہو ان سے مصالحت کرنا مناسب ہے۔ سندی نے نامہ و پیام کر کے ابوا لہیدام سے مصالحت کر لی۔ مصالحت کے بعد ابوا لہیدام نے حوران کی طرف سے کوچ کر دیا اور سندی تین روز

Marfat.com

تک دمشق میں ٹھہرا رہا۔ چوتھے روز موسیٰ بن عیسیٰ دمشق کا گورنر ہو کر آیا۔ اس نے لشکریوں کو ابوا لہیدام کو گرفتار کر لانے پر مامور کیا۔ لشکریوں نے ابوا لہیدام کے مکان کو جا گھیرا۔ ابوا لہیدام مع اپنے لڑکے اور ایک غلام کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی ہوئی۔ موسیٰ کے لشکری بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس اثناء میں ابوا لہیدام کے ساتھی اس واقعہ سے مطلع ہو کر چاروں طرف سے دریا کی طرح امڈ آئے۔ ابوا لہیدام نے بصرہ کا رخ کیا۔ موسیٰ نے اس کے تعاقب پر لشکر مامور کیا۔ ابوا لہیدام ان کو پسپا کر کے بصرہ کی جانب چلا گیا۔ یہ واقعہ رمضان 177ھ کا ہے۔ لیکن قبائلی فساد پھر بھی جاری رہا اور 180ھ میں فساد کی آگ پھر بہت بھڑا ٹھی۔ ہارون رشید نے جعفر بن یحییٰ کو شام کی طرف روانہ کیا[۵]۔"

طبری لکھتا ہے کہ "جعفر بہت سے سپہ سالاروں' جانوروں اور ہتھیاروں سے مسلح دمشق پہنچا۔ وہ فتنہ پردازوں کے پاس گیا اور ان سے مصالحت کرا دی۔ البتہ اس نے ان ڈاکوؤں اور ٹھگوں کو جو اس فتنہ میں شریک ہوئے قتل کر دیا۔ نیز اس نے شام میں کوئی گھوڑا اور نیزہ باقی نہیں چھوڑا۔ سب ضبط کر لیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آتش فساد سرد ہو گئی اور امن و امان بحال ہو گیا۔ اس کامیابی کے بعد جب جعفر شام سے روانہ ہوا تو منصور الخیری نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اس کے کارنامے کو سراہا۔ جعفر نے بغداد واپس جا کر ہارون رشید کو یہ رپورٹ دی کہ اہل شام کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ آپ کے بالکل مطیع ہیں اور اپنے کیے پر نادم ہیں۔ آپ کی ذات سے وابستہ ہیں۔ آپ کے ہر فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ سے معافی کے خوستگار ہیں۔ آپ کے حکم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ آپ کے فضل کے امیدوار ہیں[۶]۔" جعفر کی یہ رپورٹ اس لحاظ سے صحیح تھی کہ شام کے حجازی اور یمنی قبائل میں وقتی طور پر امن قائم ہو گیا تھا۔ لیکن اس لحاظ سے غلط تھی کہ ان قبائل کی باہمی کدورتیں دور ہو گئی تھیں اور یہ کہ اب ان کی جانب سے خلیفہ کے خلاف سرکشی کا امکان نہیں تھا۔ یوں تو حجازی اور یمنی قبائل کے درمیان عداوت سینکڑوں ہزاروں سال پرانی تھی لیکن بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء نے اپنی سیاسی مصلحت کے تحت اس عداوت کو مزید شدید اور گہرا کر دیا ہوا تھا۔ 151 ہجری میں خلیفہ ابو جعفر المنصور نے بغداد کی تعمیر کے بعد قثم بن العباس کے مشورے کے مطابق ان قبائل میں اور دوسرے لشکریوں میں پھوٹ ڈلوانے کی پالیسی پر عمل شروع کیا تھا

Marfat.com

اس کا نتیجہ وہی برآمد ہو سکتا تھا جو دمشق میں 176ھ کے بعد تقریباً" چار سال تک جاری فساد کی شکل میں برآمد ہوا۔ عرب قبائل میں اس خانہ جنگی سے ذرا پیشتر "فضل بن یحییٰ نے خراسان کے گورنر کی حیثیت سے وہاں خالص عجمیوں کی ایک فوج تیار کی۔ اس کا نام عباسیہ رکھا اور اس کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنے سردار خود منتخب کرے۔ اس فوج کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس میں سے بیس ہزار آدمی بغداد آئے۔ اس جماعت کو بغداد میں کرنبیہ کہتے تھے۔ ان کی باقی جماعت اپنے اپنے مختص ناموں اور دفاتر کے ساتھ خراسان ہی میں رہی۔"

دمشق میں عرب قبائل کی خانہ جنگی کے دوران خالد غطریف بن عطاء کندی کو خراسان سجستان اور جرجان کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ خالد غطریف نے اپنی جانب سے داؤد بن یزید کو اپنی نیابت دی اور سجستان کا عامل مقرر کیا۔ اسی کے عہد گورنری میں حصین خارجی نے (یہ قیس بن ثعلبہ کا آزاد غلام تھا) اہل اوق کی سازش سے علم بغاوت بلند کیا۔ عثمان بن عمارہ عامل سجستان نے اس کی سرکوبی کو ایک لشکر روانہ کیا۔ حصین نے اس کو شکست دے کر اس کے ایک گروہ کثیر کو قتل کر ڈالا اور کامیابی کے بعد باذ غیس، بوشنج اور ہرات کی طرف کوچ کر دیا۔ خالد غطریف نے بارہ ہزار لشکر حصین کی گرفتاری اور جنگ پر مامور کیا۔ حصین نے چھ سو کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس لشکر کو نیچا دکھا کر بہت سے آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت حصین برابر اطراف خراسان میں قتل و غارت گری کرتا رہا اور کسی معرکہ میں عامل خراسان کو اس کے مقابلہ میں کامیابی نہیں ہوئی 177ھ میں اس کی دلیرانہ اور باغیانہ زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

180ھ میں خراسان کی گورنری پر علی بن عیسیٰ بن ماہان کو مامور کیا گیا۔ "اس کے عہد میں حمزہ بن اترک خارجی نے خروج کیا اور بوشنج کا قصد کیا۔ ان دنوں ہرات کی گورنری پر عمرویہ بن یزید ازدی تھا۔ اس نے چھ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ حمزہ سے معرکہ آرائی کی حمزہ نے اس کو شکست دے کر اس کے ہمراہیوں میں بہت سوں کو مار ڈالا۔ عمرویہ بن یزید اس غوغا میں دب کر مر گئے۔ تب علی بن عیسیٰ نے اپنے لڑکے حسن کو دس ہزار لشکر کے ساتھ جنگ حمزہ پر روانہ کیا مگر اس نے لڑائی نہ کی۔ علی بن عیسیٰ نے جھلا کر اس کو معزول کر دیا اور بجائے اس کے اپنے دوسرے لڑکے عیسیٰ بن علی کا مامور کیا۔ اس کی حمزہ

Marfat.com

سے لڑائی ہوئی۔ حمزہ نے شکست دے دی۔ علی بن عیسیٰ نے تازہ دم فوج دے کر اس کو پھر جنگ حمزہ پر واپس کیا۔ مقام نیشاپور میں صف آرائی کی نوبت آئی اور ایک خونریز جنگ کے بعد حمزہ شکست کھا کر قستان کی طرف بھاگا۔ عیسیٰ نے لشکریوں کا تعاقب کیا۔ حمزہ کے ہمراہیوں میں سے چالیس آدمیوں کے سوا جو اس کے ہمراہ قستان بھاگ گئے تھے اور کوئی جانبر نہ ہوا۔ عیسیٰ نے اوق' جوین اور ان قصبات و دیہات کی جانب لشکریوں کو روانہ کیا جو حمزہ کی اعانت و امداد کر رہے تھے اور نہایت بے رحمی سے خوارج کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ تقریباً" تین ہزار خوارج اس قتل عام میں مارے گئے۔ خاتمہ جنگ کے بعد عیسیٰ نے مقام زرنج میں عبداللہ بن عباس نسبقی کو اپنا نائب مقرر کر کے مراجعت کی۔ عبداللہ بن عباس نے خراج اور مال غنیمت جمع کر کے زرنج سے کوچ کیا۔ حمزہ کو اس کی خبر لگ گئی۔ اثنا راہ میں بحالت غفلت عبداللہ نے چھیڑ چھاڑ کی۔ عبداللہ نے نہایت استقلال و مردانگی سے مقابلہ کیا۔ آخرکار حمزہ شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے اکثر ساتھی اس معرکے میں کام آ گئے۔ اس واقعہ کے بعد حمزہ نے یہ شیوہ اختیار کر لیا کہ اطراف و جوانب کے دیہات و قصبات پر بحالت غفلت شب خون مارتا اور وہاں کے رہنے والوں کو گرفتار کر کے لے جاتا۔ کسی خاص گاؤں میں قیام پذیر نہ ہوتا تھا۔ اسی زمانہ میں علی بن عیسیٰ نے طاہر بن حسین کو بوشنج پر مامور کیا تھا۔ حمزہ نے یہ سن کر طاہر کا رخ کیا۔ اتفاق سے ایک چھوٹا گاؤں راستے میں مل گیا۔ اسے لوٹ لیا اور وہاں کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ طاہر بھی یہ خبر پا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ خوارج کے ایک گاؤں میں پہنچا۔ خوارج طاہر کی آمد کی خبر سن کر جان کے خوف سے بھاگ گئے۔ یہ وہ خوارج تھے جو تقرر حکم کے خلاف تو تھے مگر لڑتے نہ تھے۔ انہوں نے حمزہ کو روزانہ خونریزی و بغاوت سے باز آنے کو لکھا حمزہ نے وعدہ کر لیا۔ لیکن اس کی فتنہ پرداز طبیعت کو چین نہ ملا اور چند دنوں کے بعد ہی اس نے بدعہدی کر کے پھر لوٹ مار شروع کر دی۔ اس وجہ سے اس کے اور علی کے ہمراہیوں کے مابین متعدد لڑائیاں ہوئیں۔[6]"

182ھ میں خلیفہ ہارون نے اپنے لڑکے عبداللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی کہ امین کے بعد تخت خلافت کا یہ وارث ہو گا اور مامون کے لقب سے ملقب کر کے خراسان اور اس کے ملحقات صوبہ کی ہمدان تک کی سند گورنری مرحمت کی۔ اس کے بعد عیسیٰ بن علی گورنر

Marfat.com

خراسان کو طلب کر کے مامون الرشید کی جانب سے مقرر کر کے واپس خراسان بھیج دیا۔ اسی اثناء میں ابو خصیب وہب بن عبداللہ نسائی خراسان میں علم بغاوت کر کے اطراف و جوانب کو لوٹنے لگا۔ مگر پھر سطوت شاہی سے خائف ہو کر امان کا خواستگار ہوا' امان دے دی گئی۔ اس واقعہ کے بعد ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ بلاد باذ غیس میں حمزہ خارجی نے بغاوت پھیلا دی ہے اور قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ عیسیٰ بن علی نے حمزہ پر فوج کشی کر دی۔ مقابلہ ہوا۔ عیسیٰ نے حمزہ کے ہمراہیوں میں سے دس ہزار آدمیوں کو مار ڈالا اور پھر کابل اور زابلستان تک بڑھتا چلا گیا۔ ابو خصیب نے میدان خالی دیکھ کر عہد شکنی کر دی اور بلوائیوں کا ایک گروہ کثیر جمع کر کے ابیورد' نسا' طوس اور نیشاپور پر قبضہ کر کے مرو کا قصد کیا۔ چونکہ اہل مرو اس کے فتنہ و شر سے غافل تھے اس لیے محاصرہ میں آ گئے۔ مگر ان کی متفقہ کوشش سے ابو خصیب پسپا ہو کر سرخس کی جانب لوٹ گیا۔ 186ھ میں علی بن عیسیٰ بن ماہان ابو خصیب کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوا اور مرو سے ایک لشکر جرار لے کر ابو خصیب پر چڑھ گیا مقام نساء پر لڑائی ہوئی۔ ابو خصیب مارا گیا اور اس کے اعیال و اطفال قیدی بنا لئے گئے۔

189ھ میں امراء خراسان نے علی بن عیسیٰ کی بداخلاقی' کج روائی' ظلم اور سخت گیری سے تنگ آ کر دربار خلافت میں شکایت لکھ بھیجی کہ اس نے صرف یہ کہ ہم لوگوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنائے رکھا ہے بلکہ یہ شہزادہ خلافت و سلطنت درہم برہم کر ڈالنے کی بھی فکر کر رہا ہے۔ خلیفہ رشید نے یہ خبر پا کر رے کا قصد کر دیا۔ جوں ہی خلیفہ ہارون کا لشکر رے میں پہنچا علی بن عیسیٰ نذرانے' تحائف' قیمتی اسباب لیے ہوئے حاضر ہوا۔ خلیفہ کے کل' اراکین دولت اور شاہی خاندان کے کل ممبروں کے سامنے نذریں پیش کیں۔ اس سے خلیفہ ہارون کے خیالات بدل گئے۔ اس نے خوش ہو کر اسے واپس خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔ 190ھ میں رافع بن لیث بن نصر بن سیار نے سمرقند میں بغاوت کر دی اور وہ شاہی فوج سے مدت دراز تک لڑتا رہا۔ ان ہی لڑائیوں میں علی بن عیسیٰ کے لڑکے عیسیٰ بن علی نے وفات پائی۔ اس کے بعد خلیفہ ہارون نے علی بن عیسیٰ کو روسا کی توہین کرنے اور سرکاری خزانہ سے غبن کرنے کے الزام میں عہدے سے برطرف کر دیا اور اس کی جگہ ہرثمہ بن اعین کو مقرر کیا۔ ہرثمہ نے مرو پہنچ کر علی بن عیسیٰ کو گرفتار کر کے اس کی

Marfat.com

جائیداد ضبط کرلی۔[6]"

187ھ میں حج سے واپسی کے وقت خلیفہ ہارون نے انبار میں قیام کیا "جعفر برمکی بھی ہمراہ تھا ایک رات کو خلیفہ ہارون نے مسرور (اپنے خادم خاص) کو سرہنگوں کی ایک جماعت کے ساتھ طلب کر کے حکم دے دیا کہ تو اسی وقت جعفر کے خیمہ میں جا اور خیمہ کے دروازے پر اس کا سر اتار لا۔ مسرور یہ سن کر کانپ اٹھا۔ وہ بار بار عرض کر رہا تھا کہ آپ اس حکم پر غور کر کے صادر فرمائیے۔ خلیفہ ہارون نے ڈانٹ کر کہا۔ نہیں تجھے اس حکم کی تعمیل کرنا ہو گی۔ مسرور سہم گیا۔ پھر خلیفہ نے زمین پر چھڑی ٹپکی اور بولا جا اسی وقت اس حکم کی تعمیل کر ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ مسرور یہ دیکھ کر کہ خلیفہ کا غصہ بڑھتا جا رہا ہے رخصت ہو کر جعفر کے خیمہ میں آیا اور جعفر کا سر اتار کر خلیفہ ہارون کے روبرو لا کر رکھ دیا۔ خلیفہ نے اسی شب کو فضل برمکی کو گرفتار کرا کے قید کر دیا اور اس کے والد یحیٰی برمکی کے تمام مکانات' جاگیریں' خدام اور مال واسباب کی ضبطی کا ایک گشتی فرمان تمام ممالک میں بھیج دیا اور برامکہ کے ہر چھوٹے بڑے کو جیل میں ڈال دیا۔ اگلے دن جعفر کی نعش بغداد کو روانہ کی اور یہ حکم دیا کہ اس کے دو ٹکڑے کر کے (پل پر) نصف نصف دونوں جانب آویزاں کر دیئے جائیں۔ اس عتاب شاہی سے صرف محمد بن خالد برمکی محفوظ رہا۔"

برمکی خاندان کا جد اعلیٰ برمک بلخ کے آتش کدۂ و بہار کا موبد اور مجوسیوں کا بڑا معزز اور محترم پیشوا تھا۔ خراسان میں جب عباسی خلافت کی تبلیغ کی گئی تو اس کا بیٹا خالد محمد مسلمان ہوا اور اس میں شریک ہو کر اس کا ایک رکن بن گیا۔ 132ھ میں خلافت عباسیہ قائم ہونے پر اس خاندان کا عروج شروع ہوا جبکہ خالد بن برمک کو عبداللہ سفاح کی طرف سے وزیر خزانہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد پچاس سال سے زائد عرصہ تک یہ خاندان کسی نہ کسی صورت میں شوکت و عظمت کی بلندی پر رہا۔ ہارون رشید کے عہد میں ان کا عروج انتہا کو پہنچ گیا اور اب اسی کے عہد میں ان کی بربادی ہوئی۔

طبری نے جعفر اور برامکہ کی تباہی کے بارے میں متعدد روایات لکھی ہیں جن میں ایک روایت یہ ہے کہ "رشید کو جعفر اور اپنی بہن عباسہ بنت المہدی کے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ جب وہ شراب پینے بیٹھتا تو ان دونوں کو بلاتا۔ جعفر کو بھی اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ وہ اس کے اور عباسہ کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ رشید نے جعفر سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ

Marfat.com

عباسہ سے تمہاری شادی کر دوں تاکہ جب میں اسے اپنی صحبت میں بلواؤں تو تم آزادی سے اسے دیکھ سکو۔ مگر شرط یہ ہے کہ میاں بیوی کا تعلق قائم نہ کرنا۔ رشید نے عباسہ سے اس کا نکاح کر دیا۔ اب جب وہ شراب پینے بیٹھتا تو دونوں کو طلب کرتا۔ پھر خود مجلس سے اٹھ جاتا اور ان دونوں کو بالکل تنہا چھوڑ دیتا۔ چونکہ دونوں بالکل جوان تھے اور شراب کے نشہ میں مست ہوتے' اس حالت میں جعفر اس سے مجامعت کر لیتا۔ عباسہ حاملہ ہوئی اور اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ اسے خوف ہوا کہ اگر رشید کو اس کا علم ہو گا تو اس کی جان خطرے میں پڑ جائے گی اس نے اس بچے کو اپنی کنیزوں کے ساتھ مکہ بھیج دیا۔ عرصہ تک یہ بات رشید کو معلوم نہ ہوئی مگر ایک مرتبہ عباسہ نے اپنی کسی کنیز کو مارا۔ اس نے رشید سے جا کر اس بچے کی ولادت اور دوسرے واقعات کی اطلاع دی اور ان لونڈیوں کو جو اس بچے کے ہمراہ بھیجی گئی تھیں نام' ان کا پتہ اور وہ زیور اور جواہر جو عباسہ نے اس بچے کے ساتھ کر دیئے تھے سب بتا دیئے۔ اس سال حج کے موقع پر ہارون مکہ آیا تو اس نے ان کو طلب کر لیا وہ بچہ اور اس کے ساتھ والیاں حاضر ہوئیں۔ رشید نے ان سے واقعہ پوچھا۔ انہوں نے بھی اس کے متعلق اس کنیز کے بیان کی تصدیق کر دی۔ جس نے عباسہ کے متعلق رشید کو سارے واقعہ سے مطلع کیا۔ پہلے تو رشید کا ارادہ یہ ہوا کہ اس کمسن بچے کو قتل کر دے مگر پھر خوف خدا سے وہ اس ارادے سے باز رہا۔ جعفر کا یہ دستور تھا کہ جب رشید حج سے واپس آتا تو وہ مقام عسفان میں اس کی دعوت کرتا۔ اس سال بھی اس نے وہیں دعوت کا انتظام کیا اور شرف ملاقات چاہا۔ رشید نے ناسازی طبیعت کا عذر کیا اور اس کی دعوت میں نہ گیا۔ جعفر برابر رشید کے ہمرکاب رہا۔ جب یہ اپنی انبار کی منزل میں فروکش ہوئے تو اس نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کر دیا۔[1]"

مگر ابن خلدون * 500 سال کے بعد خاندان برامکہ کے زوال کے بارے میں طبری کی بیان کردہ روایت کر سراسر بے بنیاد تصور کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "عباسہ بنت محمد المہدی بن عبداللہ ابی جعفر منصور بن محمد السجاد بن علی ابن علی ابی الخلفاء بن عبداللہ ترجمان القرآن ابن عباس عم نبیؐ کے نسب رکھتی تھی۔ یہ ایک خلیفہ کی بیٹی تھی اور ایک خلیفہ کی

---

* طبری متوفی سن 310ھ اور ابن خلدون متوفی 808ھ کے مابین کم و بیش 500 سال کا فاصلہ ہے۔

Marfat.com

بن ملک کی عزت تھی اور نبوت کی خلافت اس کو نصیب تھی۔ اس کے خاندان کو رسول کی صحبت کا نور حاصل تھا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ ایک عجمی غلام سے جس کا دادا پارسی غلام تھا اپنا دامن عصمت گندا کرے۔ یا یوں کہئے کہ اپنے دادا کے آزاد کردہ غلام سے اپنی پاک دامنی کو آلودہ کرے۔" اس کی رائے یہ ہے کہ "برامکہ نے جو کچھ برے دن دیکھے وہ اپنے کرتوتوں کی بنا پر کہ حکومت پر ظالمانہ قبضہ جما لیا اور خزانہ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ یہاں تک کہ ہارون رشید اگر تھوڑی سی بھی رقم کا طلبگار ہوتا تو وہ اس کو اپنے امور ملکی میں ان کے بغیر دم مارنے کی تاب نہ تھی۔ یوں ان کا پورا قبضہ جم گیا۔ اور ان کی شہرت دور دور پہنچی۔ حکومت کے بڑے بڑے عہدے اور مرتبے انہوں نے اور ان کی اولادوں نے گھیر رکھے تھے۔ وزارت، کتابت، قیادت، حمایت اور تلوار و قلم کے یہی مالک و مختار تھے۔ یہاں تک منقول ہے کہ ہارون رشید کے گھر میں یحیٰی ابن خالد کی اولاد میں سے پچیس صاحب سیف و قلم و رائے ہردم حاضر موجود رہتے تھے اور اراکین دولت کے ساتھ دوش بدوش ہو کر بیٹھتے تھے اور رفتہ رفتہ ان کو امور سلطنت سے بے دخل کرتے جاتے تھے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ ان کا باپ یحیٰی، ہارون رشید کا بعہد ولی عہدی اور بزمانہ خلافت اتالیق رہ چکا تھا۔ گویا اسی کی گود میں یہ پلا تھا۔ اور اس طرح وہ اس پر مسلط ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ ہارون یحیٰی کو اے میرے باپ کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ لہٰذا جب بادشاہ کی توجہات کا برامکہ مرکز بنے اور ان کی عظمت و شان اور جاہ و عزت دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔ سب کی نظریں ان ہی پر پڑنے لگیں اور سب کی گردن اطاعت ان ہی کے سامنے جھکنے لگی۔ لوگوں کے مقاصد ان ہی کے ہاتھوں پر آنے لگے اور دور دور کے بادشاہوں کی طرف سے ان کی خدمات میں تحفے تحائف اپنے خویش و اقارب اور قرابت داروں پر بے دریغ بخشش کرتے اور ان کو اپنے احسانات کا حلقہ بگوش کرتے۔ اشرف سلطنت سے عہدوں اور جاگیروں کو چھین کر عام لوگوں کو دیتے۔ قیدیوں کو رہا کرتے اور شعرا کی طرف سے ان کی وہ مدح ہوتی کہ ان کے خلیفہ کی بھی کبھی نہ ہوئی ہو گی۔ سائلین کے لئے انہوں نے داد و دہش، صدرت، عطیات کے دروازے کھول دیئے۔ آس پاس کے قریوں اور جاگیروں اور سلطنت کے تمام شہروں پر اپنا پورا اقتدار پیدا کر لیا۔ جب یہ صورت حال ہوئی تو ان کے یار غار بھی ان پر دست حسرت ملنے لگے اور ان کے محرم راز بھی ان کے خلاف کینہ و بغض رکھنے

Marfat.com

لگے۔ ارکان دولت ان پر دانت پیسنے لگے اور ہر چہار طرف حسد و کینہ کی لہر دوڑ گئی۔ چغل خوری اور شکایات کا سلسلہ درپردہ شروع ہوا اور ان کے خلاف ریشہ دوانیاں ہونے لگیں۔ جہاں تک کہ بنو قحطبہ کا تعلق ہے تو خود جعفر کے ماموں کے عزیزوں نے ان کی چغل خوری میں سرگرم حصہ لیا اور حسد و جلن کے گہرے جذبات کی وجہ سے انہوں نے خونی رشتہ کا مطلق پاس نہ کیا اور قرابت کو بالائے طاق رکھ دیا اور پھر خود برامکہ کی خویشتن داری اور خودستائی نے مخدوم کے مادہ غیرت اور اس کے کینہ کو ابھار کر اور تقویت دے دی۔ ان کے خلاف یہ مادہ حسد چھوٹی چھوٹی باتوں سے پیدا ہوا اور جب وہ اپنے ارادوں اور عملوں پر ڈٹے رہے اور اڑے رہے تو وہ ایک زبردست لعنت کا سبب بن گیا۔ مثلاً یہ قصہ کہ فضل بن یحییٰ نے جب یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب یعنی محمد المہدی مشہور بہ نفس زکیہ (جنہوں نے منصور کے خلاف بغاوت کی تھی) کے بھائی کو رشید کی طرف سے امان نامہ لکھ کر دیلم سے بلایا اور بروایت اس کی مہمانی میں ایک لاکھ درہم اٹھائے اور رشید نے اس کو جعفر کے حوالے کر کے اس کی نگرانی میں اس کو نظربند کیا تو جعفر نے ایک رات تک اس کو قید میں رکھا اور پھر اس کی رہائی کی فکر میں لگا۔ آخر اپنے زعم میں اہل بیت کے خون کی حرمت و احترام کو بجا لاتے ہوئے سلطان کی خلاف مرضی بااختیار خود اس کو رہا کر دیا۔ جب رشید کو اس واقعہ کی جاسوسی ہوئی اور اس نے پھر سے معاملہ دریافت کیا تو جعفر سمجھ گیا کہ بات طشت ازبام ہو چکی ہے کہ آخر اقرار کرتے ہی بنی اور کہا کہ بے شک اس کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ ہارون رشید نے بظاہر تو "اچھا کیا" کہہ کر اس کو ٹال دیا لیکن دل میں اس کی گرہ پڑ گئی۔ غرض اس قسم کی معمولی معمولی باتوں سے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں کانٹے بوئے اور مکدر فضا پیدا کر لی۔ یہاں تک کہ آفتوں کا آسمان ان پر ٹوٹ پڑا اور ان کے گھروں کو زمین نگل گئی اور وہ لٹ لٹا کر خود ناپید ہو گئے اور اپنے پچھلوں کے لیے ایک عبرتناک مثال چھوڑ گئے۔ جو شخص بھی ان کے حالات اور سلطنت کے ساتھ ان کے رکھ رکھاؤ کا گہرا مطالعہ کرے گا تو وہ خود پتہ چلا لے گا کہ ان کے خلاف جو حالات رونما ہوئے ان کے اسباب کیا تھے؟ مثلاً بروایت ابن عبدالرب' رشید کے ان خطوط کو پیش نظر رکھیئے جو وہ اپنے چچیرے دادا' داؤد بن علی کو برامکہ کی تباہی و بربادی کی کہانی سناتے ہوئے لکھتا ہے اور جعفر اور رشید اور فضل بن یحییٰ کی آپس کی گفتگو

Marfat.com

کو سامنے لائیے جو کتاب العقد کے باب الشعرا میں سپرد قلم ہوئی ہے تو آپ خود سمجھ جائیں گے کہ خلیفہ کی غیرت و حمیت اور دشمنی نے ان کو مارا ہے کہ اس پر چھا گئے تھے۔ پھر ان کے علاوہ ان کے دوست نما دشمنوں نے طرح طرح سے دشمنی کے جال پھیلائے کہ مثلاً خلیفہ کو سنانے کی غرض سے اور اس کی رگ حمیت کو حرکت میں لانے کے ارادہ سے ایک مرتبہ گانے والوں نے یہ اشعار گائے:

کاش ہند اپنا وعدہ پورا کرتی اور ہمیں رنج و بلا سے نجات دیتی۔ خودداری اور خودسری ایک دفعہ کھو چکی۔ البتہ عاجز وہ ہے جو خودداری کر نہ سکے۔

جب رشید نے یہ اشعار سنے تو بول پڑا کہ قسم اللہ کی وہ میں ہی عاجز ہوں۔ غرض ان طریقوں سے خلیفہ کے مادہ غیرت کو جوش میں لائے اور اس کی رگ حمیت میں حرکت پیدا کی۔ آخر وہ ان کے خلاف انتقامی جذبہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔[11]"

برامکہ کے زوال کے اسباب کے بارے میں ابن خلدون کی اس رائے کی بنیاد اس کے اس نظریے پر ہے کہ "سلطان اپنے پرانے دوستوں کو اور اول کے احسان مندوں کو چھوڑ کر نئے غیروں کو اس لیے منہ لگاتا ہے اور احسان و نعمت کا ان پر بار گراں رکھتا ہے کہ اگلوں کے دلوں میں خود بادشاہ کے مقابلہ میں خودداری کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری سے منہ موڑتے ہیں اور اس کو اس نظر سے دیکھنے لگتے ہیں جس سے اس کی اپنی خود قوم یا اس کے اہل نسب اس کو دیکھتے ہیں اور یہ گھمنڈ کہ عرصہ دراز اور مدت سے بادشاہ کی تربیت میں رہ چکے ہوتے ہیں اور اس کے باپ دادا اور اسلاف قوم کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اور اس کے بزرگوں کے ساتھ ان کو ربط ضبط ہوتا ہے۔ لہٰذا ان حالات کی بنا پر اگلوں میں خودداری اور عزت نفس کا زبردست مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لامحالہ بادشاہ کو بھی ان سے اسی بات سے نفرت ہو جاتی ہے اور منہ موڑ کر دوسروں کو سینہ سے لگاتا ہے۔ اب یہ نئے چونکہ حال ہی میں منظور نظر ہوئے ہوتے ہیں اور مرہون احسان' اس لیے یہ بزرگی کے درجہ تک نہیں پہنچتے۔ بلکہ اپنی حالت ہی پر برقرار رہتے ہیں۔[12]"

اسلم جیراج پوری کا زوال برامکہ کے بارے میں نظریاتی موقف اسی قسم کا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "شخصی اور استبدادی سلطنتوں میں جب کسی وزیر یا امیر کا پایہ بلند ہو جاتا ہے تو یا تو وہ خود اپنے رسوخ کے بھروسہ پر اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے اس کے

Marfat.com

اقتدار کو اپنے اختیارات میں تحمل پا کر اس کا خاتمہ کر دیتا ہے یا اس کے حاسد اور دشمن پیدا ہو جاتے ہیں جو بادشاہ کے کان اس طرف سے بھرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کو مخالف بنا کر اپنے حریف کو مٹا دیتے ہیں۔ ابو جعفر منصور نے ابومسلم کے روز افزوں عروج کو دیکھ کر اس کو قتل کیا۔ پھر اپنے وزیر ابو عبداللہ کو قید کر کے اس کے اموال ضبط کر لیے۔ اسی طرح مہدی نے اپنے دونوں وزیروں ابوعبیداللہ اور یعقوب بن داؤد کو قید کر کے اس کے اموال ضبط کر لیے۔ یہ سب واقعات ہارون سے پہلے خود اس کے خاندان میں گزر چکے تھے۔ بر مکیوں کے بھی اس بلند اور عالی شان رتبہ کو دیکھ کر بعض امراء کے دل میں حسد نے جوش مارا اور انہوں نے ان کے خلاف ہارون کو ابھارنا شروع کیا۔ ہارون کا مزاج سلطنت کے معاملہ میں نہایت شکی بلکہ وہمی واقع ہوا تھا۔ ان حاسدوں نے اسی راہ سے اس کے دل میں برامکہ کے خلاف عداوت کی آگ پھونکنی شروع کی اور ان کے خلوص کی طرف سے جو وزراء کی خاص ترین صفت ہونی چاہیے اس کو بدظن کر دیا اور اس کے دل میں یہ بات جما دی کہ برامکہ بہ نسبت عباسیہ کے علویہ کی امانت کے زیادہ خواہاں ہیں۔ ان مخالفین میں سب سے مقدم فضل بن ربیع تھا۔ یہ منصور کے مشہور حاجب ربیع بن یونس کا بیٹا تھا۔ یحییٰ برمکی اس شخص کو پسند نہیں کرتا تھا۔ ہارون کے آغاز خلافت میں چونکہ اس کے والدہ خیزران اور یحییٰ یہی دونوں تمام امور سلطنت پر حاوی تھے' اس لیے فضل بن ربیع کو کوئی منصب نہیں مل سکا۔ ہارون نے بھی چاہا کہ کوئی ولایت اس کے سپرد کرے لیکن خیزران نے اس کو روک دیا۔ 174ھ میں جس دن خیزران نے وفات پائی' ہارون نے اس کو بلا کر جعفر بن یحییٰ سے مہر خلافت لے کر اس کے حوالے کر دی۔ نیز متعدد بڑے بڑے عہدے اس کو دیئے اور مصارف عامہ و خاصہ کا بخشی مقرر کیا۔ دربار میں اثر و نفوذ پا جانے کے بعد اب یہ بر مکیوں کی پوست کشی پر آمادہ ہوا۔ لیکن چونکہ ان کا رسوخ بہت بڑھا ہوا تھا اور قصر خلافت کے اکثر عہدے نیز فوجی ملکی مناسب وغیرہ ان ہی کے ہاتھ میں تھے اسی وجہ سے اپنے آپ کو ان کے مقابلہ میں بے اثر پاتا تھا۔[۱۳]"

176ھ میں یحییٰ بن عبداللہ کا واقعہ پیش آیا۔ جنہوں نے بلاد دیلم میں پہنچ کر اپنی امامت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ فضل بن یحییٰ برمکی اس مہم پر بھیجا گیا تھا۔ وہ دس لاکھ درہم صرف کر کے وہاں کے قلعہ سے ان کو نکال کر بغداد میں لایا تھا۔ ہارون نے مطمئن و خوش ہو کر

Marfat.com

امان نامہ لکھ دیا اور ان کو فضل برمکی کے سپرد کیا تھا۔ یہاں وہ عیش و عزت کے ساتھ رہتے تھے۔ فضل بن ربیع نے ہارون کے کان بھرنے شروع کیے کہ یحییٰ بن عبداللہ بغاوت کی تیاری کر رہے تھے اور برامکہ ان کے ساتھ چونکہ عقیدت رکھتے ہیں اس لیے ان کی امداد کر رہے ہیں نیز بکار بن عبداللہ زبیری نے (یہ عبداللہ بن زبیر کے خاندان میں سے تھا) بھی جو آل علی کا سخت ترین دشمن تھا ہارون سے امام موصوف کی اسی قسم کی شکایتیں کیں اور کہا کہ وہ مخالفت کا سامان کر چکے ہیں اور برامکہ ان کے لیے آسانیاں بہم پہنچا رہے ہیں۔ ہارون چونکہ ملکی خطرات سے بہت ڈرتا تھا اس لیے اس نے امام یحییٰ کو برامکہ سے لے کر قید سخت میں ڈال دیا۔ پھر ارادہ کیا کہ قتل کرا دے لیکن چونکہ امان نامہ لکھا جا چکا تھا اس لیے بدنامی کے خیال سے پس و پیش ہوا۔ علماء کو بلا کر ان سے استردار امان کا فتویٰ طلب کیا۔ قاضی ابوبختری نے کہہ دیا کہ امان منسوخ ہے چنانچہ ہارون نے ان کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔ لیکن امام محمد بن الحسن شاگرد امام ابوحنیفہ نے فتویٰ نہیں دیا۔ اس لیے ان کی طرف سے اس کے دل میں کدورت بیٹھ گئی۔ (امام ابوحنیفہ نے ابراہیم بن عبداللہ کے اور امام مالک نے محمد بن عبداللہ کے دعویٰ خلافت کی حمایت کی تھی) برمکیوں نے کوشش کی کہ امام یحییٰ کو چھڑائیں۔ چنانچہ جعفر کی سازش پر ہارون نے ان کو اسی کے سپرد کر دیا۔ جعفر نے اپنے رسوخ کے بھروسے پر جو دربار خلافت میں اس کو حاصل تھا ان کو مخفی طور پر چھوڑ دیا۔ فضل بن ربیع نے اپنا خاص جاسوس جعفر کے یہاں لگا رکھا تھا اس کے ذریعے سے یہ خبر اس کو مل گئی۔ اس نے فوراً" پہنچ کر ہارون کو مطلع کیا۔ ہارون نے ظاہر میں بے پرواہی سے اس کو جواب دیا کہ تمہیں اس سے کیا سروکار ممکن ہے کہ اس نے میری خواہش کے مطابق اس کو چھوڑا ہو۔ لیکن اس کے دل میں اس سے تشویش پیدا ہو گئی۔ کھانے کے وقت جعفر آیا اور دسترخوان پر ہارون نے اس سے مختلف قسم کی باتیں کیں۔ آخر میں امام یحییٰ کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ بدستور میرے پاس ہیں۔ ہارون نے کہا' قسم تو کھاؤ' یہ سن کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور سمجھ گیا کہ میری کارروائی کی اطلاع پہنچ چکی ہے۔ جواب دیا کہ میں نے یہ دیکھ کر کہ اب ان کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے ان کو یہاں سے رخصت کر دیا۔ ہارون نے بات ٹالنے کے لیے کہا کہ خوب کیا۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ جب جعفر دربار سے رخصت ہوا تو برابر اس کے پیچھے نظر جمائے دیکھتا رہا اور جس وقت وہ

Marfat.com

نگاہ سے اوجھل ہونے لگا دانت پیس کر آہستہ سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو قتل نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا۔ ہارون کی بیوی زبیدہ بھی جعفر کی سخت دشمن تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ مامون کا اتالیق تھا جو زبیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا اور اس کی منشا کے خلاف کوشش کر کے امین کے بعد اس کی ولی عہدی کا فرمان لکھوا دیا تھا۔ بلکہ ہارون کو اس بات پر آمادہ کرتا رہتا کہ امین کو ولی عہدی سے نکال کر مامون ہی کو ولی عہد رکھے۔ اس وجہ سے زبیدہ بھی ہارون کو اس کی طرف سے بھڑکاتی رہتی تھی۔ علی بن عیسیٰ سابق امیر خراسان بھی برمکیوں کا سخت دشمن تھا۔ اس کو یقین تھا کہ میرے خلاف خراسان میں جو شورشیں اٹھیں وہ سب ان ہی لوگوں کے اشارہ سے اٹھیں۔ علی کے علاوہ بھی بعض امراء ان کے دشمن تھے۔ ان سب کی شکایات کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف جعفر بلکہ کل برمکی خاندان کی طرف سے ہارون کے دل میں شک پیدا ہو گیا۔ برمکیوں پر بھی یہ بات ظاہر ہو گئی کہ خلیفہ ان سے بدظن ہے اور حریم خلافت میں ان کے خلاف جذبات بھڑکے ہوئے ہیں۔ کیونکہ یحییٰ وزیراعظم بھی جب دربار میں آتا تو خدام اس کے سلام کے لیے نہیں کھڑے ہوتے تھے اور پینے کے لیے وہ کبھی پانی مانگتا تو کئی بار پکارنے کے بعد مشکل سے اس کو ملتا تھا۔ آخر محرم 187ھ میں ہارون نے جعفر کو قتل کرا دیا اور بجز محمد بن خالد برمکی کے جس کی وفاداری پر اس کو اعتماد تھا کل برمکیوں یحییٰ اور اس کے بیٹے فضل وغیرہ کو دیر قائم میں نظربند کرا دیا۔ ان کا سارا مال ضبط کر لیا اور جس قدر ان کے اعمال تھے ان کی موقوفی کا فرمان لکھوا دیا[1]" اور وزارت عظمٰی یحییٰ بن خالد کے بجائے برامکہ کے خلاف درباری سازشیوں کے سرغنہ فضل بن ربیع کے سپرد کر دی۔

اس اثنا میں یہ واقعہ پیش آیا کہ عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس نے جو درجہ و نسب کے لحاظ سے سفاح اور منصور کا بھائی تھا' اپنی خلافت کے لیے اسی طرح سازش شروع کی جس طرح کہ آٹھویں صدی عیسوی کے اوائل میں سپین کے امیر عبدالرحمان کے حقیقی بھتیجے مغیرہ بن ولید نے کی تھی۔ مگر عبدالملک کے بیٹے عبدالرحمان اور اس کے غلام قمامہ نے ہارون کو اس کے ارادہ سے مطلع کر دیا اور اس نے عبدالملک کو گرفتار کر لیا۔ اس معاملہ میں بھی اس کو یقین دلایا گیا کہ یہ برمکیوں کی سازش سے ہوا ہے۔ اس نے یحییٰ برمکی کو نظربندی کی حالت میں طلب کر کے کیفیت پوچھی اور کہا کہ اگر

Marfat.com

تم عبدالملک کی نیت کے متعلق مجھ کو اصلی حقیقت سے مطلع کر دو گے تو میں تم کو تمہارا منصب پھر دے دوں گا۔ اس نے کہا مجھے عبدالملک کی نیت کی خرابی کی مطلق اطلاع نہیں ہے اور اگر ہوتی تو میں آپ کو پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔ کیونکہ میں آپ کی حکومت میں شریک تھا اور اس کا ساتھ کبھی نہ دیتا۔ اس لیے کہ وہ خلافت حاصل کرنے کے بعد معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک کرتا۔ ہارون کو اس بات پر یقین نہ آیا اور اس کا یہ شبہ دور نہ ہو سکا کہ برامکہ بھی اس سازش میں شریک تھے۔ چنانچہ اس نے اب تک قید میں جو ان کو ہر طرح کا آرام دے رکھا تھا کہ انؑ کے نوکر اور خادم سب ان کے پاس تھے۔ اس سے علیحدہ کر کے کوفہ میں قید سخت میں ڈال دیا اور اس طرح یہ خاندان جو اپنی قابلیت' لیاقت اور جود و کرم کی وجہ سے عہد ہارون کی زینت تھا۔ تباہ و برباد ہو گیا۔

190ھ میں ماورالنہر میں رافع بن لیث نے بغداد کے خلیفہ ہارون رشید کے خلاف بغاوت کر دی۔ رافع بن لیث بن نصر بن سیار عساکر ماورالنہر کے نامور سرداروں میں سے تھا۔ وہ یحیٰی بن اشعث کی ایک نہایت خوبصورت اور نازنین بیوی پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے مکرو فریب سے پہلے اس عورت کو یحیٰی سے طلاق دلوائی اور پھر خود اس سے شادی کر لی۔ ہارون کو یہ خبر ملی تو اس نے علی بن عیسیٰ کے نام اس مضمون کا فرمان بھیج دیا کہ رافع اور اس عورت سے علیحدگی کرا کے رافع پر حد شرعی جاری کرو اور شہر سمرقند میں گدھے پر زیر حراست سوار کر کے تشہیر کرا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں رافع کو اس عورت سے علیحدہ کر کے قید کر دیا گیا۔ ایک روز موقع پا کر رافع جیل سے بھاگ گیا اور پھر وہ سمرقند کے عامل کو قتل کر کے اس شہر پر قابض ہو گیا۔ خراسان کے گورنر علی بن عیسیٰ نے رافع کی سرکوبی کے لئے اپنے بیٹے عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ کو لشکر دے کر بھیجا مگر رافع نے اسے شکست دی اور اسے بھی قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد علی بن عیسیٰ نے رافع کے ساتھ دوبارہ جنگ کی تیاری شروع کی جس سے تقریباً" ایک سال کا عرصہ لگ گیا۔ اس دوران خراسان کے عمائدین کی شکایت پر اسے معزول کر کے اس کی جگہ ہرثمہ بن العین کا تقرر کر دیا گیا۔ ہرثمہ نے رافع بن لیث کا ثمرقند میں محاصرہ کر لیا اور وہ نہایت سختی سے ایک مدت دراز تک محاصرہ کئے رہا۔ اسی اثنا میں ولی عہد عبداللہ المامون کے غلام طاہر بن حسین کو خراسان سے طلب کر لیا گیا جس کے آ جانے کے بعد حمزہ خارجی نے

Marfat.com

اطراف خراسان کو شاہی لشکر سے خالی پا کر سر اٹھایا۔ ہرات اور سجستان کے نمک حرام عمال نے بہت سا مال اس کے پاس بھیج دیا جس سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ 193ھ کے اوائل میں ہارون رشید رافع کی سرکوبی کے لیے بذات خود بغداد سے جرجان پہنچا حالانکہ اس کی طبیعت گزشتہ تقریباً" ایک سال سے ٹھیک نہیں تھی۔ اس نے علالت کے باوجود رافع کے خلاف فوج کشی کا قصد کیا تھا کہ اسے ہرثمہ کی نیت و وفاداری کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس نے بغداد سے روانگی سے پہلے اپنے بڑے بیٹے محمد الامین کو وہاں اپنا قائم مقام مقرر کیا تھا اور پھر اس نے تمام امراء اور دوسرے لوگوں کو جو اس سفر میں اس کے ساتھ تھے، مامون کے لئے جدید بیعت لی۔ نیز اس بات کا فیصلہ کیا کہ جس قدر باقاعدہ سپاہ اس کے ساتھ ہے وہ سب مامون کے ساتھ کر دی جائے اور جس قدر مال و متاع، اسلحہ اور دوسرا سامان اس کے ساتھ ہے وہ بھی سب مامون کا ہے۔ جرجان سے ہارون رشید طرسوس میں آیا جہاں اس کی بیماری نے زور پکڑا تو وہ طوس میں آ گیا۔ اس کے یہاں قیام کے دوران ہرثمہ اور رافع کے مابین لڑائی ہوئی جس میں ہرثمہ کو کامیابی ہوئی اور اس نے بخارا فتح کر کے رافع کے بھائی بشر بن لیث کو گرفتار کیا اور اسے ہارون رشید کے پاس بھیج دیا۔ رشید نے قصائی کو طلب کر کے اس سے کہا کہ تو اپنی چھری تیز بھی مت کر، یونہی رہنے دے اور اس فاسق اور فاسق زادے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور بلا تاخیر اس کام کو ختم کر۔ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے میرا وقت آخر ہو اس کے جسم کے دو عضو بھی سالم نہ رہنے پائیں۔ قصائی نے حسب الحکم اس کے چودہ ٹکڑے کر دیئے۔ بشر اس طرح قتل کیا جا چکا تو ہارون رشید بے ہوش ہو گیا اور اس نے اسی حالت میں 3 جمادی الثانی 193ھ بہ مطابق 24 مارچ 809ء کی رات کو انتقال کیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً" 45 سال تھی اور اس کی مدت خلافت 23 سال تھی۔ اس کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے اس کے رضائی بھائی فضل بن یحیٰ برمکی کا جیل میں انتقال ہو گیا تھا۔ اس کی عمر بھی 45 سال تھی۔ ان دونوں کے انتقال سے تقریباً" تین سال قبل ہارون کے اتالیق اور وزیراعظم یحیٰ بن خالد برمکی کا کوفہ کی جیل میں انتقال ہو چکا تھا۔

خلیفہ ہارون کے انتقال کے وقت سرکاری خزانے میں نوے کروڑ دینار جمع تھے۔ اس کے عہد میں عالم اسلام تین خودمختار سلطنتوں میں منقسم تھا۔ ایک ہارون کی اپنی بغداد کی

Marfat.com

سلطنت تھی' ایک بلاد مغرب (تیونس و مراکش) میں ادریسی سلطنت تھی اور ایک سپین میں اموی سلطنت تھی۔ ادریسی سلطنت کا حکمران ادریس اصغر خلافت کا دعویدار تھا اور بربری اس کو امام و خلیفہ مانتے تھے۔ سپین کا اموی امیر حکم اگرچہ خلافت کا دعوی نہیں کرتا تھا لیکن وہ بغداد کی عباسی خلافت کو تسلیم بھی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اس کے اور ہارون رشید کے درمیان دشمنانہ تضاد تھا۔ امیر حکم فرانس کے بادشاہ شارلمین سے مسلسل نبرد آزما رہتا تھا جبکہ ہارون نے اس عیسائی بادشاہ سے اتحاد و دوستی کا رشتہ جوڑ رکھا تھا۔ ان کے درمیان اسلامی اتحاد کے بجائے غیر اسلامی افتراق تھا' ہارون نے خود اپنی سلطنت کو بھی اپنے تینوں بیٹوں محمد الامین' عبداللہ المامون اور القاسم الموتمن میں بانٹ دیا ہوا تھا۔ اس پر عوام میں مختلف خیال آرائیاں ہونے لگی تھیں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا اس طرح اس سے سلطنت کے نظام کو مضبوط کر دیا ہے دوسرے لوگ یہ کہتے تھے کہ یہ آپس میں مریں گے۔ اس تقسیم کے نتائج رعایا کے حق میں نہایت خوفناک ہوں گے۔ کسی نے اس پر شعر لکھے اور ان میں اس اندیشہ کو ظاہر کیا گیا۔"[15]

خلیفہ ہارون رشید کے سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ "بشرطیکہ کوئی خاص علت نہ پیش آ جائے مرتے دم تک اس کا یہ دستور تھا کہ روزانہ سو رکعت نماز پڑھتا تھا اور اپنے ذاتی مال میں سے روزانہ زکوۃ نکالنے کے بعد ایک ہزار درہم صدقہ دیتا تھا۔ جب حج کے لیے جاتا تو سو فقہا اور اس کی اولاد اس کے ہمراہ ہوتی اور جس سال خود حج کے لیے نہ جاتا تو تین سو آدمیوں کو اپنے خرچ سے حج کے لیے بھیجتا۔ ان کو پورے مصارف حج دیتا اور بہت عمدہ لباس بھی دیتا۔ ایک مرتبہ رشید مدینہ منورہ آیا۔ اس کے دونوں بیٹے محمد الامین اور عبداللہ المامون ہمرکاب تھے۔ مدینہ میں اس نے سب کو عطا دی اور اس سال اس نے مدینہ کے مردوں اور عورتوں میں تین عطائیں تقسیم کیں۔ جن کی مجموعی رقم دس لاکھ پچاس ہزار دینار ہوئی۔ نیز اس نے اس سال مدینہ کے پانچ سو سربرآوردہ موالیوں کے وظائف مقرر کیئے۔ وعظ کا اس پر بہت اثر ہوتا تھا اور اکثر علماء کے وعظ سنا کرتا تھا۔ ابن سماک واعظ جب کبھی دربار میں آتے تھے تو ان سے درخواست کر کے وعظ سنتا تھا۔ اس حالت میں اکثر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات روتے روتے غشی تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ ایک بار ابن سماک دربار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ہارون نے پینے کے لیے

Marfat.com

پانی مانگا۔ جب پیالہ ہاتھ میں لیا تو ابن سماک نے کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ۔ سچ سچ بتاؤ کہ یہ پانی تم سے روک لیا جائے تو کس قیمت پر اس کو خریدو گے۔ اس نے کہا سارا ملک دے کر۔ پھر جب پانی پی چکا تو ابن سماک نے کہا کہ یہ پانی تمہارے بدن میں رک جائے تو اس کا نکالنے کے لیے کیا خرچ کر سکو گے۔ اس نے کہا کل سلطنت۔ انہوں نے کہا کہ جس سلطنت کی قیمت ایک چلو آب سے بھی کم ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ اس کے پیچھے ایک قطرہ بھی خون کا ناحق بہایا جائے۔ یہ سن کر ہارون بہت رویا۔" لیکن اس دینداری اور سخاوت کے بارے میں اس قسم کی روایات کے ساتھ ایسی بھی روایات ہیں کہ "وہ راگ رنگ کا بہت شوقین تھا۔ اس کے زمانے میں موسیقی کے بازار نے بہت رونق پائی۔ اسحاق موصلی وغیرہ بڑے بڑے نامور مفتی اس کے دربار میں جمع تھے وہ نبیذ (شراب) پیتا تھا جس کو علماء عراق نے حلال کر دیا تھا۔ موسم گرما میں روزانہ یہ دستور تھا کہ عطار اس کے لیے ایک چاندی کے برتن میں گلاب' زعفران' خوشبودار مصالحے اور پھولوں سے ایک مرکب تیار کرتا تھا اور اسے اس کی دوپہر کی آرام گاہ میں لے جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ رشیدیہ تراش کے لانبے زنانے کرتے لائے جاتے اور ان کو اس مصالحہ میں تر کیا جاتا اور روزانہ سات باندیاں حاضر کی جاتیں جن کے تمام کپڑے اتار دیئے جاتے اور پھر ان کو یہ کرتے پہنائے جاتے انہیں ایک ایسی کرسی پر جس کی نشست میں سوراخ ہوتا بٹھایا جاتا۔ کرتے کے دامنوں کی کرسی کے چاروں طرف اس طرح لٹکایا جاتا کہ وہ اس کرسی کو ہر طرف سے ڈھانک لیتے اور اب کرسی کے نیچے عنبر میں ملی ہوئی عود کی دھونی کے لیے سلگا دیتے۔ اس طرح اس کرتے کو باندی کے جسم پر اس دھونی سے خشک کرتے۔ اس طرح اس کی دوپہر کی خوابگاہ خوشبو کی لپٹوں سے مہک اٹھتی۔[16]"

ہارون رشید نے بھی اپنے 23 سالہ دور میں اسی استبدادی سیاسی نظام پر عمل کیا جس پر اس سے پہلے کے عباسی اور اموی خلفاء عمل کرتے آئے تھے۔ اس نے جن سیاسی مخالفوں کو زہر دے کر مروایا ان میں حسنی سادات کے یحییٰ بن عبداللہ اور ادریس بن عبداللہ اور شیعان علی کے ساتویں امام موسیٰ کاظم شامل تھے۔ بلاد شام میں آباد عربوں کے مضری (حجازی) اور یمنی قبائل کے مابین خونریز خانہ جنگی چار سال تک جاری رہی جس میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا گیا۔ خراسان میں خوارج نے بغاوتیں کیں جنہیں کچلنے کی

Marfat.com

کارروائیوں کے دوران ہزاروں خوارج مارے گئے۔ عجمی خاندان برامکہ جس نے عباسی خاندان کی سلطنت کو مستحکم کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا تھا' اقتدار پر بہت زیادہ غلبہ پا گئے تو اپنے اقتدار کے 18 ویں سال ہارون نے جعفر برمکی کو قتل کروا دیا اور سارے برامکہ خاندان کو قید میں ڈال دیا جن میں اس کا اتالیق اور وزیراعظم یحییٰ بن خالد برمکی اور ہارون کا رضائی بھائی فضل بن یحییٰ برمکی بھی شامل تھے۔ ان برمکیوں نے قید خانوں میں انتقال کیا۔ ان پر کوئی شرعی فرد جرم عائد نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی قاضی کی عدالت نے انہیں سزا سنائی تھی۔ یہ سیاسی معاملہ تھا جسے مروجہ استبدادی سیاسی دستور کے تحت نمٹایا گیا تھا۔ عجمیوں نے بے پناہ عروج حاصل کرنے کے بعد ہارون کے اواخر دور میں زوال دیکھا اور عرب دوبارہ بااثر ہو گئے۔ اس کے دور کے آخر میں ماوراالنہر کے ایک سردار رافع بن لیث نے ایک اور سردار یحییٰ بن اشعث کی بیوی کو طلاق دلوا کر اس سے شادی کر لی۔ ہارون رشید نے اس شادی کو فسخ کرنے کا حکم دیا جسے رافع نے تسلیم نہ کیا اور بغاوت کر دی۔ ہارون نے اس حکم عدولی پر خود اس کے خلاف چڑھائی کی۔ رافع شکست کھا کر بھاگ گیا مگر اس کے بھائی بشر کو پکڑ کر ہارون نے قصائی کے ہاتھوں چودہ ٹکڑے کروا دیئے۔ ہارون نے اپنے دور خلافت میں عالموں' قاضیوں' مفتیوں کی سرپرستی کی۔ بغداد کے عالموں نے شراب (نبیذ) کو جائز قرار دے دیا جسے ہارون اور اس کے درباری سرعام پیتے تھے۔ اس کے دور میں علم و حکمت اور فن و ادب میں بھی بڑا کام ہوا۔ اس کے خزانے مال و دولت سے لبریز رہتے تھے وہ انعام و اکرام میں لاکھوں دینار لٹا دیتا تھا۔ اس کی بیوی زبیدہ نے مکہ میں حاجیوں کے پینے کے پانی کے لیے ایک نہر تعمیر کرائی جو نہر زبیدہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ وہ اپنے ذاتی کردار میں دینداری کے نمونے بھی پیش کرتا تھا' مگر حد درجہ عیاش بھی واقع ہوا تھا۔ آج کے اسلامی احیاء پسند ہارون رشید کے دور کو اسلام کے عروج کے سنہرے دور سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے نظام حکومت کی بنیاد اسلام پر نہیں تھی۔ وہ اپنے عہد کے مروجہ استبدادی سیاسی نظام پر عمل پیرا تھا جس پر اس کے ہم عصر غیر مسلم فرمانروا یورپ' ہندوستان' چین اور دنیا کے دوسرے علاقوں میں اختیار کیے ہوئے تھے۔ نظام حکومت و سیاست کی بنیاد نہ کبھی مذہب پر ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ ہر دور میں ہر علاقے میں انسانی تہذیب اپنی ترقی کے جس مرحلے سے گزر رہی ہوتی ہے وہ اپنا سیاسی نظام

Marfat.com

اپنے تقاضوں کے مطابق خود وضع کرتی ہے۔ وہ دور ساری دنیا میں موروثی جاگیرداری شہنشاہیت کا دور تھا' اس لیے دنیا کے تمام فرمانروا بلالحاظ مذہب و ملت اسی کو اختیار کیے ہوئے تھے۔ یورپ کے صنعتی انقلاب کے نتیجے میں جنم لینے والے بورژوا جمہوری نظام پر قرون وسطیٰ کے جاگیرداری دور میں نہ تو عمل ہو سکتا تھا اور نہ ہی اس کی توقع کی جا سکتی تھی۔ چنانچہ آج کے جمہوری پیمانے پر اس زمانے کے حکمرانوں کو نہیں پرکھا جا سکتا بالکل اسی طرح جیسے قرون وسطیٰ کے موروثی جاگیرداری استبدادی نظام کو آج کے دور میں ٹھونسنا بہت بڑی زیادتی ہے۔

Marfat.com

باب : 5

# خلیفہ امین اور خلیفہ مامون کی جنگ اقتدار

## عرب و عجم کی جنگ' مامون کی کامیابی
## عجمیوں کی کامیابی

ہارون رشید کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا امین بغداد میں مسند خلافت پر فائز ہوا تو فوراً ہی اس کے اور اس کے دو بھائیوں عبداللہ المامون اور قاسم الموتمن کے درمیان عداوت کے آثار نظر آ گئے۔ ہارون نے ان تینوں بیٹوں کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا ہوا تھا۔ اور ساری سلطنت تینوں میں منقسم تھی۔ طوس میں جب ہارون بستر مرگ پر تھا اور مامون اس سے آگے بڑھ کر مرو میں پہنچ چکا تھا۔ تو اس نے ایک مرتبہ پھر امراء فوج اور وزراء بالخصوص وزیر اعظم فضل بن ربیع کی زبانی ولی عہدی کی تجدید کی تھی اور سب سے اس بات پر عہد لیا تھا کہ فوج مامون کی ہے اور اس کو مع جملہ سازوسامان کے اس کے پاس مرو میں پہنچنا چاہئے۔ لیکن ان ہی دنوں اس کے بڑے بیٹے محمد الامین کا ایک قاصد بکر بن المعتمر خطوط لیکر طوس آیا۔ ان خطوط میں ایک خط محمد الامین کے بھائی صالح کے نام تھا کہ "امیر المومنین کی اولاد' خادموں اور بیویوں کو فضل بن ربیع کی نگرانی میں دینا اور اسے حکم دینا کہ وہ اپنی فوج اور متعلقین کے ساتھ ان سب کو لیکر روانہ ہو جائے۔۔۔ کوئی کام بغیر فضل بن ربیع کے مشورے کے ہرگز نہ کرنا۔ جس شخص کے پاس جو کچھ نقد و جنس' اسلحہ اور سامان کی شکل میں ہو اسے اس طرح اس کے قبضہ میں رہنے دینا اور تاوقتیکہ تم میرے پاس نہ پہنچ جاؤ' تم اس کے متعلق کسی سے کوئی تعرض نہ کرنا۔" ظاہر ہے کہ یہ خط ہارون رشید کی اس وصیت کے منافی تھا جس میں یہ کہا گیا کہ تھا کہ فوج اور مال واسباب مامون کا ہو گا۔ لہٰذا جب ہارون کا انتقال ہو گیا تو وزیر اعظم فضل نے جو امین کے

Marfat.com

طرف داروں میں سے تھا امراء فوج کو جمع کر کے کہا کہ ہم مامون کے پاس جاکر کیا کریں گے۔ ہم کو خلیفہ امین کے پاس چلنا چاہئے۔ وہ جیسا حکم دیں گے اس کے مطابق عمل کریں گے۔ اہل فوج کو وطن اور گھر کے اشتیاق کی وجہ سے یہ رائے پسند آئی انہوں نے ہارون کی وصیت اور اس کے عہد کو پس پشت ڈالا اور بغداد کی جانب کوچ کیا۔ مامون کو مرو میں جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے امراء سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ اکثر لوگوں نے یہ رائے دی کہ آپ خود دو ہزار سواروں کو لیکر جایئے اور اس فوج کو واپس لایئے جو ہارون کی وصیت کے مطابق آپ کی ہے۔ لیکن فضل بن سہل نے جو اس کے دربار میں سب سے زیادہ قدر و مرتبہ رکھتا تھا' کہا کہ یہ رائے درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی معتبر اور زبان آور شخص کو خط دیکر بھیجیں جو ان کو خلیفہ سابق کا عہد یاد دلا کر سمجھائے اور واپس لائے۔ مامون نے خط اور قاصد بھیجا۔ وہ نیشاپور میں اس فوج سے آکر ملا۔ لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور وزیر اعظم فضل بن ربیع سب کو ساتھ لیے ہوئے بغداد چلا گیا۔ مامون اپنی اس قوت کے نکل جانے اور فضل بن ربیع کی اس مخالفت کی وجہ سے بہت مایوس اور غمگین ہوا۔ چونکہ مامون نے تعلیم و تربیت جعفر برمکی سے حاصل کی تھی اور وہ اس کی کوشش سے ولی عہد ہوا تھا' اس لیے اس کی طبیعت میں فضل بن ربیع کی طرف سے جس نے برمکی خاندان کی بربادی میں اہم ترین کردار ادا کیا تھا' بہت کدورت تھی' اب اس کی اس کدروت نے نفرت وغصہ کی صورت اختیار کرلی تھی اور اس کے اور امین کے مابین سخت کشیدگی پیدا ہوگئی۔ تاہم اس موقع پر فضل بن سہل نے مامون سے کہا' اچھا ہوا وہ لوگ چلے گئے۔ آپ کو ان کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ لیکن ایک بات میں آپ سے کہتا ہوں اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے' اس سلطنت کی طاقت وشوکت منصور کے عہد سے بڑھ کر کسی عہد میں نہ تھی۔ مقنع نے جو اپنی ربوبیت کا مدعی تھا یا جیسا کہ دوسروں نے بیان کیا ہے کہ وہ ابو مسلم کا بدلہ لینے کے لیے کھڑا ہوا تھا اور ان کے خلاف خروج کیا۔ چونکہ اس نے خراسان میں خروج کیا تھا اس لیے خود منصور کی قیام گاہ میں ہلچل پڑ گئی تھی۔ مگر بہرحال اللہ نے اس فتنہ کو فرو کر دیا۔ اس کے بعد یوسف البرم نے جس کو بعض مسلمان کافر سمجھتے ہیں خروج کیا۔ اللہ نے اس کے فتنہ کو بھی فرو کر دیا۔ مگر اللہ نے اس فتنہ سے سلطنت کو محفوظ رکھا۔ مگر اب جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں وہ بڑی بات

Marfat.com

ہے۔ اچھا تو یہ بتایئے کہ جب رافع کی بغاوت کی خبر دربار میں پہنچی تو لوگوں پر کیا اثر تھا' مامون نے کہا' میں نے دیکھا کہ وہ اس خبر سے سخت پریشان ہو گئے تھے[1]" فضل بن سہل کی اس گفتگو کا مطلب یہ تھا کہ خراسان سلطنت کی طاقت کا مرکز ہے اگر آپ اس مرکز میں اپنے پاؤں جمالیں گے تو محمد الامین کے خلاف بالاخر آپ کی فتح ہو گی۔ خلافت عباسیہ خراسانیوں کی امداد سے قائم ہوئی تھی پھر ابو مسلم کے قتل کے بعد سال بسال مسلسل بغاوتیں ہوتی رہیں اور پھر خلیفہ ان بغاوتوں سے پریشان رہا۔ "اگر آپ نے خراسانیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا تو کوئی آپ کو شکست نہیں دے سکے گا۔ آپ اپنے ننہال میں ہیں (محمد الامین باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہاشمی تھا جبکہ مامون کی ماں خراسان کی لونڈی تھی) اور آپ کی بیعت کی ذمہ داری خراسانیوں پر لازم ہے۔ ذرا انتظار کیجئے میں آپ کی خلافت کی ضمانت کرتا ہوں[2]" بالفاظ دیگر فضل بن سہل عبداللہ المامون کو مناسب موقع پر خلافت کا دعویٰ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا جبکہ دوسری طرف فضل بن ربیع خلیفہ محمد الامین کو یہ مشورہ دے رہا تھا کہ وہ اپنے دونوں بھائیوں کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد کر دے اور اس طرح دونوں بھائیوں کے مابین اقتدار کی کھلم کھلا جنگ کے لیے میدان ہموار ہو رہا تھا۔ اسلامی اخوت کا جذبہ کسی طرف بھی نہیں تھا۔

فضل بن سہل نے مامون سے اس گفتگو کے بعد سب امراء سے ان کے مکان پر جاکر ملاقات کی اور اس بیعت کو یاد دلایا جس کی ذمہ داری اور جس کا رہنا ان پر واجب تھا۔ مگر سب نے اس تجویز کو نہایت ہی کراہت سے دیکھا۔ کسی نے تو کہا یہ نہ ہو گا۔ کسی نے کہا وہ کون ہے جو امیرالمومنین اور ان کے بھائی کے درمیان مداخلت کرے۔ تاہم فضل بن سہل امراء کے اس جواب سے مایوس نہ ہوا اور اس نے مامون سے کہا کہ "آپ نے قرآن پڑھا ہے۔ حدیث سنی ہے' قانون شریعت میں بہت اچھی واقفیت حاصل کی ہے بہتر یہ ہے کہ یہاں جس قدر فقہا ہوں ان کو طلب کریں ان کو دعوت حق دیں۔ اس کے عمل کی ترغیب و تمرین کریں۔ سنت کا احیاء کریں۔ تخت پر بیٹھیں اور لوگوں کی شکایات کو سن کر ان کو رفع کریں۔" مامون نے اس تجویز پر عمل کیا۔ تمام امراء بادشاہوں اور شہزادوں کی تعظیم و تکریم کی۔ اگر کوئی تمیمی ہوتا تو وہ کہتا کہ ہم تجھ کو موسیٰ بن کعب کی جگہ سمجھتے ہیں۔ ربعی سے کہتا کہ ہم تجھ کو ابو داؤد خالد بن ابراہیم کی جگہ سمجھتے ہیں۔ یمانی سے کہتا

Marfat.com

کہ ہم تجھ کو قحطبہ اور مالک بن الہیثم کی جگہ سمجھتے ہیں اس طرح وہ ہر قبیلہ کو اس کے کسی مشہور سردار سے نسبت دے کر پکارتا۔ اس نے خراسان کا ایک چوتھائی خراج کم کر دیا۔ اس سے تمام خراسان خوش ہو گیا۔ اور اہل خراسان کہنے لگے کیونکہ آخر یہ ہمارا بھانجا ہے اور رسول اللہؐ کے چچا (عباس بن عبدالمطلب) کا پوتا ہے"۔ جب مرو میں یہ ہو رہا تھا تو دوسری طرف بغداد میں یہ ہوا کہ محمد الامین نے خلیفہ ہونے کے فوراً ہی بعد یہ حکم دیا کہ "شہر کے اندر ابو جعفر کا جو محل ہے اس کے گرد چوگان اور دوسرے کھیل تماشوں کے لیے ایک میدان بنایا جائے۔" گویا ایک مدعی خلافت مذہب کی آڑ لیکر اپنے دعوے کو تقویت دے رہا تھا اور دوسرا کھیل تماشوں کا انتظام کر کے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عبداللہ المامون نے اگرچہ علم بغاوت بلند نہ کیا اور اس نے امین کو اپنی اطاعت کا خط لکھا اور بہت سے تحائف اس کو بھیجے۔ تحائف میں جواہرات' ظروف مشک' جانور اور اسلحہ تھے۔ ان دنوں ہرثمہ بن العین نے رافع بن لیث کے خلاف لڑائی جاری رکھی۔ سمرقند کی فصیل کے اندر گھس گیا اور رافع نے شہر کے اندرون میں پناہ لی۔ اس نے ترکوں سے امداد طلب کی۔ ترک مدد کے لیے آئے۔ اس طرح ہرثمہ ایک طرف رافع اور دوسری طرف ترکوں کے بیچ میں گھر گیا۔ مگر پھر ترک پلٹ گئے اور اب رافع کمزور ہو گیا۔

چونکہ بغداد میں وزیر اعظم فضل بن ربیع کو عبداللہ المامون کے خلاف اپنی متذکرہ کارروائی کی وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر خلافت کسی دن مامون کے ہاتھ میں چلی گئی تو اس کا کہیں ٹھکانہ نہ رہے گا۔ اس لیے وہ خلیفہ امین کو مسلسل یہ مشورہ دیتا رہا کہ وہ مامون اور موتمن کو ولی عہدی سے نکال کر اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد بنا دے۔ فضل کی اس کوشش میں امین کی ماں زبیدہ بھی شریک تھی۔ کیونکہ جعفر برمکی نے زبیدہ کی مرضی کے خلاف اس کے سوتیلے بیٹے مامون کو ولی عہد بنوایا تھا۔ علی بن عیسیٰ بن ماہان اور سندی وغیرہ بھی فضل بن ربیع کے ہمنوا تھے۔ چنانچہ امین راضی ہو گیا اور اس نے عہدہ خلافت سنبھالنے کے چند ہی ماہ بعد 194ھ میں اپنے بھائی القاسم الموتمن کو تمام علاقہ شام' قنسرین' عواصم اور سرحدوں کی ولایت سے معزول کر دیا۔ اس کی جگہ خزیمہ بن خازم کو مقرر کیا اور قاسم کو یہ حکم دیا کہ وہ مدینتہ السلام (بغداد) میں رہا کرے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مزید حکم دیا کہ تمام سلطنت میں منبروں پر اس کے بیٹے موسیٰ کے لیے اسے امیر کہہ کر دعا

Marfat.com

مانگی جائے۔ جب مامون کو اس حکم کی اور قاسم کی معزولی کی اطلاع ملی تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ خود اس کی علیحدگی کی ابتدائی تدابیر ہیں۔ اس نے محمد الامین سے مراسلت بند کر دی اور فرامین سے اس کا نام خارج کر دیا۔ اسی زمانہ میں رافع بن لیث بن نصر بن سیار نے امان طلب کی اور ہرثمہ نے یہ درخواست فوراً منظور کرلی۔ رافع اپنی جائے پناہ سے نکل کر مامون کے پاس چلا آیا اور ہرثمہ سمرقند میں مقیم رہا۔ کچھ دیر بعد ہرثمہ بھی مامون کے پاس آگیا اور مامون نے اسے اپنی فوج خاصہ کا افسر مقرر کرلیا۔ خلیفہ محمد الامین کو مامون کی یہ کارروائی بری لگی۔ چنانچہ اس نے مامون کو اپنے راستے سے ہٹانے کی تدابیر بھی شروع کیں جبکہ مامون نے اپنے آپ کو امام کہلوانا شروع کر دیا۔ خلیفہ امین کی ایک تدبیر یہ تھی کہ اس نے مامون کے پاس تین سفیر بھیجے جن میں عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ بھی شامل تھا جس کے دادا نے خلیفہ مہدی کے عہد میں ولی عہدی سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ لیکن یہ سفارتکاری ناکام رہی کیونکہ مرو میں عباس بن موسیٰ سے یہ وعدہ کیا گیا کہ ''مصر میں جہاں کی حکومت چاہو تمہیں دے دی جائے گی'' عباس نے اس لالچ کے تحت مامون کی خلافت کی خفیہ بیعت کرلی۔ ان سفیروں نے جب واپس جاکر محمد الامین کو اطلاع دی کہ مامون نے ولی عہدی سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا ہے تو امین نے مامون کو ولی عہدی سے برطرف کرکے چند خاص خاص لوگوں سے اپنے بیٹے موسیٰ کے لیے بیعت لے لی اور فضل بن ربیع نے ان تحریروں کو تلف کر دیا جن میں ہارون نے امین کے بعد مامون کے لیے عہد وفا لیا تھا۔ اس کے بعد خلیفہ امین اور مامون کے درمیان تضاد شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ 195ھ میں امین نے اپنی تمام سلطنت میں مامون اور قاسم کے لیے منبروں پر دعا بند کرا دی اور حکم دیا کہ خود اس کے بعد اس کے بیٹے موسیٰ کے لیے دعا کی جایا کرے۔ اور اسی سال جمادی الاخر میں خلیفہ امین نے علی بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ پچاس ہزار فوج کے ساتھ مامون کے خلاف جنگ کرے۔ جب مرو میں یہ اطلاع ملی تو لڑائی کی تیاری شروع ہو گئی۔ مامون کا سپہ سالار اس کا غلام طاہر بن حسین تھا۔ رے کے قریب مقابلہ ہوا جس میں علی بن عیسیٰ کو شکست ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔ فاتحوں کو بے شمار دولت ملی۔ طاہر نے علی بن عیسیٰ کی سربریدہ لاش کو کمبل میں لپیٹ کر کنوئیں میں ڈال دیا۔ جب مامون کو اس فتح کی خوشخبری ملی تو اس نے ہرثمہ بن العین اور حسن بن سہل کے تجویز

Marfat.com

کے مطابق اپنی خلافت کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ اور سب شیعان عباس نے ان کی فوراً بیعت کرلی[۳]" اگلے دن علی بن عیسیٰ کا سر بھی آگیا اور اسے خراسان میں گشت کرایا گیا۔ جب امین کو بغداد اپنی فوج کی شکست کی خبر ملی تو اس نے مامون کی ساری منقولہ و غیر منقولہ جائیداد ضبط کرلی اور اس طرح عالم اسلام قرطبہ' بوسیلی' بغداد اور مرو کی چار سلطنتوں میں بٹ گیا۔

کہتے ہیں کہ بغداد میں علی بن عیسیٰ کی شکست کی خبر 15 شوال 195ھ کو پہنچی تو خلیفہ امین بہت نادم ہوا۔ "امرائے عساکر صورت حال پر غور کرنے کے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے گئے اور سب نے جمع ہوکر یہ بات کہی کہ علی تو مارا گیا اب ضرور امین کو اس بات کی ضرورت ہو گی کہ وہ ہماری خدمات سے استفادہ کرے اور یہ قاعدہ ہے کہ لوگوں کے قلوب ہی ان میں تحریک پیدا کرتے ہیں ان کی شجاعت و دلیری ان کو رفعت دیتی ہے۔ اس لیے اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنی فوجی جمعیت کو ہدایت کرے کہ وہ ہنگامہ برپا کر دیں اپنی معاش اور مزید انعام کا مطالبہ کریں اس ترکیب سے ہمیں توقع ہے کہ موجودہ حالت میں ہم اس سے بہت کچھ مستفید ہو سکیں گے اور اس طرح ہماری اور ہماری جمعیتوں کی معاشی حالت بہتر ہو جائے گی۔ اس رائے سے سب نے اتفاق کیا۔ صبح کو سب باب الجسر پر آئے۔ انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور اپنی معاش اور انعام کا مطالبہ کیا اس ہنگامہ کی اطلاع عبداللہ بن خازم کو ہوئی۔ وہ اپنی جمعیت اور دوسرے عرب امراء کی جمعیت کو لیکر وہاں پہنچا۔ تیر اندازی اور سنگباری کے بعد دونوں فریقوں میں خوب ہی تلوار چلی۔ محمد الامین نے جب تکبیر اور لڑائی کا شور سنا۔ اس نے اپنے ایک خدمتگار کو اطلاع یابی کے لیے بھیجا۔ اس نے واپس جاکر ساری کیفیت سنائی کہ تمام فوج جمع ہے اور اس نے معاش کے لیے ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ امین نے پوچھا کیا صرف معاش ہی چاہتے ہیں یا کچھ اور' اس نے کہا جی ہاں صرف معاش کے خواستگار ہیں امین نے کہا یہ تو بہت معمولی مطالبہ ہے۔ اچھا تم عبداللہ بن خازم کے پاس جاؤ اور ہماری طرف سے اس کو حکم دو کہ وہ ان کو چھوڑ کر چلا آئے۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ تمام فوج کو چار ماہ کی معاش ایک وقت میں دے دی جائے۔ نیز جو سپاہی اسی (80) سے کم پاتے ہیں ان کے بھی اسی (80) مقرر کر دیئے جائیں۔ اس کے علاوہ فوجی عہدیداروں اور سرداروں کو بیش بہا صلے

Marfat.com

اور انعام دیئے؟" اس واقعہ سے اس حقیقت کی عکاسی ہوتی ہے خلیفہ امین کے لشکر کو اسلام یا خلافت اسلامیہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ محض اپنے مالی مفاد کی خاطر فوج میں بھرتی ہوئے تھے اور انہوں نے امین کی شکست سے بھی مالی فائدہ اٹھانے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ دوسری طرف مامون نے بھی جب 193ھ میں خلیفہ امین کے خلاف سرکشی کا عزم کیا تھا تو اس موقع پر اس نے علماء اور امراء کی حمایت مال ودولت کے ذریعے ہی حاصل کی تھی۔

علی بن عیسیٰ کے قتل کے بعد خلیفہ امین نے عبدالرحمان بن جبلہ الانباری کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ طاہر سے جنگ کرنے کے لیے ہمدان کی طرف روانہ کیا۔ امین نے اس کی روانگی سے قبل اسے ہمدان اور کل بلاد خراسان کی سند گورنری دی تھی۔ مامون کا سپہ سالار طاہر ہمدان پہنچا تو ابن جبلہ نے ہمدان سے نکل کر مقابلہ کیا۔ شکست کھاکر شہر کی طرف بھاگا۔ طاہر نے شہر ہمدان کا محاصرہ کرلیا۔ جب اہل شہر کو محاصرے کی طوالت سے تکلیفیں ہونے لگیں تو عبدالرحمان نے اس خوف سے کہ مبادا اہل شہر باغی نہ ہو جائیں طاہر سے امان طالب کرکے ہمدان چھوڑ دیا۔ جس کے بعد طاہر نے ہمدان اور کل بلاد جبل پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا۔ ایک مدت تک عبدالرحمان بن جبلہ بے خوف وخطر جہاں چاہتا تھا آ جاتا تھا۔ طاہر کے امان دے دینے کی وجہ سے کوئی شخص معترض نہ ہوتا تھا۔ جب اس کو طاہر اور اس کے ہمراہیوں کی طرف سے اطمینان کامل ہوگیا تو ایک روز اس نے اپنے ساتھیوں کو مجتمع کرکے بحالت غفلت حملہ کر دیا۔ طاہر کی فوج کمال عجلت سے تیار ہوکر مقابلے پر آگئی۔ جنگ کا بازار گرم ہوگیا۔ فریقین جی توڑ کر ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ بالآخر عبدالرحمان کے ہمراہی میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور عبدالرحمان مارا گیا۔ طاہر یکے بعد دیگرے شہروں اور ملکوں پر قبضہ کرتا ہوا حلوان پہنچا اور حلوان کے چاروں طرف خندق کھود کر مورچے قائم کیے اور از سر نو اپنی فوج کو مرتب و جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ "اس واقعہ کے بعد مامون نے منبروں پر اپنے نام کا خطبہ پڑھنے اور امیرالمومنین کے لقب سے مخاطب کیے جانے کا حکم صادر کیا اور فضل بن سہل کو کل ممالک شرقی' جبل ہمدان سے تبت تک طولاً اور بحر فارس سے بحردیلم و جرجان تک عرضاً" سب کے سیاہ وسفید کرنے کا اختیار دے دیا اور ایک نیزہ پر جس کی دو شاخیں تھیں فضل

Marfat.com

کے لیے ایک لواء مقرر کیا اور ذوالریاستین (یعنی صاحب حرب و علم) کا مبارک لقب دیا۔ لواء حرب کا منتظم علی بن ہشام بنایا گیا۔ نعیم بن خازم کو قلمدان وزارت دیا گیا اور اس کے بھائی حسن بن سہل کو دیوان الخراج کی افسری دی گئی۔[5]"

اسی سال یعنی 195ھ کے اواخر میں "شام میں بنو امیہ کے ایک شخص علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ المعروف سفیانی نے شام میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ وہ خلافت وسلطنت کا دعویدار تھا۔ خطاب بن وجہ العلس نے (جو بنو امیہ کا آزاد غلام تھا) جو صیداء پر قابض تھا اس کی حمایت کی جس سے سفیانی کی قوت بڑھ گئی اور اس نے سلیمان بن منصور کے قبضہ سے دمشق کو نکال لیا۔ اس کے اکثر ساتھی قبیلہ کلب کے تھے۔ دمشق پر قبضہ کرنے کے بعد سفیانی نے محمد بن صالح کلابی کے پاس ایک خط روانہ کیا۔ جس میں اطاعت قبول کرنے کی صورت میں انعامات اور صلے دینے کا وعدہ کیا اور سرکشی کی صورت میں قتل و غارت کی دھمکی دی تھی۔ محمد بن صالح نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ سفیانی نے قیسیہ کا قصد کیا۔ قیسیہ نے محمد بن صالح سے امداد مانگی۔ چنانچہ محمد بن صالح تین سو سواروں کے ساتھ پہنچا۔ جن میں اکثر وبیشتر اس کے موالی اور احباب تھے۔ سفیانی نے یزید بن ہشام کو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ فریقین میں لڑائی ہوئی یزید کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ تقریباً دو ہزار آدمی مار ڈالے گئے اور تین ہزار گرفتار کرلیے گئے جن کو محمد بن صالح نے سر اور داڑھی منڈوا کر رہا کر دیا۔ اس کے بعد سفیانی نے ایک لشکر ترتیب دے کر اپنے بیٹے قاسم کے ہمراہ محمد بن صالح کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ اس معرکہ میں بھی سفیانی کے ساتھیوں کو شکست ہوئی۔ اثنائے جنگ میں قاسم کام آگیا۔ اس کا سر اتار کر خلیفہ امین کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ سفیانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پھر لشکر فراہم کرکے اپنے ایک آزاد غلام معتمر کی سرکردگی میں بھیجا۔ اس مرتبہ بھی سفیانی کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور معتمر مار ڈالا گیا۔ ان واقعات سے سفیانی کے کاموں میں رخنہ آگیا۔ قیسیہ نے اس سے فائدہ اٹھانا چاہا بعد ازاں محمد بن صالح بیمار ہو گیا۔ اس نے بنو نمیر کے سرداروں کو جمع کرکے یہ وصیت کی کہ تم لوگ مسلمہ بن یعقوب بن علی بن محمد بن سعد بن مسلمہ بن عبدالملک کی خلافت کی بیعت کرلو اور اس ذریعے سے سفیانی پر کامیابی حاصل کرو کیونکہ بغیر اس حیلہ کے تم سرسبز نہ ہو سکو گے۔ بنو نمیر نے اس وصیت

Marfat.com

پر عمل کیا۔ مسلمہ بن یعقوب بنی نمیر کی بیعت کرنے سے باغ باغ ہو گیا۔ اپنے خاندان اور موالی کو جمع کر کے سفیانی کے مکان پر آیا اور اس کو مع اور روسا بنو امیہ کے قید کرلیا اور قیسیہ کو اپنے مقربین اور معتمد مشیروں میں داخل کرلیا۔ اس اثناء میں محمد بن صالح نے شفا پائی اور اس نے لشکر مرتب کر کے دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ قیسیہ نے محرم 198ء میں دمشق کو اس کے حوالے کر دیا۔ مسلمہ اور سفیانی عورتوں کا لباس پہن کر مرہ کی جانب بھاگ گئے اور محمد بن صالح دمشق پر قابض ہو گیا"۔

شام میں دو تین سال کی اس خانہ جنگی کے دوران خلیفہ امین نے عبداللہ المامون کے سپہ سالار طاہر بن حسین کے مقابلہ کے لیے احمد بن مزید کی سرکردگی میں بیس ہزار سواروں کی جمعیت روانہ کی اور عبداللہ بن حمید بھی اجازت حاصل کر کے دوسری بیس ہزار فوج کے ہمراہ احمد بن مزید کے ہمراہ ہو گیا یہ دونوں بغداد سے روانہ ہو کر حلوان کے قریب ایک مقام خانقین میں آکر فروکش ہوئے۔ مگر طاہر بن حسین بدستور اپنی فرودگاہ میں مقیم رہا۔ اس نے اپنی اور اپنی فوج کی حفاظت کے لیے خندق بنالی اور احمد بن مزید اور عبدالرحمان بن حمید کی چھاؤنیوں کو اپنے جاسوس اور مخبر بھیج دیئے۔ ان دونوں لشکروں کا پڑاؤ الگ الگ تھا۔ طاہر کے جاسوس ان کی چھاؤنیوں میں یہ خبریں پھیلاتے رہے کہ خزانہ بغداد خالی ہو گیا ہے لشکریوں کی تنخواہیں بند ہو گئی ہیں۔ لشکری پریشان پھر رہے ہیں۔ جہاں جو پاتے ہیں اس پر قبضہ کرلیتے ہیں" وہ عبداللہ بن حمید کے لشکریوں کو یہ بتاتے تھے کہ احمد کی سپہ کے لیے اتنی زیادہ عطا مقرر کی ہے"۔ آخر کار طاہر اس طرح احمد بن مزید اور عبداللہ بن حمید کے لشکروں میں نزاع اور اختلاف پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان کی یکجہتی ختم ہو گئی۔ وہ خود آپس ہی میں ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے اور لڑ پڑے اور پھر وہ طاہر سے لڑے بغیر خانقین کو چھوڑ کر بغداد چلے گئے۔ طاہر نے بغیر کسی زحمت کے آگے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کرلیا۔ یہاں اسے مامون کی طرف سے حکم دیا گیا کہ وہ اہواز جائے۔ طاہر اہواز کی جانب بڑھا۔ وہاں کے عامل محمد بن یزد المھلبی نے نکل کر صف آرائی کی۔ لیکن ہزیمت اٹھا کر بھاگا۔ اس پر طاہر نے وہاں قبضہ کرلیا اور فارس سے لیکر یمامہ اور بحرین تک عمال مقرر کیے طاہر کی طاقت اور شوکت اس قدر بڑھ گئی تھی اور فتوحات کی وجہ سے اس کا نام ایسا ہیبت ناک ہو گیا تھا کہ جس طرف وہ رخ کرتا تھا امراء اور عمال خلافت اس کا

Marfat.com

نام سنتے ہی اس جگہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہواز سے واسط کی طرف روانہ ہوا تو وہاں کے امیر نے بھاگنے کی تیاری کی۔ کسی نے کہا کہ آپ کو بھاگنا نہیں چاہیے۔ اس نے کہا کہ جانتے ہو کون آرہا ہے طاہر' اس سے بھاگنے میں کوئی عار نہیں۔ چنانچہ وہ بھاگ گیا اور طاہر نے واسط پر قبضہ کر لیا۔ طاہر نے واسط سے ایک دستہ فوج کا کوفہ کی طرف بھیجا۔ وہاں کے امیر عباس بن موسیٰ ہادی نے امین کی بیعت کو فسخ کر کے مامون کی خلافت کو تسلیم کرلیا۔ نیز منصور بن مہدی امیر بصرہ نے بھی یہی کیا۔ یہ سب واقعات 196ھ میں ہوئے۔ اسی سال ماہ رجب میں حجاز کا عامل داؤد بن عیسیٰ بھی اہل قریش کے علماء اور فقہا سے مشورہ کر کے امین کی خلافت سے منحرف ہو گیا اور اس نے اہل حجاز کے ساتھ مامون کی خلافت کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد داؤد مرو میں جاکر مامون سے ملا۔ اور اس کو یہ کیفیت سنائی۔ اس نے ان متبرک مقامات کی بیعت کو اپنے لیے فال نیک سمجھا اور خوش ہوا۔ داؤد کو بدستور وہاں کی امارت کا فرمان دیکر رخصت دی اور اہل حرمین کے نام خط لکھ کر دیا جس میں ان کو بہت کچھ بہتری کی امید دلائی۔ راستہ میں داؤد طاہر سے بھی ملا۔ اس نے یزید بن جریر قسری کو یمن کا امیر مقرر کر کے اس کے ساتھ کر دیا۔ وہ جس وقت یمن میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے مامون کی خلافت پر بیعت کرلی۔

بغداد میں اس اثنا میں یہ واقعہ ہوا کہ "خلیفہ امین نے عبدالملک بن صالح کو شام اور جزیرہ کا والی مقرر کر کے اسے ہدایت کی وہ شامیوں کی فوج جمع کر کے طاہر بن حسین کے لشکر کا مقابلہ کرے۔ عبدالملک بن صالح کو ہارون رشید نے قید کر دیا تھا لیکن امین نے 193ھ میں خلیفہ بننے کے فوراً" بعد اسے رہا کر دیا تھا۔ اسی بنا پر عبدالملک امین کا ممنون تھا۔ چنانچہ اس نے خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ خراسانیوں کا ایک لشکر لیکر شام روانہ ہوا لیکن رقہ پہنچ کر ٹھہر گیا۔ وہاں سے اس نے شام کو فوجی جمعیتوں کے تمام سرداروں اور اہل جزیرہ کے عمائدین کے نام خطوط روانہ کیے۔ اپنے ان خطوط میں اس نے ہر شخص سے جس سے جن خدمات کی توقع تھی اور جس کی شجاعت اور کارروائی کی شہرت تھی۔ بڑے بڑے صلے اور انعام کا وعدہ کیا اور امیدیں دلائیں۔ چنانچہ تمام رؤساء اور جمعیتیں یکے بعد دیگرے اس کے پاس آئیں اس نے ہر سردار کو جو اس سے ملنے آیا۔ انعام' دولت اور سواری سے سرفراز کیا۔ شام کے لٹیرے اور اعرابی بھی پہاڑی دروں کو چھوڑ کر اس کے پاس آگئے۔

Marfat.com

اس طرح اس کے پاس ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ ابھی روانگی کی نوبت نہ آئی تھی کہ عبدالملک علیل ہو گیا اور روز بروز اس کا مرض بڑھتا گیا۔ اس اثناء میں اس کے لشکر میں خراسانیوں اور شامیوں کے درمیان اس سبب سے کشیدگی پیدا ہو گئی کہ جنگ سلیمان بن ابی جعفر میں شامیوں نے خراسانیوں کا ایک گھوڑا پکڑ لیا تھا۔ آخر میں یہ گھوڑا ایک شامی ڈاکو کے پاس تھا۔ ایک خراسانی نے اپنے گھوڑے کو دیکھا تو وہ اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ خراسانیوں نے شامیوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور باتوں باتوں میں جنگ وجدال کی نوبت پہنچ گئی۔ عبدالملک نے فریقین کو جنگ سے روکا مگر دونوں نہ رکے اور برابر لڑتے رہے۔ لاشوں کے انبار لگے گئے۔ آخر کار اہل حمص اور قبائل کلب اپنے اپنے شہروں کو لوٹ کھڑے ہوئے جس سے اہل شام کو شکست ہوئی"۔

طبری لکھتا ہے کہ "عبدالملک کو جب معلوم ہوا کہ خراسانیوں نے عربوں کو مارا ہے' اس نے اظہار تاسف میں ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ اس سے بڑھ کر ہماری ذلت کیا ہو گی کہ عرب اپنے ہی علاقے اور گھر میں اس طرح مارے جا رہے ہیں۔ وہ اس صدمہ کی تاب نہ لاسکا اور چند دن بعد انتقال کر گیا۔ اس واقع کے بعد خراسانیوں کی فوج کے ایک سپہ سالار اور حسین بن علی بن عیسیٰ بن ماہان نے فوج میں کوچ کی منادی کرا دی۔ جب حسین بن علی بغداد آیا تو یہاں کے لوگوں نے اس کا استقبال کیا۔ ٹھیک آدھی رات کو امین نے اسے طلب کیا۔ اس نے اس کے فرستادے سے کہا کہ میں نہ گویا ہوں نہ قصہ گو اور نہ مسخرہ اور نہ آج تک میں نے خلیفہ کی کوئی ملازمت کی ہے اور نہ میرے ہاتھوں میں اس کا روپیہ خرچ ہوا ہے کہ اس کا حساب مطلوب ہو تو پھر وہ کیوں اس وقت مجھے طلب کرتا ہے۔ تم اب چلے جاؤ صبح کو انشاء اللہ میں خود دربار میں حاضر ہوں گا۔

"صبح ہوتے ہی حسین بن علی بغداد کے پل پر اپنے ساتھیوں کو لیے ہوئے پہنچا اور ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر امین کی معزولی اور نقض بیعت کرنے پر آمادہ کرلیا۔ بعد ازاں پل عبور کرنے کا حکم دیا۔ خلیفہ امین کے لشکر سے مقابلہ ہو گیا۔ مگر پہلے ہی حملے میں امین کی فوج بھاگ گئی۔ اس واقعہ کے دوسرے روز حسین بن علی نے مامون کی خلافت کی بیعت لی۔ عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ نے قصر خلافت پر حملہ کر دیا اور امین کو قصر خلافت سے نکال کر قصر منصور میں لاکر قید کر دیا۔ اس کے ساتھ اس کی ماں زبیدہ بھی تھی۔ اگلے دن صبح ہوتے

Marfat.com

ہی محمد بن ابی خالد نے کھڑے ہوکر حسین کے حسب نسب' سرداری اور امین کی معزولی پر اعتراض کیا۔ اسد حربی بولا' "اے سپاہیوں' کیا دیکھتے ہو۔ لوگ امین کی معزولی کرنے کو گئے ہیں تم بھی ان کی روک تھام کو چلو۔" اس فقرے کے سنتے ہی لوگوں کو اپنے کیے پر پشیمانی ہوئی۔ چنانچہ وہ حسین بن علی کی طرف گئے۔ حسین نے مقابلہ کیا۔ خونریز لڑائی کے بعد حسین کو گرفتار کرلیا گیا۔ اسد حربی نے قصر منصور میں پہنچ کر امین کو قید سے رہائی دی اور تخت خلافت پر بٹھایا۔ حسین پابہ زنجیر دربار میں لایا گیا۔ امین نے سخت ملامت کی۔ حسین نے اپنی بے اعتدالیوں کی معذرت کی۔ امین نے حسین کو رہا کرکے لشکر فراہم کرنے اور طاہر کے خلاف جنگ پر جانے کا حکم دیا۔ ساتھ اس کے ایک گراں بہا خلعت دی اور دارالخلافت کے علاوہ اپنے تمام ممالک محروسہ کا گورنر مقرر کرکے احترام سے رخصت کیا۔ لوگ مبارکباد دیتے ہوئے پل تک آے جب لوگوں کا مجمع کم ہوتا چلاگیا تو حسین پل کو عبور کرکے بھاگ کھڑا ہوا۔ امین نے حسین کے تعاقب پر سواران لشکر کو متعین کیا چنانچہ بغداد سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر یہ لوگ حسین سے جاملے۔ ایک خفیف سی لڑائی ہوئی۔ حسین مارا گیا۔ اس کا سر اتار کر امین کے پاس لایا گیا۔ تاہم اس واقعہ کے بعد وزیر اعظم فضل بن ربیع ایسا روپوش ہوگیا کہ اس کی کسی کو خبر نہ لگی۔ حسین بن علی کے قتل کے اس واقعہ کے بعد جب امین نے اپنی آنکھوں سے طاہر کی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہوا دیکھ لیا اس وقت وہ خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ چنانچہ ماہ شعبان 196ھ میں ایک لشکر جمع کرکے علی بن محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو امیر بناکر ہرثمہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ یہ جنگ ماہ رمضان میں ہوئی۔ امین کا لشکر پہلے ہی حملہ میں بھاگ کھڑا ہوا اور علی بن محمد کو گرفتار کرلیا گیا۔ ہرثمہ نے اس کو مامون کی خدمت میں بھیج دیا اور خود نہروان جاکر مقیم ہوگیا۔ ان دنوں طاہر نے بغداد کے نزدیک نہر صرصر کے کنارے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ خلیفہ امین کے ماموں نے طاہر کے لشکر کے بعض سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان سرداروں نے طاہر کے خلاف تقریباً" پانچ ہزار فوج کے ساتھ بغاوت کردی۔ طاہر نے انہیں شکست دی اور وہ بھاگ گئے۔ امین کو اس ہزیمت کی اطلاع ملی تو اس نے اپنا سارا خزانہ لشکریوں میں تقسیم کرکے انہیں طاہر کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دی۔ لیکن اس کے باوجود 6 ذی الحجہ 196ھ کو امین کے لشکر نے شورش برپا کردی۔ امین کے لیے صورت حال نازک ہوگئی۔ تو طاہر آگے

Marfat.com

بڑھ کر 12 ذی الحجہ کو باب نوبہار والے باغ میں آگیا۔ یہاں وہ فوج طاہر سے آملی جو 6 ذی الحجہ کو امین سے باغی ہو گئی تھی۔ طاہر نے ان سپاہیوں کی تنخواہ 80 درہم مقرر کر دی اور افسروں اور خاص امراء وزراء کی معاش دوچند کر دی۔ اس کے علاوہ بھی ان کو اور ان کے بہت سے سپاہیوں کو یکمشت نقد انعام اور صلہ دیا۔ قیدی جیل خانے توڑ کر نکل آئے۔ تمام لوگوں میں ہنگامہ برپا ہو گیا بدچلن اور آوارہ گروہ امن پسندوں پر چڑھ دوڑے۔ فاجر غالب اور مومن ذلیل ہوئے اور نیک لوگ دھوکے سے قتل کیے گئے۔ لوگوں کی بری گت بنی۔ البتہ جو لوگ طاہر کے پڑاؤ میں تھے وہ اس وجہ سے اس غارت گری سے محفوظ رہے کہ خود طاہر کی ان پر سخت نگرانی تھی اور اس نے ان اوباشوں وبدمعاشوں کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ اسی حالت میں طاہر نے ان پر حملہ کر دیا اور صبح شام ان سے لڑنے لگا۔ آخر کار لڑتے لڑتے دونوں فریق تھک گئے اور آبادی برباد ہو گئی۔ اس سال عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ ابن محمد بن علی کی امارت میں' جسے طاہر نے امیر حج مقرر کیا تھا حج ہوا اور اس نے مامون کے لیے بحیثیت خلیفہ دعا مانگی"۔[8]

197ھ کے اوائل میں ہرثمہ نہربین پر آپہنچا اور عبیداللہ بن وضاح نے شماسیہ میں اور طاہر نے باب انبار میں اپنا اپنا مورچہ قائم کر کے بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ خلیفہ امین کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ رسد اور غلہ بند ہو جانے سے مصیبت طاری ہو گئی مجبوراً" توشہ خانہ کے مال واسباب اور خزانہ کے سونے چاندی کے سامان اور برتنوں کو فروخت کر کے لشکریوں کو دینے لگا۔ اس صورت حال میں امین کا ایک سپہ سالار سعید بن مالک امان حاصل کر کے طاہر کے پاس چلا آیا۔ طاہر نے اس کو بغیین کے بازاروں اور دریائے دجلہ کا والی مقرر کر کے ان مضافات اور سرحدوں میں خندقیں کھودنے اور دمدموں کے باندھنے کا حکم دیا۔ طاہر نے بہت سا روپیہ اس کے مصارف کے لیے دیا۔ خلیفہ امین نے قصر صالح کے اپنے لشکریوں کو طاہر کی فوج پر آتش بازی کرنے اور گرم تیل پھینکنے کا حکم دیا۔ اس کارروائی سے طاہر کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ جواباً" طاہر نے بھی یہی کیا ان مضافات والوں کو جو انبار کے راستہ پر اور باب الکوفہ اور اس کے قریب آباد تھے اپنی اطاعت کی دعوت دی۔ جس سمت کے باشندوں نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس نے ان کی حفاظت کے لیے وہاں خندق بنا دی۔ پہرہ چوکیاں قائم کر دیں اور اپنا جھنڈا بلند کر دیا اور جن لوگوں

Marfat.com

نے اس کی بات نہ مانی وہ ان سے لڑا اور ان کے مکانات کو جلا دیا۔ صبح وشام وہ اسی طرح اپنے امراء روٴسا اور پیدل سپاہ کے ساتھ مدت تک اسی طرح لڑتا رہا جس سے تمام بغداد میں دہشت و پریشانی پھیل گئی اور لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ تمام شہر کھنڈر ہو جائے گا۔ طاہر نے ان مضافات کو جن کے باشندوں نے اس کی مخالفت کی اور مدینہ ابو جعفر شرقی، کرخ کے بازار، محلہ خلد اور اس کے ملحقہ علاقوں کو باغی علاقہ قرار دے دیا۔ اس نے ان بنی ہاشم، فوجی امراء اور موالیوں کی جو اس کی اطاعت قبول کر کے اس کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے، ان کی تمام املاک و پیداوار کو جو اس کے مفتوحہ علاقہ میں تھی، ضبط کرلیا۔ اس سے ان کی تمام عزت خاک میں مل گئی۔ ان کے حوصلے پست اور اور سرنیچے ہو گئے اور انہوں نے اطاعت قبول کرلی۔ امین کی باقاعدہ فوج بھی بہت پست ہمت ہو گئی اور اس نے تھک کر لڑائی سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اب صرف آوارہ گرد، اچکے، مفلس، ننگے مجرم، قیدی اوباش، بازاری اور رذیل لوگ مقابلہ پر رہ گئے۔ امین کے سپہ سالار حاتم بن الصقر نے ان کو لوٹ کی اجازت دے رکھی تھی۔ اب بدو اور افریقہ والے لڑنے آئے جن سے خود طاہر نہایت تن دہی سے اور جان فشانی کے ساتھ لڑتا تھا۔ جمادی الآخر 197ھ میں قصر صالح میں بغداد کے بدمعاشوں وغنڈوؤں کی طاہر کے لشکر سے سخت لڑائی ہوئی جس میں طاہر کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اور اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ مگر اس موقع پر بھی یہ بات طاہر کے حق میں گئی کہ امین کے ایک خاص سپہ سالار علی فراھم زد نے طاہر سے امان مانگی۔ طاہر نے یہ درخواست منظور کرلی اور اس طرح دجلہ کے پل تک کا تمام علاقہ اس کے زیر تسلط آگیا۔ اس کے بعد امین کے کوتوال محمد بن عیسیٰ نے بھی طاہر کی اطاعت قبول کرلی۔ کہتے ہیں کہ جب خلیفہ کے دو خاص سردار طاہر سے جا ملے تھے تو امین کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تھا۔ تاہم قصر صالح کے واقعہ کے بعد وہ مطمئن ہو کر پھر عیش و نشاط اور شراب میں مشغول ہو گیا اور اس نے تمام معاملے کو محمد بن عیسیٰ بن نہیک اور ہرش کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے اپنے قریب کے جو شہر کے دروازے "مضافات" گلی، کوچے، کرخ کا بازار، دجلہ کا مخصوص علاقہ، باب المحول اور کناسہ تھا ان پر اپنے آدمی مقرر کر دیئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہاں، جس قدر چور، بدمعاش اور بدچلن آدمی تھے انہوں نے اس شخص کو جس پر ان کی دسترس ہوئی چاہے وہ مرد یا عورت یا بوڑھے، مسلمان ہو یا کافر لوٹ لیا اور

Marfat.com

اس سلسلہ میں انہوں نے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا جس کی نظیر کسی جنگ سے متاثر مقام پر کبھی نہیں سنی گئی تھی۔ جب یہ حالت عرصہ تک رہی تو لوگوں کے لیے بغداد میں رہنا دوبھر ہو گیا۔ جن میں استطاعت تھی وہ ان تمام ذلتوں اور مظالم ومصائب ترک کر کے اور جان پر کھیل کر بغداد سے نکل گئے۔ اس کے برخلاف طاہر نے ہر مشتبہ چال چلن والے شخص پر پوری نگرانی رکھی اور محمد بن ابی خالد کو حکم دیا کہ وہ کمزوروں اور عورتوں کی حفاظت کرے۔ چنانچہ پورے شہر کے امن پسند لوگوں میں اس کی بہت نیک نامی ہوئی۔

"طاہر نے قصر صالح کی لڑائی میں اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے بغداد کی تجارتی ناکہ بندی کر دی۔ جس سے شہر میں نرخ نہایت گراں ہو گئے اور بغداد والوں کو محاصرہ کی اس قدر تکلیف ہوئی کہ وہ اس بات سے قطعی مایوس ہو گئے کہ کبھی یہ مصیبت دور بھی ہو جائے گی۔ اس دوران فریقین ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔ ان لڑائیوں میں کناسہ کی مشہور جنگ ہوئی جس میں طاہر نے خود شرکت کی اور اس لڑائی میں امین کے بے شمار آدمی کام آئے۔ - - - - درب الحجارہ میں لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں امین کی فوج کو طاہر کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی اور اس میں ہزارہا آدمی مارے گئے۔ اور باب شماسیہ میں مشہور جنگ ہوئی جس میں حاتم بن الصقر امین کا سردار تھا۔ حاتم کی فوج اور شہر کے غنڈوں میں یہ طے ہوا کہ وہ بھی سب رات کے وقت مامون کے ایک سپہ سالار عبیداللہ بن الوضاح کے مقابلہ پر جمع ہوں۔ چنانچہ یہ سب اس کی بے خبری میں اس پر جا پڑے۔ اور اسے اس کے مقام سے ہٹا دیا۔ عبیداللہ شکست کھا کر بھاگا اور اس کے بہت سے گھوڑے' اسلحہ اور دوسرا سامان حملہ آوروں کے ہاتھ لگا۔ حاتم بن الصقر نے شماسیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کی اطلاع ہرثمہ کو ہوئی۔ وہ اپنی فوج لیکر عبیداللہ کی مدد کو آیا۔ امین کے آدمیوں سے اس کی جنگ ہوئی۔ ایک غنڈے نے ہرثمہ کو پکڑ لیا مگر وہ اس کو جانتا نہ تھا کہ یہ کون ہے۔ اس وقت ہرثمہ کے ایک سپاہی نے اس شخص پر حملہ کیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا ور اس طرح ہرثمہ کو اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد ہرثمہ مڑ کر بھاگا۔ جب اس کے بھاگنے کی اطلاع اس کے پڑاؤ میں پہنچی تو وہاں کے لوگ فرودگاہ کو چھوڑ کر سیدھے حلوان چل دیئے۔ رات ہو جانے کی وجہ سے امین کی فوج نے تعاقب نہ کیا۔ دو دن تک ہرثمہ کا پڑاؤ خالی رہا۔ جب طاہر کو یہ معلوم ہوا کہ شہر کے غنڈوں اوز حاتم بن الصقر نے عبیداللہ بن الوضاح اور ہرثمہ

Marfat.com

بن العین کو بری طرح شکست دی ہے تو وہ بہت ہی فکر مند ہوا۔ اس نے شماسیہ کے آگے دجلہ پر پل بنایا اور اپنی فوج کو پوری طرح مسلح کر کے خود ان کو لیکر پل تک آیا۔ یہاں سے اس کی فوج پل کو عبور کر کے دشمن سے دوچار ہوئی۔ آخر کار طاہر کے لشکر نے امین کی فوج کو اپنے مقابلہ سے ہٹا دیا اور شماسیہ سے ان کو نکال باہر کیا۔ اس کے بعد عبیداللہ اور ہرثمہ جو دونوں لڑائی کو چھوڑ کر جا چکے تھے پھر اپنے اپنے مورچوں پر واپس آ گئے۔ اس صورت حال میں کرخ کے تاجروں نے طاہر بن حسین کے نام ایک مشترکہ خط لکھا جس میں اسے یقین دلایا گیا کہ "جو لوگ ہماری سمت سے آپ کا مقابلہ کریں ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور نہ وہ ہم میں سے ہوں گے مگر نافرمانبرداروں کے تمام راستے البتہ ان سے پر ہیں جس کی وجہ سے ہر طرف وہ ہی وہ نظر آتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا بھی نہیں جس کا کوئی مکان یا دوسری جائیداد کرخ میں ہو۔ یہ جیب کتروں، جلادوں، بدچلن اور قیدیوں کی جماعت ہے۔ جو آپ سے برسرپیکار ہیں۔ ان کے ٹھکانے حمام اور مساجد ہیں۔ جو ان میں تاجر ہیں وہ ادنیٰ پھیری والے تاجر ہیں۔ یہاں بدامنی کی یہ حالت ہے کہ نہ کسی عورت کی عصمت محفوظ ہے اور نہ کسی بوڑھے کی عزت باقی ہے۔ اچکے، لوگوں کے ہاتھوں سے علی الاعلان تھیلیاں چھین لیتے ہیں اور کوئی باز پرس نہیں کرتا۔ ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اپنی حفاظت کر سکیں چہ جائیکہ ان کی روک تھام ہم سے ہو سکے۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ راستے میں پتھر پڑا ہوا دیکھیں تو اسے بھی ہٹا دیتے ہیں کیونکہ حدیث میں اس کا حکم آیا ہے۔ اسی سے آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور ان بدمعاشوں کو جن کا راستے سے اٹھا دینا، ہمیشہ کے لیے قید کر دینا، جلاوطن کر دینا، اور اس طرح ان کی حرکتوں سے محفوظ رہنے میں دین ودنیا کا فائدہ تھا۔ خود روکتے اور ہٹا دیتے۔ یہ تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمارا کوئی آدمی آپ سے جنگ کرے"۔ مگر بعض لوگوں کی رائے کے مطابق یہ تحریر طاہر کے پاس نہ بھیجی گئی۔ ان لوگوں کی رائے یہ تھی کہ اول تو طاہر کو شہر کی ساری صورت حال کا اچھی طرح علم ہے اور دوئم یہ کہ اگر اس تحریر کو کسی سفلے نے دیکھ لیا تو بھی ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے اور ہماری دولت تاراج ہو جائے گی[9]"۔

"شماسیہ میں ہزیمت اٹھانے کے بعد خلیفہ امین کا سپہ سالار ھرش اپنے آوارہ گرد بازاریوں اوباشوں اور ان کے ساتھیوں کو لیکر جزیرۃ العباس آیا۔ اس کے مقابلے کے لیے

Marfat.com

طاہر کی ایک جماعت بر آمد ہوئی اور دونوں میں نہایت خونریز اور شدید لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے بعد یہ مقام باقاعدہ میدان کارزار بن گیا۔ اس لڑائی میں طاہر نے دشمن کو بری طرح شکست دی۔ ہزارہا صراط میں ڈوب مرے اور ہزاروں مارے گئے۔ امین اس شکست سے اتنا مایوس ہوا کہ وہ دونوں فریقوں کے لیے بددعا کرنے لگا۔ وہ بالکل کنگال ہو گیا تھا اس کے پاس لشکریوں کو دینے کے لیے کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ جو تھوڑا بہت خزانے میں تھا وہ خزانے کے محافظ ہی چرا کر لے گئے تھے۔ اس حالت میں 198ھ کا سال چڑھا تو امین کے دو نہایت قریبی ساتھی خزیمہ بن خازم اور محمد بن علی بن عیسیٰ بن ماہان بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ جمعرات کے دن صبح کو طاہر نے مدینہ شرقیہ' اس کے مضافات' کرخ اور اس کے بازاروں پر حملہ کر دیا اور خود اس نے لڑائی میں حصہ لیا۔ دارالرقیق' باب الکرخ اور قصر الوضاح پر لڑائیاں ہوئی جن میں امین کی فوج کو مکمل شکست ہوئی۔ اب طاہر بغیر کہیں رکے سیدھا بڑھتا چلا گیا اور وہ بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گیا۔ خلیفہ امین اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ ابو جعفر میں قلعہ بند ہو گیا۔ طاہر نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ تمام دروازے بند کر دیئے اور آٹے اور پانی کی بہم رسانی ان کے اور اہل شہر کے لیے بند کر دی۔ تاہم ابراہیم بن المہدی بیان کرتا ہے کہ جب طاہر نے امین کا محاصرہ کرلیا۔ میں مدینہ منصور میں ان کے قصر کے باب الذہب میں ان کے ہمراہ مقیم تھا۔ محاصرہ سے تنگ آکر وہ ایک رات کو اپنے قصر سے نکل کر قصر قرار میں گئے جو دریائے صراط کے قرن میں قصر الخلد کے زیرین حصے میں واقع ہے مجھے بلا بھیجا۔ میں ان کے پاس آیا۔ کہنے لگے ابراہیم دیکھو یہ رات کیسی سہانی ہے۔ چاند کیا بھلا معلوم ہو رہا ہے اور اس کا عکس پانی میں کیا خوبصورت معلوم ہوتا ہے اور ہم اس وقت دجلہ کے کنارے میں ہیں کہو کچھ پی لیں۔ میں نے عرض کیا جناب کی خوشی۔ انہوں نے ایک رطل نبیذ منگوائی اسے پی گئے۔ اس کے بعد مجھے بھی اس قدر پلائی گئی چونکہ میں ان کی بدخوابی سے واقف تھا اس لیے پیتے ہی میں نے گانا شروع کر دیا۔ اس بات کا بھی انتظار نہیں کیا کہ وہ مجھ سے اس کی خواہش کرے اور جو ان کے مرغوب طبع گانے مجھے یاد تھے وہ میں نے سنائے۔ کہنے لگے کہو تو کسی دوسرے کو بلاؤں جو تمہارے ساتھ باری باری سے گائے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اپنی لونڈی ضعف نام جو ان کے ہاں بہت پیش پیش تھی بلا لیا اس کے نام میں میں نے برا

Marfat.com

شگون لیا کیونکہ ہم پہلے ہی محاصرہ میں تھے۔ جب وہ سامنے آئی تو اس نے نابغتہ الجعدی کا یہ شعر گایا:

میری جان کی قسم کلیب کے مددگار بھی تجھ سے زیادہ تھے

اور اس کا جرم بھی خفیف تھا مگر پھر بھی وہ قتل کر دیا گیا۔

اس شعر کو سن کر وہ بہت پریشان ہوئے اس کو انہوں نے بدشگون سمجھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اس کے علاوہ کچھ اور گا۔ اب اس نے یہ شعر گائے:

'ان کی جدائی نے مجھے رلا دیا کیونکہ احباب کی جدائی رلایا کرتی ہے' مدت سے زمانہ ان کے خلاف ہو رہا تھا آخر کار وہ خفا ہو گئے اور زمانے کے انقلاب سے بھلا کون محفوظ رہتا ہے۔'

اسے سن کر امین کہنے لگے تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ کیا اس کے سوا اور کوئی راگ ہی تجھے نہیں آیا۔ وہ لونڈی کہنے لگی اے میرے آقا۔ اپنی دانست میں تو میں نے وہی چیزیں آپ کو سنائی ہیں جن کے متعلق میرا خیال تھا کہ آپ ان کو پسند کرتے ہیں میرا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ کوئی ایسی چیز سناؤں جو آپ کو بری معلوم ہو اور یہ راگ خود بخود میرے دل میں آئے۔

اس کے بعد اس نے دوسرا راگ شروع کیا:

قسم ہے مالک سکون وحرکت کی' مصائب کہیں نہیں آتے

دن اور رات دور ستاروں کی ہر گردش کے ساتھ ایک ایک

ایسے بادشاہ سے جو دنیا کی ہمت سے سرشار ہوتا ہے

دولت حکومت سلب کر کے دوسرے کو دیدی جاتی ہے اور صرف

مالک عرش کی حکومت دائمی ہے' غیرفانی ہے جس میں کسی کو شرکت نہیں۔

امین نے کہا۔ اللہ کا غضب تجھ پر ہو۔ کھڑی ہو' وہ کھڑی ہوئی۔ ان کا ایک نہایت خوبصورت بنا ہوا بلور کا قدح تھا جسے وہ زب رباح کہتے تھے۔ وہ ان کے سامنے رکھا ہوا تھا جب وہ لونڈی جانے کے لیے اٹھی تو اس کا پاؤں اس جام پر پڑا جس سے وہ چکنا چور ہو گیا۔ امین نے مجھ سے کہا ابراہیم تم نے اس لونڈی کی حرکتیں اور جام کی شکست کو محسوس کیا۔ بخدا میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت اب قریب آگیا ہے۔[1]"

"اس واقعہ کے دو تین دن بعد حاتم بن الصقر اور محمد بن ابراہیم نے خلیفہ امین کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے چھ سات سو جانثاروں کی امداد سے رات کے وقت محاصرہ توڑ کر جزیرہ

Marfat.com

اور شام کی طرف بھاگ جائے اور وہاں نئی فوج مجتمع کر کے' دشمن کا مقابلہ کرے۔ اس نے یہ تجویز منظور کرلی مگر طاہر بن حسین کو اس کا پتہ چل گیا اس لیے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ پھر بعض دوسرے مشیروں نے یہ مشورہ دیا کہ آپ طاہر بن حسین کی بجائے ہرثمہ بن العین سے امان طلب کرلیں۔ اس پر اس نے ہرثمہ کے پاس امان کا پیغام بھیجا۔ ہرثمہ نے اس درخواست کو منظور کرلیا۔ طاہر کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کو یہ امر شاق گزرا کہ فتح یابی کا تاج ہرثمہ کے سر پر رکھا جائے اور خلیفہ امین امان حاصل کرکے ہرثمہ کے پاس آئے۔ ہرثمہ نے طاہر کے ظاہری طور وطریقہ سے اس خیال کو تاڑ کر اپنے ساتھیوں کو خزیمہ بن خازم کے خیمہ میں جمع کرکے یہ رائے ظاہر کی کہ طاہر سے موجودہ حالات میں شکررنجی پیدا کرنا مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے طاہر سے اس معاملہ میں صفائی کرلینی چاہیے مگر دونوں میں صفائی نہ ہو سکی۔ امین نے ہرثمہ کی کشتی میں سوار ہوکر بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر طاہر کی جنگی کشتیوں کے بیڑے نے اس کشتی کو ڈبو دیا۔ ہرثمہ اور امین نے تیر کر دریا کو عبور کیا لیکن بھاگنے نہ پائے۔ ہرثمہ ملاح کی مدد سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ خراسانی سپاہیوں نے امین کو پکڑ لیا اور اسے طاہر کے پاس لے آئے۔ اسے ایک حجرے میں بند کر دیا گیا اور پھر عجمی سپاہیوں کی ایک جماعت نے وہاں آکر اسے قتل کرکے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ سر کو وہ طاہر کے پاس لے گئے اور جسم کو وہیں ڈال دیا۔ صبح کو پھر آئے اور جسم کو ایک ٹاٹ میں لپیٹ کر لے گئے۔ طاہر نے امین کے سر کو چادر' عصا اور مصلے کے ساتھ جسے کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا' اپنے چچا زاد بھائی محمد بن الحسن بن مصعب کے ہاتھ مامون کے پاس بھیج دیا۔ مامون نے دس لاکھ درہم اسے مرحمت فرمائے۔ ذوالریاستین فضل بن سہل نے امین کے سر کو ایک ڈھال پر رکھ کر خود اپنے ہاتھ سے مامون کے سامنے پیش کیا۔ بھائی کے سر کو دیکھ کر مامون نے سجدہ شکر ادا کیا۔ یہ واقعہ 25 محرم 198ھ مطابق ستمبر813ء کا ہے۔ اس واقعہ کے چار پانچ روز بعد طاہر کی فوج نے معاش طلب کی اور جب اس کے اس مطالبہ کی فوری تکمیل نہ ہوئی تو اس نے بلوہ کر دیا۔ طاہر مع اپنے ایک گروہ سپہ سالاروں کے قصر توبا بھاگ گیا۔ اور وہاں سے ان کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر مرتب کرکے بغداد کی طرف لوٹا۔ بلوائیوں نے معذرت کی اور بغاوت کا سارا الزام پولیس والوں اور بازاریوں کے سر منڈھ دیا۔ طاہر نے ان کی خطائیں اس شرط سے کہ وہ حسب دستور

Marfat.com

سابق مطیع و فرمانبردار ہو جائیں معاف کر دیں اور چار مہینے کا روزینہ تقسیم کر دیا۔ روسا اور مشائخ بغداد نے اہل بغداد کی صفائی دی اور بے خطا ہونے کی قسمیں کھائیں تب طاہر کا غصہ فرو ہوا اور لڑائی کا بازار ٹھنڈا ہو گیا۔

"خلیفہ امین کے سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ جب امین خلیفہ ہوئے اور مامون نے بھی ان کی بیعت کرلی۔ انہوں نے ہیجڑے جمع کیے۔ ان کو خریدا اور ان سے بہت زیادہ انس کیا۔ دن ہو یا رات ہو ہر وقت خلوت میں ان کے پاس رہتے۔ امین کے نہ صرف کھانے پینے کا تمام انتظام ان ہی کے سپرد تھا بلکہ امور سلطنت میں وہی دخیل تھے۔ امین نے ان کی ایک علیحدہ جماعت مرتب کی تھی۔ اس کا نام جرادئیہ رکھا۔ حبشیوں کی ایک جماعت بنائی اس کا نام غرابیہ رکھا۔ انہوں نے ان خواجہ سراؤں کی وجہ سے اپنی شریف بیبیوں اور لونڈیوں سے قطع تعلق کرلیا تھا جس کی وجہ سے وہ سب ان سے نالاں تھیں اور ان میں سے کسی ایک نے امین کی اس بے التفاتی کی شکایت میں شعر بھی کہے جن میں زنانوں کے ساتھ ان کے اس قدر ارتباط پر تعرض بھی کی۔ --- خلیفہ ہونے کے بعد ہی انہوں نے تمام سلطنت سے مسخروں کو طلب کرکے اپنے پاس جمع کیا۔ ان کے وظائف مقرر کیے۔ بہتر سے بہتر گھوڑے خریدے اور بہت سے وحشی جانور' درندے اور پرندے وغیرہ جمع کیے۔ اپنے بھائیوں' اعزاء اور امراء سے ملنا چھوڑ دیا۔ ان کی اہانت کی۔ جس قدر نقد خزانوں میں اور ان کے پاس جواہرات تھے وہ سب خواجہ سراؤں' مصاحبوں اور قصہ گویوں کو عطا کر دیئے۔ یہاں تک کہ رقہ میں بھی جس قدر جواہرات نقد اور اسلحہ تھے وہ سب اپنے پاس منگوائے۔ اپنے لہو ولعب' عیش ونشاط اور تفریحی بزموں کے لیے قصرالخلد' خیزرانیہ' بستان موسیٰ' قصر عبدویہ' قصر المعلی' رقہ کلواذی' باب الانبار' رے اور ہوب میں نشاط گاہیں بنوائیں۔ شیر' ہاتھی' عقاب' سانپ اور گھوڑے کی شکل کی پانچ کشتیاں دجلہ میں تیار کرائیں اور ان پر بے شمار روپیہ خرچ کیا۔ ایک بڑی کشتی پر تین لاکھ درہم لاگت آئی۔ --- ایک دن امین نے حکم دیا کہ قصرالخلد میں ایک چبوترے پر فرش کیا جائے۔ چنانچہ زری بساط بچھائی گئی اس پر قالین اور دوسرے فرش اور مشابہ بچھا دیئے گئے۔ چاندی' سونے اور جواہرات کے بہت سے ظروف سجا دیئے گئے۔ امین نے اپنی لونڈیوں کی منتظمہ کو حکم دیا کہ سو لونڈیاں آراستہ وپیراستہ کرکے تیار کی جائیں اور ان کا دس دس کا طائفہ اس طرح

Marfat.com

ہمارے سامنے بھیجا جائے کہ ان کے سب کے ہاتھ میں عیدان ہوں اور سب مل کر ایک آواز سے گاتی ہوئی آئیں۔ چنانچہ پہلا طائفہ دس لونڈیوں کا آیا جب وہ اس چبوترے پر چڑھ آئیں تو پھر ایک دم جھل کر سامنے آئیں اور یہ شعر انہوں نے گایا:

انہوں نے اس کی جگہ لینے کے لیے اس کو قتل کر دیا

جس طرح کہ ایک دن کسریٰ کے مصاحبین نے دھوکہ سے اسے قتل کر دیا

شعر سن کر امین نے غصے میں اف کہا' ان لونڈیوں اور ان کی منتظمہ دونوں پر لعنت بھیجی اور ان کو چبوترے سے اتروا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے حکم دیا کہ دوسری دس پیش کی جائیں۔ اب وہ حسب سابق سامنے آئیں اور ایک آواز سے سب نے مل کر یہ شعر گائے:

جو شخص مالک کے قتل پر خوش ہوا اسے چاہیے

کہ وہ دن کے وقت ہماری عورتوں کا حال آکر دیکھے

کہ وہ ننگے سر اس پر نوحہ کر رہی ہوں گی۔ اور

طلوع فجر سے پہلے وہ اس کے ماتم میں سر پیٹتی ہونگی

ان اشعار کو سن کر وہ بہت تلملائے اور اس جماعت کو اول کی طرح سامنے سے برخاست کرا دیا۔ پھر دیر تک سر نیچا کیے سوچتے رہے۔ اب پھر حکم دیا کہ دس اور حاضر کی جائیں۔ اس مرتبہ دوسری دس حسب سابق ایک آواز سے یہ شعر گاتی ہوئی سامنے آئیں:

قسم ہے میری جان کی باوجود یکہ تمہارے مقابلے میں کلیب کا جرم

بھی معمولی تھا اور اس کے مددگار بھی بہت زیادہ تھے مگر وہ ذبح کر دیا گیا

اب تو ان کو تاب نہ رہی۔ فوراً مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جگہ کو منحوس سمجھ کر اس کے انہدام کا حکم دے دیا --- مخارق کہتا ہے کہ ایک رات مجھے ایسی پیش آئی کہ اس کی نظیر نہیں۔ رات گئے میں اپنے گھر میں تھا کہ امین کا آدمی جب کہ وہ خلیفہ تھے بلانے آیا اور وہ مجھے نہایت تیزی کے ساتھ ان کے قصر میں لایا۔ میں اندر آیا۔ میں نے دیکھا کہ ابراہیم بن المہدی کو بھی میری طرح اسی وقت طلب کیا گیا ہے وہ اور میں ایک ساتھ آستانے پر حاضر ہوئے تھے۔ وہ قصر کے صحن میں آنے والے دروازے پر آیا۔ ہم نے دیکھا کہ تمام صحن میں بڑی بڑی شمعیں روشن ہیں اور ان کی روشنی سے رات دن بنی ہوئی

Marfat.com

ہے۔ خود امین ایک برجی میں جلوہ افروز ہیں اور تمام محل لونڈیوں اور خدمتگاروں سے بھرا ہوا ہے کہ بھانڈ نقل کر رہے ہیں اور امین اس برجی میں سب کے بیچ میں کھڑے ہوئے ناچ رہے ہیں۔ ہم سے خدمتگار نے آکر کہا کہ امیرالمومنین فرماتے ہیں کہ تم اسی مقام پر اس دروازے میں صحن سے متصل کھڑے ہو جاؤ اور میری آواز کے ساتھ ملا کر شہنائی بجاؤ۔ چنانچہ ہماری شہنائی' لونڈیوں اور بھانڈوں کی آواز میں موسیقی کی یکسانیت پیدا ہو گئی۔ یہ نظم تھی جو ہم سب گا رہے تھے:

یہ دینار مجھے بھلا دیتے ہیں مگر میں ان کو یاد کرتا ہوں۔

میں اور ابراہیم دونوں اپنے حلق پھاڑ پھاڑ کر اس فقرے کی لاگت کو صبح تک گاتے رہے اور امین اسی طرح بغیر کسی تھکاوٹ محسوس کیے اپنے دیوان میں ناچتے رہے۔ ناچتے ناچتے کبھی وہ ہمارے اتنے قریب آجاتے تھے کہ ہم ان کو دیکھ لیتے اور کبھی ہمارے اور ان کے درمیان باندیاں اور خدمتگار حائل ہو جاتے تھے۔ اسی طرح صبح ہو گئی[1]۔"

خلیفہ امین کی مدت خلافت چار سال آٹھ ماہ تھی۔ اس عرصہ میں اس کے سوا کچھ نہ ہوا کہ اس کے اور اس کے بھائی عبداللہ المامون کے درمیان مسلسل خانہ جنگی ہوتی رہی۔ ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا' ہزاروں مسلمان عورتوں کی آبرو ریزی ہوئی' ہزاروں مسلمان خاندان برباد ہوئے اور بغداد شہر میں تقریباً ایک سال تک لوٹ مار مچی رہی۔ طاہر بن حسین کے ہاتھوں خلیفہ امین کی معزولی سے عہدہ خلافت کا وقار خاک میں مل گیا۔ ہارون رشید کے عہد میں برامکہ کے خاندان کے زوال سے خراسانیوں اور دوسرے عجمیوں کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کا ازالہ ہو گیا۔ عربوں پر عجمیوں کی پھر بالادستی قائم ہو گئی۔ بالخصوص خراسانیوں میں یہ احساس مزید گہرا ہو گیا کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنا سکتے ہیں اور پھر طاہر بن حسین کے ہاتھوں خلیفہ امین کے قتل کے واقعہ سے اسلامی اخوت و اتحاد کی کشتی دریائے دجلہ میں غرق ہو گئی۔ دونوں بھائیوں کے درمیان یہ خانہ جنگی کسی فریق کے لیے بھی جہاد فی سبیل اللہ کی حیثیت نہیں رکھتی تھی بلکہ یہ واضح طور پر دو بھائیوں کے درمیان اور عربوں اور عجمیوں کے درمیانی دنیاوی اقتدار کی جنگ تھی۔ خانہ جنگی اس لحاظ سے کوئی انوکھی بات نہیں تھی کہ اس زمانے میں دنیا کے مختلف ممالک میں تخت و تاج کے دعویدار بھائیوں کے درمیان ایسی جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس میں اگر کوئی حیرت کی بات تھی وہ یہ تھی کہ

Marfat.com

دونوں کو علم دین پر بہت دسترس حاصل تھی۔ دونوں قرآن' سنت اور فقہ کی تعلیم سے آراستہ تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے محض دنیاوی اقتدار کے لیے ہزارہا مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور اسی طرح عالم اسلام میں افتراق' نفاق اور ضعف پیدا کیا۔ مزید حیرت کی بات یہ تھی کہ اس چار ساڑھے چار سال کے عرصے میں علماء' فقہا اور قاضیوں کی کسی جماعت نے اسلامی اتحاد واتفاق کے حق میں کوئی تحریک نہ چلائی۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی نے خلیفہ امین کی غیراسلامی روش، اور عیش پرستی کے خلاف کوئی فتوی دیا۔ اسلم جیراج پوری اور دوسرے اسلامی احیاپسند اس عرصے میں علماء اور فقہا کی بے عملی کا ذکر نہیں کرتے۔ اسلم جیراج پوری ہارون رشید کے بعض غلطیوں اور وزیر اعظم فضل بن ربیع کی سازشوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ "مناسب وجوہات کے علاوہ خلفائے عباسیہ کی روایات بھی عہد شکنی میں بے اثر نہ تھیں۔ ان میں جو شخص بھی خلیفہ ہو گیا' اس نے اپنے بھائیوں کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا چاہا۔ خود ہارون رشید کو یہ تلخ تجربہ ہو چکا تھا کہ ہادی کو محروم کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد کرنا چاہتا تھا۔ ایسی حالت میں اس نے ماموں کو رے اور خراسان کا مستقل فرمانروا بنانے کے سلسلے میں جو کارروائی کی تھی وہ کافی نہیں تھی اسے پختہ سے پختہ عہد کر کے اس کو خانہ کعبہ میں امانت رکھ کے اور اہل حرم اور اللہ اور رسول کو گواہ کر کے مطمئن نہیں ہونا چاہئے تھا اور گزشتہ واقعات سے عبرت پکڑنی چاہئے تھی۔[۱۲]"

Marfat.com

باب : 6

# خلیفہ مامون الرشید

## خراسانی عجمیوں کا عروج

## علم و دانش، آزادی فکر کا عروج

خلیفہ امین کے قتل کے بعد عبداللہ المامون بن ہارون رشید کی مرو میں بیعت عام ہوئی اور تمام بلاد مشرق، عراق اور حجاز نے اس کی اطاعت قبول کرلی۔ چونکہ امین پر مامون کی فتح میں مامون کے وزیر اعظم فضل بن سہل کے، جو عجمی نژاد تھا، مشوروں کا بہت دخل تھا۔ اس لیے فضل مامون پر حاوی ہو گیا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ بجائے بغداد کے مرو کو دارالخلافہ بنا کر مامون کو وہیں اپنے قبضہ میں رکھے اور امور خلافت کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہ دے۔ لیکن طاہر اور ہرثمہ جیسے سپہ سالاروں کے عراق میں موجود ہوتے ہوئے فضل کی یہ آرزو پوری نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لیے اس نے مامون کی طرف سے دو فرمان بھجوائے۔ پہلا فرمان طاہر کے نام تھا کہ تم کو موصل اور جزیرہ کی ولایت دی جاتی ہے۔ تم رقہ میں پہنچ کر نصر بن شبث کا مقابلہ کرو اور ان ممالک کا انتظام اپنے ہاتھ میں لو۔ چنانہ طاہر بغداد کو چھوڑ کر رقہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بجائے فضل بن سہل نے اپنے حقیقی بھائی حسن بن سہل کو جبال، فارس، اہواز، بصرہ، کوفہ، حجاز اور یمن کا والی عام مقرر کر کے بھیج دیا۔ دوسرا فرمان ہرثمہ کے نام تھا کہ تم خراسان میں آؤ۔ وہ حسب دستور بغداد کو چھوڑ کر مشرق کی طرف روانہ ہو گیا جبکہ طاہر نصر بن شبث کی سرکوبی میں مصروف ہو گیا۔ نصر بن شبث بنو عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر کے مقام کیسوم شمالی حلب میں رہتا تھا۔ اس کا ابتدا ہی سے امین کی طرف میلان تھا۔ چنانچہ امین کے قتل ہونے کے بعد امین کی بیعت کے ایفاء کا اظہار کیا اور اپنے گرد و نواح کے شہروں پر قبضہ کر کے سمیساط پر متصرف ہو گیا

Marfat.com

تھوڑے ہی دنوں میں عرب کے بادیہ نشینوں کا ایک گروہ عظیم اس کے پاس جمع ہو گیا۔ چنانچہ اسی نے حران پر پہنچ کر محاصرہ کرلیا۔ اس اثناء میں طالبین کے ہوا خواہوں میں سے چند لوگوں نے نصر سے مل کر آل علی میں سے کسی ایک کی بیعت کرنے کی درخواست کی کیونکہ آئے دن بنو عباس اور ان کے عمال طرح طرح کے ظلم وستم کر رہے تھے۔ نصر نے کہا کہ میں سیاہ جھنڈے والوں کی اولاد کی بیعت نہ کروں گا۔ ورنہ وہ کہے گا کہ میری ذات سے سر برآوردہ ہوا ہے۔" حاضرین بولے "اچھا بنو امیہ میں سے کسی کی بیعت کر لیجیے" جواب دیا یہ لوگ پامال ہو گئے اور پامال گروہ ترقی نہیں کرسکتا۔ اگر مجھے کوئی پامال شخص سلام بھی کرے تو مجھے یہ اندیشہ ہو گا کہ اس کی پامالی سے مجھے کچھ نقصان نہ پہنچے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا میلان بنو عباس کی طرف ہے مگر ان کی میں اس وجہ سے مخالفت کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے عجم کو عرب پر مقدم کر دیا ہے" اس کے بعد طاہر نے اس کے مقابلہ پر پہنچ کر رقہ میں قیام کیا اور اس مضمون کا خط لکھ بھیجا کہ تم امیر المومنین کی اطاعت قبول کرلو اور باغیانہ خیال چھوڑ کر مطیع ہو جاؤ۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس اثناء میں طاہر کو اپنے باپ حسین بن زریق بن مصعب کی خراسان میں انتقال کرنے کی خبر پہنچی اور یہ کہ خلیفہ مامون جنازہ پر آئے تھے اور اسے فضل بن سہل نے قبر میں اتار تھا۔ اس کے بعد ہی خلیفہ مامون کا تعزیت نامہ صادر ہوا۔" دریں اثناء حسن ہرش نے علم بغاوت بلند کیا۔ ایک گروہ بازاریوں کا اس کے ساتھ ہو گیا اور بہت سے بدویوں نے اس کی پیروی کی۔ حسن ہرش یہ کہتا ہوا کہ لوگو "آل محمد کی اطاعت اور ان ہی کی حمایت کرو" نیل کی طرف آیا۔ رعایا سے جبراً" خراج وصول کیا اور جس نے ذرا سی مخالفت کی اس کو لوٹ لیا۔ اس نے تاجروں پر غارت گری کی۔ دیہات کو لوٹ لیا اور مویشی ہنکا لے گیا۔

مذکورہ دونوں بغاوتیں واضح طور پر عربوں اور عجمیوں کے درمیان قومی تضاد کا نتیجہ تھیں۔ یہ تضاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں پیدا ہوا تھا۔ بنوامیہ کے عہد میں اس تضاد میں بہت شدت پیدا ہوئی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ دوئم کے دور میں جب تہذیب وتمدن کے لحاظ سے پسماندہ عربوں کے ہاتھ سے ایران میں ساسانیوں کی سلطنت تباہ وبرباد ہوئی تھی تو اس کے بعد تقریباً ایک سو سال تک عرب فاتحین عجمی موالیوں اور ذمیوں سے حقارت آمیز سلوک کرتے رہے تھے پھر جب بنو عباس نے عجمیوں کی امداد سے اقتدار

Marfat.com

حاصل کیا تو عجمیوں کا قومی وقار بہت حد تک بحال ہو گیا تھا مگر ابو جعفر منصور کے عہد میں ابو مسلم کے قتل اور پھر ہارون رشید کے عہد میں برمکی خاندان کی بربادی سے ان کے اس قومی وقار کو صدمہ پہنچا تھا۔ چونکہ خلیفہ امین باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہاشمی تھا اس لیے اس کے عہد میں عربوں کی پھر بالادستی ہوئی تقریباً چار سال کی خانہ جنگی کے بعد جب مامون کو امین پر فتح حاصل ہوئی تو عجمی اپنا قومی وقار پھر بحال کرنے میں کامیاب ہوئے اور عربوں کا بالعموم اور حجاز کے مضر قبائل کا بالخصوص قومی وقار بہت خطرے میں پڑ گیا۔ نصر بن شبث اور حسن ہرش کی بغاوتیں عربوں کی اسی زبوں حالی کے ردعمل کی حیثیت رکھتی تھیں۔ نصر بن شبث صاف کہتا تھا کہ بنو عباس نے عجم کو عرب پر مقدم کر دیا ہے۔

تاہم حجاز کے مضر قبائل کے اس احساس ذلت میں یمن کے حمیری قبائل شریک نہیں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفہ امین کے قتل کے بعد موصل میں یمانیہ (یمنی قبائل) اور نزاریہ (حجازی قبائل) کے مابین لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کا قومی سبب یہ تھا کہ امین کے قتل کے وقت علی بن حسن ہمدانی نے جو موصل پر قابض تھا' نزاریہ پر ظلم وستم شروع کر دیا تھا۔ اس حالت میں عثمان بن نعیم برجمی مصر میں وارد ہوا اور اس نے نزاریہ کے اعزہ واقارب اور ان کے سرداروں سے اس واقعہ کو بیان کرکے غیرت دلائی اور انہیں موصل کے نزاریہ کی حمایت پر ابھارا' چنانچہ بیس ہزار آدمی مصر سے عثمان کے ہمراہ موصل کی جانب روانہ ہوئے۔ علی بن حسن کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے ان لوگوں کو واپس چلے جانے کے لیے کہا مگر عثمان نے کچھ پرواہ نہ کی۔ مجبوراً" علی بن حسن نے بھی چار ہزار فوج کو مرتب کرکے میدان جنگ کا راستہ لیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر نزاریہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ہزارہا آدمی کام آئے اور علی اپنے دارالحکومت میں واپس آیا[2]"

199ھ کے اوائل میں خلیفہ عبداللہ المامون کے حکم کے مطابق حسن بن سہل نے جب جبال فارس' اہواز' بصرہ' کوفہ' حجاز' اور یمن کے والی عام کا عہدہ سنبھالا تو اس کے چند ماہ بعد جمادی الآخر میں کوفہ میں محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علیؓ بن ابی طالب نے بغاوت کر دی اور آل محمد میں سے بہتر شخص کو خلیفہ منتخب کرنے اور کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی۔ یہ شخص ابن طباطبا کے نام سے مشہور تھا۔ ان کی بغاوت کی بڑی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان علاقوں کی ولایت سے جن کو طاہر نے

Marfat.com

فتح کیا تھا جب مامون نے اسے بدل دیا اور اس کی جگہ حسن بن سہل کو مقرر کیا تو عراق میں یہ بات مشہور ہوئی کہ فضل بن سہل نے مامون پر بالکل قبضہ کرلیا ہے۔ نیز اس نے مامون کو ایک قصر میں بند کر دیا ہے اور کسی کو ان سے ملنے نہیں دیتا۔ چاہے عوام ہوں یا خواص امراء اور قریبی اعزہ بغیر ان کی رائے' خواہش اور مشورہ کے تمام امور سلطنت کو اپنی استبدانہ رائے سے انجام دے رہا ہے۔ اس خبر سے عراق کے بنی ہاشم اور دوسرے عمائد میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور نہوں نے فضل بن سہل کے اس طرح مامون پر قابو پایا جانے کو بہت ہی برا سمجھا۔ اسی وجہ سے یہ سب کے سب حسن بن سہل پر چیرہ دستی کرنے لگے۔ عراق کے تمام شہروں میں فساد برپا ہو گیا۔ اس طرح ابن طباطبا کو موقعہ مل گیا کہ وہ اپنی خلافت کا دعوی کر دے۔[۳]" یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ محمد بن ابراہیم کی بغاوت میں ابو سرایا سری بن منصور جو بنو شیبان میں سے تھا' کا ہاتھ تھا۔ یہ شخص مامون اور امین کی خانہ جنگی کے دوران امین کے ایک سپہ سالار یزید بن مزید کے لشکر کے ہراول دستے کا سردار تھا۔ لیکن یہ ایک لڑائی میں ہرثمہ کے ساتھ سازش کرکے مامون کے لشکر میں چلا گیا تھا۔ بنو شیبان یہ سن کر جزیرہ سے جوق درجوق آنے لگے۔ چند دن میں دو ہزار شیبانی جمع ہو گئے۔ اس نے ہرثمہ سے کہہ سن کر ان لوگوں کے بڑے بڑے وظائف اور ادارییے مقرر کرائے چنانچہ جب امین مار ڈالا گیا تو ہرثمہ نے ان کے وظائف سے انکار کر دیا۔ سرایا جل بھن کر خاک ہو گیا۔ حج کی اجازت چاہی۔ ہرثمہ نے اجازت دے دی اور ساتھ اسے بیس ہزار درہم دیئے ابو سرایا نے یہ رقم اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دی اور پھر اس نے اپنے دو سو آدمی جمع کرکے عین التمر پر حملہ کر دیا اور اس کے عامل کو گرفتار کرکے عین التمر کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد اتفاقا" اس کی ایک دوسرے عامل سے ملاقات ہو گئی جو بہت سا مال واسباب تین خچروں پر لادے ہوئے لیے جا رہے تھے۔ ابو سرایا نے اس کو بھی لوٹ لیا۔ اس عرصہ میں ہرثمہ کا لشکر آپہنچا۔ ابو سرایا اس لشکر کو شکست دے کر بیابان میں گھس گیا۔ بعد ازاں اس کے بقیہ ساتھی بھی اس سے آملے جس سے اس کی جمعیت بڑھ گئی۔ اس نے قوقا پر حملہ کیا اور وہاں سے مال واسباب لوٹ کر انبار کی طرف بڑھا اور وہاں کے عامل کو قتل کرکے شہر کو لوٹ لیا۔ بعد ازاں اس نے بہ قصد رقہ خروج کیا۔ طوق بن مالک ثعلبی کی طرف ہوکر گزرا اور اس نے بنو قیس کے خلاف لڑائی میں اس کی امداد کی۔ چار مہینے تک

Marfat.com

ٹھہرا رہا۔ بنو ربیعہ کی طرف داری کی وجہ سے بنو قیس سے لڑتا رہا۔ یہاں تک کہ بنو قیس نے طوق بن مالک ثعلبی کی اطاعت قبول کرلی اور ابو سرایا رقہ کی جانب چلا گیا۔ وہاں پر اس کی محمد بن ابراہیم طباطبا سے ملاقات ہوگئی۔ ابو سرایا نے اس کی بیعت کرلی۔ ابن طباطبا نے ابوالسرایا کو دریا کے راستے کوفہ روانہ کیا اور خود خشکی کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ ایک مقررہ وقت پر دونوں کوفہ میں داخل ہوئے۔ ابن طباطبا نے اہل کوفہ سے آل محمد کی حمایت کرنے کی بیعت لے لی اور ابوالسرایا نے قصر عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ کا رخ کیا اور اس کا مال واسباب اور جواہرات لوٹ لیے۔ یہ واقعہ 15 جمادی الثانی 199ھ کا ہے۔

حسن بن سہل نے زہیر بن مسیب کی سرکردگی میں دس ہزار کا لشکر کوفہ بھیجا۔ ابن طباطبا اور ابوالسرایا نے کوفہ سے نکل کر قریہ شاہی میں مقابلہ کیا۔ زہیر کو پسپا کر دیا اور اس کی لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اگلے دن صبح کو ابن طباطبا مردہ پایا گیا۔ ابو السرایا نے بجائے اس کے ایک نو عمر علوی محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسینؓ کو برائے نام جانشین بنالیا اور خود سارے کاموں کا انتظام کرنے لگا۔ حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد کی سرکردگی میں چار ہزار فوج بھیجی اور ابوالسرایا نے رجب 199ھ میں اس فوج کو شکست دیدی۔ اس واقعہ کے بعد ابو السرایا نے کوفہ میں اپنے نام کا سکہ بنوایا اور متعدد عمال مقرر کیے۔ بصرہ کی گورنری عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد جعفری کو، مکہ کی گورنری حسین بن حسن بن علی زین العابدین معروف بہ افطس کو، یمن کی گورنری ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر مارتا کو، فارس کی گورنری اسماعیل بن موسیٰ بن جعفرصادق کو اور اہواز کی گورنری زید بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو دی چنانچہ عباس نے پہلے بصرہ پر اور پھر واسط پر قبضہ کرلیا۔ حسن بن سہل نے یہ رنگ دیکھ کر ہرثمہ بن العین کو جنگ ابوالسرایا پر جانے کی درخواست کی۔ ہرثمہ شعبان میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا جبکہ ابوالسرایا مداین پر بھی قبضہ کر چکا تھا اور پھر وہ قصر ابن ہبیرہ سے کوچ کرکے نہر صرصر پر آٹھہرا تھا۔ ہرثمہ بھی اس کے مقابلے کے لیے آگیا اور علی بن ابی سعید نے شوال میں مداین پہنچ کر ابوالسرایا کے ساتھیوں کا محاصرہ کرلیا۔ ابو السرایا یہ سن کر مداین کی طرف روانہ ہوا تو ہرثمہ نے تیزی سے ابوالسرایا کو جاگھیرا۔ بڑی شدید لڑائی ہوئی۔ ابوالسرایا جان بچاکر کوفہ کی طرف بھاگا۔ شیعان بنو عباس اور ان کے حامیوں کے مکانات پر ٹوٹ پڑا، جو کچھ پایا لوٹ لیا مکانات ویران و مسمار کرکے ان لوگوں کو

Marfat.com

نکال دیا اور امانتیں ان کی جو اور لوگوں کے پاس تھیں ان کو جبراً" لے لیا۔ اس وقت تک ابوالسرایا کے عامل حسین افطس نے پرامن طریقے سے مکہ پر قبضہ کر لیا تھا کیونکہ بنو عباس کے گورنر داؤد بن عیسیٰ نے حرم شریف میں لڑنا پسند نہیں کیا تھا اور وہ حسین افطس کے آنے کی خبر سن کر ازخود مکہ چھوڑ کر عراق چلا گیا تھا۔ ہرثمہ ابوالسرایا کا پیچھا کرتے ہوئے کوفہ آیا اور اس نے شہر کا محاصرہ کر لیا جب وہ محاصرہ سخت ہوا تو ابوالسرایا آٹھ سو سواروں کو لے کر شہر سے بھاگ نکلا اور اپنے ساتھ اپنے نوعمر خلیفہ محمد بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین کو بھی لے گیا۔ کوفہ سے وہ قادسیہ پہنچا اور وہاں سے سوس کی جانب گیا۔ مقام خوزستان پر ایک قافلہ مل گیا جو اہواز سے بہت سا مال و اسباب لیے جا رہا تھا۔ ابوالسرایا نے اس کو لوٹ لیا۔ حسن بن علی اہواز کا گورنر تھا۔ وہ مقابلہ پر آیا اور اس نے ابوالسرایا کو شکست دی۔

ابوالسرایا بھاگ کر راس عین پہنچا۔ حسن بن علی نے وہاں پہنچ کر اسے گرفتار کر لیا اور پابہ زنجیر حسن بن سہل کے پاس مقام نہرواں میں لا کر حاضر کیا۔ حسن بن سہل نے ابوالسرایا کو قتل کر کے اس کا سر بمع نوعمر خلیفہ محمد بن جعفر' خلیفہ مامون کی خدمت میں بھیج دیا اور لاش کو بغداد کے پل پر لٹکا دیا۔ اس کے بعد علی بن سعید بصرہ کی جانب روانہ ہوا اور اس کو زید بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس کو زید النار کے نام سے بھی موسوم کرتے تھے اس وجہ سے کہ اس نے عباسیوں اور ان کے حامیوں کے مکانات بصرہ میں بکثرت جلوا دیئے تھے۔ زید نے علی بن سعید سے امان کی درخواست کی۔ علی بن سعید نے امان دے دی لیکن بصرہ میں نظر بند کر دیا۔ اس کامیابی کے بعد علی بن سعید نے حجاز اور یمن میں علویوں سے جنگ کے لیے فوجیں روانہ کیں۔ یمن میں اس سال ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب نے خروج کیا تھا۔ یہ اپنے خاندان کے کچھ لوگوں کے ساتھ مکہ میں رہا کرتا تھا۔ جب اسے علویوں کے لیے ابوالسرایا کے عراق میں خروج کرنے کی اطلاع ہوئی تو یہ بھی اپنے خاندان والوں کی ایک جماعت کے ساتھ مکے سے یمن کے ارادے سے روانہ ہوا۔ اس وقت مامون کی جانب سے اسحاق بن موسیٰ یمن کا والی تھا۔ جب اسے ابراہیم کی یمن کی جانب پیش قدمی اور صنعا کے قریب آ جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنی تمام سوار اور

Marfat.com

پیدل فوج کو لیکر یمن کو ابراہیم کے لیے خالی کر کے نجدیہ کی راہ پلٹ آیا اور اس نے ابراہیم کے مقابلہ سے گریز کیا۔ اس کے اس طرز عمل کی بڑی وجہ اس کے چچا داؤد بن عیسیٰ کا حرمین سے بغیر مقابلے چلے آنا ہوئی۔ اور اس نے بھی اس کی پیروی کی۔ یہ مکے کے ارادے سے مشاش آیا۔ وہاں اس نے باقاعدہ چھاؤنی قائم کی اور اب مکے میں داخل ہونا چاہا مگر ان علویوں نے جو مکے میں تھے اسے روک دیا۔ اس کی ماں مکہ میں علویوں سے روپوش تھی۔ اسحاق بن موسیٰ بہت مدت تک مشاش میں فروکش رہا۔ اس اثنا میں عباس کے جو طرفدار مکہ میں چھپے ہوئے تھے وہ پہاڑوں کی چوٹی سے گزرتے ہوئے ایک ایک کر کے اس کے پاس آنے لگے اور اس طرح خفیہ طور پر وہ اسحاق کی ماں کو بھی اس کے بیٹے کے پاس لے آئے۔ جبکہ ابراہیم بن موسیٰ کاظم کو قصاب کہنے لگے تھے اس لیے کہ اس نے یمن میں ہزارہا آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ ان کو لونڈی غلام بنایا تھا اور ان کے مال کو غصب کرلیا گیا تھا[۴]" ابراہیم نے یمن پر قبضہ کرنے کے بعد عقیل بن ابی طالب کی اولاد میں سے ایک شخص کو امیرالحج بنا کر مکہ کی جانب لوگوں کو جمع کرانے کی غرض سے روانہ کیا۔ مگر اس عقیلی کے مکہ پہنچنے سے پیشتر خلیفہ مامون کی جانب سے امیرالحج ابوالحسن معتصم مع ایک جماعت سپہ سالار کے جس میں حمدویہ بن علی بن ماہان بھی تھا پہنچ چکا تھا اور حمدویہ کو حسن بن سہل نے یمن کی سند گورنری بھی دی تھی۔ عقیلی نے یہ خیال کر کے کہ مجھ میں ان لوگوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے مقام بستان ابن عامر میں قیام کر دیا۔ اتفاق سے زائرین خانہ کعبہ کا ایک قافلہ آرہا تھا۔ اس قافلہ میں خانہ کعبہ کا غلاف بھی تھا عقیلی نے قافلہ پر شب خون مار کر اہل قافلہ کے تمام مال و اسباب تجارت اور نیز خانہ کعبہ کے غلاف کو لوٹ لیا۔ اہل قافلہ پریشانی میں مکہ میں داخل ہوئے۔ معتصم نے جلودی کو ایک سو منتخب آدمیوں کے ساتھ عقیلی کی سرکوبی کو روانہ کیا۔ جلودی راتوں رات عقیلی کے سر پر پہنچ گیا۔ عقیلی بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بہت سے ساتھی گرفتار کرلیے گئے۔ جس قدر مال واسباب تجارت ان لوگوں نے قافلہ کا لوٹ لیا تھا سب کا سب اور نیز خانہ کعبہ کا غلاف مل گیا معتصم نے قیدیوں کو دس دس درے لگوا کر رہا کر دیا[۵]" وہ وہاں سے حاجیوں سے بھیک مانگتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے لیکن ان میں سے اکثر بھوک اور تکلیف سے راستہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔

Marfat.com

اس سال (200ھ) پہلی محرم کو ابوا لسرایا کا مقرر کردہ عامل مکہ حسین بن حسن الا فطس مقام ابراہیم کے عقب میں ایک گدے پر جسے دوہرا کر کے بچھایا گیا تھا بیٹھ گیا تھا اور اس نے غلاف کعبہ کے اتارنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ کعبہ پر جس قدر غلاف تھے وہ سب اتار لیے گئے اور اب صرف ننگا پتھر رہ گیا۔ اس کے بعد حسین نے وہ ریشمی غلاف جن کو بوا لسرایا نے اسکے ہاتھ اسی لیے بھیجا تھا کعبہ پر چڑھا دیئے ان پر لکھا تھا۔ 'یہ اصفر بن الاصفر ابو لسرایا داعی آل محمد کے حکم پر بنائے گئے ہیں تاکہ بیت الحرام پر ڈالے جائیں اور عباسیوں کا سیاہ غلاف کعبہ سے اتار دیا جائے تاکہ کعبہ ان کے غلاف سے پاک ہو جائے۔ یہ تحریر 199ھ میں لکھی گئی۔' جو غلاف کعبہ سے اتار دیئے گئے تھے۔ ان کو حسین نے اپنے ساتھیوں اور اپنے پیروؤں میں ان کے مراتب کے مطابق تقسیم کرا دیا۔ کعبہ پر جس قدر روپیہ تھا اس سب پر قبضہ کرلیا جس کسی کے متعلق اسے معلوم ہوا کہ اس کے پاس عباسیوں یا ان کے پیروؤں کی کوئی امانت ہے اس نے اچانک اس کے مکان پر دھاوا کر دیا اگر وہاں کوئی شے جس کی نشاندھی کی گئی تھی دستیاب ہو گئی۔ حسین نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور اس امین کو کچھ سزا دیدی اور اگر کوئی چیز اس کے پاس سے برآمد نہ ہوئی تو حسین نے اسے قید کرکے سخت عذاب دینا شروع کیا۔ البتہ جب اس نے اپنی مقدرت کے مطابق اپنی جان کا فدیہ ادا کر دیا تو اس سے سب کے سامنے اس بات کا اقرار کرالیا کہ جو شے اس کے ہاں سے ملی ہے وہ اصل میں عباسیوں یا ان کے کسی دوسرے آدمی کی ہے اس قسم کی حرکت اس نے بہت سے لوگوں کے ساتھ کی۔ اس زبردستی تحصیل مال پر عذاب دینے کے لیے کوفے کا ایک شخص محمد بن مسلمہ مقرر کیا گیا تھا یہ حناطین کے محلہ میں خالصہ کے مکان میں قیام پذیر تھا اس کی وجہ سے اس مکان کو لوگ دارا لعذاب کہتے تھے۔ اس کے مظالم اور تشدد سے تنگ آکر اکثر خوشحال لوگ شہر چھوڑ کر چلے گئے اس کی اس نے یہ سزا دی کہ ان کے مکان منہدم کرا دیئے۔ اس طرح حرم کی اس بے حرمتی اور شریف زادوں کی اس داروگیر سے ایک قیامت برپا ہو گئی۔ حسین کے ساتھیوں نے مسجد کے ستونوں کے سروں پر جو سونے کا ہلکاپتر چڑھا ہوا تھا اسے نکالنا شروع کیا۔ بڑی کاوش و محنت کے بعد بقدر ایک مثقال وہاں سے سونا دستیاب ہوا تھا۔ مسجد کے اکثر ستونوں کا سونا اسی طرح اکٹھا کر لیا گیا۔ انہوں نے زمزم کی جالیوں پر جو فولاد چڑھا ہوا تھا اسے بھی نکال لیا۔ نیز

Marfat.com

ساگوان کی لکڑی بھی اتاری اور ان سب کو بہت ہی معمولی قیمت پر فروخت کر دیا۔[4]" ابن الافطس کی ان بداعمالیوں کے دوران محمد بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین مکہ میں مقیم تھے۔ وہ زاہد اور نیک سیرت تھے اور اپنے باپ جعفر الصادق سے حدیث کی روایت کرتے تھے اور لوگ آپ سے علم وادب سیکھنے کے لیے آتے تھے وہ اپنے خاندان والوں کے متذکرہ چلن سے قطعی متنفر اور علیحدہ تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب ابوالسرایا کے مرنے کی خبر مشہور ہو گئی تو حسین بن حسن افطس کو اپنی جان کا خطرہ پیدا ہوا اور وہ گھبرایا ہوا محمد بن جعفر الصادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی یہ موقع مناسب ہے۔ لوگوں کے قلوب آپ کی طرف مائل ہیں۔ آیئے میں آپ کی بیعت کیے دیتا ہوں کوئی شخص آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔ محمد بن جعفر الصادق نے اس درخواست کو منظور کرنے سے انکار کیا مگر یہ اور ان کا لڑکا علی برابر اسی امر پر اصرار کرتے رہے۔ بالاخر محمد بن جعفر ان لوگوں کے کہنے سننے میں آگئے اور طوعا" و کرہا" بیعت خلافت لینے پر آمادہ ہوئے۔ لوگوں نے انکی خلافت کی بیعت کی اور امیرالمومنین کے لقب سے پکارنے لگے۔ چند ماہ اس طرح گزرے۔ برائے نام وہ امیرالمومنین تھے۔ مگر دراصل ان کا بیٹا اور حسین بن حسن الافطس اور ان کے خاندان کی ایک جماعت جو نہایت ہی بداخلاق ظالم اور بدکردار تھی حکمران تھی۔ اس جماعت کے ارکان طرح طرح کی بداعمالیاں کرنے لگے۔ زنا' اغلام اور سربازار عورتوں کو بے عزت کرنا شروع کر دیا۔ حسین عورتوں کے لیے اپنی عصمت بچانا دشوار ہو گیا۔ جہاں کوئی خوبصورت عورت یا لونڈا نظر آتا یہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑتے اور اپنی خواہش نفسانی پوری کرنے کی غرض سے جبرا" پکڑ لے جاتے تھے۔ لوگوں نے یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر جلسہ کیا اور محمد بن جعفر الصادق کو معزول کرنے اور قاضی مکہ بنام محمد کے بیٹے کو برآمد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نوعمر لڑکے کا نام اسحاق بن محمد تھا اور بہت حسین و جمیل تھا۔ علی بن محمد بن جعفر الصادق اس پر فریفتہ ہو گیا تھا اور روز روشن میں اسے اغوا کر کے لے گیا تھا اور اس نے اس کو اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا۔ جب محمد بن جعفر الصادق نے اہل مکہ سے اپنے لڑکے کے خلاف شکایت سنی تو آپ نے اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا اور شہریوں سے امان لیکر وہ خود اپنے بیٹے کے مکان پر گئے اور انہوں نے اس لڑکے کو چھڑا کر ان لوگوں کے حوالے کر دیا۔ اس واقعہ کے چند دن بعد اسحاق بن موسیٰ ایک لشکر لیے یمن سے آپہنچا۔

Marfat.com

طالبیوں نے جمع ہوکر مقابلہ کیا مگر انہیں شکست ہوئی۔ محمد بن جعفر الصادق نے امان کی درخواست پیش کی۔ امان دے دی گئی۔ عباسیوں نے مکہ پر قبضہ کرلیا اور محمد بن جعفر الصادق مکہ سے جحفہ کی جانب اور جحفہ سے بلاد جہینہ چلے گئے بلاد جہینہ میں پہنچ کر اطمینان کے ساتھ پھر لشکر مرتب کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ جب خاطر خواہ لشکر جمع ہو گیا تو ہارون بن مسیب والی مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے نکلے۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر کار محمد بن جعفر شکست فاش کھاکر اپنی قیام گاہ پر واپس آئے۔ ان واقعات میں ایک آنکھ جاتی رہی اور ایک گروہ کثیر ان کے ساتھیوں کا کام آگیا۔ اگلے سال موسم حج میں امان حاصل کرکے مکہ معظمہ میں آئے اور لوگوں کو جمع کرکے کہا: چونکہ مجھے یہ خبر ملی تھی کہ مامون کا انتقال ہو گیا ہے اور اس وقت تمام عالم میں فتنہ و فساد پھیلا ہوا تھا اس وجہ سے میں نے لوگوں سے بیعت لے لی تھی اور اس بیعت کا ایفا کر رہا تھا۔ بعد ازاں اب مجھے یہ خبر صحیح پہنچی ہے کہ مامون زندہ ہے لہٰذا میں خود کو معزول کرکے تم لوگوں کو اپنی بیعت سے سبکدوش کرتا ہوں اس قدر معذرت کے بعد محمد بن جعفر منبر سے اتر آئے اور پھر حج کے بعد عراق چلے گئے۔ حسن بن سہل نے انہیں خلیفہ مامون کے پاس بھیج دیا۔ واقعہ ذی الحجہ 201ھ کا ہے۔"

جس وقت ہرثمہ بن العین ابوالسرایا سے فارغ ہوکر واپس ہوا اس وقت حسن بن سہل مدائن میں تھا۔ ہرثمہ اسے ملے بغیر خراسان کی جانب روانہ ہو گیا۔ اثنا راہ میں اسے خلیفہ مامون کا یہ فرمان ملا کہ تم بجائے خراسان آنے کے شام اور حجاز کی طرف روانہ ہو جاؤ مگر ہرثمہ نے اس فرمان کی طرف توجہ نہ دی۔ وہ مامون سے مل کر فضل بن سہل کے خلاف شکایات کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کی رائے یہ تھی کہ فضل ملکی حالات کو چھپاتا ہے اور لوگوں کو ہر طرح سے مجبور اور ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتا ہے۔ ہرثمہ کے ان خیالات سے فضل بن سہل مطلع ہو گیا۔ موقع پاکر خلیفہ مامون سے کہہ دیا کہ ابوالسرایا کا فتنہ درحقیقت اسی کا اٹھایا ہوا تھا۔ اس کی جسارت اور عدول حکمی کی کوئی انتہا نہیں رہ گئی۔ خلافت پناہی کے قانون کی تعمیل اس نے مطلق نہیں کی۔ جان پناہ نے تو شام و حجاز کی طرف واپس جانے کا حکم صادر فرمایا تھا مگر ہرثمہ خراسان چلا آرہا ہے۔ اس معاملہ میں اگر چشم پوشی کی جائے گی تو اوروں کو حکم عدولی اور خلاف ورزی کی جرات پیدا ہو گی۔ فضل

Marfat.com

نے مزید کہا کہ ہرثمہ امیر المومنین کی شان میں بہت ہی بیہودہ الفاظ استعمال کرتا ہے اور دھمکی دیتا ہے کہ اگر اس کی بات نہ چلی تو عظیم فتنہ برپا کر دے گا۔ جناب والا اگر اسے یوں ہی چھوڑ دیا گیا اور اس سے کوئی باز پرس نہ کی گئی تو ضرور کسی دوسرے کی خلافت کے لیے بہت بڑا فتنہ کھڑا کر دے گا۔ خلیفہ مامون کے خیالات ان فقروں سے تبدیل ہو گئے۔ اپنے غصے کو ضبط کیے ہوئے ہرثمہ کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ ہرثمہ مرو میں وارد ہوا اور اس خیال سے کہ خلیفہ مامون سے اس کے آنے کی خبر مخفی نہ رہے گی۔ نقارہ بجانے کا حکم دے دیا۔ خلیفہ مامون کے کانوں تک طبلوں کی آواز پہنچی تو دریافت کی کون آتا ہے۔ گزارش کی گئی کہ ہرثمہ آپہنچا۔ وہ گرجتا اور تڑپتا ہے۔ خلیفہ مامون نے اسی وقت ہرثمہ کو بلا بھیجا تو پوچھا کہ تو نے کوفہ کے علویوں کو ابو لسرایا کو مقرر کرنے پر کیوں ہلاک وتباہ کیا۔ اگر تو بدنیتی کو دخل نہ دیتا تو ان لوگوں کو زندہ گرفتار کر سکتا تھا۔ ہرثمہ معذرت کرنے لگا۔ خلیفہ مامون نے اس کی ایک بھی نہ سنی۔ پیٹ میں ایک لات ماری۔ ناک توڑ ڈالی اور کشاں کشاں جیل بھیج دیا۔ اس پر بھی صبر نہ آیا تو ایک شخص کے ذریعے اس کو قید خانے میں قتل کروا دیا۔[۸]" اس طرح ہرثمہ کا بھی وہی حشر ہوا جو قبل ازیں محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم، ابو مسلم خراسانی اور جعفر برمکی وغیرہ کا ہو چکا تھا۔ ہرثمہ مامون اور اس کے آبا کا ہمیشہ سے سچا بہی خواہ رہا تھا۔ اس وجہ سے اسے مامون پر ناز تھا۔ اس نے امین پر مامون کی فتح میں اہم کردار ادا کیا تھا لیکن جاگیردارانہ استبدادیت کی روایت کے مطابق ان باتوں کا اسے کوئی انعام نہ ملا بلکہ یہی اس کی ہلاکت کا باعث بنیں۔ فضل بن سہل کی محلاتی سازش کامیاب ہوئی اور ہرثمہ مارا گیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح ہارون رشید کے عہد میں فضل بن ربیع کی سازش کے نتیجے میں جعفر برمکی کا خاتمہ ہوا تھا۔ ہرثمہ کا قتل دراصل عجمی قوم پرستی کے ہاتھوں حجازی عربوں کی بالادستی کا قتل تھا۔ ہرثمہ دراصل مامون کے عجمی وزیر اعظم فضل بن سہل اور والی عراق وجزیرہ حسن بن سہل کے خلاف شکایت کرنے کے لیے مرو گیا تھا۔ اس کی رائے یہ تھی کہ فضل بن سہل کا بھائی حسن بن سہل عراق و جزیرہ میں عربوں پر ظلم وستم کرتا ہے۔ مگر فضل بن سہل کی سازش کی وجہ سے اس کی اس شکایت کا ازالہ تو نہ ہوا البتہ خود اس کا اپنا خاتمہ ہو گیا۔

جب ہرثمہ کی یہ خبر عراق میں مشہور ہوئی تو حسن بن سہل نے علی بن ہشام والی بغداد

Marfat.com

کو لکھ بھیجا کہ قبیلہ حربیہ کو تنخواہ مت دو اور ٹالتے رہو۔ حسن نے یہ حکم اس وجہ سے دیا کہ انہوں نے ہرثمہ کی روانگی سے قبل حسن کو معزول کرنے اور اس کے عمال کو نکال دینے کا قصد کیا تھا۔ ان دنوں نے حسن کے عمالوں میں محمد بن ابی خالد اور اسد بن ابی الاسد موجود تھے۔ حربیہ نے ان پر دھاوا کرکے ان کو بغداد سے نکال دیا گیا۔ اور اسحاق بن موسیٰ المہدی کو مامون کے خلیفہ کی حیثیت سے بغداد پر اپنا امیر بنالیا تھا۔ حسن بن سہل' حربیہ کی ان زیادتیوں کو برداشت کرتا رہا اور بہانے کرکے ٹالتا رہا تاآنکہ اس نے اپنی عاملانہ تدبیر سے ان لوگوں میں اختلاف پیدا کر دیا اور پھراس کی ہدایت کے مطابق علی بن ہشام اور محمد بن ابی خالد ایک جانب سے اور زہیر بن مسیب دوسری طرف سے رات کے وقت بغداد میں گھس آئے۔ علی بن ہشام اور زہیر نے باب الکرخ پر حملہ کرکے اسے آگ لگا دی اور کرخ کے سارے علاقے کو تاراج کر دیا۔ قبیلہ حربیہ نے تین دن تک مقابلہ کیا۔ وظائف اور روزینے دینے پر مصالحت ہوگئی۔ لیکن روزینے تقسیم نہ ہونے پائے تھے کہ زید بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق نے ابوالسرایا کے بھائی کے ساتھ مل کر بغاوت کر دی۔ زید کو علی بن ابی سعید نے ابوالسرایا کے زوال کے بعد امان دیکر بصرہ میں قید کر دیا تھا لیکن اب وہ قید خانے سے بھاگ نکلا اور اس نے انبار کی جانب علم بغاوت بلند کیا۔ اراکین دولت عباسیہ نے زید بن موسیٰ کاظم کی گرفتاری پر فوجیں متعین کیں جنہوں نے نہایت کم مدت میں اس کو گرفتار کرکے علی بن ہشام کے پاس حاضر کر دیا۔ اس وقت تک علی بن ہشام حسب وعدہ حربیہ کو روزینے نہیں دے پایا تھا۔ رمضان کا مہینہ پورا گزر گیا تھا اور ذی الحجہ آگیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اب حربیہ کو ہرثمہ کی اس گت کی جو اس کے دشمنوں نے خراسان میں اس کی بنائی تھی اطلاع ہوئی تو ان میں پھرجوش پیدا ہوا اور انہوں نے علی پر دھاوا کرکے اسے شہر سے نکال دیا۔ اس دھاوے میں محمد بن ابی خالد بھی حربیہ سے مل گیا تھا کیونکہ زہیر بن مسیب سے اس کی عداوت تھی اور علی بن ہشام زہیر کو محمد پر ترجیح دیتا تھا۔ ادھر حسن بن سہل جب خیزرانیہ میں مقیم تھا کہ اس کی فوج میں شورش برپا ہوگئی کیونکہ اس نے عبداللہ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان کو کوڑوں کی سزا دی تھی۔ جب یہ واقعہ پیش آیا تھا تو محمد بن ابی خالد نے حربیہ کو بہت سا روپیہ دیکر اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور وہ کھلم کھلا حسن کے مقابلے پر آگیا تھا۔ منصور بن المہدی' خزیمہ بن خازم اور فضل بن ربیع'

Marfat.com

بغداد میں محمد بن ابی خالد کے حامی تھے۔ فضل بن ربیع خلیفہ امین کا وزیر اعظم تھا اور اس کے زوال سے کچھ عرصہ قبل روپوش ہو گیا تھا لیکن وہ پھر خالد سے امان حاصل کر کے منظر عام پر آ گیا تھا۔ واسط کے قریب حسن بن سہل اور محمد بن ابی خالد میں مقابلہ ہوا۔ پہلی لڑائی میں حسن بن سہل کو ہزیمت ہوئی اور زہیر بن مسیب گرفتار ہو گیا۔ لیکن دوسری لڑائی میں محمد بن ابی خالد کو شکست ہوئی وہ زخمی ہوا اور چند دن بعد انتقال کر گیا۔ جس رات اس کا انتقال ہوا اسی رات اس کے بیٹے ابو زنبیل نے زہیر بن مسیب کو جیل خانے میں بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا۔ اس کے بعد حربیہ نے محمد بن ابی خالد کے بیٹے عیسیٰ کو اپنا سپہ سالار بنالیا۔ عیسیٰ نے زہیر کے سر کو ایک بانس پر لٹکایا۔ لوگوں نے اس کے جسم کو لیکر اس کے دونوں پاؤں میں رسی باندھی اور تمام بغداد میں اسے گھسیٹا۔ یہ واقعہ 8 ربیع الاول 201ھ کا ہے۔

حسن بن سہل کو محمد بن ابی خالد کے مرنے کی خبر ہوئی تو وہ واسط سے چل کر مبارک آیا اور یہاں ٹھہر گیا۔ جمادی الاخر میں اس نے اپنے دو تین سپہ سالاروں کو ابو زنبیل کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ دریائے صراط کے دہانے پر لڑائی ہوئی۔ ابو زنبیل کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر اپنے بھائی ہارون کے پاس نیل چلا آیا مگر یہاں بھی حسن کی فوجوں نے اسے آلیا اور نیل کے گھروں کے قریب ہی فریقین میں لڑائی ہوئی۔ ہارون اور ابو زنبیل کی فوجوں نے شکست کھائی اور وہ بھاگتے ہوئے مداین آئے۔ حسن کے لشکریوں نے تین دن تک نیل کو لوٹا۔ اہل نیل کے تمام مال ومتاع پر انہوں نے قبضہ کر لیا۔ نیز آس پاس کے گاؤں بھی تاراج کر دیئے۔ دریں اثنا بغداد میں بنو ہاشم اور امرائے بغداد نے خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کی۔ انہوں نے منصور بن المہدی کو خلافت قبول کرنے کے لیے بہت پھسلایا مگر اس نے نہ مانا۔ جب خلیفہ بننے سے اس نے قطعی انکار کر دیا تو اب انہوں نے اس سے خواہش کی کہ آپ ہمارے امیر ہو جائیں اور خلیفہ مامون ہی کو تسلیم کرلیں۔ اس تجویز کو اس نے مان لیا۔ بنو ہاشم اور امرائے بغداد کا کہنا یہ تھا کہ ''ہم مجوسی اور مجوسی زادے حسن بن سہل کی اطاعت ہرگز قبول نہیں کرتے۔ ہم اسے یہاں سے نکالے دیتے ہیں۔ وہ خراسان واپس جائے[9]'' منصور نے ان سے اتفاق کیا اور ہر سمت اپنے عمال بھیج دیئے بغداد میں شرفائے عرب کے عجمیوں کے خلاف اس متحدہ محاذ کی صورت حال میں حسن بن سہل

Marfat.com

نے اپنے آپ کو کمزور محسوس کیا اور اس بنا پر اس نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو صلح کی پیشکش کی۔ مگر یہ بیل منڈھے نہ چڑھی اور منصور بن المہدی نے حسن سے لڑائی کے لیے مختلف سمتوں کی جانب اپنی فوج کو بھیجا۔ اس کے ایک سپہ سالار غسان بن عباد نے قصر ابن ہبیرہ میں قیام کیا تو حسن بن سہل کے سپہ سالار حمید الطوسی نے 6 رجب کو اس کا محاصرہ کرکے اسے گرفتار کرلیا۔ اس کی فوج کی وردی اور اسلحہ لے لیے اور بہت سوں کو قتل کر دیا۔ اس سے پہلے محمد یقطین بن موسیٰ' حسن بن سہل کا ساتھ چھوڑ کر عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد سے آملا تھا۔ عیسیٰ نے اسے منصور کے پاس بھیجا اور منصور نے اسے حمید الطوسی سے لڑائی پر بھیج دیا مگر حمید نے کوثی کے مقام پر اسے بھی مار بھگایا۔ اس کے بہت سے سپاہیوں کو اس نے قتل کر دیا۔ بہت سوں کو گرفتار کیا اور بہت سے دریا میں ڈوب گئے۔ حمید اور اس کی فوج نے قرب وجوار کے تمام دیہات تاخت و تاراج کر دیئے۔ گائے بکری اور گدھوں کو لوٹ لیا۔ اس کے علاوہ زیور اور ہر قسم کے دوسرے سامان کو جس پر دسترس ہو سکی لوٹ لیا۔ اس واقعہ کو ختم کرکے حمید پھر نیل چلا گیا اور ابن یقطین پسپا ہو کر نہر صرصر آگیا۔

حسن بن سہل اور حربیہ کے مابین ان لڑائیوں کے دوران بغداد شہر کی حالت بڑی خراب ہو گئی تھی۔ طبری کے بیان کے مطابق "حربیہ کے فساق اور کرخ کے شاطر عام شہریوں کو سخت ایذا دیتے تھے اور اعلانیہ طور پر بدکاری کرتے تھے۔ راہگیروں کو لوٹ لیتے تھے اور سب کے سامنے راستوں سے عورتوں اور لونڈوں کو اٹھا لے جاتے تھے۔ وہ اتنے چیرہ دست ہو گئے تھے کہ گروہ بنا کر کسی کے پاس جاتے اور زبردستی اس کے بیٹے کو اٹھا لے جاتے۔ اور وہ ان کی کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا تھا۔ لوگوں سے قرض اور صلے کے طور پر روپیہ طلب کرتے تھے اور کوئی انکار نہیں کرسکتا تھا۔ ان کی جماعتیں دیہات میں جاتیں۔ وہاں پہلے تو خوب دعوتیں کھاتے اور پھر جس قدر مال یا نقد پر ان کی دسترس ہوتی اس کو زبردستی وصول کرلیتے۔ نہ حکومت ان کو روکتی تھی اور نہ اس کا ان پر کوئی زور ہی تھا کیونکہ اس وقت خود ان کی امداد پر جمی ہوئی تھی اور وہی اندرونی طور پر اس کے یار ومددگار تھے۔ اسی وجہ سے ان کی بری سے بری حرکت کو بھی وہ نہیں روک سکتی تھی۔ وہ تاجروں سے' چاہے وہ شاہراہوں پر ہوں' کشتیوں پر ہوں' سواریوں پر ہوں' لگان وصول

Marfat.com

کرتے تھے۔ یہ باغیوں کی پاسبانی کرتے اور ان کا حصہ بٹاتے تھے۔ اعلانیہ ڈاکے مارتے تھے اور کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں اٹھاتا تھا۔ ان کی وجہ سے تمام مخلوق سخت مصیبت میں مبتلا تھی۔ ان کی جرات یہاں تک بڑھ گئی کہ انہوں نے قطربل کو جاکر دن دھاڑے لوٹ لیا۔ مال ومتاع' سونا' چاندی' بکریاں گائے اور گدھے وغیرہ لوٹ کر بغداد لائے اور یہاں ان کو سربازار بیچنا شروع کر دیا۔ اہل قطربل نے بغداد آکر حکومت سے استغاثہ کیا۔ مگر کسی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ ان مظلوموں کی مدد کرتا۔ نہ حکومت نے ان کے منصوبہ مال میں سے کوئی چیز ان کو واپس دلائی۔ یہ واقعہ آخر شعبان میں ہوا۔ جب لوگوں نے یہ کیفیت دیکھی کہ حکومت کی کوئی پروا نہیں اور بدمعاش' لوگوں کا اسقدر مال لوٹ لاکر اعلانیہ بیچ رہے ہیں اور خود ان کے بازاروں میں یہ معاملہ ہو رہا ہے اور انہوں نے تمام ملک میں فتنہ و فساد' جوروِ استبداد اور لوٹ مار مچا رکھی اور اس کے باوجود حکومت ان سے کوئی بازپرس نہیں کرتی۔ تو ہر محلہ کے شریف اور امن پسند لوگ ان کے مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے متفق ہوکر خالد الدریوش اور ابو حاتم سہل بن سلامتہ الانصاری الخراسانی کی سرکردگی میں ایک رضاکار جماعت بنائی۔ اس جماعت نے فاسقوں' لٹیروں' ڈاکوؤں اور بدمعاشوں پر حملہ کرکے ان کو ان کی بدکرداریوں سے روکا' مگر وہ نہ مانے بلکہ اس سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ خالد دریوش ان سے لڑا اور اس نے ان کو مار بھگایا اور بعض کو پکڑ کر خوب پیٹا اور پھر قید کرکے سرکار میں پیش کر دیا۔ اہل حربیہ کے ابو حاتم خراسانی نے لوگوں کو نیکی کی تعلیم' بدی سے ممانعت اور قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی۔ اپنے گلے میں کلام پاک لٹکایا اور پھر سب سے پہلے اپنے پڑوسی اور محلہ داروں کو پندو نصیحت شروع کی۔ پھر اس نے شہر کے ہر طبقہ کے لوگوں کو دعوت دی اور اس کے لیے ایک دیوان بنایا۔ اس طرح ہزارہا آدمیوں نے آکر اس کی بیعت کی اور غنڈوں کے خلاف لڑنے کے عزم کا اظہار کیا۔ بالآخر رمضان 201ھ میں ابو حاتم خراسانی اور خالد دریوش اٹھ کھڑے ہوئے۔ اگرچہ ان دونوں کے مقاصد الگ الگ تھے۔ دریوش امن قائم کرنے کے لیے حکومت کی امداد کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں حکومت پر کوئی الزام عائد نہیں کرسکتا۔ نہ میں اس سے کسی قسم کی بازپرس کروں گا۔ نہ لڑوں گا نہ کسی بات کا حکم دوں گا۔ ابو حاتم خراسانی لوگوں سے خود اپنی جماعت کی بیعت لیتا تھا اور کسی کی امارت کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ وہ امر

Marfat.com

بالمعروف ونہی عن المنکر کی ترغیب دیتا تھا۔ اس طرح سے کہ شاہی جبروت و سطوت سے کسی قسم کا تعارض نہ ہونے پائے وہ کہتا تھا کہ میں تو ہر اس شخص سے جو کتاب وسنت کی مخالفت کرے گا چاہے وہ حکومت ہو یا کوئی اور ضرور لڑوں گا۔ منصور بن مہدی اور عیسیٰ بن محمد کو یہ خبر جبل کی چھاؤنی میں ملی تو وہ برہم ہوئے اس وجہ سے کہ ان کے اکثر ساتھی ان ہی جرائم پیشہ اور غنڈوں سے ملے ہوئے تھے مگر چونکہ موقع مناسب نہ تھا اس لیے خاموش رہے[1]۔" بغداد میں غنڈوں اور بدمعاشوں کی بدامنی اور لاقانونیت کا یہ دوسرا واقعہ تھا پہلا واقعہ تین چار سال قبل ہوا تھا جبکہ طاہر بن حسین نے بغداد کا محاصرہ کرلیا تھا اور خلیفہ امین کا اقتدار اپنے آخری ایام میں تھا۔ پہلی بدامنی خلیفہ امین کے خاتمہ پر ختم ہوئی تھی اور اس دوسری بدامنی نے بالاخر حسن بن سہل کے خلاف بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔ عیسیٰ نے جو پہلے سے حسن بن سہل سے مراسلت رکھتا تھا بغداد کے اس ہنگامے کی خبر پاتے ہی اس سے اپنے اپنے گھر والوں اور ساتھیوں کے لیے امان کی درخواست کی۔ حسن نے یہ درخواست منظور کرلی اور عیسیٰ ماہ شوال میں اپنی چھاؤنی سے اٹھ کر بغداد آگیا۔ کچھ عرصہ بعد منصور بن المہدی' خزیمہ بن خازم اور فضل بن ربیع بھی اہل بغداد کے لیے امان حاصل کر کے شہر میں آگئے اور خلیفہ مامون کی دارالخلافہ میں آمد کا انتظار کرنے لگے۔ مامون محرم 198ھ میں خلیفہ بننے کے بعد سے مرو ہی میں مقیم تھا۔

بغداد میں یہ بدامنی ابھی جاری تھی کہ خلیفہ عبداللہ المامون نے مرو میں علی الرضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی ام حبیب کی شادی کر کے ان کی ولی عہدی کی بیعت لے لی۔ سید امیر علی کے بیان کے مطابق امام رضا کی بیوی ام الفضل خلیفہ مامون کی بہن تھی۔ اور اس کی بیٹی ام حبیب کی شادی محمد بن علی الرضا بن موسیٰ کاظم سے ہوئی تھی۔ مامون نے علی کو ولی عہد بنانے کے بعد انہیں الرضا بن آل محمد کا لقب دیکر لشکریوں کو سیاہ وردی پہننے کی ممانعت کر کے سبز وردی پہننے کی ہدایت کی اور اس سلسلے میں تمام ممالک میں ایک گشتی فرمان جاری کر دیا۔ حسن بن سہل نے اس امر کی اطلاع عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو دی جو اپنی چھاؤنی سے بغداد میں آکر اپنی فوج کے معائنہ میں مصروف تھا۔ عیسیٰ کو حسن بن سہل کا یہ خط 2 رمضان 201ھ کو ملا۔ جس میں لکھا تھا کہ امیر المومنین مامون نے اس انتخاب سے

Marfat.com

پہلے بنی عباس اور بنو علی کے ہر شخص پر غور کیا ہے مگر اس کے بجز' زیادہ متقی' پرہیزگار اور عالم دین ان کو دوسرا نظر نہیں آیا۔ حسن بن سہل نے عیسیٰ کو یہ بھی حکم دیا کہ اپنے پاس والوں' سپاہ اور افسر بنی ہاشم کو حکم دو کہ وہ علی الرضا کے لیے بیعت کریں اور تمام پوشاک' قبا' کلاہ اور عمامہ سبز پہنا کریں۔ عیسیٰ نے اہل بغداد کو اس حکم کی بجاآوری کی ہدایت کی اور وعدہ کیا کہ ایک ماہ کی تنخواہ میں ابھی دے دیتا ہوں باقی غلہ آنے پر دی جائے گی۔ اس پر بعض تو عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے اور بعض نے اس حکم کو ماننے سے قطعی انکار کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم ہرگز حکومت کو بنی عباس سے نکلنے نہیں دیں گے۔ اس میں فضل بن سہل کی گہری چال معلوم ہوتی ہے۔ چند روز اسی اختلاف میں گزرے۔ بنی عباس اس تجویز پر بہت برہم ہوئے اور آپس میں مشورہ کرکے انہوں نے یہ طے کیا کہ ہم اپنے ہی میں سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بناتے ہیں اور مامون کو خلافت سے علیحدہ کرتے ہیں۔ مہدی کے بیٹے ابراہیم اور منصور اس مخالفت میں سب سے زیادہ نمایاں تھے چنانچہ اسی سال اہل بغداد نے مامون کو چھوڑ کر ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ بنالیا۔[11]" گویا بغداد کے بنو عباس کو علی الرضا کی ولی عہدی پر کسی مذہبی عقیدہ کی بنا پر اعتراض نہیں تھا بلکہ انہیں اعتراض یہ تھا کہ خلافت بنو عباس کے ہاتھ سے نکل کر بنو علی کے پاس چلی جائے گی۔ ان میں سے کسی کا یہ موقف نہیں تھا کہ علی الرضا سب سے زیادہ نیک' متقی اور پرہیزگار نہیں ہیں۔ انہیں مزید اعتراض یہ تھا کہ عبداللہ المامون سے یہ فیصلہ وزیر اعظم فضل بن سہل نے کرایا ہے جو خراسانی ہے اور عجمیوں کی بالادستی کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ اسی وجہ سے چند ماہ قبل بغداد کے بنو عباس نے حسن بن سہل کی امارت کو تسلیم کرنے سے محض اس وجہ سے انکار کر دیا تھا کہ وہ عجمی ہے۔ مجوسی ہے اور مجوسی زادہ ہے۔ بالفاظ دیگر بغداد کے بنو عباس کو اندیشہ یہ تھا کہ اگر علی الرضا کی ولی عہدی کو مان لیا گیا تو نہ صرف خلافت بنی علی کے پاس چلی جائے گی بلکہ عربوں پر عجمیوں کی بالادستی کو استحکام و استقلال مل جائے گا کیونکہ خراسان شروع ہی سے شیعان علی کا مرکز رہا تھا اور علی الرضا کے خراسانیوں سے گہرے روابط تھے اور ہر بات کے لیے ان پر بھروسہ کرتے تھے۔ تاہم عیسیٰ بن محمد نے 25 ذی الحجہ 201ھ کو اہل بغداد سے مامون کے متذکرہ فرمان کی تعمیل کرانی چاہی۔ اس موقع پر عباسیوں نے ظاہر کیا کہ ہم نے تو ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ بنالیا۔ ان کے بعد ان کے بھتیجے اسحاق بن

Marfat.com

موسیٰ بن المہدی کو ولی عہد مقرر کرلیا ہے اور ہم نے مامون کو خلافت سے علیحدہ کر دیا ہے ہم آئندہ سال کی پہلی محرم کو ہر اس شخص کو جو ہمارے ساتھ ہو گا دس دینار دیں گے۔[۱۲]"

بغداد کے بنو عباس کا یہ فیصلہ خلیفہ مامون کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی حیثیت رکھتا تھا اور ان کی جانب سے اپنے ہر پیروکار کو دس دینار دینے کی پیشکش اس لیے نہیں کی گئی تھی کہ اس طرح دین اسلام کو فروغ حاصل ہو گا یا اسلامی صفوں میں اتحاد واتفاق پیدا ہو گا۔ بلکہ اس پیشکش کا مقصد محض تحریص کے ذریعے اپنے حامیوں کی جماعت پیدا کرنا تھا چنانچہ "اس پیشکش کو بعض لوگوں نے قبول کیا اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب تک ہمیں یہ رقم نہ مل جائے ہم اسے نہیں مانتے۔ جمعہ کے دن لوگ نماز کے لیے تیار ہوئے۔ انہوں نے چاہا کہ خود مستقل خلیفہ تو نہیں البتہ اس کے بجائے ابراہیم کو مامون کا نائب بنالیں۔ انہوں نے ایک شخص کو اس بات پر متعین کر دیا کہ جب موذن اذان دے چکے تو وہ اس بات کا اعلان کرے کہ ہم چاہتے ہیں کہ مامون کے لیے دعوت دیں اور اس کے بعد ابراہیم کو خلیفہ بنائیں۔ نیز عباسیوں نے یہ بھی سازش کی کہ ایک جماعت کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ جب یہ شخص مامون کی دعوت کا ذکر کرے تو سب کھڑے ہوکر کہنا کہ ہم اس تجویز کو نہیں مانتے۔ ہونا یہ چاہئے کہ تم سب ابراہیم کی خلافت کے لیے بیعت کرو اور ان کے بعد اسحاق کے لیے اور مامون کو سرے سے خلافت سے علیحدہ کر دو۔ کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ وہ ہماری املاک کو اس طرح غصب کرے جس طرح اس نے کیا۔ عباسیوں نے ان لوگوں سے کہا کہ بس اس قدر کہہ کر تم اپنے گھروں میں خاموش بیٹھ جانا۔ اس کے آگے ہم دیکھ لیں گے۔ چنانچہ 28 ذی الحجہ 201ھ کو جمعہ کے روز اذان کے بعد جب اس مقرر کردہ شخص نے مامون کی دعوت بیعت دی تو اس جماعت نے حسب قرارداد اس کو جواب دے دیا۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس روز نماز جمعہ ہی غائب ہو گئی۔ نہ خطبہ ہوا نہ نماز"[۱۳] بنو عباس نے یہ سازش کرکے جب مسجد میں ہنگامہ کر دیا تھا اور نماز جمعہ غائب کردی تھی تو انہوں نے کسی کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ابراہیم بن مہدی اور اسحاق بن محمد میں کونسی دینی یا اخلاقی خوبی تھی جس کی بنا پر وہ انہیں مامون اور علی الرضا پر ترجیح دیتے تھے۔ البتہ انہوں نے اپنی جائیدادوں کے بارے میں فکر کا اظہار ضرور کیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد یکم محرم 202ھ کو بغداد کے بنو عباس نے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کی اور مامون سے علیحدگی

Marfat.com

اختیار کی۔ بیعت عام میں امرا اور رؤسا نے بھی حصہ لیا کیونکہ وہ مامون سے اس بات پر ناراض تھے کہ انہوں نے کیوں خلافت کا وارث اپنے بعد بنی عباس کے علاوہ دوسرے خاندان کے شخص کو بنا دیا اور کیوں اپنے آبا کا سیاہ لباس ترک کرکے سبز لباس اختیار کیا۔ بیعت ہو جانے کے بعد ابراہیم نے فوج سے چھ ماہ کی معاش دینے کا وعدہ کیا۔ وہ بہت روز تک ان کو یوں ہی ٹالتا رہا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں دیتا تو وہ اس سے بگڑ گئے۔ مجبوراً ابراہیم نے ہر سپاہی کو دو دو سو درہم نقد دیئے اور بعضوں کو بقیہ مطالبہ کی تکمیل کے لیے پروانے لکھ کر دیئے کہ سواد جاکر اتنی قیمت کا گیہوں اور جو لے لیں۔ ابراہیم نے اہل بغداد کے ساتھ سواد کے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ اس نے مداین پر اپنا پڑاؤ ڈالا اور بعض علاقوں میں اپنے عمال مقرر کیے۔ اس نے ربیع الاول میں حسن بن سہل کے بعض فوجی افسروں سے ساز باز کرکے قصر ابن ہبیرہ پر قبضہ کرلیا۔ اس سے قبل حسن کا عامل حمید الطوسی بھاگ گیا تھا کیونکہ اسے اس سازش کا پتہ چل گیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد کوفہ کی جانب توجہ کی۔ وہاں عباس بن موسیٰ کاظم گورنر تھا۔ حسن نے اسے ہدایت کی تم منبر پر کھڑے ہوکر یہ کہنا کہ مامون کے بعد میرا بھائی علی بن موسیٰ کاظم سند خلافت کا وارث ہو گا تم لوگ علم بغاوت بلند نہ کرو۔ مگر غالی شیعوں نے اس امر کو بھی منظور نہ کیا اور یہ کہہ کر کہ ہم کو مامون سے کچھ سروکار نہیں ہے ہم تو تمہارے بھائی علی بن موسیٰ کاظم کے ساتھی ہیں' گھر بیٹھ رہے۔ اس صورت حال میں ابراہیم بن مہدی نے اپنے سپہ سالاروں کے ذریعہ لشکر کشی کرکے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ عباس بن موسیٰ کو امان دے دی گئی اور وہ اہل کوفہ کے کہنے پر شہر چھوڑ کر چلا گیا۔ ابراہیم کے حکم کے مطابق بغداد کا والی عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد' حسن بن سہل سے لڑائی کے لیے نکلا۔ رجب کے مہینے میں واسط کے نزدیک دونوں کا مقابلہ ہوا جس میں عیسیٰ کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر بغداد واپس آگیا۔ یہاں ابو حاتم سہل بن سلامتہ الانصاری الخراسانی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بنیاد پر لوگوں سے بیعت لینے میں مصروف تھا۔ وہ عیسیٰ کو فاسق و فاجر قرار دیتا تھا۔ عیسیٰ نے اس پر حملہ کیا اور اس کے ساتھ کئی دن تک لڑتے رہے۔ جب 25 شعبان کو عیسیٰ کے فوجیوں نے سہل کا محاصرہ کرلیا تو وہ روپوش ہو گیا لیکن اس کے مکان کی قریب والی گلی میں اسے پکڑ لیا گیا۔ عیسیٰ نے جب اس سے پوچھ گچھ کی تو اس نے کہا کہ میں نے بنو عباس سے بغاوت نہیں کی بلکہ

Marfat.com

میری دعوت ان ہی کے لیے ہے البتہ میں نے لوگوں کو کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دی ہے اور آج بھی میں اس دعوت پر قائم ہوں۔ عیسیٰ نے اسے ابراہیم کے پاس مداین بھیج دیا اور اس نے وہاں بھی یہی کہا۔ چنانچہ اسے قید کر دیا گیا۔

"بیان کیا گیا ہے کہ امام علی الرضا بن امام موسیٰ کاظم نے مامون کو اس فتنہ و فساد اور جنگ وجدال سے مطلع کیا جس میں کہ سب لوگ ان کے بھائی امین کے قتل کے بعد سے اب تک مبتلا تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ فضل بن سہل نے کبھی آپ کو ملک کے اصلی حالات سے اطلاع نہیں دی بلکہ ان کو آپ سے چھپایا ہے خود آپ کے خاندان والے بعض باتوں کی وجہ سے آپ سے ناراض ہیں اور آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ آپ مسحور اور مجنون ہو گئے ہیں۔ آپ کی اس بے خبری کو دیکھ کر انہوں نے آپ کے چچا ابراہیم بن المہدی کو اپنا خلیفہ مقرر کرلیا ہے۔ مامون نے کہا جہاں تک مجھے معلوم ہے انہوں نے ابراہیم کو خلیفہ نہیں بلکہ حکومت چلانے اور انتظام قائم رکھنے کے لیے محض اپنا امیر بنالیا ہے۔ فضل نے مجھ سے یہی بات کہی ہے۔ علی الرضا نے کہا فضل آپ سے جھوٹ بول رہا ہے اور اس نے آپ کو دھوکہ دیا ہے۔ ابراہیم اور حسن بن سہل کے درمیان عرصہ سے لڑائی جاری ہے اور وہ لوگ آپ سے اس وجہ سے ناراض ہیں کہ آپ نے فضل اور اس کے بھائی کو رسوخ اور معاملات سلطنت میں اتنا اختیار کیوں دے رکھا ہے۔ نیز مجھ سے آپ کے خاص تعلقات ہیں اور آپ نے اپنے بعد مجھے اپنا ولی عہد بنایا ہے۔ یہ بات بھی ان کو سخت ناگوار ہے۔ مامون نے پوچھا میرے ہاں کے کن کن لوگوں کو ان واقعات کا علم ہے۔ انہوں نے کہا یحییٰ بن معاذ' عبدالعزیز بن عمران اور چند اور فوجی امراء ان حالات سے واقف ہیں۔ مامون نے کہا آپ ان کو میرے پاس لے آئیں۔ علی الرضا نے ان کو مامون کی خدمت میں پیش کر دیا اور ان سب نے خلیفہ سے امان حاصل کرنے کے بعد علی کے بیان کی تصدیق کی اور بتایا کہ اس وجہ سے آپ کے خاندان والے' موالی اور دوسرے امراء آپ سے ناراض ہیں۔ ان لوگوں نے مامون کو بتایا کہ فضل نے ہرثمہ کی جھوٹی بے بنیاد شکایت کر کے اسے قتل کروا دیا اور ہرثمہ تو اصل میں آپ کو آپ کی بھلائی کے لیے مخلصانہ مشورہ دینے آیا تھا' اب اگر آپ نے ان حالات کا فوراً" تدارک نہیں کیا تو یہ خلافت نہ صرف آپ کے ہاتھ سے نکل جائے گی بلکہ آپ کے خاندان ہی سے نکل جائے

Marfat.com

گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگرچہ طاہر بن حسین نے آپ کے لیے جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ سب پر ظاہر ہیں مگر جب تمام معاملات درست ہو گئے تو اسے خلافت کے معاملات سے بالکل علیحدہ کر کے الگ تھلگ رقہ کے ایک گوشہ میں ڈال دیا گیا۔ روپیہ اسے نہیں بھیجا گیا۔ جس کی وجہ سے اس کی شوکت و طاقت کمزور ہو گئی اور خود اس کی فوج اس کی تابعدار نہیں رہی۔ اگر وہ بغداد میں آپ کی خلافت کے استحکام و انتظام کے لیے ہوتا تو وہ تمام ملک کو ہموار کرلیتا اور کسی شخص کو اس کے خلاف ایسی جرات نہ ہوتی۔ جیسی کہ اب حسن بن سہل کے خلاف لوگوں کو ہو گئی ہے۔ تمام عالم میں ہر طرف ہنگامہ ہی ہنگامہ برپا ہے۔ محمد بن ابی خالد کے قتل کے بعد سے طاہر بن حسین کو رقہ میں متعین کر کے اسے کئی سال سے بالکل بھلا ہی دیا گیا ہے جو لڑائیاں اب ہو رہی ہیں ان میں کسی میں بھی اس سے کوئی مدد نہیں لی گئی ہے حالانکہ جو اس سے کہیں ادنیٰ درجہ کے لوگ تھے ان کو شریک کیا گیا۔ ان لوگوں نے مامون سے یہ بھی درخواست کی کہ آپ بغداد چلیں کیونکہ بنی ہاشم، موالی امرا اور سپاہ جب آپ کی شان وشوکت کو دیکھیں گے وہ فوراً ٹھنڈے پڑ جائیں گے اور آپ کی اطاعت کے لیے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ جب ان سب باتوں کی مامون کو تحقیق ہو گئی تو اس نے بغداد کے کوچ کا حکم دے دیا۔ فضل کو اس ملاقات کی کچھ خبر ہو گئی۔ اس نے ان لوگوں کی خوب خبر لی۔ بعض کو کوڑوں سے پٹوایا۔ بعضوں کو قید کر دیا اور بعض کی داڑھی نچوائی۔ علی الرضا علیہ السلام نے دوبارہ مامون سے ان کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ آپ نے ان کو امان دی تھی۔ مامون نے کہا کہ میں اس کا تدارک کر دوں گا۔ چنانچہ مرو سے چل کر مامون سرخس آگیا تو چند آدمیوں نے فضل بن سہل پر جبکہ وہ حمام میں تھا، حملہ کر دیا اور تلواروں سے مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ جمعہ 2 شعبان 202ھ کا واقع ہے۔[۱۴]"

طبری کے بیان کردہ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ امام علی الرضا علیہ السلام واقعی حق پرست، حق گو، صلح جو اور قناعت پسند تھے۔ وہ اقتدار کے متمنی نہیں تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ ان کی وجہ سے بنو عباس میں خانہ جنگی ہوتی رہے۔ امام علی الرضا علیہ السلام کے اعلیٰ کردار کا یہ پہلو بغداد کے بنو عباس کے کردار سے بدرجہا زیادہ روشن و تابناک تھا۔ بغداد کے بنو عباس کو اندیشہ تھا کہ امام رضا کی ولی عہدی کی صورت میں خلافت بنی عباس

Marfat.com

کے ہاتھ سے نکل کر بنی علی کے پاس چلی جائے گی مگر امام رضا ایسے نظریات و تعصبات سے بالاتر تھے۔ وہ بہر صورت سلطنت میں امن واتحاد کے خواہاں تھے۔

سرخس سے روانہ ہوکر مامون طوس آیا۔ یہاں آکر اپنے باپ کی قبر پر چند روز قیام پذیر ہوا۔ اس قیام کے دوران امام علی الرضا علیہ السلام نے انگور کھائے۔ اس سے ان کو ہیضہ ہوا اور دفعتاً ان کا انتقال ہو گیا۔ یہ آخر ماہ صفر 203ھ کا واقعہ ہے۔ مامون کے حکم سے وہ ہارون رشید کے قریب ہی دفن کیے گئے۔ مامون نے ربیع الاول میں حسن بن سہل کو ان کی موت کی اطلاع دی اور اپنے انتہائی رنج وغم کا اظہار کیا۔ بعض شیعہ علماء کا الزام یہ ہے کہ مامون نے امام رضا کو زہر دلوا دیا تھا۔ مگر سید امیر علی اس الزام کو سراسر بے بنیاد قرار دیتا ہے اور وہ اس الزام کو بھی صحیح نہیں مانتا کہ مامون نے فضل بن سہل کو قتل کروا دیا تھا۔ اس کی رائے یہ ہے کہ مامون نے فضل بن سہل کو برطرف کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ جب اس کے ایرانی مخالفین کو اس امر کی اطلاع ملی تو انہوں نے انتقام لینے کے لیے اسے قتل کیا تھا۔ اس کے اس قتل کے بعد قاتلوں کو پکڑ لیا گیا اور پھر مامون کے حکم کے مطابق انہیں موت کی سزا دے دی گئی تھی۔ امام ابو الحسن علی الرضا کی وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً 47 سال کی تھی۔ ان کی وفات کے بعد ابو جعفر محمد الجواد التقی ان کے جانشین ہوئے۔ یہ شیعان علی کے نویں امام تھے۔ "مامون نے بغداد کے بنو عباس موالیوں اور دوسرے اہل بغداد کو بھی رضاؒ کے انتقال کی اطلاع دی اور لکھا کہ آپ حضرات صرف ان کی ولی عہدی سے ناراض تھے' اب ان کا انتقال ہو گیا ہے' آپ میری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ اس کے جواب میں انہوں نے مامون اور حسن بن سہل کو ایسے سخت خطوط لکھے جو کسی کو نہ لکھے جائیں[15]۔"

باایں ہمہ خلیفہ مامون نے بغداد کی جانب کوچ جاری رکھا۔ وہ جرجان میں ایک ماہ ٹھہرا اور پھر نہروان میں اس نے آٹھ روز قیام کیا۔ یہاں اس نے بغداد کے بنو عباس رؤسا اور امراء عساکر سے ملاقات کی اور طاہر بن حسین کی تجویز کے مطابق یہ حکم دیا کہ بنو عباس کے سیاہ رنگ کو بحال کر دیا جائے۔ یہ 23 صفر 204ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت تک ابراہیم بن مہدی تقریباً" دو سال حکومت کرنے کے بعد حمید الطوسی سے شکست کھاکر روپوش ہو چکا تھا۔ جب مامون حلوان کی گھاٹی پر پہنچا تو ایک شخص احمد بن ابی خالد نے یہ اندیشہ ظاہر کیا

Marfat.com

کہ "ہم اہل بغداد کے پاس جا تو رہے ہیں مگر ہمارے پاس اس وقت صرف پچاس ہزار درہم ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں فتنہ برپا ہے اور لوٹ مار کی وجہ سے اہل بغداد کو فتنہ وفساد مرغوب ہے۔ اگر اس وقت کوئی اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ہنگامہ کر دیا تو ہماری کیا حالت ہو گی۔ یہ سن کر مامون دیر تک سرنیچا کیے غور کرتا رہا۔ پھر کہا: احمد تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمہاری فکر بہت خوب ہے مگر میں تم کو بتاتا ہوں کہ اس شہر میں باشندوں کے تین طبقے ہیں ظالم، مظلوم اور ایک وہ جو ظالم ہے اور نہ مظلوم۔ ظالم کی ساری توقع ہم سے صرف یہ ہو گی کہ ہم اسے معاف کر دیں اور اس سے کچھ نہ بولیں۔ مظلوم صرف یہ چاہے گا کہ ہم اس سے انصاف کریں اور حمایت کریں اور جو شخص نہ ظالم ہو گا نہ مظلوم وہ اپنے گھر بیٹھا رہے گا اور کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ چنانچہ جب مامون 16 صفر 204ھ کو بغداد میں داخل ہوا تو ایسا ہی ہوا۔ اس نے فضل بن سہل کی جگہ احمد بن ابی خالد کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ یہ ایک شامی غلام تھا۔ تعلیم یافتہ، نیک، مخلص اور دانشمند تھا۔ اس کے ساتھ ہی مامون نے کوفہ پر اپنے بھائی ابو عیسیٰ کو، بصرہ پر اپنے دوسرے بھائی صالح کو، حرمین پر عبیداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علیؓ بن ابی طالب کو، موصل پر سید بن انس ازدی کو، سررشتہ پولیس پر طاہر بن حسین کو مامور کیا۔ یہ ان دنوں رقہ میں تھا۔ حسن بن سہل نے اسے وہاں کا والی مقرر کیا تھا مگر خلیفہ مامون نے اس کو رقہ سے طلب کرکے بغداد کے سررشتہ پولیس کی افسری دی۔ چنانچہ طاہر بن حسین رقہ میں اپنے بھائی عبداللہ کو اپنا جانشین بنا کر بغداد چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ مامون نے اس کو خراسان اور کل صوبجات کی گورنری دی اور اس کے بیٹے عبداللہ بن طاہر کو بغداد میں پولیس کا انچارج مقرر کیا۔ یحییٰ بن معاذ کو جزیرہ کی حکومت دی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو آرمینیہ اور آذربائیجان کی گورنری پر مامور کیا۔

گورنر سندھ داؤد بن یزید کا انتقال ہو گیا تو اس کی جگہ بشر بن داؤد کو مقرر کیا گیا۔

خلیفہ مامون نے بغداد میں ورود کے بعد دوسرا کام یہ کیا کہ عبداللہ بن طاہر کو جسے طاہر رقہ میں چھوڑ آیا تھا۔ نصر بن شبث کی سرکوبی پر مامور کیا۔ نصر خلیفہ امین کے قتل کے بعد اس بنا پر مامون کی حکومت کے خلاف برسرپیکار تھا کہ اس نے عجمیوں کی عربوں پر بالادستی قائم کر دی ہے۔ عبداللہ نے نصر کے مقابلہ میں بہت جانفشانی کی اور آخر کار اس کو محصور کرلیا۔ اسی زمانے میں مامون نے جعفر بن محمد عامری کو ایک خط دے کر نصر کے پاس

Marfat.com

بھیجا کہ وہ لڑائی سے باز آجائے اور مصالحت کرلے۔ اس نے صلح کا ارادہ ظاہر کیا لیکن شرائط سخت تھیں۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ مامون کی بساط پر قدم نہیں رکھے گا۔ مامون نے کہا کہ خواہ مجھے اس کی جنگ کے لیے اپنا کرتا تک بیچ دینا پڑے لیکن میں اس کی یہ شرط ہرگز نہیں منظور کرسکتا کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہیں ہو گا۔ نصر نے جب اس نامنظوری کا حال سنا تو اپنے ساتھی عربوں کو مخاطب کرکے کہا کہ جو شخص قوم زط کے چار سو مینڈکوں پر غالب نہیں آسکا کیا وہ عربوں کو مغلوب کرسکتا ہے پھر عبداللہ کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد جو سلسلہ وار پانچ سال تک ہوتی رہیں آخر میں مجبور ہوکر اس نے صلح کی اور دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ مامون نے اس کو مدینہ ابی جعفر میں نظر بند کر دیا۔[19]"

205ھ میں مصر کا والی سری محمد بن حکم بھی انتقال کر گیا اور اس کا بیٹا عبیداللہ اس کا جانشین ہوا۔ اس کا تقرر خلیفہ مامون کے فرمان کے مطابق ہوا تھا لیکن گورنری سنبھالنے کے کچھ عرصہ بعد عبداللہ نے علم بغاوت بلند کر دیا اور خلیفہ بغداد کی اطاعت سے منحرف ہو گیا۔ ان ہی دنوں اندلس سے ایک گروہ اسکندریہ میں اترا جس کو امیر حکم بن ہشام نے اطراف قرطبہ سے ممالک مشرقیہ کی جانب جلاوطن کر دیا تھا۔ اس گروہ نے اسکندریہ پر قابض ہوکر ابو حفص عمر بلوطی کو اپنا امیر بنالیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ بن طاہر جسے 206ھ میں یحییٰ بن معاذ کے انتقال کے بعد جزیرہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا' دیار بنو ربیعہ بنو مضر کے سردار نصر بن شبث کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ اس مہم سے فارغ ہوکر وہ مصر کی طرف بڑھا اور مصر کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے ایک سپہ سالار کو حملے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن سری نے مصر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ ہنوز لڑائی کا کوئی آخری فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ عبداللہ بن طاہر نہایت تیزی سے مسافت کرکے آپہنچا اور اس نے عبداللہ بن سری کے لشکر پر دوسری جانب سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن سری نے محاصرے کی شدت سے تنگ آکر امان طلب کی اور فریقین میں صلح ہو گئی۔ یہ واقعہ 210ھ کا ہے اس کے بعد عبداللہ بن طاہر نے اندلسی مسلمانوں کے اس گروہ کی سرکوبی کی طرف رخ کیا جس نے اسکندریہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان لوگوں نے اس کی آمد کی خبر پاکر امان کی درخواست پیش کی۔ عبداللہ بن طاہر نے یہ درخواست اس شرط سے منظور کی کہ اسکندریہ چھوڑ کر بحیرہ روم کے

Marfat.com

کسی جزیرے میں جو اسکندریہ سے متصل ہو چلے جائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس شرط کے مطابق اسکندریہ خالی کر دیا اور جزیرہ اقریطش (کریٹ) پر جاکر قبضہ کرلیا اور وہیں مکانات بنائے۔ اس زمانے سے یہ جزیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا اور اسی گروہ کے لوگ اس پر قابض رہے۔ ان کا سردار ابو حفص عمر البلوطی تھا۔

213ھ میں خلیفہ مامون نے اپنے بیٹے عباس کو جزیرہ' ثغور اور عواصم پر اور اپنے بھائی ابواسحاق معتصم کو شام اور مصر پر مقرر کیا۔ عبداللہ بن طاہر کو خراسان کی جانب روانہ کیا اور ہر ایک کو پانچ پانچ لاکھ درہم بطور انعام دیئے۔ جب عبداللہ بن طاہر کا تقرر ہوا' خوراج نے نیشاپور کے نزدیک علم بغاوت بلند کر رکھا تھا۔ عبداللہ نے نیشاپور پہنچ کر وہاں کے والی کو معزول کر دیا اور خوارج کے بلوہ کو فرو کر دیا۔ ابو اسحاق معتصم نے اپنی جانب سے ابو عمیرہ باذ غیسی کو مصر کا والی مقرر کرکے روانہ کیا۔ قبائل قیسیہ اور یمانیہ کے ایک گروہ نے ہنگامہ کرکے 214ھ میں ابو عمیرہ کو مار ڈالا۔ چار و ناچار ابو اسحاق معتصم خود مصر گیا اور بزور تیغ ان لوگوں کو زیر کیا۔ اسی زمانے میں اہل قم میں بغاوت پھوٹ نکلی۔ اس وجہ سے کہ اہل قم نے خراج میں ایک لاکھ درہم کم کرنے کی درخواست کی تھی اس امید پر کہ خلیفہ مامون نے قیام عراق کے زمانہ میں اہل عراق کا خراج کم کر دیا تھا مگر ان کی درخواست منظور نہ ہوئی تب ان لوگوں نے ادائے خراج سے انکار کر دیا۔ خلیفہ مامون نے ان کی سرکوبی پر علی بن ہشام اور عجیف بن عنبسہ کو مامور کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر ان لوگوں نے بلوائیوں کو منتشر کر دیا۔ یحییٰ بن عمران مارا گیا۔ شہر پناہ کی فصیلیں منہدم کر دی گئیں اور سات لاکھ تاوان جنگ قم والوں سے وصول کیا گیا۔ 216ھ میں عبدوس فہری نامی ایک شخص نے مصر میں سر اٹھایا اور معتصم کے بعض عمال کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ مامون یہ خبر پاکر دمشق سے مصر آیا۔ اس کے آتے ہی بلوہ فرو ہو گیا۔ لوگوں نے عبدوس کو گرفتار کرکے خلیفہ مامون کے روبرو حاضر کیا۔ خلیفہ نے گردن زدنی کا حکم صادر کر دیا۔ اس سن میں خلیفہ مامون کو علی بن ہشام سے ناراضگی پیدا ہوئی اور یہ ناراضگی اس حد تک بڑھی کہ عجیف اور احمد بن ہشام کو اس کے مال و اسباب اور اسلحہ کے ضبط کرلینے پر مامور کیا۔ علی بن ہشام نے یہ خبر پاکر عجیف کو قتل کرکے بابک کے پاس چلے جانے کا قصد کیا مگر اس میں کامیاب نہ ہونے پایا۔ عجیف نے اس کو گرفتار کرکے دربار خلافت میں پیش کر دیا خلیفہ نے

Marfat.com

اس کے قتل کا حکم صادر کیا اور اس کا سر شام' عراق' خراسان اور مصر میں نیزہ پر رکھ کر پھرا کر دریا میں ڈال دیا۔ جعفر بن داؤد مصر کی جیل سے قم کی جانب بھاگ گیا اور اس نے قم پہنچ کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ اس زمانہ سے مصر کی جیل میں تھا جبکہ خلیفہ مامون نے اس کو حکومت قم سے معزول کیا تھا مگر علی بن عیسیٰ قمی نے اسے بہت جلد گرفتار کر کے دارالخلافت بھیج دیا اور خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔"[1]

ان خانہ جنگیوں اور بغاوتوں کے باوجود' جو 198ھ سے لیکر 218ھ تک جاری رہیں' خلیفہ عبداللہ المامون رشید کا بیس سالہ عہد مسلمانوں کی تاریخ کا روشن ترین عہد تصور کیا جاتا ہے کیونکہ اس عہد میں ہر قسم کے علوم وفنون کی بے انتہا ترقی ہوئی۔ خلفاء عباسیہ میں مامون سب سے زیادہ صاحب علم و فضل تھا۔ اس نے بڑے بڑے آئمہ مثلاً یزیدی' خلیل بصری اور کسائی وغیرہ سے علوم ادبیہ کو حاصل کیا تھا۔ امام مالک سے حدیث پڑھی تھی۔ چونکہ اسے فلسفہ سے بھی ذوق تھا اس لیے اس نے قسطنطنیہ کے قیصر کو ایک خط لکھا کہ علوم قدیمہ کی جو کتابیں روم میں محفوظ ہیں وہ ہمارے پاس بھیج دی جائیں۔ یہ کتابیں آ گئیں تو اس نے یونانی زبان کی ان کتابوں کے تراجم کے لیے ایک بہت بڑا شعبہ کھول دیا۔ اس وجہ سے آزادی فکر اور حصول علم کا اس قدر شوق پیدا ہو گیا کہ خلیفہ کے علاوہ امراء نے بھی اپنے یہاں دارالتراجم قائم کیے اور تھوڑے ہی عرصہ میں یونان کی فلسفہ' طب' ہندسہ' حساب اور موسیقی کی بہت سی کتابوں کے ترجمے ہو گئے۔ مترجمین کی تنخواہیں معقول تھیں اور ان میں عیسائی بھی شامل تھے۔ مسلمان مترجمین میں سب سے نامور یعقوب بن اسحاق کندی تھا۔ یہ یمنی النسل تھا۔ یہ شخص طب' فلسفہ' منطق' ہندسہ اور نجوم وغیرہ میں کامل تھا۔ اسلام میں فلسفی اور حکیم کا لقب سب سے پہلے اسی کو ملا۔ اس نے ارسطو کے فلسفہ اور منطق کو عربی میں نقل کیا تھا۔ ان مترجمین کی محنت و کاوش کا نتیجہ یہ نکلا کہ یونانی' رومی' قبطی' فارسی' ہندی اقوام کے علوم وفنون عربی میں آ گئے اور ان سے مسلمانوں نے بالخصوص عجم کے مسلمانوں نے' بے پناہ استفادہ کیا۔ قدرتی طور پر ان علوم کے ساتھ علمی بحثیں بھی آئیں اور جب بحثیں ہوئیں' مناظرے ہوئے تو علمی اختلافات بھی پیدا ہوئے اور مذہبی فرقہ بندی میں بھی شدت آ گئی۔ آزادی فکر' آزادی اظہار رائے اور بے روک ٹوک جستجو علم کا نتیجہ نظریاتی خانہ جنگی کی صورت میں نکلنا لازمی تھا اور ایسا ہی ہوا اور

Marfat.com

مسلمانوں میں جو عناصر روایت پسند اور قدامت پرست تھے انہوں نے جدید علوم یا بدعات کی اس یلغار کی سخت مزاحمت کی۔ یہ عناصر مسلمان عوام کی بلاروک ٹوک تجسّس علمی کے دشمن تھے اور اس بات پر مصر تھے کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں قرآن' احادیث' روایات اور پرانے نظریات کے پابند رہیں۔ چونکہ خلیفہ مامون اسلامی معاشرے میں فکری جمود وسکوت کا مخالف تھا اور علمی حرکت و ترقی کا زبردست حامی تھا اس لیے وہ ان عناصر کی حوصلہ افزائی کرتا تھا جو نظریات و افکار کی تبلیغ سے مسلم معاشرے کی ہمہ گیر ترقی کے لیے راہ ہموار کرتے تھے۔ ایسے ہی عناصر میں ایک گروہ معتزلہ کا تھا جسے سرکاری سرپرستی حاصل تھی۔ دوسرا گروہ فرقہ جبریہ کا تھا جس کے سربراہ امام احمد حنبل تھے۔ جبریہ فرقہ نے بنو امیہ کے عہد میں فروغ پایا تھا۔ اس فرقہ کا بانی ایک شخص جہم بن صفوان تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ "انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں کیونکہ اس کے اعمال خدا کی طرف سے منسوب ہوتے ہیں اور اس میں عمل کرنے کی قوت فیصلہ ہوتی ہے اور نہ ارادہ کرنے کی قوت۔ وہ اپنے اعمال میں خدا کی حاکمیت علی الاطلاق کا محکوم ہے اور نہ قوت عمل رکھتا ہے نہ قوت ارادی نہ قوت انتخاب۔ خدا اس کے اندر اسی طرح فضیلت پیدا کرتا ہے جس طرح وہ غیرذی روح چیزیں کرتا ہے۔ انسانی اعمال کی سزا وجزا کا دارومدار خدا کی حاکمیت مطلقہ پر ہے" شہرستانی کے قول کے مطابق جبریہ کے تین گروہ تھے۔ جہمیہ' نجاریہ اور مزاریہ۔ جن میں چھوٹے چھوٹے جزئی اختلافات تھے لیکن جہاں تک مسئلہ قضا و قدر کا تعلق تھا تینوں اس پر متفق تھے کہ انسان آزاد ارادے کا مالک نہیں[18]" جہم بن صفوان خراسانی نزاد تھا۔ موالی میں سے تھا۔ کوفہ میں رہا تھا۔ نہایت فصیح وبلیغ اور بڑا خطیب تھا۔ لوگوں کو اپنے قول کی طرف دعوت دیتا اور اپنی چرب زبانی سے انہیں اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اس کے مذہب نے ترمذ میں بڑا فروغ پایا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ "انسان مجبور ہے۔ اسے نہ اختیار حاصل ہے نہ قدرت وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے خلاف کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتا۔ خدا نے کچھ اعمال اس کے لیے مقدر کر دیئے ہیں جو لامحالا اس سے صادر ہو کر رہیں گے۔ خدا انسان میں اعمال کو ایسے ہی پیدا کرتا ہے جسے وہ جماد میں پیدا کرتا ہے جیسے کہ پانی بہتا ہے۔ ہوا حرکت کرتی ہے۔ پتھر گرتا ہے۔ اسی طرح انسان سے بھی اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ ان اعمال کو دراصل خدا ہی انسان میں صادر کراتا ہے مگر مجازاً" ان کو انسان کی طرف منسوب کر دیا جاتا

Marfat.com

ہے جیسا کہ جمادات کی طرف مجازاً" اعمال منسوب کر دیئے جاتے ہیں جیسے کہ ہم کہتے ہیں درخت پھل لے آیا ہے۔ پانی بہتا ہے۔ آفتاب نکلتا ہے۔ بارش برسنے لگی۔ زمین نے پودے اگا دیئے۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ محمد نے لکھا' قاضی نے فیصلہ دیا۔ فلاں آدمی نے اطاعت کی۔ فلاں آدمی نے نافرمانی کی۔ یہ سب کی سب ایک ہی نوع کی چیزیں ہیں اور سب مجازی ہیں۔ ثواب اور عتاب بھی جبراً" ہوتا ہے جیساکہ افعال جبراً" ہوتے ہیں فلاں آدمی کے لیے خدا نے فلاں کام مقدر کر دیا اور یہ بھی مقدر کر دیا کہ اسے ثواب دیا جائے۔ دوسرے آدمی کے لیے مصیبت مقدر کر دی اور یہ بھی مقدر کر دیا کہ اسے سزا دی جاے۔ جہم بن صفوان 128ھ میں قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ خراسان میں حارث کی بغاوت میں شریک تھا۔ وہ صرف عقیدۂ جبر کی وجہ سے ہی مشہور نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے کچھ دوسرے عقائد بھی پھیلائے تھے اس نے خدا کی صفات کی نفی کی اور کہا کہ خدا کی کسی صفت کے ساتھ موصوف کرنا جو انسانوں کی صفت ہوتی ہو صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے تشبیہ لازم ہوتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ قرآن مخلوق ہے۔ جسے خدا نے پیدا کیا ہے۔ اس نے قیامت کے دن خدا کی رویت کا بھی انکار کیا اور کہا کہ جنت و جہنم جنتیوں اور جہنمیوں کے ان میں داخل ہو جانے اور جنت کی نعمتوں سے لذت اندوز ہونے اور جہنم کی تکلیفات سے لطف اندوز ہونے کے بعد دونوں فنا ہو جائیں گے۔

جہم کے ان نظریات کے خلاف بہت سے علماء اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس لیے کہ مسئلہ جبر تعطل کی دعوت دیتا تھا کہ انسان عمل سے بے نیاز ہوکر تقدیر کے بھروسہ پر بیٹھ رہے۔ نیز ان آیات کی تاویل میں مبالغہ اور غلو جو اللہ کے لیے صفات کو ثابت کرتی تھیں قرآن اور قرآن کے معانی ومطالب سمجھنے کے لیے ایک عظیم خطرہ کا موجب تھا۔

اہل علم کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ جبریہ دراصل اس فرقہ قدریہ کے ردعمل کے طور پر ظہور میں آیا تھا جس نے عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں تقدیر کے مسئلہ پر عوامی بحث شروع کر دی تھی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ سب سے پہلے معبد جہنی اور غیلان دمشقی نے تقدیر کے نئے مسئلے پر بحث کی۔ معبد کو حجاج بن یوسف نے قتل کر دیا تھا کیونکہ وہ ابن الاشعث کے ساتھ بغاوت میں شریک تھا۔ معبد جہنی امام حسن بصری کے مقرر درس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اہل بصرہ میں زیادہ تر لوگ اس مسلک کے پیرو تھے کہ انسان اپنے ارادہ میں آزاد ہے یعنی

Marfat.com

انسان کو اپنے اعمال پر پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ غیلان دمشقی کا باپ حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ غلام تھا۔ وہ زیادہ تر ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں سرگرم رہا۔ وہ بڑا منہ زور آدمی تھا۔ لوگوں نے اس پر اعتراضات شروع کیے اور تقدیر کے بارے میں اس کی اس رائے کی وجہ سے اس کی چغلیاں کھائیں۔ تاوقتیکہ ہشام بن عبدالملک کو لوگوں نے اس سے اس قدر ناراض کر دیا کہ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کر کے سولی پر لٹکانے کا حکم دے دیا۔ قبل ازیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ایک فرمان کے ذریعے لوگوں کو متنبہ کیا تھا کہ وہ تقدیر کے مسئلے پر اس شخص کے نظریات سے متاثر نہ ہوں۔ عمر بن عبدالعزیز کے اس فرمان کا اس وقت تو کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جبریہ اور قدریہ دونوں ہی فرقے دوسرے فرقوں میں گھل مل گئے۔ ان دونوں فرقوں کے بعد معتزلہ پیدا ہوئے۔ انہیں قدریہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ قدریہ سے اس بات میں اتفاق کرتے تھے کہ انسان کو ایجاد فعل کی قدرت ہے اور وہ اپنی اس قدرت میں خدا سے الگ، منفرد اور مستقل ہے۔ معتزلہ اس کا انکار کرتے تھے کہ تمام کام اللہ کی قضاء وقدر سے ہوتے ہیں۔ بعض لوگ معتزلہ کو جہمیہ بھی کہتے ہیں اس لیے کہ معتزلہ اللہ کی صفات کی نفی میں جہمیہ سے اتفاق رکھتے تھے اور خلق قرآن کے مسئلہ پر بھی ان کے ہم خیال تھے۔ نیز یہ بھی مانتے تھے کہ قیامت کے دن خدا کی رویت نہیں ہو گی۔ امام بخاری اور امام احمد نے معتزلہ کو جہمیہ ہی قرار دیا ہے۔ حالانکہ معتزلہ قدریہ اور جبریہ دونوں ہی سے اپنے آپ کو الگ کرتے تھے۔ جہمیہ کی طرح انسان کو مجبور محض نہیں مانتے تھے اور اسے بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کو قدریہ کہا جائے۔ وہ کہتے تھے کہ ان لوگوں کی بہ نسبت جو تقدیر کی نفی کرتے ہیں اس نام کے ساتھ ان لوگوں کو منسوب کرنا زیادہ بہتر ہے جو تقدیر کو ثابت کرتے ہیں۔

فرقہ معتزلہ کا بانی ایک شخص واصل ابن عطاء الغزالی تھا۔ وہ 83ھ میں پیدا ہوا اور اس نے 131ھ میں وفات پائی۔ وہ امام حسن عسکری کے شاگردوں میں تھا۔ وہ بڑی دماغی استعداد کا مالک اور علوم عقلیہ و نقلیہ اور روایات کا جید عالم تھا۔ ایک مسئلہ ایمانی پر اختلاف کے باعث امام صاحب نے اسے اپنے دربار سے نکال دیا۔ چنانچہ اس نے اپنی ایک علیحدہ درسگاہ کھولی۔ اس بنا پر اس کے پیروکاروں معتزلہ یا اہل اعتزال یعنی اختلاف کرنے والے کہا

Marfat.com

جاتا ہے۔ اگرچہ بعض مسائل کے بارے میں وہ حد اعتدال سے تجاوز کر گیا۔ تاہم اس کی عمومی عقیلت پسندی نے اس زمانے کے آزاد خیال ارباب فکر و نظر کو اسکے جھنڈے کے نیچے جمع کر دیا۔ شہرستانی کے بیان کے مطابق "معتزلہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ قدم وجود باری کی امتیازی صفت ہے۔ خدا قدیم ہے۔ کیونکہ قدم اس کی ذات کا ایک خاص وصف ہے۔ وہ بالاتفاق صفات قدیمہ کے (ذات باری سے جدا) وجود کے منکر ہیں اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں عالم کل ہے۔ اپنی ذات میں حی و قیوم ہے۔ اپنی ذات میں قادر مطلق ہے اس لیے نہیں کہ علم' حیات اور قدرت اس کی صفات قدیمہ کی حیثیت سے اس میں موجود ہیں کیونکہ علم' حیات اور قدرت تو اس کی ذات کے اجزا ہیں۔ اگر بصورت دیگر ان صفات کو وجود باری کی صفات قدیمہ خیال کیا جائے (یعنی اس کی ذات سے علیحدہ) تو یہ متعدد قدیم وجودوں کو تسلیم کرنے کے مترادف ہو گا۔۔۔ وہ یہ دعوی بھی کرتے ہیں کہ کلام اللہ بھی مخلوق ہے اور مخلوق ہونے کی حیثیت سے الفاظ اور اصوات کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ اسی طرح وہ متفقہ طور پر اس سے منکر ہیں کہ ارادہ کرنا' سننا اور دیکھنا ایسے خیالات ہیں جو فی نفسہ وجود باری میں موجود ہیں۔ اگرچہ شان وجود اور مابعد الطبیعاتی حیثیت کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں --- وہ بالاتفاق اس کے منکر ہیں کہ خدا کو دارالقرار میں جسمانی آنکھوں سے دیکھا جاسکے گا۔ وہ اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں کہ خدا کی توصیف اشیائے مادی میں صفت کی جائے چاہے وہ جہت یا مقام یا صورت باہم یا تغیر یا اختتام عمل یا تحلیل ہو۔ قرآن کی جن عبادتوں میں ایسے کلمات استعمال کیے گئے ہیں جو ان صفات پر محمول کیے جاسکتے ہیں ان کی تفسیر وہ یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ کلمات مجازا" استعمال کیے گئے ہیں۔ محض لغوا" اس نظریے کو وہ توحید کہتے ہیں یعنی وحدت اللہ کا اقرار --- وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ انسان اپنے اعمال نیک و بد کا فاعل خالق ہے اور عقبیٰ میں اپنے اعمال کے مطابق جزا اور سزا پائے گا اور کسی شر اخلاقی' سوء عمل' نفی عقیدہ یا عدم اطاعت کو خدا کی طرف منسوب نہیں کیاجاسکتا کیونکہ اگر وہ ظلم یعنی گمراہی کو وجود میں لائے تو وہ خود ظالم ثابت ہوتا ہے --- وہ یہ بھی متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ حکیم کل صرف ایسے کام کرتا ہے جن میں صلاح و خیر ہو اور اس لیے از روئے حکمت اپنے بندوں کی بھلائی کا خیال رکھنا خدا پر واجب ہے۔ اگرچہ وہ اس مسئلہ پر مختلف الرائے ہیں کہ آیا زیادہ سے

Marfat.com

زیادہ صلاح و خیر کا وجود میں لانا اور بندوں پر لطف وکرم کرنا خدا کا فرض ہے۔ اس نظریے کو وہ نظریہ عدل کہتے ہیں۔

"ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ انسانی عمل کے بارے میں کوئی دائمی اور قدیم قانون موجود نہیں اور انسان کی ہدایت کے لیے جو خدائی احکام یعنی اوامر اور نواہی ہیں وہ تدریجی ترقی کے ذریعے وجود میں آئے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص نیکی کرتا ہے وہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور جو شخص بدی کرتا ہے وہ عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ اس دعوے کو وہ مطابق عقل قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ کا یہ خیال بھی ہے کہ علم عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور صرف عقل کے ذریعے حاصل ہو سکا ہے۔ نیکی و بدی کا عرفان ان کے نزدیک عقل کا کام ہے جب تک عقل ہمیں ثواب وخطا کا فرق نہ بتائے ہم ان میں تمیز نہیں کرسکتے۔ احکام شریعت کے صادر ہونے سے بھی پہلے عقل ہم پر یہ فرض عائد کر دیتی ہے کہ خدا کے احسانوں کا شکر بجا لائیں۔ خدا کے عرفان کو بھی وہ عقل کے دائرے میں داخل سمجھتے ہیں۔ ذات باری کے سوا ہر چیز کو وہ تغیرپذیر اور فانی خیال کرتے ہیں۔ ان کا یہ ایمان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اس مقصد سے بھیجے کہ وہ انسان کو اس کے احکام سمجھائیں --- امامت کے مسئلہ پر ان میں اختلاف رائے ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ وہ تقرر کے ذریعے ایک امام سے دوسرے امام کو ملی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ جمہور کو اپنا امام منتخب کرنے کا حق ہے چنانچہ معتزلہ حقانیہ کی عین ضد ہیں اور کیونکہ وہ (حقانیہ) اور تمام دوسرے اہل سنت اس کے قائل ہیں کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے کیونکہ اپنی قلمرو کا حاکم مطلق ہے اور اپنی مرضی کے مطابق حکم دیتا ہے --- ان کے نزدیک یہ عدل ہے۔ اہل الاعتزال کہتے ہیں جو چیز مطابق عقل و حکمت ہو صرف وہ چیز عدل ہوتی ہے اور وہ صرف انسان کے لیے جواب و مصلحت کی حامل ہوتی ہے۔ اہل اللہ کہتے ہیں کہ خدا نے مخلوق کلام کے ذریعے اوامر اور نواہی صادر کیے۔ اہل سنت یعنی حقانیہ کہتے ہیں کہ تکالیف شرعی کا علم سمع و خبر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ عقل کی وساطت سے صرف علم دنیوی حاصل کیا جاسکتا ہے۔ عقل ہمیں یہ نہیں بتا سکتی کہ کونسی چیز نیک ہے کونسی بد اور کونسی واجب (اس کے برعکس) ابن المہدی کہتے ہیں تمام علم عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ احادیث میں تقدیر کا جو لفظ آیا ہے اس سے وہ مراد لیتے ہیں امتحان اور نجات ادبار و اقبال، بیماری و

Marfat.com

تندرستی، موت اور زندگی اور خدا کے دوسرے کام خیر و شر اور حسن قبح کو وہ انسان کی ذمہ داری اور تقدیر کے دائرے سے خارج قرار دیتے ہیں۔[۲۰]"

علامہ احمد امین کے مطابق معتزلہ کی تعلیمات کا خلاصہ اس اصول کے تحت کیا جاتا ہے کہ (1) دو درجوں کے درمیان ایک درجہ کا اعتراف یعنی یہ کہ مرتکب کبیرہ کافر ہے نہ مومن۔ بلکہ فاسق ہے اور فاسق اپنے فسق کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہے۔ اس قول کو پھیلانے کا سبب یہ بات تھی کہ سیاسی جنگیں مثلاً شہادت عثمانؓ، واقعہ جمل اور واقعہ صفین وغیرہ کی وجہ سے لوگ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ ان میں سے کون سا فریق حق پر تھا اور کونسا باطل پر۔ پھر یہ سوالات ہونے لگے کہ ان میں سے جو فریق خطا کار تھا وہ مومن تھا یا کافر تھا؟ خوارج ان لوگوں کو جو گناہوں کے مرتکب ہوئے کافر قرار دینے لگے اور فرقہ جبریہ - جہمیہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ سب مومن تھے۔ حسن بصری نے کہا کہ وہ منافق تھے۔ واصل نے کہا کہ وہ فاسق تھے اور اس کے لیے کفر و ایمان میں یک درجہ ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ فاسق ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ (2) تقدیر کا مسئلہ کہ خدا لوگوں کے اعمال کا خالق نہیں ہے بلکہ لوگ خود ہی اپنے اعمال کی تخلیق کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ ثواب و عتاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ لہٰذا خدا ہی تنہا اس کا مستحق ہے کہ عدل کے ساتھ اس کا وصف کیا جائے۔ شاید ایسا کہنے پر انہیں جہم بن صفوان اور اس کے ساتھیوں کے اس قول نے مجبور کیا کہ انسان میں عمل کرنے کی قطعاً" قدرت نہیں ہے۔ وہ محض ایک جماد کی طرح ہے اس کے ہاتھوں پر اعمال کا صدور ایسے ہی ہوتا ہے جیسے کسی پتھر سے ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ واصل بن عطا نے اپنے کچھ ساتھیوں کو خراسان بھی بھیجا تھا کہ وہ وہاں جاکر جہم بن صفوان سے مباحثہ اور مناظرہ کریں۔ (3) توحید کا قول۔ چنانچہ معتزلہ نے اس کا انکار کیا کہ خدا کے لئے علم، قدرت، حیات، سمع، بصر وغیرہ قسم کی ازلی صفات ہوں جو اس کی ذات سے الگ ہوں بلکہ خدا بایں معنی قادر، حئی، سمیع اور بصیر ہے کہ وہ فی ذاتہ ایسا ہے۔ اس کی کچھ صفات اس کی ذات پر زائد یا ذات سے الگ نہیں ہیں۔ صفات قدیمہ کے وجود کا قائل ہونا خدا کے تعدد کو مستلزم ہے حالانکہ خدا اور ہے۔ اس کا کسی جہت سے بھی کوئی شریک نہیں ہے اور یقیناً" اس کی ذات میں کوئی کثرت نہیں ہے۔ جو آیات ان صفات کو ثابت کرتی ہیں کہ خدا کے لیے ایسی ہی صفات

Marfat.com

ہیں جیسا کہ مخلوق میں ہوا کرتی ہیں۔ ایسی تمام آیات کی معتزلانہ تاویل کی۔ ایسا کہنے کی وجہ غالباً" یہ تھی کہ ان کے زمانے میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جو خدا کی تجسید (جسم ہونے) اور مخلوقات کی طرح اس کے لیے صفات ثابت کرنے کے قائل تھے۔ مثلاً" واصل بن عطا کے ہمعصروں میں سے فضائل بن سلیمان کا نام لیا جاسکتا ہے۔ (4) وہ عقل کے تسلط کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ عقل خود حسن و قبح کی معرفت حاصل کرسکتی ہے خواہ شریعت نے کسی بات کے حسن و قبح کو بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو۔ ہر چیز کی ایک صفت ہوتی ہے جس نے اسے حسن بنا دیا ہے اور جھوٹ اور کذاب میں ایک ذاتی کذب ہے جس نے اسے قبیح بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام عقلاء اس بات میں شریک ہیں کہ فقیر پر احسان کرنا اور ڈوبتے ہوئے کو بچالینا اچھی بات ہے۔ اور محسن کی ناشکری کرنا، بے گناہ کو ستانا بری بات ہے۔ خواہ اس کے متعلق انہیں شریعت کا کوئی حکم معلوم ہو یا نہ ہو۔ بلکہ خواہ وہ بے دین و ملحد ہی کیوں نہ ہوں۔ شریعت نے کسی بات کا حکم دے کر اسے حسین اور اچھا نہیں بنا دیا ہے بلکہ شریعت تو کسی کام کا اس لیے حکم دیتی ہے کہ وہ بات بذاتہ حسین اور اچھی ہوتی ہے۔ وہ بعض کاموں سے اس لیے روک دیتی ہے کہ وہ کام بذاتہ برے اور قبیح ہوتے ہیں۔ شریعت اس کے برعکس کر ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے امر اور نہی تو درحقیقت اس قبح و حسن کے تابع ہوتے ہیں جو چیزوں میں بذاتہ موجود ہیں۔ اس اصول کو وضع کرنے کی بڑی وجہ غالباً" کچھ لوگوں کا وہ غلو اور جمود تھا جو حدیثوں کے متعلق ان میں پایا جاتا تھا اور حدیث خواہ وہ موضوعی ہی کیوں نہ ہو مگر اس کے بغیر وہ ایک تکڑا بھی نہیں توڑتے تھے۔ اگر انہیں کسی مسئلہ میں حدیث نہیں ملتی تھی تو اپنی رائے سے کچھ کہنے کی جرات ان کو نہیں ہوتی تھی۔ معتزلہ نے ان عظیم خطرات کو محسوس کیا جو آگے چل کر عقل کو اس درجہ تک شل کر دینے سے لوگوں کو پیش آنے والے تھے لہٰذا انہوں نے یہ بنیاد ڈالی اور عقل کے تسلط کو آزادی عطا کی۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کی مخلوق میں معتزلہ سے سب سے زیادہ نفرت کرنے والے یہ حضرات علمائے حدیث ہی تھے۔ اسی طرح علمائے حدیث سے نفرت کرنے میں معتزلہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اسی طرح معتزلہ نے ان سیاسی معاملات سے بھی تعرض کیا جو ان کے زمانے سے پہلے گزر چکے تھے اور ان میں بھی اپنی رائے دی۔ انہوں نے حسن بصری سے اس بات میں اتفاق نہیں کیا کہ "یہ وہ خون ہیں

Marfat.com

جن سے خدا نے ہماری تلواروں کو پاک کیا ہے تو ہم ان سے اپنی زبانوں کو کیوں آلودہ کریں؟" بلکہ معتزلہ نے کہا کہ صحابہ خود آپس میں ایک دوسرے کی خوردہ گیری کرتے تھے اور ایک دوسرے سے جنگ کرتے تھے۔ صحابہ کی تنقید کے سلسلے میں عمرو بن عبید سے بہت کچھ نقل کیا جاتا ہے۔ وہ ابو ہریرہ کو بہت برا بھلا کہتے تھے اور ان پر مال غنیمت چوری کرنے کا الزام لگایا۔ مختصر یہ کہ وہ صحابہ کی تشریح و تنقید اور ان کے اعمال اور باہمی جنگوں کے متعلق فیصلے دینے کو اپنے لیے قطعاً" مباح سمجھتے تھے۔ ان میں زیادہ جری اور بے باک وہ معتزلہ تھے جو شیعت سے اعتزال میں آئے تھے۔[21]"

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اعتزال کی ابتدا بصرہ میں ہوئی اور بہت تیزی کے ساتھ سارے عراق میں پھیل گئی۔ خلفائے بنو امیہ میں سے یزید بن الولید اور مروان بن محمد نے اس مذہب کو قبول کرلیا۔ عباسی دور خلافت میں اعتزال کے دو بڑے سکول قائم ہو گئے تھے۔ ایک بصرہ کا سکول تھا اور دوسرا بغداد کا۔ بصرہ اور بغداد کے معتزلیوں میں بہت سے مسائل میں اختلافات بھی تھے جن میں باہم مباحثے ہوتے رہتے تھے۔ اسلامی فرقوں میں سب سے زیادہ معتزلہ نے یونانی فلسفہ سے استفادہ کیا اور اسے اسلامی رنگ میں رنگا کیونکہ اس سے انہوں اپنے نظریات قائم کرنے اور مباحثے وغیرہ کرنے میں بڑی مدد ملتی تھی۔ عباسیوں کے پہلے چھ خلفاء عبداللہ سفاح' ابو جعفر منصور' محمد مہدی' موسیٰ ہادی' ہارون رشید اور محمد الامین نے اس فرقہ کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی تھی۔ لیکن خلیفہ مامون نے کھلم کھلا معتزلہ کے نظریات کو اپنایا اور معتزلیوں کی ہر طرح سے سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی۔ اس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ اس نے جعفر برمکی اور دوسرے ایسے لوگوں کی زیر نگرانی تعلیم و تربیت پائی تھی جو اہل تشیع کے نظریات سے متاثر تھے۔ وہ خلیفہ بننے سے پہلے تقریباً" پانچ سال تک اور خلیفہ بننے کے بعد تقریباً" چھ سال تک خراسان میں مقیم رہا تھا جہاں اسے امام علی الرضاؑ کی علمی جمعیت بھی حاصل رہی تھی۔ چونکہ مسئلہ قضا و قدر کے بارے میں معتزلہ کے نظریات حضرت علیؑ اور امام جعفر صادقؑ کے نظریات سے ملتے جلتے تھے اور چونکہ خلیفہ مامون اہل علم شیعان علی سے بالعموم اور امام علی الرضاؑ سے بالخصوص متاثر تھا اس لیے قدرتی طور پر اس کا میلان معتزلہ کی طرف ہوگیا۔ ویسے بھی پہلے ہارون رشید کے عہد میں اور پھر مامون رشید کے عہد میں مملکت اسلامیہ کی سیاست'

Marfat.com

معاشرت اور ثقافت پر عجمیوں کی برتری قائم ہونے سے نئے نئے علوم و فنون کے بہت سے دروازے کھل گئے تھے اور اس بنا پر مسلمانوں میں یونانی، قبطی، سریانی، ایرانی اور ہندوستانی علوم وفنون پر دسترس حاصل کرنے کا بے پناہ ذوق و شوق پیدا ہو گیا تھا۔ نئے علوم و فنون آئے تو نئے افکار و نظریات بھی پیدا ہوئے اور پھر ناگزیر طور پر قدیم و جدید یا نقل و عقل کے درمیان نظریاتی جنگ ہوئی۔ علم الکلام نے جنم لیا۔ مباحثے ہوئے۔ مناظرے ہوئے اور کئی مرتبہ خونریزی بھی ہوئی۔ معتزلیوں کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ نقل پرست اور روایت پسند مسلمانوں کے جامد اور خلاف عقل نظریات و عقائد کو مسترد کیا جائے بلکہ ان کا اس سے بھی بڑا مقصد یہ تھا کہ جو یہودی، عیسائی، مجوسی، قبطی، کلدانی، سریانی اور ہندو لوگ اسلام میں داخل ہو گئے تھے، ان کے پرانے نظریات زندگی کو باطل ثابت کرکے یہ ظاہر کیا جائے کہ اسلام میں کوئی بات عقل و دانش اور قانون فطرت کے منافی نہیں ہے۔ خلیفہ مامون کے لیے معتزلیوں کے یہ دونوں ہی مقاصد پسندیدہ تھے جبکہ روایت پسندوں یا محدثین کا ایک گروہ معتزلیوں کو بدعتی، ملحد، کافر اور زندیق قرار دیتا تھا۔ چونکہ مسلمان عوام کی اکثریت روایت پسندوں کے ساتھ تھی اس لیے جس رفتار سے عباسی سلطنت میں نئے علوم و فنون کا اضافہ ہوتا چلا گیا اسی رفتار سے معتزلیوں کی مخالفت بڑھتی چلی گئی۔ اس صورت حال میں خلیفہ مامون نے ربیع الاول 218ھ میں جبکہ وہ شام میں تھا، اپنے امیر بغداد اسحاق بن ابراہیم کو ایک خط لکھا جس میں "ریا کار اور جاہ پسند" علماء اور فقہا کو یہ دھمکی دی گئی کہ اگر انہوں نے مسئلہ خلق قرآن کے بارے میں اپنے جاہلانہ نظریات کی تبلیغ جاری رکھی اور عوام کو گمراہ کرنے کا عمل جاری رکھا تو انہیں سزا دی جائے گی۔" اگرچہ یہ صحیح ہے کہ یہ علماء اور فقہا نئے علوم و فنون کی مخالفت کرنے کے لیے معتزلیوں کے خلاف مذہب کا نام لیکر عوام الناس کو اشتعال دلاتے تھے۔ اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ روایت پسند اور قدامت پرست علماء کے اس رویے کی بنا پر علمی و فنی ترقی کے کام کو نقصان پہنچ رہا تھا اور اگرچہ یہ بھی صحیح ہے کہ ان علماء کی اشتعال انگیز سرگرمیوں سے ملک کے امن و امان میں خلل پڑنے کا زبردست اندیشہ لاحق ہو گیا تھا بایں ہمہ خلیفہ مامون کی جانب سے علماء کو دھمکی دینے کا عمل دانشمندانہ نہیں تھا کیونکہ آمرانہ فرمان کے ذریعے کسی علمی نظریہ کو عوام الناس پر ٹھونسا نہیں جاسکتا تھا۔ چنانچہ مامون کے اس خط کا الٹا اثر ہوا۔ اس لیے اس کے

Marfat.com

زمانے کے ترقی پسند معتزلہ کے علمی نصب العین کو نقصان پہنچا اور رجعت پسند ملاؤں کے جامد نظریات کو استحکام ملا۔

خلیفہ مامون کے خط کا مضمون یہ تھا "امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ عوام الناس کا ایک بڑا گروہ جسے نہ سمجھ ہے نہ عقل ہے۔ نہ ان کو ہدایت پہنچتی ہے اور نہ علم کی روشنی اور نہ برہان سے وہ مستفید ہوتے ہیں۔ تمام اطراف واکناف میں اللہ سے بالکل ناواقف ہیں۔ انہیں اس کی کچھ خبر نہیں نہ وہ اس کے دین کی حقیقت سے واقف ہیں۔ نہ توحید اور ایمان کو مانتے ہیں۔ اس کی کھلی ہوئی نشانیوں سے بے خبر' اس کے بدیہی راستوں سے ناواقف ہیں۔ وہ اللہ کو اس کی قدر کے مطابق اندازہ کرنے سے اور اصلی معرفت سے قاصر ہیں۔ اپنی کم عقلی' کوتاہ فہم اور پوری طرح تفکر نہ کرنے کی وجہ سے وہ اللہ اور اس کی مخلوق میں فرق نہیں کرسکتے اسی وجہ سے انہوں نے اللہ اور اس کے نازل کردہ قرآن کو مساوی قرار دیا ہے۔ اور بغیر سوچے سمجھے سب نے بالاتفاق اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ قرآن قدیم ہے' اول ہے' نہ اللہ نے اسے پیدا کیا ہے نہ اسے ایجاد کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے "تحقیق ہم نے اتارا قرآن عربی" اور فرماتا ہے کہ "اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمینوں کو اور بنائے اندھیرے اور نور۔" اور کہتا ہے "اس طرح ہم بیان کرتے ہیں اور تیرے خبروں میں سے جو پہلے گزر چکیں۔" اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتا دی ہے کہ کلام پاک میں ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا وہ واقعات پہلے ہیں اور قرآن ان کے بعد میں۔ پھر وہ کہتا ہے "ایک کتاب ہے ثابت کی گئیں آیتیں اس کی پھر خلق کی گئیں نزدیک حکمت والے خبردار کے" اور جو شے محکم اور مفصل ہوتی ہے اس کا کوئی محکم و مفصل ہونا چاہئے چنانچہ خود اللہ اپنی کتاب کا محکم و مفصل ہے اس لیے وہ اس کا خالق اور مبتدع ہے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے باطل کو اپنا شعار قرار دے کر لوگوں کو اپنے مسلک کی دعوت دی اور دعوئی یہ کیا کہ وہ سنت کے پیرو ہیں۔ حالانکہ کلام اللہ کی ہر فصل میں قرآن اولیٰ کے قصص بیان کیے ہیں جن کے پڑھنے سے ان کے مسلک کا بطلان ہو جاتا ہے اور ان کے دعوے کی تکذیب ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی یہ لوگ ظاہر کرتے ہیں کہ صرف وہ اہل حق' پیروان مذہب اور اہل جماعت ہیں ان کے سوا سب اہل کفر و باطل فرقے والے ہیں۔ عرصہ تک لوگوں کو اس خیال کی تعلیم دینے

Marfat.com

کا یہ اثر ہوا ہے کہ جاہل ان کے دھوکے میں آگئے یہاں تک کہ ایسے لوگ بھی جو جھوٹے شقی متقی ہیں' غیر اللہ کے سامنے جھکنے والے اور غیر دین میں متعصب واقع ہوئے ہیں' ان کے ہم خیال اور ہم رائے اس لیے ہو گئے ہیں کہ اس طرح اس جماعت میں ان کی خاص عزت و حرمت ہو گئی' ان کو ریاست و عدالت مل جائے گی' اس لیے انہوں نے اس کے باطل کے لیے اللہ کے حق کو چھوڑ دیا اور اللہ کو چھوڑ کر ضلالت میں جا شریک ہوئے۔ ان کے ظاہری تزکیہ اور تورع کی وجہ سے ان کی شہادت کو لوگوں نے مان لیا اور اب ان کے ذریعے سے کتاب اللہ کے احکام نافذ ہونے لگے۔ حالانکہ نہ ان کا ایمان درست ہے اور نہ نصب۔ ان کی نصیحتیں فاسد' ان کا تعین مجروح۔ ان کی غرض وغایت بھی یہی تھی کہ اس دھوکہ سے ایک فتنہ و فساد پیدا کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنے مولا و رب پر افترا اور بہتان عائد کیا ہے۔ حالانکہ کلام پاک میں ان سے عہد واثق لیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مقابلے میں صرف حق بات بیان کریں گے مگر انہوں نے اس تعلیم کو مٹا دیا۔ انہی کے لیے اللہ تعالیٰ کلام پاک میں فرماتا ہے کہ "اللہ نے ان کو بہرا کر دیا اور ان کی بصارت کو باطل کر دیا۔" وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ کیا قلوب پر قفل پڑے ہوئے ہیں۔ امیر المومنین نے محسوس کیا کہ وہ لوگ امت کے لیے اشتر اور ضلالت کی جڑ ہیں۔ انہوں نے توحید اور ایمان میں قطع و برید کر دی ہے۔ یہ جاہل اور جھوٹے ہیں۔ شیطان ان کی زبان سے بول رہا ہے۔ ان کی صداقت و شہادت متروک و مردود ہونے کے قابل ہے۔ ان کے کسی قول و فعل پر اس لیے اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ عمل یقین کے بعد ہے۔ اور یقین اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کوئی حقیقت اسلام سے پوری واقفیت نہ رکھتا ہو اور توحید کا سچا ماننے والا نہ ہو اور جو ان حقائق سے اندھا ہے وہ اپنے عمل اور شہادت میں اور بھی زیادہ اندھا اور گمراہ ہو گا۔ لہٰذا جو تمہارے ہاں قاضی ہوں ان کو بلا کر ہمارا یہ خط سنا دو۔ ان کے عقائد کا امتحان لو اور دریافت کرو کہ آیا وہ قرآن کو اللہ کی پیدا کردہ شے سمجھتے ہیں یا۔ کیا؟ اور یہ بتا دو کہ جس شخص کا ایمان اور توحید کے متعلق اعتقاد پکا اور سچا نہ ہو گا امیر المومنین آئندہ اس سے کوئی خدمت ہی نہ لیں گے۔ اگر وہ خلق قرآن کو تسلیم کریں تو بہت اچھا ہے اور پھر تم ان کو حکم دینا کہ وہ اعلانیہ اپنے عقیدے کو بیان کر دیں اور جو اس بات کو تسلیم نہ کرے کہ قرآن مخلوق اور محدث ہے اس کی شہادت ترک کر دی جائے۔

Marfat.com

اس کے علاوہ تمام علاقے کے تمام قاضیوں سے اس مسئلہ کے متعلق استفسار کرو اور ان کو ہی میرا حکم پہنچا دو اور ان کے مال کی نگرانی رکھو تاکہ جب تک وہ احکام الٰہی کو نافذ نہ کرنے پائیں میرے اس حکم کا جو اثر ہو اس سے تم مجھے اطلاع دینا۔"[۲۲]

اس کے بعد مامون نے سات سربرآوردہ علماء کو اپنے پاس بلوایا۔ ان سے خلق قرآن کے متعلق دریافت کیا۔ ان سب نے اس بات کو تسلیم کیا کہ قرآن مخلوق ہے۔ مامون نے ان کو مدینہ اسلام بھیج دیا۔ اب اسحاق بن ابراہیم نے مامون کے حکم کے مطابق ان لوگوں کو اپنے ہاں طلب کر کے تمام فقہا اور محدثین کے روبرو ان کا عقیدہ بیان کیا اس وقت بھی ان سب نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اس طرح اقرار کیا جس طرح کہ وہ مامون کے سامنے کر آئے تھے۔ اسحاق نے ان کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مامون نے اسحاق بن ابراہیم کو یہ خط لکھا: "قرآن کے متعلق جو عقیدہ پیدا ہوا ہے اس پر بہت غور و فکر کرنے کے بعد امیر المومنین کو یہ بات عیاں نظر آرہی ہے کہ یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے جس کا اثر دین اسلام اور مسلمانوں پر نہایت مضر ہو گا کیونکہ قرآن کو اللہ نے ہمارے لیے امام بنایا ہے اور یہی رسول اللہؐ کا ہمارے لیے اثر باقی ہے۔ یہ بات بہت سے لوگوں پر مشتبہ ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی عقلوں نے یہ بات بتائی کہ یہ مخلوق ہی نہیں ہے۔ اسی طرح انہوں نے اللہ کی صفت خلق سے جس کی وجہ سے وہ اپنی تمام مخلوقات کے مقابلہ میں نمایاں طور پر علیحدہ اور منفرد ہے کیونکہ اس نے صرف اپنی حکمت اور قدرت سے بغیر کسی ابتدا اور تقدم کے ہر شے کو خلق اور ایجاد کیا ہے' انکار کیا۔ حالانکہ ماسوا اللہ ہر شے مخلوق اور حادث ہے۔ جس کا خالق اور محدث خود اللہ ہے۔ اس پر تو خود قرآن ناطق اور دال ہے۔ اور اس نے ہمیشہ کے لیے اس بات میں جتنے اختلافات ہیں ان کو مٹایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ میں ان مدعیوں نے نصاریٰ کی تقلید کی ہے کیونکہ نصاریٰ مدعی ہیں کہ چونکہ حضرت عیسیٰ حکمت اللہ ہیں اس لیے وہ مخلوق نہیں حالانکہ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "تحقیق ہم نے بنایا قرآن عربی" اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اسے پیدا کیا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے "اور اس میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین پائے" یہاں جعل خلق کے معنی میں مراد لیا گیا ہے اور فرماتا ہے "اور کیا ہم نے رات کو پردہ اور کیا ہم نے دن کو وقت معاش" اور "کیا ہم نے پانی سے ہر چیز

Marfat.com

کو زندہ" ان آیات میں اللہ تعالی نے قرآن کو بھی دوسری مخلوقات کے مساوی کر دیا ہے جن کی صفت تخلیق کو اس نے یہاں بیان کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ صرف وہی ان کا خالق ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی فرماتا ہے "بلکہ وہ قرآن مجید جو لوح محفوظ میں ہے" یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ لوح قرآن کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور محیط مخلوق ہوتا ہے لہٰذا قرآن بھی مخلوق ہے۔ اللہ تعالی رسول اللہؐ سے کہتا ہے "اے رسول تو قرآن مجید کے بارے میں اپنی زبان کو حرکت میں نہ لا کہ تو جلدی کرے ساتھ اس کے" اور فرماتا ہے "نہیں آتی ان کے پاس اپنے رب کی طرف سے پیغام کی تجدید" اور کہتا ہے کہ "کون ہے بڑا ظالم اس شخص سے کہ گھڑ لیتا ہے اللہ کے خلاف جھوٹ یا جھٹلاتا ہے اس کی نشانیوں کو" اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کو جھوٹا کہہ کر مذموم قرار دیا ہے۔ جنہوں نے کہا تھا "نہیں اتارا اللہ نے اوپر کسی آدمی کے" اور پھر اپنے رسول ہی کی زبان سے ان کی تکذیب کروائی اور فرمایا: "جواب دو کہ وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے کس نے نازل کی تھی" ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے قرآن کو قرآن، ذکر، ایمان، نور، ہدیٰ "مبارکا" "عربیا" اور "قصصا" کہا ہے۔ دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے: "ہم بیان کرتے ہیں تجھ سے یہ سب سے خوبصورت قصہ۔ اچھی طرح بیان کرنا اس طرح سے کہ وحی کیا طرف تیری یہ قرآن" اور فرماتا ہے کہ "البتہ اگر اکٹھے ہویں آدمی اور جن کے اوپر اس بات کے لاویں مانند اس قرآن کے نہ لاسکیں گے مانند اس کی" اور کہتا ہے "کیونکر لاؤ ایسی سورتیں بنا کر" اور کہتا ہے "باطل کو اس کی طرف راہ نہیں اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے"۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ نے قرآن کے لیے اول اور آخر بتایا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ہو گئی کہ وہ محدود اور مخلوق ہے۔ ان جہلا نے قرآن کے متعلق ایک خاص عقیدہ کا اظہار کر کے اپنے ایمان اور امانت میں بڑا رخنہ ڈالا ہے۔ اور اس طرح اسلام کے دشمنوں کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے۔ کہ وہ اس پر حملہ کریں۔ اس عقیدہ کو ظاہر کر کے انہوں نے اپنے تبدیلی مذہب اور الحاد کا اقرار کیا ہے کہ اللہ کی ایک مخلوق شے کو اس صفت سے موصوف کیا جو صرف اسی کے لیے مختص ہے۔ قرآن کو اللہ نے تشبیہہ دی حالانکہ تشبیہہ اس کی مخلوقات کے لیے زیبا ہے۔ امیر المومنین خوب جانتے ہیں کہ جو لوگ اس عقیدے کے قائل ہیں وہ دین، ایمان اور یقین سے بالکل بے بہرہ ہیں اور ایسے لوگوں کے لیے وہ اس بات کو جائز نہیں رکھتے کہ ان

Marfat.com

کی اب امانت' عدالت یا شہادت اور قول اور حکایات پر اعتماد کیا جاسکے۔ وہ اس قابل نہیں رہے کہ ان سے رعایا کی کوئی بھی سرکاری خدمت لی جائے۔ اگرچہ ان میں سے بعض بہت ہی نیک چلن ہیں مگر فروع سے کیا ہوتا ہے اصل تو عقائد ہیں۔ ان کی بھلائی اور برائی پر مداح اور ذم ہوتی ہے۔ جو شخص کہ اصل اصول ایمان اور توحید سے کماحقہ واقف نہ ہو وہ احکام و اصول سے بدرجہ اولیٰ جاہل ہو گا۔ تم میرے اس خط کو جعفر بن عیسیٰ اور قاضی عبدالرحمان بن اسحاق کو سنا دو اور دریافت کرو کہ قرآن کے متعلق ان کا عقیدہ کیا ہے؟ اور یہ کہہ دو کہ جس شخص کی توحید اور ایمان پر ہمیں بھروسہ نہ ہو گا ہم اس سے کوئی سرکاری خدمت نہیں لیں گے اور کسی شخص کا عقیدہ توحید اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ وہ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل نہ ہو۔ اگر وہ ہماری بات مان لیں تو ان کو حکم دو کہ فصل مقدمات کے وقت جب اپنے دعوؤں کے ثبوت میں شہادت پیش کریں تو ان سے پہلے ان کے عقیدے کو دریافت کرلیا کریں جو کوئی خلق قرآن کو نہ مانتا ہو اس کی شہادت نامعقول سمجھی جائے اور اس کی بات پر قطعی وہ دونوں فیصلہ نہ دیں۔ اگرچہ وہ کیسا ہی نیک معاش معقول اور متقی آدمی ہو۔ تمہارے تحت کے علاقے میں جس قدر قاضی ہوں ان سب کو یہی ہدایت کر دی جائے اور اس کے نتیجے سے ہمیں مطلع کیا جائے۔[۲۴]"

اس غرض کے لیے اسحاق بن ابراہیم نے فقہا' حکام اور محدثین کی ایک جماعت کو طلب کیا۔ دو مرتبہ مامون کا خط انہیں پڑھ کر سنایا تاکہ وہ سمجھ لیں۔ اس کے بعد اس نے بشر بن الولید سے پوچھا کہ قرآن مخلوق ہے یا کیا؟ اس نے کہا اللہ ہر شے کا خالق ہے؟ اسحاق نے پوچھا کیا قرآن شے ہے؟ اس نے کہا ہاں' اسحاق نے پوچھا تو وہ مخلوق ہے۔ اس نے کہا خالق نہیں ہے۔ اسحاق نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا یہ بتاؤ کہ آیا وہ مخلوق ہے۔ اس نے کہا کہ بس جو میں نے تم سے کہہ دیا ہے اس پر میں اضافہ نہیں کرتا۔ اسحاق نے ایک رقعہ اٹھایا اور اس کے مضمون کو سن کر پوچھا کہ کیا تم اس سے موافقت کرتے ہو کہ اللہ واحد' یکتا کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔ نہ اس سے پہلے کچھ تھا نہ اس کے بعد کچھ ہے۔ اس کی مخلوقات میں سے کوئی شے کسی طرح بھی اس کے مشابہ نہیں۔ بشر نے کہا ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس نے علی بن مقاتل کی رائے معلوم کی' اسحاق نے پوچھا کیا قرآن مخلوق ہے۔ اس نے کہا' قرآن اللہ کا کلام ہے۔ اس نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا۔ علی

Marfat.com

نے کہا، قرآن اللہ کا کلام ہے اور اگر امیرالمومنین ہمیں کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو ہم بسرو چشم اسے تسلیم کریں گے۔" اس کے بعد اسحاق نے ابوحسان زیادی کی رائے پوچھی تو اس نے اس رقعہ کو تسلیم کیا اور کہا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ ہر شے کا خالق ہے اور اس کے سوا ہر شے مخلوق ہے۔ اس کے بعد اسحاق نے امام احمد بن حنبل سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ کا کلام ہے۔ اور میں کچھ نہیں کہتا۔ اب اس نے اس رقعہ کے مضمون پر ان کی موافقت چاہی اور اس مقام پر پہنچا "نہیں مثل اس کے کوئی شے اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے" اور اس جملہ پر وہ خاموش ہو گئے کہ "اس مخلوق میں سے کوئی شے کسی حیثیت سے اور کسی طرح بھی اس کے مشابہ نہیں ہے"۔ ابن البکا اصغر نے ان پر اعتراض کیا اور اسحاق سے کہا کہ جناب والا، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کان سے سنتا اور آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اس نے احمد بن حنبل سے پوچھا "سمیع و بصیر کے کیا معنی ہیں؟" انہوں نے کہا کہ وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود بیان کیا ہے۔ اس نے کہا اس کے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے کہا "میں نہیں جانتا ہوں۔ بس وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے کو بیان کیا۔" اس مجلس سے فارغ ہوکر اسحاق نے اس تمام جماعت کے فرداً فرداً اقوال لکھ کر مامون کے پاس بھیج دیئے۔ مامون نے اس کے جواب میں جو خط لکھا اس میں کہا گیا تھا کہ "بشر بن الولید سے دوبارہ پوچھو اگر وہ قرآن کے مخلوق ہونے سے انکار کرے تو اس کے اس کفر و الحاد کی پاداش میں تم اس کی گردن مار دینا اور اس کے سر کو ہمارے پاس بھیج دینا۔ یہی معاملہ ابراہیم بن المہدی کا ہے۔ اگر وہ قرآن کے مخلوق ہونے کو تسلیم کرتا ہے تو تم اس کے عقیدے کا اعلان کرنا اور اسے چھوڑ دینا۔ ورنہ اسے بھی قتل کرکے اس کے سر کو ہمارے پاس بھیج دینا۔ احمد بن حنبل کے متعلق جو کچھ تم نے لکھا ہے ہم نے پڑھا۔ اس سے کہہ دو کہ امیرالمومنین اس کے قول کے مفہوم سے پوری طرح آگاہ ہو گئے۔ اس کو اس مسئلے کا عقیدہ معلوم ہوا جو اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے اور اس کا خمیازہ اسے اٹھانا پڑے گا۔" مزید براں مامون نے بعض دوسرے علماء اور فقہا کے نام لے لے کر ان کی مذمت کی اور کئی ایک کو سزا دینے کا حکم دیا۔ اس خط کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار اشخاص یعنی امام احمد بن حنبل، سجادہ، قواریری اور محمد بن نوح المضروب کے سوا باقی تمام دوسرے لوگوں نے اس بات کا اقرار کرلیا کہ قرآن مخلوق

Marfat.com

ہے۔ اسحاق بن ابراہیم کے حکم سے یہ چاروں فولادی بیڑیوں میں جکڑ دیئے گئے۔ اسی حالت میں ان کو دوسرے دن پھر طلب کیا گیا اور اب پھر اس مسئلہ میں ان کا امتحان لیا گیا۔ سجادہ نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرلیا۔ لہٰذا رہا کر دیا گیا۔ مگر دوسرے بدستور اپنے قول پر مصر رہے۔ اس کے بعد دوسرے دن پھر ان کو اسی طرح طلب کر کے ان کا امتحان لیا گیا۔ اس دن قواریری نے قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کیا لہٰذا وہ بھی چھوڑ دیا گیا البتہ احمد بن حنبل اور محمد بن نوح بدستور اپنی رائے پر جمے رہے۔ لہٰذا ان دونوں کو لوہے کی بیڑیاں پہنا کر ایک خط کے ساتھ طرسوس روانہ کر دیا گیا۔ چند روز کے بعد دوسرے فقہا کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ بھی طرسوس پہنچ جائیں لیکن ابھی یہ سب لوگ راستے ہی میں تھے کہ خلیفہ مامون 18 رجب 218ھ (833ء) کو بخار میں مبتلا ہو کر جاں بحق ہو گیا۔ اس نے اپنی وفات سے پہلے اپنے ولی عہد ابو اسحاق معتصم کو جو نصیحتیں کیں ان میں ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ اپنے بنی عم یعنی اولاد امیرالمومنین علی بن ابی طالب کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔ ان کو اپنی مصاحبت میں شریک کرنا۔ ان کے کسی شخص سے کوئی خطا ہو اسے معاف کرنا اور جو کوئی اچھا کام کرے اس کا انعام دینا۔ ان کے وظائف سالانہ ادا کرتے رہنا۔ کئی وجوہ سے ان کے حقوق کی حفاظت کرتے رہنا اور ان کی ادائیگی ضرور کرنا۔[۲۴]"

خلیفہ مامون کے سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ چونکہ مامون کی خلافت اہل خراسان ہی کی بدولت قائم ہوئی تھی۔ اس لیے اس کے عہد میں ان کا زور بہت بڑھ گیا۔ عربوں کی شان بالکل گھٹ گئی۔ عجمی تمام مناصب پر حاوی ہو گئے اور فوج میں بھی یہی لوگ بھرتی کیے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مامون کے زمانہ میں کوئی عربی سپہ سالار نام ونمود نہیں حاصل کرسکا بلکہ ترکوں اور خراسانیوں نے شہرت پائی۔ مامون کے سپہ سالار طاہر بن حسین کے ہاتھوں خلیفہ امین کے، جو باپ اور ماں دونوں کی جانب سے ہاشمی تھا، قتل کے بعد بغداد اور عراق میں پانچ چھ سال تک جو بغاوتیں ہوتی رہیں ان کی وجہ یہی تھی کہ عراق کے عرب اشراف، عجمیوں کی بالادستی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ ان بغاوتوں میں سب سے بڑی بغاوت نصر بن شبث کی تھی جو کھلم کھلا یہ کہتا تھا کہ میں نے مامون کے خلاف علم بغاوت محض اس لیے بلند کیا ہے کہ اس نے عربوں پر عجمیوں کو مقدم کر دیا ہے۔ اس کی یہ بغاوت پانچ سال تک جاری رہی تھی۔ طبری کا بیان ہے کہ عربوں اور عجمیوں کے درمیان تضاد کی اس

Marfat.com

صورت حال میں "جب ایک مرتبہ مامون شام میں مقیم تھا تو ایک شخص کئی مرتبہ ان کے روبرو آیا اور اس نے کہا "امیر المومنین آپ شام کے عربوں پر بھی وہی نظر عنایت رکھیں جو آپ خراسان کے عجم پر رکھتے ہیں"۔ کہنے لگے۔ "اے شامی" تم نے کئی مرتبہ یہ بات مجھ سے کہی ہے اس کا جواب سنو۔ جب کبھی میں نے قیس (حجازی قبیلہ) اپنے رسالے میں شریک کیا میرا سارا خزانہ خالی ہو گیا۔ یمن سے نہ مجھے محبت ہے نہ یمنی مجھے اچھا سمجھتے ہیں۔ بنی قضاعہ کا یہ حال ہے کہ ان کے عمائد سفیانی کے خروج کے منتظر ہیں تاکہ اس کے ساتھ ہو جائیں۔ رہے ربیعہ تو وہ اللہ سے اس لیے ناراض چلے آتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی کو بنی مضر میں سے کیوں مبعوث کیا۔ جب کبھی دو آدمیوں نے خروج کیا ہے ان میں ایک خارجی ضرور ہوتا ہے۔ اب میرے سامنے نہ آنا۔"[۲۵] اسلم جیراج پوری کی رائے یہ ہے کہ "مامون کی اس تصریح سے صاف ظاہر ہے کہ عربی عصبیت جس کے انحطاط کو عالم اسلام محسوس کر رہا تھا اس کو بنی عباس کس نظر سے دیکھتے تھے۔ اور عربوں کے متعلق ان کا کیا رویہ تھا۔ یہی خیالات تھے جن کی بنیاد پر ان خلفاء نے اہل عرب کی طرف سے اپنی توجہ پھیر لی اور عجمی فوج پر اعتماد کیا۔ جس سے ان کی خلافت صرف نام کی عربی خلافت رہ گئی جس کی زبان عربی تھی ورنہ عربی قوت اور عربی عصبیت کا عنصر اس میں باقی نہیں تھا۔"[۲۶]

مامون کی سلطنت دراصل چار آزاد سلطنتوں میں منقسم تھی۔ افریقہ ابراہیم بن اغلب کے زیر نگین تھا' یمن محمد بن ابراہیم کے زیر اقتدار تھا' خراسان میں طاہر بن حسین مطلق العنان تھا اور بقیہ علاقے پر مامون کی براہ راست حکومت تھی۔ ابراہیم بن اغلب' محمد بن ابراہیم اور طاہر بن حسین صرف سالانہ خراج دارالخلافہ کو بھیج دیتے تھے۔ باقی امور میں وہ بالکل آزاد تھے۔ ان چار سلطنتوں کے علاوہ عالم اسلام میں دو اور آزاد سلطنتیں بھی تھیں۔ ایک مغرب اقصیٰ (یعنی تیونس و مراکش) میں ادریسی سلطنت اور ایک سپین میں اموی سلطنت۔ موخر الذکر دونوں سلطنتوں کا خلیفہ مامون سے کوئی تعلق نہیں تھا اور اگر کوئی تعلق تھا تو وہ دشمنی کا تھا۔ اسلامی اخوت اور اتحاد واتفاق کا نہیں تھا۔ مغرب اور سپین کی سلطنتوں میں بھی بالادستی غیر عربوں کی تھی۔ قرطبہ میں علم فقہ کا سب سے بڑا عالم ایک بربر یحییٰ بن یحییٰ تھا جس نے مدینہ میں امام مالک سے تعلیم حاصل کی تھی۔ قرطبہ کی فوج بھی عجمیوں کی طرح تھی یعنی افریقیوں کی تھی جو عربی کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے تھے۔

Marfat.com

علامہ ابن خلدون بنی عباس کے عہد میں عربوں کے زوال اور عجمیوں کے عروج کا سبب یہ بیان کرتا ہے کہ "عجمی علوم و فنون میں عربوں سے برتر تھے اس لیے امور سلطنت چلانے کے لیے ان کا تعاون ضروری تھا۔ یہ تعاون ابتدا" عجمی وزیر کا تقرر کر کے حاصل کیا گیا۔ یہ وزیر رفتہ رفتہ اس قدر طاقتور ہو گیا کہ اس کے سامنے خلیفہ کی حیثیت محض ایک کٹھ پتلی کی سی ہو گئی۔" علامہ لکھتا ہے کہ "یہ ایک اچنبھے کی بات ہے کہ کیا علوم شرعیہ اور کیا عقلیہ' سب میں عجمی عربوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ شاذ و نادر ہی مثالیں اس کے خلاف ملیں گی۔ حالانکہ مذہب اسلام عرب سے نکلا اور خود شارع علیہ السلام بھی امی ہی تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب شروع شروع میں بدوی اور سادہ مزاجی کی وجہ سے علم سے بھی بے بہرہ تھے اور صنعت سے بھی ناواقف۔ اور لوگ احکام شرعیہ کو اوامر اور نواہی کی شکل میں سینہ بہ سینہ ایک دوسرے تک پہنچاتے تھے اور خود آنحضرتؐ کی تعلیم کی بدولت یا آپ کے اصحاب کی تلقین کے طفیل ان احکام کے ماخذ کا کتاب و سنت سے خوب پتہ رکھتے تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ عرب میں تالیف و تدوین کا کوئی چرچا یا رواج نہ تھا۔ نہ ہی ان کو اس کی اس وقت تک ضرورت پڑی تھی۔ غرض صحابہ اور تابعین کے دور میں یونہی علم سینہ بہ سینہ چلتا رہا۔ اور اوراق و حروف مکتوبہ کی بندش میں آکر نہیں گھرا۔ اس دور میں جو حاملین علم ہوتے ان کو قراء کے لفظ سے پکارتے۔ کیونکہ وہی کتاب کو پڑھ سکتے اور امیوں میں ان کا شمار نہ ہوتا۔ صحابہ چونکہ عرب تھے اس لیے امیت کی صفت ان میں عام تھی اور اسی لیے قراء کے امتیازی لفظ سے قارئین کتاب اللہ کو امیوں سے ممتاز کیا جاتا تھا۔ گویا یہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پڑھ سکتے۔ اور ان ہی سے احکام شرعیہ نکالتے اور حدیث کو تفسیر و تشریح قرآن کا درجہ دیتے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے خود فرمایا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو تھامے رہو گے کبھی نہ بھکو گے اور وہ کتاب اللہ ہے اور میری سنت ہے اب جب سینہ بہ سینہ نقل و روایات کا سلسلہ ہارون رشید کے زمانہ میں سست پڑا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ تفسیر و حدیث کے علم کو تصنیف و تالیف کا جامہ پہنایا جائے۔ اس خوف سے کہ کہیں علم یوں ہی ضائع نہ ہو جائے۔ پھر ساتھ ساتھ اس کی بھی حاجت معلوم ہوئی کہ اسانید کی صحیح صحیح معلومات بہم پہنچائی جائیں اور ناقلین روایات کی عدالت و غیرعدالت کی بھی چھان بین کی جائے تاکہ صحیح

Marfat.com

حدیث غیر صحیح سے ممتاز وجدا ہو۔ اس کے بعد جزئی جزئی واقعات کا کتاب وسنت سے استنباط کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو اختلاط عجم سے عربی زبان فساد پذیر ہونے لگی۔ جب یہ صورت حال ہوئی تو علم نحو کے قوانین وضع ہوئے اور علوم شرعیہ کے لیے دیگر وسائلی علوم کی بھی ضرورت پڑی جن سے عربیت کے قوانین کا بھی علم ہوا اور استنباط اور قیاس کے قوانین کی بھی معرفت ہوئی اور چونکہ الحاد وبدعت کا بڑا زور ہو گیا تھا اس لیے اس کی بھی حاجت محسوس ہوئی کہ دلائل عقلیہ ایمانیہ کا ثبوت دیا جائے اور ان پر سے اعتراضات وشکوک کو رفع دفع کیا جائے۔ لہٰذا یہ سب کے سب علوم مصانع کی شکل میں محتاج تعلیم و تربیت ٹھہرے۔ چونکہ صنعت' حضریت و شہریت کا ثمرہ ہے اور عرب حضریت سے کوسوں دور تھے اس لیے عرب ان علوم سے بھی دور ہی رہے البتہ عجم یا موالی اور وہ حضری اقوام جو صنائع و حروف میں عجم کے دوش بدوش چل رہے تھے پکے شہری تھے اور وہ بھی آج سے نہیں قدیم زمانے سے۔ اس لیے تو ایجاد علوم کا چرچا ان کے ہاں ہوا۔ نحو میں سیبویہ نے نام پایا۔ اس کے بعد فارسی نے اور پھر زجاج نے۔ یہ سب نصب کے اعتبار سے عجم تھے۔ مگر چونکہ انہوں نے عربی زبان ہی میں آنکھ کھولی تھی اور عرب ہی کی صحبت میں پڑھے تھے۔ اس لیے انہوں نے قوانین نحویہ کو ایک علم کی شکل میں لاکر بعد میں آنے والوں کی سہولت کی خاطر رواج دیا۔ اس طرح حاملین و حفاظ حدیث بھی عجمی ہی تھے جن کی زبان عربی تھی۔ یہی حال علمائے اصول فقہ وعلم کلام کا تھا کہ وہ بھی سب کے سب عجمی تھے اور مفسرین قرآن بھی زیادہ عجمی گزرے ہیں۔ غرض علم دین کی حفاظت و تدوین کا ٹھیکہ انہی عجمیوں نے لے رکھا تھا۔ سچ فرمایا نبی ؐ نے کہ اگر علم آسمان کے کناروں سے جا اٹکے گا تو بھی عجم اس کو پالیں گے۔ اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ عرب بھی حضریت شناس ہوئے اور انہوں نے بدویت کے جامہ کو اتار پھینکا مگر پھر یہ سیاست و حکومت رانی کے بکھیڑوں میں ایسے الجھے اور پھنسے کہ ان کو سر کھجانے کی فرصت نہ ملی تو یہ علم کی طرف کیا رخ کرتے۔ پھر ایک یہ صورت بھی تھی کہ علم کا شمار چونکہ صنائع میں تھا اور عرب ریاست کے زعماء اور روساء ہمیشہ صنعتوں سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں اس لیے یہ بھی علم سے کنارہ کش ہی رہے اور اس کی حفاظت کی پوری پوری ذمہ داری عجم اور مولدین (سپین کے مقامی نو مسلم) کے سپرد کر دی گئی۔ ان اسباب سے حاملین علم شریعت زیادہ تر عجمی ہوئے۔ رہے

Marfat.com

علوم عقلیہ' تو وہ اسلام میں اس وقت آئے کہ اہل تصنیف علماء کا فرقہ علیحدہ ممتاز ہو چکا تھا اور علوم صنائع کی شکل میں آ گئے تھے۔ اس لیے عجم ہی کے ساتھ یہ علوم مختص رہے اور عرب ان سے دست کش رہے اور انہوں نے ان کی طرف رخ نہیں کیا۔ چنانچہ بلاد عراق' خراسان اور ماوراالنہر جو حضریت اور شہریت کے مرکز تھے علوم کے بھی ساتھ ساتھ مرکز و منبع بنے رہے"[۲۷]

حضریت اور شہریت کے بارے میں عجمیوں کی برتری کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن خلدون نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "چونکہ اہل سلطنت ہمیشہ شہریت و حالات تمدن میں اپنے اگلوں (محکوم قوم) کے قدم بقدم چلتے ہیں۔ انہیں کے حالات کو اپنا معیار زندگی بناتے ہیں اور بہت کچھ ان سے لیتے ہیں اس لیے عربوں نے جب فتوحات کیں اور فارس اور روم کو اپنے اقتدار میں لائے اور ان کے لڑکے اور لڑکیوں سے خدمت لینے لگے تو ان کا بھی یہی حال رہا۔ انہوں نے شہریت محکوم ملکوں سے سیکھی۔ ورنہ فتح سے پہلے وہ شہریت کے نام سے نا آشنا تھے۔ نقل ہے کہ جب دسترخوان پر ان کے سامنے چپاتیاں آئیں تو وہ اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ کسریٰ کے خزانہ میں جب انہوں نے کافور دیکھا تو اس کو نمک سمجھ کر آٹے میں بجائے نمک کے استعمال کرنے لگے۔ غرض اس قسم کی مثالیں تاریخ میں بہت ملتی ہیں۔ اب جب عربوں نے روم و فارس کو اپنی غلامی میں لیا اور اپنے کاموں میں ان سے خدمتیں لینے لگے۔ گھربار کے دھندے ان کے سپرد کیے اور کاموں کے لیے ان میں سے ماہر چنے تو انہوں نے ہر چیز میں اصلاح و درستگی اور عمدگی کے راستے عربوں کو سکھائے اور عیش و عشرت' مرفہ الحالی و خوشحالی کی رنگ برنگ ترکیبیں ان کو سمجھائیں۔ پھر کیا تھا عرب نے بھی رنگ بدلا اور اپنے حالات میں شہریت و تمدن کو چوٹی پر پہنچایا۔ کیا کھانے پینے پہننے میں اور کیا مکانات' ہتھیار' فرش و خروش اور برتنوں وغیرہ میں بلکہ فخر و مباہات کی باتوں میں بھی مثلاً عروسی اور ولیمے کی تقریبوں میں تکلف و نزاکت میں حد سے آگے بڑھ گئے۔ ذرا ان واقعات کو سامنے لائیے جو مسعودی اور طبری نے خلیفہ مامون کی شادی کے سلسلہ میں نقل کیے ہیں جو بوران بنت حسن بن سہل (جو خراسانی تھا اور جسے عرب اشراف مجوسی ابن مجوسی کہتے تھے) کے ساتھ ہوئی۔ دولہا دلہن کی طرف سے بے دریغ دولت لٹائی گئی۔ بے دردی سے پیسہ اڑایا گیا۔ غرض ایسی دھوم دھام سے شادی رچائی

Marfat.com

کہ سن کر انسان حیران و ششدر ہوتا ہے۔ مثلاً خلیفہ مامون کے حالی موالی پر دلہن کے باپ حسن بن سہل نے جو دولت صرف کی اور داد و دہش کا بلند ترین نمونہ پیش کیا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حاضرین کے طبقہ اولیٰ پر مشک و عنبر کی گولیاں کاغذ میں لپٹی ہوئی اور ہر کاغذ پر مختلف آمدنی کی جاگیروں کے پٹے لکھے ہوئے' نچھاور کی گئیں۔ جس کسی کے ہاتھ جو لگ گئی بس اس کاغذ پر لکھی ہوئی زمین اس کی ہو گئی۔ طبقہ دوئم کے لوگوں میں اشرفیوں کی تھیلیاں تقسیم ہوئیں۔ جن میں سے ہر تھیلی میں دس ہزار دینار تھے۔ طبقہ سوئم کے افراد میں دس دس ہزار درہم سے بھری ہوئی تھیلیاں بانٹی گئیں۔ اور حسن نے مامون کے آنے سے پہلے جو کچھ صرف کیا تھا وہ اس سے کئی گنا زائد ہے۔ اب مامون کی طرف سے سنئے کہ اس نے حوران کو اس کے مہر میں شب اول ایک ہزار گراں بہا یاقوت دیئے اور عنبرین شمعیں جلوائیں۔ جن میں سے ہر ایک شمع کم وبیش ڈیڑھ ہزار من کی تھی۔ اس کے لیے قصر شاہی میں ایسا فرش بچھوایا جس کی چٹائی بھی زرتار اور درو یاقوت سے مرصع اور جڑاو تھی۔ چنانچہ مامون نے جب اس کو دیکھا تو کہا برا ہوا ابو نواس کا کہ شاید اس نے اس کو دیکھ کر تو شراب کی تعریف میں یہ شعر نہیں کہا ہے۔

"شراب پر اس کے چھوٹے بڑے بلبلے ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے سنہری زمین پر موتی بکھرے ہوئے ہوں"۔

"ولیمہ کی شب کھانا پکانے کے لیے پورا ایک سال پہلے سے ایک سو چالیس خچروں کا بوجھ لکڑیوں کا یومیہ مطبخ میں داخل کیا جاتا اور دن میں تین مرتبہ لکڑی لائی جاتی۔ لیکن لکڑیوں کا انبار بھی دو ہی رات میں بھسم ہوگیا۔ پھر شاخیں اور ٹہنیاں تیل ڈال کر جلانے لگے۔ ملاحوں کو کشتیاں حاضر کرنے کا حکم ہوا تاکہ خاص مہمان دجلہ کی راہ بغداد سے شہر مامون میں لاکر محلات شاہی میں اتارے جائیں اور وہ دعوت ولیمہ میں شرکت کریں۔ یہ کشتیاں تعداد میں تیس ہزار تھیں۔ ان میں بیٹھ کر لوگوں نے دریا کی سیر و تفریح میں دن کا پچھلا حصہ گزارا[۲۸]۔ طبری کا مزید بیان ہے کہ "مامون سترہ دن حسن کے مہمان رہے۔ اس اثناء میں روزانہ ان کے تمام مصاحبین کے لیے جملہ ضروریات حسن کی طرف سے مہیا کی جاتی تھیں۔ جس نے تمام امراء کو ان کے درجے اور مرتبے کے مناسب خدمت اور صلے دیئے۔ اس میں اس کے پانچ کروڑ درہم خرچ ہوئے۔ وہاں سے واپس ہوتے ہوئے مامون

Marfat.com

نے غسان بن عباد کو حکم دیا کہ وہ فارس کی آمدنی سے ایک کروڑ نقد حسن کو دے۔ اس کے علاوہ انہوں نے صلح کو اس کی جاگیر میں دے دیا۔ یہ رقم چونکہ غسان کے پاس موجود تھی اس نے وہیں اسے حسن کے حوالے کر دیا۔ حسن نے دربار کیا اور اس رقم کو اس نے اپنے امرا' عہدیدار' مصاحبین اور خدام حشم میں تقسیم کر دیا۔ مامون جب بغداد جانے لگے حسن نے دور تک ان کی مصاحبت کی اور پھر وہ صلح کے دہانے چلا آیا۔۔ مامون نے اس شادی پر تین کروڑ پچاس لاکھ سے تین کروڑ ستر لاکھ تک خرچ کیے۔۔۔۔ رسم جلوہ کے موقع پر ایک ہزار موتی' جو سونے کی کشتی میں رکھے تھے دلہن کے سر پر سے نچھاور کیے گئے۔ شب عروسی میں عنبر کی ایک اتنی بڑی شمع روشن کی گئی جس کے سنہری توڑے میں چالیس من عنبر تھی"۔[۲۹]

گویا مامون کے دور میں مسلمانوں میں شہنشاہی شان و شوکت اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ یہ شہنشاہی نظام حکومت جو ظہور اسلام کے وقت قبائلی جزیرہ نما عرب سے باہر کی دنیا میں رائج تھا' عربوں نے عجمیوں پر فتح پانے کے بعد عجمیوں سے سیکھا تھا۔ ابن خلدون کے بقول نہ صرف سیاست ونظام حکومت بلکہ شہریت اور تمدن بھی انہوں نے عجمیوں سے سیکھا تھا پھر اسی شان وشوکت اور جاہ وجلال پر پہنچ گئے۔ جو فارس و روم کے شہنشاہوں کا طرہ امتیاز ہوا کرتا تھا۔ آج کے دور کے اسلامی احیاء پسند جو اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حقیقت قرار دے کر قرون وسطیٰ کے سیاسی و معاشی نظام کو اسلامی نظام قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ازل سے ابد تک قابل عمل ہے' اس تاریخی حقیقت سے یا تو ناواقف ہیں یا بددیانت ہیں کہ جب عرب جزیرہ نما عرب سے باہر نکل کر عجم پر قابض ہوئے تو ان کے پاس سیاست و حکومت کا جو نظام تھا اس کی بنیاد قبائلی معاشرت تھی' اس کی بنیاد اسلام پر نہیں تھی' اور جب عجم پر انہوں نے اپنی سلطنت کو مستحکم کیا تو پسماندہ قبائلی نظام سیاست و حکومت کو ترک کرکے اس وقت کے ترقی یافتہ جاگیرداری شہنشاہی نظام سیاست و حکومت کو اپنا لیا اور دنیا میں عروج پا گئے۔ نہ تو قبائلی سیاسی نظام کا تعلق اسلام سے تھا اور نہ ہی شہنشاہی جاگیردارانہ نظام کی بنیاد اسلام پر تھی۔ دراصل دین اسلام کا موضوع سیاسی یا معاشی نظام نہیں تھا بلکہ اس کا موضوع خیر وشر' نیکی وبدی' حق و باطل' سچ اور جھوٹ میں تمیز اور انسانوں کے مابین ظلم و زیادتی کا خاتمہ اور عدل و انصاف کا قیام تھا۔ اس کے لیے

Marfat.com

مسلمان خواہ جس نظام کو بھی اپنائیں' ان بنیادی تقاضوں کو فراموش نہ کریں۔ چنانچہ قرون وسطٰی کے مسلمانوں نے اپنے عہد کے مروجہ نظام کو بخیر وخوبی اختیار کیا اور اس بحث میں نہ الجھے کہ وہ سیاست و حکومت کا نظام اسلامی ہے یا غیر اسلامی' چنانچہ فلاح و ترقی پائی۔ انہوں نے سیاست و حکومت کا نظام مذہب سے اخذ نہیں کیا تھا بلکہ اس معاملہ میں ان کا رویہ بالکل سیکولر تھا۔ انہوں نے اس نظام کو بلا حیل و حجت اختیار کرلیا جس پر دنیا کے دوسرے مذاہب کے حکمران عمل پیرا تھے۔ البتہ انہوں نے علماء کو بطور قاضی اپنی انتظامیہ میں شامل کیا ہوا تھا' جن کا دائرہ کار چھوٹے موٹے عدالتی امور اور دینی علوم کی درس و تدریس تک محدود تھا۔ سیاسی اقتدار کے ضمن میں ہونے والے قتل اور سزائیں قاضیوں کی عدالتوں کے دائرے سے باہر تھے۔ سیاسی اور حکومتی تمام امور مطلق العنان خلیفہ یا بادشاہ کے ہاتھ میں ہوتے تھے جنہیں وہ اپنی مادی مصلحتوں کے مطابق انجام دیتا تھا۔ آج کے زوال پذیر مسلمان' قرون وسطٰی کے عروج یافتہ مسلمانوں سے کوئی سبق لے سکتے ہیں تو یہ کہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے' اپنی قدامت پرستی' دقیانوسیت اور رجعت پسندی ترک کرکے آج کے مروجہ ترقی یافتہ سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظاموں کو اختیار کریں۔

Marfat.com

باب : 7

# خلیفہ ابواسحاق معتصم باللہ

## ترک عجمیوں کا عروج' خراسانیوں اور عربوں کا زوال

خلیفہ مامون کی وفات کے بعد اس کا بھائی ابو اسحاق معتصم بن محمد ہارون رشید 18 رجب 218ھ مطابق 10 اگست 833ء کو طرسوس میں عہدہ خلافت پر متمکن ہوا اس نے معتصم باللہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ ایک عجمی لونڈی باردہ کے شکم سے تھا۔ مامون کے زمانہ میں وہ شام و مصر کا والی تھا۔ بہت بہادر تھا اس لیے مامون اس کی قدر کرتا تھا۔ یہی سبب تھا کہ اس نے اپنے بیٹے عباس کو چھوڑ کر اس کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ لوگوں کو یہ اندیشہ تھا کہ عباس بن مامون خلافت کے سوال پر تنازعہ کرے گا۔ مگر اس کی نوبت نہ آئی۔ فوج نے پہلے تو عباس کے حق میں شور و غوغا برپا کر دیا تھا اور مطالبہ کیا تھا کہ عباس کو خلیفہ بنایا جائے مگر ابو اسحاق نے عباس کو بلایا' وہ حاضر ہوا اور اس نے اس کی بیعت کی پھر عباس نے فوج سے آ کر کہا تمہاری اس جھوٹی محبت سے کیا ہوتا ہے میں نے اپنی خوشی سے اپنے چچا کی بیعت کر کے خلافت کو ان کے سپرد کر دیا ہے اس بات سے تمام فوج مطمئن ہو گئی۔

معتصم 25 شعبان کو بغداد پہنچا۔ یہاں ابھی وہ اپنی حکومت کو مستحکم کرنے پایا تھا کہ 219 ہجری کے اوائل میں خراسان کے شہر طالقان میں فرقہ زیدیہ کے امام محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی زین العابدین بن حسینؓ نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ محمد مدینہ منورہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ عابد' زاہد اور نیک سیرت تھے۔ ابن خلدون کے بقول ”خراسان کا ایک شیطان بصورت انسان ان کے پاس آ کر رہنے لگا۔ اس نے یہ خیال مستحکم کر دیا کہ ”آپ مستحق امامت ہیں۔“ جو لوگ خراسان سے حج کرنے کے لیے آتے تھے وہ اس کی تحریک و ترغیب سے آپ کی بیعت کر لیتے تھے۔ ایک مدت اسی حالت میں گزری۔ جب خراسان کے

Marfat.com

معتقدین کی کثرت ہوئی تو محمد بن قاسم مع اس خراسانی شیطان کے جورجان گئے اور مصلحتاً چند دنوں روپوش رہے مگر یہ درپردہ لوگوں کو آپ کی بیعت کرنے کی ترغیب دیتا اور رؤسا اور امرا کو آپ سے ملاتا رہتا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد اس خراسانی شیطان نے محمد بن قاسم کو خروج کرنے کی رائے دی اور لوگوں کو رضا من آل محمد کے شیعوں کی طرف دعوت دینے لگا۔ خراسان کے امیر عبداللہ بن طاہر نے اس طوفان کو روکنے کے طرف توجہ کی۔ اطراف طالقان میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور لڑائی میں محمد بن قاسم کو شکست ہی اٹھانا پڑی۔ آخر کار تن تنہا میدان جنگ سے جان بچاکر بھاگے۔ نسا پہنچے۔ کسی نے والی نسا سے آپ کے آنے کی خبر کر دی۔ والی نسا نے گرفتار کرکے عبداللہ بن طاہر کے پاس اور عبداللہ بن طاہر نے 15 ربیع الاول 219ھ کو دارالخلافہ بغداد خلیفہ معتصم کے پاس بھیج دیا۔ معتصم نے مسرور الکبیر خادم کی زیر نگرانی قید کر دیا۔ سال پورا نہ ہونے پایا تھا کہ اسی سال عیدالفطر کی رات کو جیل سے نکل کر بھاگ گئے[1]" اگرچہ ان کی نشاندہی کے لئے ایک لاکھ درہم انعام کا عام اعلان کر دیا گیا اور اس کے لیے منادی کرا دی گئی۔ مگر ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس پر زیدیوں نے اس اعتقاد کی تعمیر کی کہ وہ امام مہدی ہیں اور زندہ غائب ہو گئے ہیں۔ جب دنیا ظلم وستم سے بھر جائے گی تو پھر ظاہر ہوکر اس کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔

تاہم خلیفہ معتصم کو محمد بن قاسم کی بغاوت اور پھر جیل سے فرار سے کوئی خاص پریشانی نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ خود اعلیٰ پایہ کا فوجی تھا اور اس نے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی ترک غلاموں کی ایک اچھی فوج تیار کرلی ہوئی تھی۔ خلیفہ ہوا تو اس نے اہل مصر و یمن کی فوج کو جس میں بنی قیس کے بھی کچھ لوگ شامل تھے مطاربہ کا نام دیا اور سمرقند' اشروسنہ اور فرغانہ کے ترک غلاموں کی فوج کو فراغنہ کا لقب دیا۔ اس کی اس فوج میں خراسانی بھی شامل تھے لیکن غالب عنصر ترک غلاموں کا تھا جن کی شجاعت و بہادری سے وہ بہت متاثر تھا۔ یہ ترک غلام بغداد کی سڑکوں پر بے تحاشا گھوڑے دوڑاتے تھے جن سے عورتیں اور بچے ٹکرا کر زخمی ہو جاتے تھے اہل بغداد نے ترکوں کی اس وحشت پر احتجاج کیا اور انہوں نے کئی ترک فوجیوں کو شہر میں پکڑ کر ہلاک بھی کر دیا۔ جب جھگڑا زیادہ بڑھا تو معتصم نے ترکوں کے لیے بغداد کے نزدیک ایک نئی چھاؤنی تعمیر کرائی جس کا نام سامرا رکھا گیا اور اس نے خود اپنی رہائش بھی وہیں منتقل کرلی معتصم ترکوں کا ایسا قدردان تھا کہ اس نے ان کے

Marfat.com

لباس کو دوسری فوجوں کے لباس سے ممتاز رکھا ان کی وردی ریشمی ہوتی تھی جس پر طلاکاری کی جاتی تھی۔ اس فوج کے سپہ سالار بھی ترک ہی ہوتے تھے جنہیں دربار خلافت میں بلند مقام دیا جاتا تھا۔ گویا اس طرح معتصم کے عہد میں عباسی سلطنت پر خراسانیوں کی جگہ ترکوں کی بالادستی کے قیام کی ابتدا ہو گئی اور عربوں کا اثر و رسوخ اور بھی کم ہو گیا۔ اس کی ترک فوج کا ایک نامور سپہ سالار افشین تھا جس کا اسلامی نام حیدر بن کاوس تھا۔ یہ اشروسنہ کے بادشاہ کا بیٹا تھا اور اس کا خاندانی لقب افشین تھا۔ یہ مامون کے عہد میں معتصم کے پاس آکر ملازم ہوا تھا چونکہ اس میں شجاعت و لیاقت تھی اس لیے معتصم نے اپنی ولایت مصروشام کے زمانہ میں اس سے فوجی کام لیے۔ رقہ میں ایک بار بغاوت ہوئی تھی تو اس کو افشین نے ہی جاکر فرو کیا تھا۔ خلیفہ ہو جانے کے بعد معتصم نے اس کو بابک خرمی کے مقابلے پر متعین کیا۔ بابک خرمی اس جاویدان بن سہل کا پیرو تھا جس نے معاشی اور معاشرتی مساوات کی تعلیمات کی بنیاد پر ایک نیا مذہب شروع کیا تھا۔ جاویدان کے مرنے کے بعد یہ اس کا روحانی خلیفہ بن گیا تھا اور اس حیثیت سے اس نے 202ھ میں خلیفہ مامون کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کا دارالخلافہ آذربائیجان کے علاقے میں شہربذ تھا۔ خلیفہ مامون نے اپنے عہد خلافت میں جس قدر فوجوں کو اس کے مقابلہ پر بھیجا سب کو اس نے نیچا دکھایا تھا۔ بہت سے سپہ سالاروں کو قتل کر ڈالا تھا اور اکثر قلعوں کو جو اردبیل اور آذربائیجان کے درمیان واقع تھے، ان کو مسمار کر دیا تھا۔ خلیفہ معتصم نے عنان اقتدار سنبھالی تو اس نے پہلے اس مہم پر ابو سعید محمد بن یوسف کو مامور کیا۔ ابو سعید نے پہلی مرتبہ بابک خرمی کو شکست دی۔ اسے دوسری شکست محمد بن البعیث نے دی۔ یہ شخص آذربائیجان کے ایک نہایت مستحکم قلعہ شاہی میں مقیم تھا اور وقتاً فوقتاً بابک خرمی کی ہر طرح سے امداد کرتا رہتا تھا۔ یہ خلیفہ مامون کا فرمانبردار نہیں تھا۔ جب ابو سعید سے بابک خرمی نے ہزیمت اٹھائی تو محمد بن البعیث نے فوراً اپنی وفاداری کا مرکز بدل دیا۔ اس نے بابک کے ایک سپہ سالار عصمت کو، جو اس کے قلعہ کے پاس سے گزر رہا تھا اپنے پاس عزت و احترام سے ٹھہرایا اور پھر رات کے وقت اس کو گرفتار کرکے خلیفہ معتصم کے پاس بھیج دیا۔ معتصم نے عصمت سے بابک کے سارے حالات دریافت کیے اور پھر افشین کو جبال کی سند گورنری دیکر اسے جنگ بابک پر روانہ کیا۔ افشین نے بذ کے معرکہ میں بابک کو

Marfat.com

فیصلہ کن شکست دی۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ جب "افشین بابک پر فتح پانے کے بعد سامرہ کی جانب روانہ ہوا تو خلیفہ معتصم کے حکم کے مطابق ہر منزل پر افشین کی خاطر ومدارات ہوتی تھی۔ ایک خاص قاصد خلیفہ کا مع خلعت فاخرہ اور ایک راس عربی گھوڑا لے کے افشین سے ملتا تھا۔ جس وقت وہ سامرہ کے قریب پہنچا تو خلیفہ معتصم کا بیٹا واثق مع سرداران و اراکین سلطنت کے استقبال کی غرض سے سامرہ سے باہر آیا۔ اور کمال توقیر سے قصر مطیرہ میں ٹھہرایا۔ افشین نے اس قصر میں بابک کو بھی اپنی زیر حراست رکھا۔ خلیفہ معتصم کے حکم سے افشین کے سر پر تاج رکھا گیا۔ قیمتی خلعت پہنائی گئی۔ بیس لاکھ درہم بطور صلے کے مرحمت فرمائے اور دس لاکھ درہم اس کے لشکریوں میں تقسیم کیے گئے۔ یہ واقعہ ماہ صفر 223ھ کا ہے[2]"۔ اس کے بعد دربار خلافت میں ترکوں کے اثر ورسوخ میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ خلیفہ نے بابک کو قتل کر کے اس کا سر خراسان بھیج دیا اور اس کی لاش سامرہ میں سولی پر چڑھا دی گئی۔ کہتے ہیں کہ افشین جب اتنے بلند مقام پر پہنچ گیا تو وہ اپنے ذہنی توازن کو قائم نہ رکھ سکا اور اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بلاد ماوراالنہر میں اپنی مستقل بادشاہت قائم کرے۔ خراسان میں عبداللہ بن طاہر نے پہلے اپنی اس قسم کی بادشاہت قائم کر رکھی تھی اور وہ خلیفہ کو سالانہ خراج ادا کرنے کے بعد اپنے علاقے میں ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح حکومت کرتا تھا۔

تاہم اس وقت اس نے یہ تمنا اپنے دل میں ہی رکھی اور خلیفہ معتصم نے اسے اسی سال قیصر روم کے خلاف لڑائی کا حکم دیا جس نے بابک خرمی کی تحریک پر قبضہ کر کے وہاں کے مردوں کو قتل کر ڈالا تھا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا تھا چونکہ قیصر روم نے زبطرہ میں بہت مظالم کیے تھے اس لیے خلیفہ معتصم خود اس لڑائی پر روانہ ہوا۔ اس کے سپہ سالاروں میں افشین کے علاوہ اشناس' محمد بن ابراہیم بن مصعب' ایتاخ' جعفر بن دینار اور عجیف بن عنبسہ شامل تھے۔ اگرچہ اس لشکر کی روانگی سے پہلے عجیف بن عنبسہ' زبطرہ کو رومیوں سے خالی کروا چکا تھا تاہم معتصم نے رومیوں کو سزا دینے کا ارادہ ترک نہ کیا۔ پہلے شہر انقرہ کو فتح کیا۔ یہ واقعہ 25 شعبان 223ھ کا ہے۔ اس کے بعد 55 دن کی شدید لڑائی کے بعد شہر عموریہ فتح کیا۔ وہاں کے رومیوں نے کلیسا میں جا کر پناہ لی۔ مسلمانوں نے اسے آگ لگا دی۔ شہر کا حاکم یاطیس بطریق قلعہ کے ایک برج میں چھپ گیا تا آنکہ خلیفہ معتصم کے

Marfat.com

امان دینے پر برج سے نکلا- جس طرف نظر جاتی تھی ایک ایک مسلمان سپاہی پانچ پانچ دس دس لونڈی غلاموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہانکے ہوئے لاتا تھا- تھوڑی دیر میں ایک جم غفیر غلاموں اور لونڈیوں کا جمع ہو گیا- خلیفہ معتصم مال غنیمت کو پانچ دن میں جس قدر فروخت کر سکا فروخت کیا اور باقی ماندہ کو جلا دیا- لونڈی غلاموں پر پانچ پانچ دس دس کرکے بولی ہوتی تھی اور سامان واجبات کے بڑے بڑے انبار کو ایک دم نیلام کر دیا جاتا تھا- یہ واقعہ ماہ شوال 223ھ کا ہے- معتصم کے واپس روانہ ہونے سے پہلے جو دن اس نے اپنے سپہ سالار ایتاخ کے لیے متعین کیا تھا کہ اس روز وہ مال غنیمت کو فروخت کر دے گا- اس روز لوگ اس کی غنیمت گاہ کو لوٹنے کے لیے چڑھ دوڑے- اس ہنگامہ کو سن کو خود معتصم گھوڑا دوڑاتے ہوئے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے اس ہنگامہ میں آئے- لوگ ان کو دیکھ کر ان کے سامنے سے ہٹ گئے اور انہوں نے اس غنیمت گاہ کو لوٹنے سے اپنا ہاتھ روک لیا- - - - جنگی قیدیوں میں سے خلیفہ نے شرفاء و رؤساء کو الگ کیا اور باقی ماندہ کو قتل کرنے کا حکم دے دیا"[۳]-

جب یہ مہم ختم ہوئی تو عجیف بن عنبسہ اور بعض دوسرے فوجی سپہ سالار افشین کے خلاف حسد کی آگ میں جل رہے تھے- اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ "اسلامی شہر زبطرہ کے بادشاہ روم کے ہاتھوں تباہی و قتل وغارت گری کے بعد جب معتصم نے عجیف بن عنبسہ کو رومی علاقہ پر دو دوسرے جرنیلوں کے ساتھ روانہ کیا تھا تو اسے اخراجات جنگ کے صرف کرنے میں وہ آزادی نہ دی تھی جو افشین کو حاصل تھی- نیز معتصم کو اس کے اپنے فرائض کی بجا آوری میں کوتاہی بھی نظر آئی تھی اور اس نے اس کے افعال کو غیراطمینان بخش محسوس کیا تھا- اس بات کی اطلاع عجیف کو بھی ہو گئی کہ امیرالمومنین اب اس کی طرف سے حسن ظن نہیں رکھتے- مزید بیان کیا جاتا ہے کہ اس بنا پر عجیف نے عباس بن مامون کو خوب برا بھلا کہا اور اس بات پر ملامت کی کہ کیوں اس نے مامون کی وفات کے وقت ابو اسحاق کی بیعت کی اور اس بات پر جرات و ہمت دلائی کہ وہ اپنے کیے کی تلافی کرے- عباس نے یہ بات مان لی اور پھر اس نے رومیوں کے خلاف مہم کے دوران عجیف اور بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر معتصم اور اس کے فوجی امرا کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا- عجیف عموریہ کی فتح سے پہلے معتصم اور اس کے سپہ سالاروں کو قتل

Marfat.com

کرانا چاہتا تھا مگر عباس نہ مانا اور کہا میں اس جہاد میں فساد نہیں پیدا کرنا چاہتا۔ عموریہ فتح ہو گیا تو عجیف نے پھر عباس کو معتصم کے قتل پر اکسایا۔ یہ کام وہ اس طرح کرنا چاہتا تھا کہ پہلے مال غنیمت کو لوٹنے کے لیے ہنگامہ کروایا جائے اور پھر اس ہنگامہ میں معتصم کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مگر عباس نے اسے بھی نہ مانا۔ وہ عموریہ سے واپسی پر راستے میں پہاڑی درروں میں اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن جب معتصم عموریہ سے واپس لوٹا تو سازشیوں میں ان بن ہو گئی اور اشناس نے معتصم کو قتل کی سازش سے آگاہ کر دیا۔ معتصم نے عباس کو بلا کر پوچھا تو اس نے نبیذ پی کر اقبال جرم کر لیا۔ معتصم نے اسے افشین کی زیر نگرانی کر دیا اور پھر وہ سازشی سپہ سالاروں کے پیچھے پڑ گیا۔ کسی کو قید کیا اور کسی کو قتل کیا۔ منبج میں پہنچ کر عباس بن مامون نے کھانا طلب کیا۔ کھانا دیا گیا مگر پانی نہ دیا گیا۔ کھانے کے بعد اسے ایک بوری میں بھر کر سی دیا گیا۔ وہ دم گھٹ کر مر گیا۔ نصیبین میں پہنچ کر معتصم نے ایک گڑھا کھدوایا اور عمرو فرغانی کو زندہ دفن کر دیا۔ موصل پہنچا تو عجیف کو اسی طرح مارا جس طرح عباس کی زندگی کا خاتمہ کیا تھا۔ غرض تھوڑے ہی دنوں میں رفتہ رفتہ کل سپہ سالاروں کو جنہوں نے عباس کی بیعت کی تھی، قتل کر ڈالا اور عباس بن مامون کو عباس لعین کے لقب سے یاد کرنے لگا۔ سامرہ میں داخل ہوتے ہی خلیفہ مامون کی بقیہ اولاد کو گرفتار کرا کے ایک مکان میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب مر گئے۔"

قرون وسطیٰ کے مروجہ استبدادی سیاسی نظام میں اپنے حقیقی بھتیجوں کے ساتھ یہ سلوک کرنا، عام دستور تھا جس پر دنیا کے دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے حکمران بھی عمل کرتے تھے۔

خلیفہ معتصم اس کام سے فارغ ہوا تو طبرستان کے والی مازیار بن قارن کی خراسان کے والی عبداللہ بن طاہر سے ان بن ہو گئی۔ مازیار نے کہا کہ میں سالانہ خراج خراسان کے خزانہ میں داخل نہیں کروں گا۔ بلکہ براہ راست خلیفہ کے پاس بھیجوں گا۔ عبداللہ بن طاہر نے خراج وصول کرنے میں سختی کی تو مازیار بگڑ گیا۔ فریقین کی کدورتوں نے جنگ و جدال کی صورت اختیار کر لی۔ اس لڑائی کا حقیقی سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ 222ھ میں جب افشین کو بابک خرمی کے خلاف کامیابی حاصل ہوئی تو اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ بلاد ماوراءالنہر کی بادشاہت حاصل کرے۔ اس نے سوچا کہ جب تک عبداللہ بن طاہر

Marfat.com

خراسان میں موجود ہے مجھ کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس فکر میں پڑا کہ کسی صورت سے معتصم کو اس سے برگشتہ خاطر کرا دے تاکہ وہ اس کو معزول کر کے مجھے اس کی جگہ پر مقرر کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے آبائی مذہب کے حوالے سے مازیار سے تحریری طور پر رابطہ پیدا کر کے اسے عبداللہ بن طاہر کے خلاف اکسایا۔ عبداللہ نے اپنے چچا حسن بن حسین بن مصعب کو ایک فوج گراں کے ساتھ جرجان کی طرف روانہ کیا کہ باغیوں کی دستبرد سے اس کو محفوظ رکھے۔ معتصم نے بھی محمد بن ابراہیم بن مصعب کو بھیجا۔ پھر حسن بن قارن طبری سپہ سالار اس کی کمک کے لیے روانہ کیا اور منصور بن حسن کو حکم دیا کہ آرمینیہ کی طرف سے طبرستان پر حملہ کر دو۔ معتصم نے افشین کو اس مہم پر نہ بھیجا۔ مازیار کو جب چاروں طرف سے فوجوں نے گھیر لیا تو وہ امان طلب کر کے حسن بن حسین کے پاس حاضر ہو گیا۔ اس نے اس کو اپنے چچا زاد بھائی محمد بن ابراہیم کے حوالے کیا اور وہ اس کو لیکر خلیفہ کے پاس گیا۔ وہاں مازیار نے اصل حقیقت بیان کر دی اور اس کے بھائی نے افشین کی طرف سے جو خطوط گئے تھے ان سب کو خلیفہ کے سامنے رکھ دیا ان کے پڑھنے سے پتہ چل گیا کہ یہ ساری کارروائی افشین کی تھی۔ گو ظاہر میں وہ مسلمان تھا لیکن باطن میں اب تک وہ اپنے آبائی دین پر قائم تھا۔ چنانچہ قاضی احمد بن ابی داؤد نے خلیفہ کے غلام بغا کو حکم دیا کہ افشین کو قید میں رکھو۔ چند دنوں کے بعد وہ قید میں مرگیا۔ اس کی لاش سولی پر لٹکا دی گئی اور پھر اسے جلا دیا گیا"[4]۔ طبری لکھتا ہے کہ "افشین گاہے گاہے معتصم کی زبان سے کچھ ایسی باتیں سنا کرتا تھا جس سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ آل طاہر سے بددل ہو گئے ہیں اور ان کو خراسان سے علیحدہ کرنا چاہئے۔ اس سے خود اس کے دل میں خراسان کی ولایت کی طمع پیدا ہوئی۔ اسی منصوبہ کی وجہ سے اس نے مازیار سے ساز باز شروع کی۔ اسے حکومت کی مخالفت پر برانگیختہ کیا اور اطمینان دلایا کہ خلیفہ کو میں تمہاری طرف سے ہموار کر کے باز رکھوں گا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اگر مازیار نے بغاوت کر دی تو معتصم مجبوراً" اسی کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجیں گے اور عبداللہ بن طاہر کو خراسان کی ولایت سے علیحدہ کر کے اس کو مقرر کر دیں گے"[5]۔ قاضی ابن ابی داؤد نے اسے اسلام سے خارج کرنے کی جو وجوہ معلوم کی تھیں ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ غیر مختون تھا۔ افشین کا عذر یہ تھا کہ "مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں اپنے اس عضو کو اپنے

Marfat.com

بدن سے قطع کروں گا تو مرجاؤں گا۔ مزید براں مجھے علم نہیں کہ اگر میں غیر مختون رہوں تو اسلام سے خارج ہو جاؤں گا" کہا جاتا ہے کہ افشین کی اس سزائے قید کے باوجود معتصم اس پر مہربان رہا۔ چنانچہ 226ھ میں جب نئے پھل آئے۔ معتصم نے فصل کے ان نئے پھلوں کو ایک طباق میں رکھ کر اپنے بیٹے ہارون الواثق سے کہا کہ خود ان کو افشین کے پاس لیکر جاؤ اور اسے دو۔ واثق ان پھلوں کو اٹھوا کر وہاں لایا جہاں افشین قید تھا۔ افشین نے طباق دیکھا۔ اس میں ناشپاتی یا آلو بخارا میں سے کوئی ایک پھل موجود نہ تھا۔ افشین نے واثق سے کہا طباق تو بہت ہی عمدہ ہے مگر اس میں نہ آلو بخارا اور نہ ناشپاتی۔ واثق نے کہا میں اب جاکر وہ بھی بھیج دوں گا۔ اس سال افشین مرگیا۔[6]"

227ھ میں ابو حرب المبرقع یمانی نے فلسطین میں خروج کیا۔ اس بغاوت کی وجہ یہ ہوئی کہ "ابو حرب کی عدم موجودگی میں ایک سپاہی نے اس کے گھر میں اترنا چاہا۔ مکان میں اس وقت اس کی بیوی یا بہن تھی۔ اس نے سپاہی کو منع کیا۔ سپاہی نے عورت کے کوڑا مارا۔ اس نے اسے ہاتھ پر روکا اور اس طرح کوڑے کا نشان ہاتھ پر پڑ گیا۔ جب ابو حرب گھر آیا عورت روئی اور اس نے اس حرکت کی شکایت کی اور وہ نشان دکھایا۔ ابو حرب اپنی تلوار لیکر اس سپاہی کی طرف چلا۔ وہ اس وقت گھوڑا دوڑا رہا تھا۔ ابو حرب نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا اور بھاگ گیا۔ نیز شناخت سے بچنے کے لیے اس نے اپنے چہرے پر برقع ڈال لیا۔ یہ بھاگ کر اردن کے ایک پہاڑ میں گھس گیا۔ اگرچہ حکومت نے اس کی تلاش کی مگر اس کا پتہ نہ چلا اب اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دن کے وقت وہ اسی پہاڑ میں نقاب ڈالے کسی نمایاں مقام میں بیٹھ جاتا۔ کوئی شخص اسے دیکھ کر اگر اس کے پاس آتا تو یہ پند وعظ کرتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دیتا' حکومت کی اپنی رعایا کے ساتھ بدسلوکی اور ظلم کی شکایت کرکے ان کو بغاوت پر ابھارتا ایک مدت کی کوشش کے بعد نواح کے کچھ کاشتکار اور دیہاتی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے اپنے اموی ہونے کا ادعا کیا۔ اس وجہ سے اس کے پیرو کہتے تھے۔ کہ یہی وہ سفیانی ہے۔ جب اس ادنی درجہ کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس کے ساتھ ہو گئی تب اس نے اس نواح کے شرفا اور عمائد کو اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی۔ یمانی سرداروں کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی۔ ان میں ایک شخص ابن بیہس تھا اس کا یمنیوں پر بڑا اثر واقتدار تھا۔ وہ شخص دمشق

Marfat.com

کا رہنے والا تھا۔ اس کی اطلاع معتصم کو ہوئی۔ وہ اپنے مرض الموت میں مبتلا تھا۔ اس نے رجاء بن ایوب الحضاری کو تقریباً ایک ہزار باقاعدہ سپاہ کے ساتھ اس کے مقابلہ پر بھیجا۔ اس کے پاس پہنچ کر جب رجاء نے دیکھا کہ ایک خلقت اس کے ساتھ ہے تو وہ اس کے سامنے فروکش ہو گیا اور حملہ کو ٹالتا رہا۔ جب زمینداروں اور کاشتکاروں کے لیے زراعت کی پہلی فصل آئی تو وہ سب کے سب ابو حرب کا ساتھ چھوڑ کر اپنی کاشت کرنے چلے گئے۔ ابو حرب کے پاس دو ایک ہزار آدمی رہ گئے۔ موقع پا کر رجاء نے اس پر یورش کی اور دونوں فوجوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ ابو حرب نے خود بڑھ کر رجاء کی فوج پر حملہ کیا۔ رجاء نے اسے راستہ دے دیا۔ ابو حرب نے دوسری مرتبہ حملہ کیا تو واپسی پر اسے رجاء کی فوج نے گھیر کر پکڑ لیا۔ رجاء ابو حرب کو لیکر معتصم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس بغاوت کے بارے میں ایک اور بیان یہ ہے کہ ابو حرب نے 226ھ میں فلسطین یا رملہ میں بغاوت کی تھی۔ لوگوں نے کہا یہی سفیانی ہے۔ پچاس ہزار یمنی اور دوسرے قبائل اس کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ابن بہیس اور دو اور دمشقیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ معتصم نے رجاء الحضاری کو ایک بڑی زبردست فوج کے ساتھ اس کے مقابلے پر بھیجا۔ اس نے دمشق میں اس پر حملہ کیا ابن بہیس اور اس کے دونوں دستوں کے پانچ ہزار آدمی جنگ میں کام آئے۔ ابن بہیس پکڑ لیا گیا۔ اس کے دونوں ساتھی مارے گئے اس کے بعد رجاء نے رملہ میں ابو حرب پر حملہ کیا۔ اس کے تقریباً بیس ہزار آدمی قتل کر دیئے اور ابو حرب کو سامرہ لے آیا۔ ابن بہیس جیل میں قید کر دیا گیا۔"[۷]

اسلم جیراج پوری کی رائے یہ ہے کہ "ابو حرب کی یہ بغاوت اور بعد میں خلافت عباسیہ کے زوال کی ذمہ داری معتصم پر عائد ہوتی ہے جس نے بلا سوچے سمجھے خلافت اسلامیہ کے مستقبل کو امراء عرب کے ہاتھوں سے نکال کر غلاموں کے سپرد کر دیا جو صرف اپنی عارضی اور دنیاوی فائدے کے خواہاں تھے۔ نہ ان کو قومی ناموس کا خیال تھا نہ بقائے خلافت کی فکر تھی۔ نہ اصل کی حقیقت سے آگاہی تھی نہ وہ امت کے حقوق کا احترام کرتے تھے۔"[۸] یہ اسلم جیراج پوری برصغیر کے سنی العقیدہ "عالموں" میں سے ہے جو ایک طرف قرآنی آیات، رسول اللہؐ کے خطبہ حجتہ الوداع اور ان کی بعض دوسری احادیث کے حوالے دے کر یہ کہتے ہیں کہ اسلام نسلی و قومی امتیازات سے بالاتر ہے۔ اس کے نزدیک

Marfat.com

عربی و عجمی میں کوئی فرق نہیں۔ وہ انسان کی بزرگی و برتری کو محض اس کے تقویٰ و پرہیزگاری کے پیمانے سے ناپتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ الفاظ کے ہیر پھیر اور اشاروں کنایوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی مملکت کی باگ ڈور بنو امیہ کے عہد کی طرح عرب امراء کے ہاتھ میں رہتی تو اس میں کوئی فساد نہ پڑتا۔ وہ مسلمانوں میں نفاق اور افتراق کی ذمہ داری عجمیوں اور بالخصوص عجمی شیعان علی پر ڈالتے ہیں۔ انہیں اپنے اس غیر منصفانہ اور غیر اسلامی موقف کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تاریخ کو مسخ کرنے میں کوئی شرم نہیں آتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سرزمین عرب کے بیشتر اعرابیوں کو بھی اسلامی ناموس کا کوئی خیال نہیں تھا۔ وہ امت مسلمہ کے حقوق کا کوئی احترام نہیں کرتے تھے۔ وہ صرف اپنے عارضی اور دنیاوی فائدے کے خواہاں تھے اور انہوں نے رسول اللہؐ کی وفات کے فوراً ہی بعد افتراق' نفاق اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت میں ایرانیوں' خراسانیوں اور ترکوں کا کوئی ہاتھ نہیں تھا اور اس کے بعد مسلمانوں میں تقریباً ایک سو سال تک جو خانہ جنگیاں ہوتی رہی تھیں ان کی بنیاد سراسر عربوں کی ہوس مال وزر' تمنائے جاہ و جلال اور قبائلی عصبیتوں پر تھی۔ عربوں کے زوال کا سبب دراصل یہ تھا کہ بنو امیہ کے خلفاء نے اپنی کوتاہ اندیشانہ بلکہ غیر اسلامی پالیسی کے تحت قبائل ربیعہ و مضر کے درمیان' مضریوں اور حمیریوں کے درمیان' عربوں اور عجمیوں کے درمیان اور غریبوں اور امیروں کے درمیان تضادات کو اتنا شدید اور پیچیدہ کر دیا تھا کہ وہ صرف عربوں کے زوال ہی سے حل ہو سکتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خلیفہ مامون نے جو خراسانیوں کی امداد سے برسراقتدار آیا تھا ایک مرتبہ شام کے ایک عرب رئیس سے ملاقات میں بتایا تھا کہ "اس نے عربوں کی ہوس مال و زر اور ان کی قبائلی عصبیتوں سے تنگ آکر خراسانیوں کو اپنا حلیف و معتمد بنایا ہے۔[۹]"

اسلم جیراج پوری نے عرب امراء کے حق میں اپنے اس موقف کی تائید میں یہ بتایا ہے کہ "خلیفہ معتصم نے مرنے سے پہلے ترک غلاموں پر اعتماد کرنے کی غلطی محسوس کرلی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اس نے بغداد کے امیر اسحاق بن ابراہیم سے بات چیت کے دوران اپنے چار ترک سپہ سالاروں کے انتخاب پر افسوس ظاہر کیا تھا حالانکہ اس بات چیت میں بھی اسلامی اخوت کے بجائے نسبی برتری کا ذکر ہوا تھا۔ طبری نے اسحاق اور معتصم کی

Marfat.com

مذکورہ بات چیت کو اسحاق کی روایت سے اس طرح بیان کیا ہے کہ "ایک مرتبہ خلیفہ معتصم چوگان کھیلنے کے بعد مجھے ساتھ لیے ہوئے حمام کے حجرے میں آئے۔ مجھ سے کہا اسحاق میرے کپڑے اتار دو۔ میں نے کپڑے اتارے۔ وہ برہنہ ہو گئے۔ پھر مجھے کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔ میں نے اس کی بجا آوری کی۔ اب ہم دونوں حمام میں داخل ہوئے۔ ہمارے ساتھ کوئی غلام بھی نہ تھا۔ میں نے اس کا بدن ملا اور پھر انہوں نے میرا بدن ملا۔ اگرچہ میں برابر یہ کہتا رہا کہ آپ ایسا نہ کریں مگر انہوں نے نہ مانا۔ حمام سے نکلے تو میں نے ان کے کپڑے ان کو دیئے۔ اور خود اپنے کپڑے پہن لیے۔ اب پھر انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور چلے۔ اس طرح ہم ان کے ایوان میں آئے۔ مجھ سے کہا اسحاق دو تکیے اور مصلی لا دو۔ میں نے لا دیئے وہ تکیے رکھ کر لیٹ گئے۔ پھر مجھ سے کہا ایک مصلی اور دو تکیے اور لاؤ میں لے آیا۔ مجھ سے کہا تکیے رکھ کر میرے برابر تم بھی سو جاؤ۔ میں نے قسم کھا کر کہا کہ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ ایتاخ اور اشناس (دونوں ترک سپہ سالار) آئے۔ معتصم نے ان سے کہا۔ اس وقت یہاں سے جاؤ۔ میں آواز دوں تو آجانا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا کہ اسحاق میرے دل میں ایک بات ہے۔ میں عرصہ سے اس پر غور وفکر کر رہا ہوں۔ آج میں نے تم کو خوابگاہ میں اس لیے بلایا ہے کہ تم سے وہ بات کہہ دوں۔ میں نے کہا شوق سے فرمایئے۔ میں آپ کا ادنیٰ غلام اور غلام زادہ ہوں۔ انہوں نے کہا میں نے اپنے بھائی مامون کی حالت پر غور کیا ہے۔ انہوں نے جن چار آدمیوں کو خاص طور پر اپنا بنایا تھا وہ اپنی وفاداری میں پورے اترے۔ میں نے بھی چار آدمیوں کو اپنا بنایا مگر ان میں سے ایک بھی کار آمد ثابت نہ ہوا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے بھائی نے کن آدمیوں کو اپنایا تھا؟ کہنے لگے طاہر بن حسین جسے تم دیکھ چکے ہو اور جس کے حالات سن چکے ہو۔ عبداللہ بن طاہر وہ ایسا شخص ہے کہ جس کی نظیر نہیں' تیسرے تم خود۔ بخدا سلطان کو تمہارا مثل نہیں مل سکا اور تمہارے بھائی محمد بن ابراہیم جس کی نظیر نہیں۔ اس کے مقابلے میں میں نے افشین کو بنایا۔ تم کو اس کا انجام معلوم ہے۔ اشناس وہ نہایت نکما اور بزدل ہے۔ یہ ایتاخ وہ کچھ نہیں۔ اور وصیف۔ وہ بھی ناکارہ ہے۔ میں نے کہا امیرالمومنین میں آپ پر نثار' اگر آپ خفا نہ ہوں تو عرض کروں۔ انہوں نے کہا کہو۔ میں نے کہا امیرالمومنین آپ کے بھائی نے اصول کو دیکھ کر اس سے کام لیا۔ اس کا پھل اچھا

Marfat.com

ملا- آپ نے محض فروع سے کام کیا- چونکہ ان کی اصل اچھی نہ تھی- اس لیے وہ بار آور نہ ہو سکے- کہنے لگے کہ اسحاق اس تمام مدت میں جو تکلیف مجھے اس خیال سے ہوئی ہے کہ بخدا تمہارے اس جواب سے میرے لیے سہل ہوئی-" انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں میں ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کو نظرانداز کرکے' اصل اور فروع کا امتیاز کرنے کا اصول سراسر غیراسلامی تھا- مزید براں اسحاق بن ابراہیم کا یہ جواب تاریخی حقائق کے منافی تھا- طاہر بن حسین مامون کا غلام تھا جبکہ افشین ایک ترک بادشاہ کا بیٹا تھا- بابک خرمی اور قیصر روم کے خلاف اس کے جنگی کارنامے کوئی معمولی کارنامے نہیں تھے- افشین کو صحیح یا غلط شکایت یہ تھی کہ معتصم نے اس کے خلاف عائد کردہ الزامات کی خود تحقیق نہیں کی بلکہ سنی سنائی باتوں پر اسے سزا دے دی ہے- ماموں کا سب سے زیادہ اعلیٰ معتمد وزیر اعظم فضل بن سہل کیا تھا؟ ایک مجوسی کا بیٹا تھا اور ماموں کا تیسرا معتمد حسن بن سہل' فضل کا بھائی تھا- عرب اشراف اسے مجوسی ابن مجوسی کہتے تھے- چنانچہ اس کے خلاف نصر بن شبث کی پانچ چھ سالہ بغاوت کی بنیاد عربوں کی نسلی برتری کے تصور پر تھی- یہ برصغیر کے مسلم عوام کی بدنصیبی ہے کہ یہاں کہ سنی و شیعہ دونوں ہی فرقوں کے "علامہ" جب تاریخ لکھنے بیٹھتے ہیں تو وہ اپنے مذہبی عقائد اور تعصبات سے بالاتر نہیں ہوتے-

فلسطین میں ابو حرب کی بغاوت فرو ہوئی تو موصل میں جعفر بن فہرجس الکردی نے بغاوت کر دی- معتصم نے ایتاخ کو اس کی سرکوبی کے لیے موصل کے پہاڑوں میں بھیجا- لیکن لڑائی کی نوبت نہ آئی کیونکہ خود جعفر کے ایک آدمی نے ہی اچانک اسے قتل کر دیا تھا- ابن خلدون کے بیان کے مطابق جعفر نے 224ھ میں علم بغاوت بلند کیا تھا- "اس نے جب بغاوت کا اعلان کیا تو ایک گروہ کثیر اس کا مطیع ہو گیا- پھر کیا تھا' جعفر نے لوٹ مار شروع کر دی- خلیفہ معتصم نے اس کی تنبیہہ اور ہوش میں لانے کے لیے عبداللہ بن سید بن انس کو متعین فرمایا اور موصل کی سند گورنری مرحمت کی- چنانچہ عبداللہ بن انس نے اطراف موصل میں پہنچ کر جعفر سے صف آرائی کی- کمال مردانگی سے لڑ کر ام قیس پر قبضہ کرلیا- جعفر ام قیس سے نکل کر کوہ جولان کی چوٹی پر چلا گیا- کوہ جولان کی دشوار گزار گھاٹیاں تھیں- اس کی بلندی آسمان سے باتیں کرتی تھی راستہ نہایت تنگ تھا- عبداللہ بن سید نے تعاقب کیا اور بہ ہزار دقت اور خرابی بسیار ان دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرکے

Marfat.com

جعفر سے جابھڑا۔ دونوں حریف جی توڑ کر لڑنے لگے۔ جعفر کے بہت سے ہمراہی اس معرکے میں کام آگئے۔ عبداللہ بن سید کی فوج کے سرداروں میں سے اسحاق بن انس و عبداللہ بن سید کا چچا شہید ہوا۔ ان ہی واقعات پر 224ھ کا سال گزر گیا۔ ہنگامہ گرم رہا۔ خلیفہ معتصم نے اپنے خادم خاص ایتاخ کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ موصل کی جانب عبداللہ بن سید کی کمک کو روانہ فرمایا۔ ایتاخ سیدھا جبل جولان پر چڑھ گیا اور اس نے پہلے ہی معرکہ میں جعفر کو نیچا دکھا کر عین معرکہ میں قتل کر ڈالا۔ جعفر کے ہمراہی منتشر ہو کر تکریت کی جانب بھاگ گئے۔ باقی جو سامنے پڑ گئے گرفتار کر لیے گئے۔ ان کا خون عام کر دیا گیا۔[1]" غالباً جعفر کے اس قتل کا واقعہ 227ھ کے اوائل میں ہوا۔ اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد 18 ربیع الاول 227 ھ مطابق 5 جنوری 842ء کو خلیفہ ابو اسحاق معتصم بن ہارون رشید سامرہ میں انتقال کر گیا۔ اس کی بیماری کا سلسلہ یکم محرم کو شروع ہوا تھا۔ اس کی مدت خلافت تقریباً پونے نو سال تھی۔

Marfat.com

باب: 8

# خلیفہ واثق باللہ

## ترکوں کے ہاتھوں عربوں کی تذلیل

خلیفہ ابو اسحاق معتصم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابو جعفر ہارون بن معتصم بن ہارون رشید تخت نشین ہوا تو اس کی سیاسی پالیسی بھی وہی رہی جو معتصم کی رہی تھی۔ وہ ایک رومی لونڈی قراطیس کے بطن سے تھا۔ اس کی بیعت 18 ربیع الاول 227ھ مطابق 5 جنوری 842ء کو ہوئی اور اس کا لقب واثق باللہ رکھا گیا۔ واثق کے عہد میں بھی فوج کی وہی حالت رہی جو معتصم کے زمانہ میں تھی اور ترکی امراء بدستور اپنے اپنے مناصب پر قائم رہے۔ خاص کر اشناس کو بہت عروج ملا۔ واثق نے دربار میں اس کے سر پر تاج رکھ کر اس کو سپہ سالار اعظم بنایا۔ اس نے ایسا اسحاق بن ابراہیم کی اس رائے کے باوجود کیا کہ یہ ترکیہ امراء اصل نہیں تھے بلکہ فرع تھے یعنی ان کا حسب نسب گھٹیا تھا۔ وہ خاندانی امراء روسا نہیں تھے بلکہ وہ غلام اور غلام زادے تھے۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق اشناس کو تاج پہنانے کا یہ واقعہ ہنگامہ دمشق فرو ہونے کے بعد ہوا تھا۔ یہ ہنگامہ واثق کے تخت نشین ہوتے ہی ہوا تھا۔ اہل دمشق باغی ہو گئے تھے اور رجاء بن ایوب نے بڑی مشکل سے اس بغاوت کا خاتمہ کیا تھا۔ اس خونریز لڑائی میں اہل دمشق کے پندرہ سو آدمی مارے گئے تھے اور رجاء کے تین سو آدمی کام آئے تھے۔ جب یہ بغاوت فرو ہو گئی تو خلیفہ واثق نے اشناس کو اپنی سلطنت اور تمام ممالک محروسہ و اسلامیہ میں سیاہ وسفید کرنے کا اختیار کامل دے دیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد ایک مرتبہ قصہ گوئی کی محفل میں برامکہ کا ذکر آگیا۔ دیر تک ان کی فیاضی، اولوالعزمی اور دولت مندی کا چرچا رہا۔ خلیفہ رشید پر ان کے متولی ہو جانے اور کل امور سلطنت پر قابض و متصرف ہونے کے حالات بیان ہوتے رہے۔ ان

Marfat.com

واقعات کو سنتے ہی خلیفہ واثق کے کان کھڑے ہو گئے۔ اگلے دن ایک گشتی فرمان چاروں طرف روانہ کر دیا اور سب ترک عمال کو گرفتار کر کے بہ جبر و تعدی مال و اسباب لینے لگا۔ احمد بن اسرائیل کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ اس نے محافظوں کے سالار اسحاق بن یحییٰ سے اسی ہزار دینار مار پیٹ کر کے وصول کیے۔ سپہ سالار ایتاخ کے سیکرٹری سلیمان بن وہب سے چار لاکھ' حسن بن وہب سے چودہ ہزار' ابراہیم بن رباح اور اس کے سیکرٹری سے ایک لاکھ اور ابوالوزیر سے ایک لاکھ چالیس ہزار' احمد بن الخصیب اور اس کے ماتحت اہلکاروں سے دس لاکھ دینار اور نجاح سے ساٹھ ہزار دینار وصول کیے۔ عاملوں سے ان کی خدمت کے نذرانے میں جو وصول کیا گیا وہ ان رقموں کے علاوہ تھا۔ تاہم خراسان کے طاہریہ خاندان پر کوئی عتاب نازل نہ ہوا۔ 230ھ میں جب عبداللہ بن طاہر کا انتقال ہو گیا خلیفہ واثق کے حکم کے مطابق اس کے بیٹے طاہر کو صوبہ جات خراسان' کرمان' طبرستان اور رے کی گورنری دی گئی۔

اسی سال مدینہ منورہ مین بنو سلیم کے ایک بہت بڑے گروہ نے خلافت اور عمال کی تبدیلی سے جرات پا کر دن دھاڑے مسافروں اور نیز اہل شہر کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ایک مرتبہ انہوں نے بنو کنانہ کے ایک شخص پر بحالت غفلت چھاپہ مارا۔ مال و اسباب جو کچھ پایا لوٹ لیا۔ محمد بن صالح والی مدینہ نے ایک دستہ فوج جس میں قریش و انصار کے رفقاکار بھی تھے بنو سلیم کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ بنو سلیم نے ان کو شکست دی۔ بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ آمد و رفت قافلوں کی بند ہو گئی۔ خلیفہ واثق نے اس طوفان بدتمیزی کو فرو کرنے پر دربار خلافت کے ایک ترک غلام بغا کبیر کو بھیجا۔ اس کے ساتھ ترکی' ایرانی نیز مصر کی مغاربہ فوج تھی۔ وہ ماہ شعبان 230ھ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ بنو سلیم مقابلہ پر آئے لڑائیاں ہوئیں۔ بغا کبیر نے ان کو شکست دے دی اور ان میں سے تقریباً 50 آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور اسی قدر کو قید کیا۔ باقی باشندگان بنو سلیم نے امان کی درخواست کی۔ خلیفہ واثق کے حکم کے مطابق امان دے دی گئی۔ ہنگامہ فرو ہونے کے بعد ایک ہزار بلوائیوں اور مفسدہ پردازوں کو بغاوت اور فتنہ انگیزی کے جرم میں گرفتار کر کے مدینہ کی جیل میں قید کر دیا گیا۔ اس بغاوت کو فرو کر کے بغا کبیر نے فریضہ حج ادا کیا۔ حج کے بعد ذات عرق آیا۔ اس نے بنی ہلال کو بھی بنو سلیم کی طرح امان کی دعوت بھیجی اور وہ اس کے

Marfat.com

پاس آئے۔ اس نے ان کے تقریباً تین سو بدمعاش سرکشوں کو گرفتار کر کے باقی چھوڑ دیئے۔ پھر وہ عمرہ ادا کرنے روانہ ہوا اور پھر مدینہ پلٹ کر آیا۔ اور یہاں ان بنو ہلال کو بھی جن کو اس نے پکڑ لیا تھا بنی سلیم ہی کے ساتھ یزید بن معاویہ کے محل میں قید کر دیا اور سب کو بیڑیاں ڈلوادیں۔ اس کے بعد بنو مرہ اور بنو فزارہ جنہوں نے فدک پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہوا تھا کی طرف چلا۔ اس واقعہ پر بنو سلیم اور بنو ہلال کے قیدیوں نے محل میں نقب لگاکر بھاگنے کی کوشش کی۔ اتفاق سے ایک عورت نے دیکھ لیا۔ اس نے تمام اہل مدینہ کو جمع کرلیا۔ انہوں نے دیکھا کہ قیدیوں نے پہرہ داروں پر حملہ کر کے دو ایک کو قتل بھی کر دیا ہے اور ایک خاصی تعداد نے جیل سے نکل کر اپنے پہرہ داروں کے ہتھیار سنبھال لیے ہیں۔ اہل مدینہ نے ان کا مقابلہ کیا اور ان سب کو قتل کر دیا۔ مدینہ کے حبشیوں نے اس موقعہ سے بہت فائدہ اٹھایا کہ جو بدوی سامان معیشت خریدنے آئے تھے ان میں سے جسے انہوں نے شہر کی گلی کوچوں میں پایا قتل کر دیا۔ بغا وہاں موجود نہ تھا جب واپس آیا تو اسے دیکھ کر بہت رنج ہوا کہ سب کے سب بدوی قتل ہوئے پڑے ہیں۔ اس نے فدک کے غاصبوں کو نکال دیا تھا اور بنو فزارہ اور بنو مرہ کے چند لوگوں کو گرفتار کر کے مدینہ پلٹا تھا۔ وہ فدک میں چالیس روز تک ٹھہرا رہا۔ شعبان 231ھ میں وہ بنو کلاب کی جانب گیا۔ اس نے ان کے 1300 سرکشوں کو پکڑ کر باقی کو چھوڑ دیا۔ رمضان میں پھر مدینہ آیا۔ اور یہاں بنو کلاب کے لوگوں کو یزید بن معاویہ کے محل میں قید کر دیا اور خود مکہ روانہ ہو گیا۔ وہاں حج کے زمانے تک قیام پذیر رہا۔ پھر 232ھ میں وہ خلیفہ واثق کے حکم کے مطابق بنو نمیر کی سرکوبی کے لیے یمامہ گیا شرفاء بنو نمیر کے ایک گروہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں فریق نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ بغا کبیر نے ان میں سے پچاس آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور چالیس کو گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد اس نے اہل یمامہ کا قصد کیا ور اطاعت قبول کرنے کی شرط پر معافی دینے کا وعدہ کیا۔ مگر انہوں نے یہ رعایت منظور نہ کی۔ وہ یہاں سے سندھ کی جانب روانہ ہو گئے۔ بغا کبیر نے اپنی فوج کو اطراف میں پھیل جانے کا حکم دیا۔ اس سے چاروں طرف قتل وغارت کا بازار گرم ہو گیا۔ جس طرف نظر اٹھتی تھی سوائے کشت و خون اور مقتولوں کی لاشوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اضاخ کے قریب پھر اہل یمامہ سے بغا کبیر نے ایک ہزار کی جمعیت سے مقابلہ کیا۔ اتفاق سے اس معرکہ میں اس کے مقدمتہ الجیش اور

Marfat.com

میسرہ کو شکست ہوئی۔ قتل و غارت کا قیامت خیز ہنگامہ اس کی لشکر گاہ میں برپا ہو گیا۔ شام تک اہل یمامہ غارت گری میں مصروف رہے۔ رات ہوتے ہی کامیابی کے باوجود بھاگ کھڑے ہوئے۔ بغا کبیر نے ان کا تعاقب کیا۔ اہل یمامہ نے اس کی فوج کی کمی کو دیکھ کر صبح ہوتے ہی حملہ کر دیا۔ بغا کبیر شکست کھا کر اپنی لشکر گاہ میں واپس آیا۔ اس اثنا میں بغا کبیر کے لشکر کا وہ دستہ اہل یمامہ کے پیچھے سے آگیا جو یمامہ کے اطراف و جوانب میں شب خون مارنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ اہل یمامہ گھبرا گئے۔ قتل و خونریزی سے خود بخود رک گئے۔ ان کی سواروں کی فوج اپنے پیادوں کی پلٹنوں کو بغا کبیر کے حوالے کر کے بھاگ گئی۔ بغا کبیر کی فوج نے اہل یمامہ کے پیادوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ ان میں سے ایک بھی جانبر نہ ہوا۔ مقتولوں کی تعداد تقریباً" ایک ہزار تھی۔ جنگ کے خاتمہ پر بغا کبیر فاتح کی حیثیت سے یمامہ میں داخلہ ہوا۔ امراء یمامہ نے امان کی درخواست کی۔ بغا کبیر نے ان لوگوں کو بہ حکمت عملی قید کر کے بصرہ جیل میں بھیج دیا۔ اس کے بعد بغا کبیر کو مزید کمک پہنچ گئی اور اس نے اس تازہ دم فوج کو اہل یمامہ کے سواروں کے تعاقب میں بھیج دیا۔ تبالہ مضافات تک اس نے ان کا تعاقب کیا اور بغا کبیر نے 2200 قیدیوں کے ساتھ بغداد کی جانب مراجعت کی اور محمد بن صالح والی مدینہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے قیدیوں کو لیکر بغداد پہنچے۔ وہ بغداد آیا اور اس نے اپنے قیدی بغا کبیر کے حوالے کر دیئے[1]" چنانچہ سب قیدیوں کو سامرا میں خلیفہ واثق کی خدمت میں پیش کر دیا گیا اسلم جیراج پوری کے بیان کے مطابق عجمیوں کے ہاتھوں، عربوں کی حرمت ختم ہو گئی اور ترکی فوج نے ان کو پامال کر دیا"۔ کہتے ہیں کہ "جب بغا بنو نمیر کے قیدیوں کو یمامہ سے بغداد لا رہا تھا انہوں نے راستے میں ہنگامہ برپا کیا اور بیڑیاں توڑ کر فرار ہو جانا چاہا۔ بغا نے حکم دیا کہ ان کو ایک ایک کر کے میرے پاس پیش کیا جائے۔ چنانچہ جب ان میں سے کوئی سامنے آتا تو وہ اسے چار سو سے پانچ سو تک یا اس سے کم کوڑے لگواتا۔ ان میں سے ایک نے بھی تکلیف سے اف نہ کی، اسی سلسلہ میں ان کا ایک ضعیف العمر شخص جس کے گلے میں قرآن پڑا ہوا تھا پیش کیا گیا۔ محمد بن یوسف بغا کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ خوب ہنسا اور اس نے بغا سے کہا اللہ آپ کو توفیق دے یہ اپنے گلے میں قرآن لٹکا کر آیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ پاجی معلوم ہوتا ہے۔ بغا نے چار سو یا پانچ سو کوڑے لگوائے مگر اس نے آہ کی نہ فریاد[2]۔"

Marfat.com

اس سال (231ھ) بغداد میں عمرو بن العطا کے محلہ میں ایک گروہ نے حکومت کے خلاف بغاوت کی اور انہوں نے احمد بن نصر خزاعی کے لیے بیعت کی۔ احمد بن نصر بن مالک بن ہیثم خزاعی کا دادا مالک بن ہیثم خزاعی خلافت عباسیہ کے نقیبوں میں سے تھا۔ احمد بن نصر کا شمار محدثین میں تھا۔ اس کی نشست و برخاست اصحاب حدیث کی جمعیت میں اکثر رہا کرتی تھی۔ ان میں سے ایک گروہ نے اسے خلافت پر اکسایا۔ آدمی سادہ لوح تھا۔ خلیفہ واثق پر خلق قرآن کے قائل ہونے کی وجہ سے طعن و تشنیع کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ طعن و تشنیع نے سب و شتم کی صورت اختیار کرلی۔ خنزیر و کافر کہنے لگا۔ عوام الناس میں اس کی شہرت ہو گئی۔ اس کے ساتھیوں میں سے دو اشخاص نے لوگوں کو اس کی بیعت کی ترغیب دی۔ ایک خلق نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اس کی بیعت کرلی اور یہ طے ہوا کہ 3 شعبان کو علم بغاوت بلند کیا جائے گا۔ ان میں سے بنو اشرس کے ایک شخص نے خوب نبیذ پی تھی اور بھی کئی شخص نبیذ پینے کے لیے اس کے پاس جمع ہو گئے اور جب نشہ نے ان کو مدہوش کر دیا انہوں نے بدھ کی رات میں شب معینہ سے ایک رات قبل ہی اجتماع کے لئے نقارہ بجا دیا۔ یہ بے ہوش اسی خیال میں رہے کہ آج ہی وہ رات ہے جو خروج کے لیے مقرر ہے اس لیے وہ مسلسل نقارہ بجاتے رہے مگر کوئی بھی برآمد نہ ہوا اس وقت اسحاق بن ابراہیم کوتوال شہر بغداد سے باہر گیا ہوا تھا اور اس کا بھائی محمد بن ابراہیم اس کی نیابت کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ترک غلام رخش کو ان کے پاس بھیجا۔ اس نے پتہ چلا لیا کہ احمد بن نصر بن مالک اور بعض اور لوگوں کی سازش ہے۔ رخش نے اس رات ان سب کی تلاش کی اور ان میں سے بعض کو گرفتار کرلیا۔ اثنائے تفتیش میں دو سبز علم ملے جو ایک کنویں میں چھپائے گئے تھے پھر احمد بن نصر اور اس کے گھر کے چھ افراد کو پکڑا گیا۔ یہ چھ آدمی امیر المومنین واثق کی خدمت میں بغیر نمدے کی زین کے خچروں پر سوار کر کے سامرا بھیج دیئے گئے۔ احمد بن نصر کو دوہری بیڑیاں ڈالی گئی تھیں۔ اسے دربار میں پیش کیا گیا تو واثق نے اس سے اس کی غداری یا بغاوت کے ارادے کے متعلق کوئی سوال نہ کیا بلکہ پوچھا' احمد قرآن کے متعلق کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا وہ اللہ کا کلام ہے۔ واثق نے پوچھا' یہ بتاؤ کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس نے کہا' میں صرف یہ جانتا ہوں کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ واثق نے پوچھا اس مسئلہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ کیا تم اپنے رب کو قیامت میں دیکھو گے۔

Marfat.com

اس نے کہا، امیرالمومنین رسول اللہؐ کی حدیث ہے کہ تم اپنے رب کو قیامت میں اسی طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو بغیر کسی تکلیف کے دیکھتے ہو۔ ہم رسول اللہؐ کی اس خبر کو مانتے ہیں۔ مجھ سے سفیان بن عینیہ نے یہ حدیث بیان کی کہ انسان کا قلب اللہ کی دوہری انگلیوں کے درمیان ہے جسے وہ پھیرتا رہتا ہے اس لیے رسول اللہؐ دعا کرتے تھے اے مقلب القلوب تو میرے قلب کو اور اپنے دین کو قائم رکھ۔ اسحاق بن ابراہیم نے اس سے کہا ذرا سوچ کر بات کہو۔ اس نے کہا جو تم نے ہدایت کی تھی وہی کہہ رہا ہوں اسحاق نے کہا: یہ کیا کہا۔ میں نے کب تجھے اس بات کے کہنے کی ہدایت کی تھی۔ اس نے کہا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ امیرالمومنین سے خلوص برتوں اور صحیح بات کہوں۔ میں امیرالمومنین کی بھلائی اس میں سمجھتا ہوں کہ وہ رسول اللہؐ کی حدیث کی مخالفت نہ کریں۔ اس پر واثق نے اہل مجلس سے احمد کے بارے میں رائے پوچھی تو انہوں نے اس کے خلاف خوب زہر اگلا۔ عبدالرحمان بن اسحاق نے جو جانب غربی کا پہلے قاضی تھا اور پھر برطرف کر دیا گیا تھا اور اس وقت دربار میں موجود تھا اور احمد بن نصر کا خاص دوست تھا کہا امیرالمومنین اس کا خون حلال ہو گیا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد نے جو اس بات کو نہ چاہتا تھا کہ محض ایک عقیدے کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے کہا کہ امیرالمومنین یہ کافر ہے اس سے توبہ کرائی جائے ممکن ہے کہ کسی مرض یا تغیر عقل کی وجہ سے اس کا یہ خیال ہو۔ تاہم واثق نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے سر کو بغداد لاکر پہلے چند روز تک سمت مشرقی میں نصب کر دیا گیا پھر سمت غربی میں چند روز نصب رہا۔ اس کے بعد پھر اسے سمت مشرقی ہی میں منتقل کر دیا گیا۔ اس کے گرد ایک احاطہ گھیر دیا گیا اور وہاں خیمہ نصب کرکے پہرا بیٹھا دیا گیا۔ یہ مقام راس احمد بن نصر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ایک پرچہ پر یہ عبارت لکھ کر اسے اس کے کان میں آویزاں کر دیا گیا۔ "یہ سر کافر' مشرک' گمراہ احمد بن نصر کا ہے۔ اللہ نے اسے عبداللہ ہارون الامام واثق باللہ امیرالمومنین کے ہاتھ سے خلق قرآن اور ذات الٰہی سے نفی تشبیہہ پر اس کے خلاف حجت قائم کرنے اور اسے توبہ کرنے اور رجوع الی الحق کا موقع دینے کے بعد جس سے اس نے انکار کیا صاف طور پر اپنے معاندانہ عقائد کا اقرار کیا قتل کرایا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اسے جلد ہی اپنی دوزخ اور دردناک عذاب کی طرف کھینچ لیا۔ امیرالمومنین نے ان امور کا اس سے استفسار کرلیا تھا جب اس نے تشبیہ کا اقرار

Marfat.com

کرلیا اور کفر بکا۔ امیرالمومنین نے اس کا خون حلال سمجھا اور اس پر لعنت کی۔[۳]"

احمد بن نصر کے قتل کا یہ واقعہ اواخر شعبان 231ھ کا ہے۔ اس کے تقریباً ایک سال بعد خلیفہ واثق استسقا کے مرض میں مبتلا ہوا اور 24 ذی الحجہ 232ھ مطابق 11 اگست 847ء کو انتقال کر گیا۔ اس کی مدت خلافت تقریباً پونے چھ سال رہی۔

Marfat.com

باب : 9

# خلیفہ متوکل علیٰ اللہ

## آزادی فکر کا زوال۔ قدامت پرستی کا آغاز

خلیفہ واثق نے کسی کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا تھا۔ چونکہ اس کا بیٹا محمد بن واثق باللہ کمسن تھا اس لیے درباریوں کی مجلس شوریٰ نے باہمی تبادلہ خیالات کرکے اس کے بھائی جعفر المتوکل علیٰ اللہ بن معتصم بن ہارون رشید کو 24 ذی الحجہ 232ھ مطابق 11 اگست 847ء کو مسند خلافت پر متمکن کر دیا۔ اس نے لشکریوں کو خصوصی تنخواہ عطاء کی۔ ترکوں کو چار ماہ کی، مغربیوں کو تین ماہ کی اور بنو ہاشم کو آٹھ ماہ کی تنخواہ دی گئی۔ جعفر ایک خوارزمی لونڈی کے بطن میں سے تھا۔ اس کا بھائی واثق اپنے عہد خلافت میں اس سے خوش نہیں تھا۔ اس لیے اس نے عمر بن فرج کاتب اور محمد بن علاء خادم کو اس کی نگرانی پر متعین کر رکھا تھا۔ وہ اس کے تمام حالات سے اس کو آگاہ رکھتے تھے۔ واثق کی ناراضگی کی وجہ سے اس کا وزیر محمد بن عبدالملک بن زیات بھی متوکل سے برگشتہ رہتا تھا۔ اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں رکھتا تھا یہاں تک کہ جب اس کے ماہانہ وظیفہ کی ادائیگی کا موقع آتا تھا تو وہ اس پر مشکل سے دستخط کرتا تھا۔ مزید براں چونکہ واثق کی وفات کے بعد ابن زیات نے مجلس شوریٰ کی کارروائی کے دوران محمد بن واثق کی خلافت کا مشورہ دیا تھا اس وجہ سے متوکل نے 7 صفر 233ھ کو اس کو اور اس کے سارے خاندان والوں کو پکڑ کر قید کر دیا اور ان کی منقولہ و غیر منقولہ ہر قسم کی جائیدادوں کو ضبط کرلیا۔ قید میں ابن زیات کا کھانا بند کر دیا گیا۔ "بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں محمد بن عبدالملک بن زیات کچھ نہ کھاتے تھے۔ سخت جزع کی حالت میں رہتے تھے۔ اکثر روتے تھے۔ باتیں کم کرتے تھے۔ ایک سوچ میں پڑے رہتے تھے۔ کچھ دن اس طرح گزرے پھر بیداری کی سزا دی گئی کہ دن رات جاگتے

Marfat.com

رہیں۔ سونے نہ پائیں، جگاتے، سوئی چبھاتے کہ نیند نہ آئے۔ پھر یہ تعزیر ایک رات دن کے لیے ملتوی کر دی گئی۔ ابن زیات سو گئے اور جب اٹھے تو کچھ میوے اور انگور کی خواہش کی یہ چیزیں آگئیں اور انہوں نے کھائیں۔ اب پھر دن رات جاگتے رہنے کی سزا ملی۔ پھر لکڑی کے ایک تنور میں ڈالنے کا حکم ہوا جس میں لوہے کی میخیں لگی تھیں یہ تنور پہلے پہل ان ہی نے بنوایا تھا اور اس میں ڈال کر ابن اسباط مصری کو اتنی سزا دی تھی کہ جو کچھ اس پر عائد ہوتا تھا سب نکلوا لیا تھا۔ آخر اس تعزیر میں خود مبتلا ہوئے اور چند روز وہی عذاب اٹھانا پڑا۔ دندانی کا بیان ہے کہ ابن زیات کی تعزیر پر جو موکل تھا اس کا قول ہے کہ میں نکلتا تو دروازے پر قفل چڑھا رہتا۔ ابن زیات آسمان کی جانب ہاتھ بڑھاتے اور اتنا پھیلاتے کہ بغل میں ٹھوکے لگتے۔ تنور کے اندر بیٹھ جاتے جس میں لوہے کی میخیں لگی تھیں۔ بیچ میں ایک آڑی لکڑی تھی کہ جسے سزا دی جاتی وہ دم لینے کو ایک ساعت اس لکڑی پر بیٹھ رہتا۔ جب موکل آتا اور دروازہ کھلنے کی آہٹ ہوتی تو پہلے کی طرح کھڑا ہو جاتا اور پھر تشدد ہونے لگتا ایک روز نکلتے وقت میں نے چالاکی سے ایسا ظاہر کیا کہ دروازہ مقفل کر دیا ہے حالانکہ صرف بھیڑا تھا قفل نہیں لگایا تھا۔ کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد جب سمجھ لیا کہ اب غفلت ہے تو دروازہ کھول دیا۔ دیکھا تو ابن زیات تنور میں لکڑی پر بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ تم یہ کام کرتے ہو" اب کبھی میں نکلتا تو اچھی طرح گلا باندھ دیتا کہ بیٹھ سکتے ہی نہ تھے۔ بیچ کی لکڑی بھی کھینچ لی۔ حتیٰ کہ اب وہ ان کے دونوں پاؤں کے بیچ میں ہو گئی۔ اس کے بعد چند ہی روز جیے اور آخر مر گئے۔ اس امر میں اختلاف ہے کہ ابن زیات کس طرح مرے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے شکم پر پچاس کوڑے مارے گئے، الٹ کے پچاس کوڑے سرینوں پر لگائے۔ پٹتے پٹتے دم نکل گیا۔ اور مارنے والوں کو خبر بھی نہ ہوئی۔ مرے ہیں تو گردن ٹیڑھی ہو گئی تھی۔ داڑھی نچ گئی تھی یہ بھی کہا گیا ہے کہ بے مارپیٹ کے مرے۔ مبارک مغربی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ ابن زیات نے تمام ایام حبس میں صرف ایک روٹی کھائی۔ البتہ (کبھی کبھی) ایک دو انگور کھا لیتے تھے۔ مرنے سے پہلے میں نے سنا کہ وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے۔ اے محمد، تو عافیت و آرام سے تھا۔ راحت و نعمت پر، اچھی سواری پر، پاکیزہ محل پر، عمدہ پوشاک پر، تو نے قناعت نہ کی اور وزارت کے درپے ہوا۔ اب اپنی کرتوت کا مزا چکھ۔ بار بار کہتے تھے

Marfat.com

اور اپنے جی سے یہی باتیں کرتے تھے۔ مرنے سے ایک دن پہلے یہ عتاب و خطاب جاتا رہا۔ اب صرف کلمہ شہادت اور ذکر الٰہی کی تکرار تھی۔ اب زیات کے مرنے پر ان کے دونوں بیٹوں نے جن کے نام سلمان اور عبیداللہ تھے اور دونوں قید میں پڑے تھے ابن زیات کی میت طلب کی۔ یہ لاش ایک لکڑی پر رکھی ہوئی دروازے پر پڑی تھی۔ جسم پر وہی کرتہ تھا جسے پہنے ہوئے قید ہوئے تھے۔ بالکل میلا ہو گیا۔ لڑکوں نے دیکھ کر کہا۔ "الحمد للہ اس فاسق سے نجات ہوئی" لاش ان دونوں کو دے دی گئی۔ جنہوں نے اس لکڑی پر اس کو غسل دیکر دفن کر دیا۔ قبر بھی گہری نہیں کھودی گئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کتوں نے لاش نکال لی اور گوشت کھا گئے[1]"

چند ماہ کے بعد متوکل نے عمر بن فرج کاتب کو گرفتار کرلیا۔ اس کا قصور یہ تھا کہ متوکل کی شہزادگی کے زمانے میں اس نے ایک بار غصے میں آکر اس کی تنخواہ کے کاغذ کو مسجد کے صحن میں پھینک دیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی محمد بن فرج بھی پکڑا گیا۔ ان دونوں سے کل ملا کر 274000 دینار اور 15000 درہم وصول کیے گئے اور ان کی ساری ملکیت بھی ضبط کرلی گئی۔ آخر میں ایک کروڑ درہم لیکر متوکل نے صرف ان کی اہواز کی جاگیر واگزار کی اور ان کو قید سے رہا کیا۔

234ھ میں محمد بن بعیث بن جلیس جو آذربائیجان کے مشہور و مضبوط قلع مرند میں پناہ گزین تھا۔ وہاں سے نکال کر سامرا میں قید کیا گیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد جیل سے بھاگ کر پھر مرند میں جاکر اپنی جان بچائی۔ بعض کہتے ہیں کہ محمد بن بعیث جیل میں مقید نہ تھا بلکہ اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کی زیر نگرانی قید تھا اور بغا الشرابی کی سفارش سے بہ ضمانت محمد بن خالد بن یزید بن فرید شیبانی رہا کیا گیا۔ وہاں کچھ عرصہ بعد سامرا میں ادھر ادھر پھرتا رہا تاآنکہ خلیفہ متوکل علیل ہو گیا۔ محمد بن بعیث بھاگ کر مرند چلا گیا۔ اور اس کو غلے اور سامان جنگ سے خاطر خواہ مضبوط کیا۔ اس اثنا میں قبیلہ ربیعہ وغیرہ کے فتنہ پردازوں اور باغیوں کا ایک گروہ جو تعداد میں 2200 کے قریب تھا مرند میں جمع ہو گیا۔ ان دنوں آذر بائیجان کے والی محمد بن حاتم بن ہرثمہ کو معزول کرکے حمدویہ بن علی الفضل سعدی کو متعین کیا گیا۔ چنانچہ حمدویہ ایک مدت تک محمد بن بعیث کا مرند میں محاصرہ کیے رہا۔ خلیفہ متوکل نے امدادی فوجیں بھیجیں مگر کامیابی کی صورت نظر نہ آئی۔ مجبور ہو کر بغا الشرابی کو دو ہزار

Marfat.com

سواروں کی جمعیت کے ساتھ مرند کی فوج کی کمک پر مامور کیا۔ بغا الشرابی نے میدان جنگ میں پہنچ کر قلع مرند کے ارد گرد ایک چکر لگایا اور یہ رائے قائم کی کہ حکمت عملی اور دھوکے کے بغیر یہ قلعہ بزور جنگ فتح نہیں ہو سکتا چنانچہ اگلے دن اس نے جنگ چھڑنے سے پہلے عیسیٰ بن شیخ بن سلیل کو محمد بن بعیث کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ۔ ''میں تم کو اور تمہارے کل سرداروں کو امان دیتا ہوں۔ تم لوگ خلیفہ متوکل کے حکم سے دروازہ کھول دو'' محمد بن بعیث کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ کثیر قلعہ کا دروازہ کھول کر بغا الشرابی کے پاس چلا گیا۔ اس کے بعد محمد بن بعیث کے مکانات کو لوٹ لیا گیا اور اس کی دو بہنیں، تین بیٹیاں، ایک خالہ اور باقی لونڈیاں گرفتار کی گئیں۔ اس کے بعد وہ خود بھی مع اپنے تین بیٹوں کے گرفتار ہوا۔ بغا الشرابی ان قیدیوں کو لیے ہوئے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ بغداد کے قریب پہنچ کر لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے محمد بن بعیث اور اس کے ساتھیوں کو اونٹوں پر سوار کر دیا۔ خلیفہ متوکل نے ان لوگوں کو جیل میں ڈال دیا۔ محمد بن بعیث بغداد پہنچ کر ایک ماہ بعد 235ھ میں مر گیا''[۲]۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ابن بعیث کی گردن میں سو رطل کی وزنی زنجیر ڈال دی گئی تھی مرتے دم تک وہ اس کے بوجھ سے اوندھے منہ سر کے بل پڑا رہا۔

اس کے بعد دربار خلافت کے مختار کل ایتاخ کی باری آئی۔ ایتاخ سلام ابرش کا کھانے پکانے والا خزری غلام تھا۔ خلیفہ معتصم نے اس کو 199ھ میں خریدا تھا۔ پہلے معتصم نے اور پھر واثق نے اس کو سربلندی بخشی۔ حتیٰ کہ سلطنت کے بہت سے کام اس کو تفویض کیے۔ سال بھر کی خانہ داری کا سامان فراہم رکھنے کی خدمت معتصم نے اس کے سپرد کی جس میں اسحاق بن ابراہیم بھی اس کے شریک خدمت تھا۔ اس کام پر ایک نائب ایتاخ کی طرف سے اور ایک اسحاق کی طرف سے مامور تھا۔ معتصم یا واثق جسے قتل کرنا چاہتے وہ ایتاخ ہی کے ہاں قتل ہوتا اور اسحاق ہی کے ہاتھوں پابہ زنجیر کیا جاتا۔ ان ہی مقتولین اور محبوسین میں محمد بن عبدالملک بن زیات اور مامون کی اولاد جو سندس سے تھی اور صالح بن عجیف وغیرہ تھے۔ متوکل خلیفہ ہوا تو ایتاخ اپنے پورے مراتب و مناصب پر فائز تھا۔ لشکر، جماعت مغاربہ، ترک موالی، ڈاک، حجابت، داروغگی دارالخلافت سب اس کے ہاتھ میں تھی۔ استقرار خلافت کے بعد متوکل ایک مرتبہ نواح قاطول میں سیر و تفریح کو

Marfat.com

نکلا۔ شب میں نبیذ پی اور ایتاخ کے ساتھ بدسلوکی کی۔ ایتاخ نے اس کو قتل کر ڈالنا چاہا۔ لیکن جب صبح ہوئی اور رات کی بات بیان کی گئی تو متوکل نے معذرت کی۔ ایتاخ کو گلے لگایا اور کہا "تو میرا باپ ہے تو نے مجھے پالا ہے۔" اس واقعہ کے بعد ذی قعد 234ھ میں ایتاخ نے حج کی اجازت طلب کی تو اسے خلعت دے کر رخصت کیا گیا۔ تمام سرداران لشکر مشایعت کو نکلے۔ ایتاخ جب مکے سے عراق واپس ہوا تو متوکل نے اس کے بعد اپنے کوتوال بغداد کو حکم دیا تھا کہ ایتاخ کو بغداد میں آنے کی ترغیب دو اور جب وہ بغداد آجائے تو اسے گرفتار کرلو۔ چنانچہ پروگرام کے مطابق ایتاخ کو بغداد لایا گیا۔ اس کے ساتھ تین سو حشم اور غلام تھے۔ سفید قبا پہنے ہوئے تھا۔ اور گردن میں تلوار حمائل تھی۔ کوتوال بغداد اسحاق نے بنو ہاشم اور سرداران جمہور کے ساتھ مل کر اس کا استقبال کیا۔ اسحاق اور ایتاخ دونوں ساتھ چلے۔ پل کے پاس پہنچے تو اسحاق بڑھ گیا اور پل کو عبور کرکے خزیمہ بن خازم کے محل کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور ایتاخ سے کہا۔ اللہ امیر کو صلاح عطا فرمائے اندر چلیں۔ اس وقت ایتاخ کے ساتھ صرف چند خاص غلام تھے۔ باقی غلاموں کو آگے بڑھا دیا گیا تھا۔ ایتاخ کا اندر جانا تھا کہ پیچھے سے دروازہ بند ہو گیا اس نے دیکھا تو فقط تین غلام ساتھ تھے۔ اس وقت ایتاخ کی زبان سے نکلا "آخر کر گزرے۔ ایتاخ اگر بغداد میں نہ پکڑا جاتا تو اسے گرفتار کرنا ممکن نہ تھا۔ وہ اگر سامرا پہنچ جاتا اور اپنی جمعیت سے تمام مخالفوں کو قتل کر ڈالنا چاہتا تو یہ بھی کرسکتا تھا۔ خزیمہ کے محل میں لوہے کی بھاری زنجیر گردن اور دونوں پاؤں میں ڈال دی گئی۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایتاخ کی گردن میں اسی رطل (پونڈ) کا وزنی طوق ڈالا گیا اور ایک بھاری بیڑی پاؤں میں پڑی۔ اسے کھانا دیا گیا مگر پانی مانگا تو پینے نہ دیا۔ اس پیاس میں اس نے 5 جمادی الاول 235ھ کو وفات پائی۔ اس کے دونوں لڑکے متوکل کی زندگی بھر قید رہے"[3]۔

اسی سال (235ھ) متوکل نے حکم دیا کہ "نصاریٰ اور اہل ذمہ سب کے سب شہد کے رنگ کے طیلسان پہنیں۔ زنار باندھیں' ایسے چارجاموں پر سوار ہوں جن میں لکڑی کی کاٹھی ہو۔ چار جامے کے پیچھے دو گولے بنے ہوں' جو ٹوپیاں پہنیں ان کا رنگ مسلمانوں کی ٹوپیوں کے رنگ سے جدا ہو اور ان میں دو دو گھنڈیاں ہوں۔ ان کے غلاموں کے بالاجامے پر دو دو پیوند لگے ہوں۔ جن کا رنگ بالاجامے کے رنگ سے جدا ہو۔ سامنے ایک پیوند سینے

Marfat.com

پر ہو اور ایک پیٹھ پیچھے جو ایک بقدر چار انگل کے زرد رنگ کا ہو۔ جو عمامہ باندھے اس کا رنگ بھی شہد کے رنگ کا ہو۔ جو عورتیں باہر نکلیں۔ وہ شہد کے رنگ کے ازار پہنے ہوں۔ غلام زنار باندھیں' کمر بند نہ باندھیں۔ یہ بھی حکم ہوا کہ ان کے گرجے اور عبادت خانے جو نئے بنے ہوں گرا دیئے جائیں۔ اور جتنے پرانے گرجے ہیں بدستور قائم رہیں۔ ان کے گھروں سے عشر لیا جائے۔ گھر وسیع و فراخ کشادہ ہو تو مسجد بنا دیں اور مسجد کے قابل کھلی جگہ چھوڑ دیں۔ گھروں کے دروازوں پر شیطان کی تصویریں لکڑی میں کھدی ہوں کہ مسلمانوں کے گھر سے ان کے گھر جدا نظر آئیں۔ یہ بھی ممانعت کر دی کہ دفتروں میں اور سلطنت کے ایسے عہدوں پر جن میں مسلمانوں پر احکام اجراء ہوتے ہوں ان سے مدد نہ لی جائے۔ ان کے مکتبوں میں مسلمانوں کی اولاد تعلیم نہ پائے اور نہ کوئی مسلمان ان کو پڑھائے۔ شعانین کے تہوار میں صلیب نہ نکالیں۔ راستے کے کنارے چلا کریں۔ ان کی قبریں زمین کے برابر ہوں کہ مسلمانوں کی قبروں کے ساتھ مشابہت نہ رہے۔ متوکل نے اس سلسلے میں تمام عہدیداروں کو جو گشتی فرمان بھیجا ان میں لکھا تھا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عزت و قدرت سے اسلام کو برگزیدہ فرمایا۔ اپنے لیے اس کو پسندیدہ ٹھہرایا۔ ملائکہ کو اس سے عزت دی۔ اپنے پیغمبروں کو اس کے لیے مبعوث کیا۔ اپنے دوستوں کو اس سے تائید بخشی۔ اس کو تمام مذہبوں پر غالب بنایا۔ ہر طرح سے شبہات سے اس کو بچایا۔ بہترین خوبیوں سے اس کو نوازا۔ نہایت پاکیزہ شریعت اس کو دی۔ بہت ہی شریفانہ فرائض اس کے لیے مقرر کیے۔ سب سے منصفانہ احکام اور سب سے اچھے اعمال اس کے لیے مخصوص کیے۔ اہل اسلام کو حلال و حرام کی بزرگی دی اور شرائع واحکام و حدود و مناہج واضح کیے۔۔ امیر المومنین کی رائے یہ قرار پائی ہے کہ ممالک محروسہ میں جہاں کہیں جتنے اہل ذمہ ہیں سب کے طیلسان شہد کے رنگ کے ہوں۔ جن کو طیلسان کی توفیق نہ ہو تقریباً" ایک بالشت مربع کا اپنے آگے پیچھے ایک ایک پیوند لگالیں اور اس میں کچھ پس و پیش نہ کریں۔ ٹوپیوں میں گھنڈیاں لگائیں جن کے رنگ ٹوپیوں سے الگ ہوں۔ یہ گھنڈیاں ابھری رہیں۔ ہر حالت میں محسوس ہوا کریں۔ چار جاموں میں کاٹھی ہو اور قربوس پر ابھرے ہوئے گولے لگے ہوں جن کو دیکھنے والے بے تامل دیکھ سکیں۔ غلام اور لونڈیاں بجائے کمربند کے زنار باندھیں۔ جو اس کے خلاف کرے اس کو سزا دی جائے" علی بن جہم نے اس باب میں

Marfat.com

ایک نظم لکھی کہ شہد کے رنگ کے کپڑوں نے اہل حق و اہل باطل میں امتیاز تو پیدا کر دیا مگر عقلمند آدمی کو اس میں زیادتی نہ کرنی چاہئے کیونکہ ایک طرح کی سرکاری آمدنی کا زیادہ حصہ اہل باطل ہی سے وابستہ ہے" علی بن جہم کی اس نظم کا واضح طور پر مطلب یہ تھا کہ اگر متوکل کے اس فرمان پر سختی سے عمل کیا گیا تو مملکت اسلامیہ میں مسلمانوں اور غیر مسلم رعایا کے درمیان تضاد مذہبی بنیادوں پر شدید ہو جائے گا اور بالآخر اس کے نتائج اچھے برآمد نہیں ہوں گے۔

تاہم تین چار سال بعد 239ھ میں اہل حق اور اہل باطل کے درمیان امتیاز میں زیادتی ہوئی جبکہ متوکل کی جانب سے مزید حکم ہوا کہ اہل ذمہ معمولی گھوڑوں اور عربی گھوڑوں کو ترک کر دیں۔ ان کی سواری گدھوں اور خچروں پر ہو۔ اہل ذمہ کے بارے میں متوکل کے ان متعصبانہ اور غیر اسلامی فرمانوں سے پہلے ہی بغداد کی سلطنت بہت سے تضادات سے بھرپور تھی مثلاً عربوں اور عجمیوں کے درمیان تضاد' یمنیوں اور حجازیوں کے درمیان تضاد' شامیوں اور حجازیوں کے درمیان تضاد' بربریوں اور عربوں کے درمیان تضاد' ترک غلاموں وموالیوں اور عرب امراء کے درمیان تضاد' غریبوں اور امیروں کے درمیان تضاد' معتزلہ اور روایت پسندوں کے درمیان تضاد' قدیم اور جدید کے درمیان تضاد اور شیعہ و سنی کے درمیان تضاد۔ ان سارے تضادات کے انبار پر اہل حق اور اہل باطل یعنی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تضاد کی شدت کا بوجھ پڑنے سے مملکت کی حالت خراب تو ہو سکتی تھی بہتر نہیں ہو سکتی تھی۔ متوکل کے اس فرمان کا پس منظر یہ تھا کہ مامون' معتصم اور واثق کے دور میں معتزلہ عناصر کی وسیع المشربی اور آزادی کی وجہ سے اگرچہ علوم و فنون کی بے پناہ ترقی ہوئی تھی لیکن اس سے قدامت پسند ملاؤں کے وقار اور اقتدار کو صدمہ پہنچا تھا جس کا ازالہ اب وہ متوکل کے عہد میں کر رہے تھے۔ اسلم جیراج پوری کے بقول " مامون اور واثق کی طرح متوکل فلسفی نہیں تھا بلکہ سلف کی تقلید کو پسند کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے تمام مباحثوں اور مناظروں کو' خاص کر خلق قرآن کے متعلق حکما" بند کر دیا تھا اور محدثین سے کہا تھا کہ وہ حدیث کا درس دیں۔[5]" سید امیر علی لکھتا ہے کہ "متوکل کے تخت نشین ہونے کے وقت مختلف فرقوں کی صورت حال یہ تھی کہ علمائے معقولات امور مملکت کے ناظم اور مہتمم تھے۔ وہ اختیار و اعتبار والے تمام عہدوں پر مامور تھے۔ وہ کالجوں کے

Marfat.com

پروفیسر تھے۔ شفا خانوں کے نگران تھے۔ رسید گاہوں کے منتظم تھے۔ تجارتی کاروبار کے سربراہ تھے۔ غرض انہیں مملکت کے علم و دانش اور ذی اثر طبقے پر ان کا مسلک غالب تھا۔ مسلک حقانیہ معاشرے کے نچلے طبقوں میں مقبول تھا چنانچہ بیشتر قاضی' مدرس اور وکیل اس کے پیرو تھے۔ متوکل نے جو ایک جفا پیشہ حکمران اور رندمیخوار تھا اور جس پر وقتاً" فوقتاً" دیوانگی کے دورے بھی پڑا کرتے تھے مصلحت اس میں دیکھی کہ موخرالذکر طبقے کے ساتھ اتحاد کرے۔ اس سے اسے عوام کا ہردلعزیز اور کٹھ ملاؤں کا ممدوح بھی بننے کی امید تھی چنانچہ اس نے ترقی پسندوں کو تمام سرکاری عہدوں سے خارج کرنے کا فرمان جاری کیا۔ کالج اور یونیورسٹیاں بند کر دی گئیں۔ ادب' سائنس اور فلسفہ کو ممنوع قرار دے دیا گیا اور علمائے معقولات کو بغداد سے شہربدر کر دیا گیا۔[9]" اس نے قاضی احمد بن ابی داؤد کو جو مذہباً" معتزلی تھا اور اس کے دو بیٹوں کو قید کر دیا۔ ابن ابی داؤد فالج کا مریض تھا۔ اس نے اپنے بیٹے ابو الولید کے مرنے کے بیس دن بعد قید میں ہی وفات پائی۔ اس پر کسی شاعر نے یہ شعر لکھا کہ "اگر تو ہدایت یافتہ ہوتا تو بجائے کلام اللہ کو مخلوق کہنے کے تو فقہ میں مشغول ہوتا اور اسی پر قناعت کرتا۔"

یہ تاریخ کی ستم ظریفی تھی کہ وسیع المشربی' آزادی فکر اور آزادی رائے اور بلا روک ٹوک تجسس کے علمبردار علمائے معقولات کی 99 فیصد اکثریت عجمیوں کی تھی اور ان کی مخالفت کرنے والے تقلید پسند اور قدامت پرست محدثین' علماء اور فقہاء بھی زیادہ تر عجمی تھے۔ جو عرب ان تقلید پرست عجمیوں کے حلیف تھے ان میں سے بیشتر کے اس رویے کی بنیاد موقع پرستی یا مفاد پرستی تھی۔ بعض عرب علماء کا خیال تھا کہ اہل معقولات بدعتی ہیں اور وہ ان کے دین اسلام کے بجائے اپنا کوئی نیا مذہب رائج کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بغداد کے کوتوال اسحاق بن ابراہیم نے مامون اور واثق کے عہد میں تقلید پسند علماء و فقہا کو اذیتیں دی تھیں لیکن اب متوکل کے عہد میں یہی شخص عقلیت پسندوں کی مخالفت میں پیش پیش تھا۔ عرب عوام و خواص روایتاً مذہب کے معاملے میں عقیدۂ سخت گیری کے قائل نہیں تھے۔ ان میں مذہبی رواداری کا بہت جذبہ تھا انہیں بہ جبر واکراہ اسلام کی اشاعت میں دلچسپی نہیں تھی۔ انہوں نے اسلام کی اشاعت کے لیے فتوحات کا سلسلہ شروع نہیں کیا تھا بلکہ تاریخی حالات و واقعات نے انہیں ایسا کرنے کی ترغیب دی تھی۔ بنو امیہ کے ارباب

Marfat.com

اقتدار تو عملاً عجمیوں میں اشاعت اسلام کی حوصلہ شکنی کرتے تھے کیونکہ ان کے محاصل میں کمی ہوتی تھی۔ عرب کے (عیسائی) سیاح برک ہارٹ نے جو بدوؤں سے خوب واقف تھا اس بات کی شہادت دی ہے کہ "غیر مذاہب سے رواداری رکھنے میں عرب کے لوگ ایشیا کی باقی تمام قوموں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ مذہبی رواداری ان میں بہت پرانے وقتوں سے چلی آتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جس قوم کو آزادی بے حد عزیز ہو وہ مذہب کے استبداد کو بھی گوارا نہیں کر سکتی۔[۷]" عرب اگر بنو امیہ کے عہد میں عجمیوں کو حقیر سمجھتے تھے اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ مذہبی لحاظ سے عجمیوں کو کم تر درجہ کا سمجھتے تھے بلکہ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ نسلی برتری کے احساس اور قبائلی عصبیت میں مبتلا تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ فاتح تھے اور ساری دنیا میں فاتح اقوام مفتوح اقوام کو حقیر سمجھا ہی کرتی تھیں اور عہد حاضر میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

خلیفہ متوکل کے مجنونانہ مذہبی تعصب کا ایک اور مظاہرہ اس سے اگلے سال 236ھ میں ہوا جبکہ اس نے امام حسینؓ اور امیر المومنین علیؓ کے روضوں کو منہدم کرا دیا۔ طبری نے اس واقعہ کو مختصراً یوں بیان کیا ہے کہ "متوکل نے حضرت حسینؓ بن علیؓ کی قبر اور اس کے قرب وجوار کے مکانات منہدم کرا دیئے اور حکم دیا کہ ان کی قبر کے مقام پر ہل چلایا جائے اور بیج ڈالا جائے۔ آب پاشی کی جائے اور لوگوں کو وہاں آنے سے روکا جائے۔ مذکور ہے کہ افسر پولیس کے عامل نے اس علاقے میں ندائے عام دے دی کہ تین دن کے بعد ہم جسے ان کی قبر کے پاس پائیں گے اسے قید خانے بھیج دیں گے۔ لوگ بھاگ گئے اور اس طرح جانے سے باز آ گئے۔ اس مقام پر ہل چلا دیا گیا اور اس کے اطراف میں زراعت ہونے لگی۔[۸]" متوکل کے اس مجنونانہ اقدام کا صاف مطلب یہ تھا کہ اہل بیت کے عقیدتمندوں میں اضافہ ہو رہا تھا اور روزانہ بہت سے لوگ امام حسینؓ کے روضہ پر جا کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے تھے۔ بنو امیہ کے دور میں سیاسی جھگڑا بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان تھا اور اہل بیت اپنے آپ کو بنو ہاشم ہی کہتے تھے لیکن بنو عباس کے برسر اقتدار آنے کے بعد کشمکش اقتدار بنو عباس اور بنو علی کے درمیان ہو گئی۔ بنو علی اپنے آپ کو فاطموی یا اہل بیت کہنے لگے تھے اور اس طرح دو مذہبی فرقے بن گئے تھے۔ چونکہ خلیفہ متوکل کے اقتدار کی سیاسی بنیاد اہل سنت و الجماعت کی حمایت پر تھی اس لیے اس نے

Marfat.com

اپنے سیاسی مخالفین یعنی اہل تشیع کے خاتمہ کے لیے ان مقامات مقدسہ کو ہی منہدم کرا دیا جہاں شیعان علیؓ روزانہ جمع ہوکر اہل بیت کی حمایت اور بنو عباس کی مخالفت کے جذبہ کو زندہ رکھتے تھے۔ شیعان علی کے گیارہویں امام حسن عسکریؒ خلیفہ متوکل کے حکم سے سرمن رائے کے مقام پر جسے العسکر بھی کہتے تھے، ایک مدت مدید تک نظربند رہے اور امام حسنؒ کے والد امام علی نقیؒ کو مدینے سے سامرا جلا وطن کر دیا اور انہیں مرتے دم تک وہیں قید رکھا۔ اس نے حضرت علیؓ اور ان کے فرزندوں کے مقبرے بھی مسمار کرا دیئے۔ دراں حالیکہ تقلید پسند علماء اور فقہا اسلام کے مرید اور مربی تمام امور سلطنت کے مختار کل بن گئے ہوئے تھے۔ امیرالمومنین حضرت علیؓ کی شہادت اور پھر امام حسینؓ اور ان کے اہل بیت کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں سیاسی مقاصد کے تحت دو بڑے مذہبی فرقے بننے کی جو ابتدا ہوئی تھی وہ اب اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ شیعان علیؓ یعنی بنو عباس کے مخالفین میں ایرانیوں اور خراسانیوں کی تعداد زیادہ تھی جبکہ خلیفہ متوکل کے حامی اہل سنت و الجماعت میں ترک موالیوں اور عربوں کی اکثریت تھی۔ ترک موالیوں کے اہل سنت ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ چونکہ انہوں نے دربار خلافت میں خراسانیوں سے ذی اثر مقام حاصل کیا تھا اس لیے ان کا مذہبی مسلک خراسانیوں سے مختلف تھا یعنی وہ اہل تشیع نہیں تھے۔ دراصل عملی طور پر ان کا کوئی بھی مذہب نہیں تھا۔ وہ صرف مال و زر اور اقتدار کی پوجا کرتے تھے۔ برصغیر کے ایک سنی العقیدہ "علامہ" اسلم جیراج پوری نے اہل تشیع کے مقامات مقدسہ کے انہدام کے اس واقعہ کی کوئی تفصیل نہیں لکھی۔ البتہ اس نے اس واقعہ پر تین سطروں کا یہ تبصرہ کیا ہے کہ "محدثین اس کی (متوکل کی) عداوت اہل بیت اور انہدام قبر حسین علیہ السلام سے جس قدر ناراض ہیں اسی قدر خلق قرآن کے فتنہ کے دبا دینے پر اس سے خوش ہیں۔ گویا ان کے نزدیک اس کی نیکی اور بدی دونوں پلے قریب قریب آجاتے ہیں۔" اسلم جیراج پوری کے اس تبصرے سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی تعصب انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا سکتا ہے۔ اہل تشیع کے "علاموں" میں بھی ایسے "علاموں" کی کمی نہیں جو مذہبی عقیدہ کے طور پر حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں۔ متوکل نے ایسے ہی ایک "شیعہ عالم" عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عاصم کو حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ اور عائشہؓ اور حفصہؓ کو گالیاں دینے کے الزام میں موت کی سزا دی تھی۔

Marfat.com

اس کو ایک ہزار کوڑے لگوائے گئے۔ پھر اسے دھوپ میں ڈال دیا گیا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پھر اسے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جبکہ متوکل کی محفل میں شراب پی جاتی تھی اور حضرت علیؓ پر چوٹیں ہوتی تھیں۔

240ھ میں اہل حمص نے خلیفہ متوکل کے خلاف بغاوت کی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کے والی موسیٰ بن ابراہیم نے بعض رؤسا حمص کو بغیر کسی جرم و خطا کے قتل کر ڈالا تھا۔ اہل حمص نے اس پر بلوہ کر دیا اور اس کو دارالامارت میں سے نکال کر اس کے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ خلیفہ متوکل نے بجائے اس کے محمد بن عبدویہ کو متعین کیا۔ اس نے بھی اہل حمص کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا اور سختی سے پیش آیا چنانچہ اہل حمص اس سے بھی منحرف اور باغی ہو گئے۔ حمص کے عیسائیوں میں سے ایک جماعت نے عبدویہ پر اہل حمص کے حملے میں ان کی مدد کی۔ اہل ذمہ کے بارے میں متوکل کے متذکرہ فرمانوں کے پیش نظران کا یہ رویہ غیرمتوقع نہیں تھا۔ عبدویہ نے یہ واقعہ متوکل کو لکھ بھیجا۔ متوکل نے اسے ان کے تباہ کرنے کا حکم لکھ بھیجا اور اس کی اس لشکر سے امداد کی جو دمشق میں صالح عباسی ترکی کے ماتحت تھا۔ وہ دمشق کا عامل تھا۔ رملہ کے کچھ لشکر میں سے بھی کچھ فوج نے امداد کی۔ "اور اسے یہ حکم دیا کہ ان میں سے تین سرداروں کو گرفتار کرے اور انہیں ہلاک کر دینے والے کوڑے مارے۔ جب وہ مر جائیں۔ انہیں ان کے دروازوں پر لٹکا دے۔ اس کے بعد ان میں سے کچھ وجاہت دار آدمی گرفتار کر لئے اور ہر ایک کو تین تین سو کوڑے مارے اور انہیں پابہ زنجیر کر کے امیر المومنین کے دروازے پر روانہ کر دے اور اس معبد نصاریٰ کو مسجد میں داخل کرے جو مسجد کے قریب ہو۔ شہر میں کوئی نصرانی نہ رہنے پائے کہ اس سے خارج نہ کر دیا جائے اور قبل اس کے ان میں اعلان کر دے جسے تین دن کے بعد پائے اسے اچھی طرح سرزنش کرے۔ محمد بن عبدویہ نے باغیوں میں سے دس دس آدمی گرفتار کر لیے۔ ان کی گرفتاری کا حال لکھ بھیجا اور انہیں امیر المومنین کے حضور روانہ کر دیا۔ متوکل نے الفتح بن خاقان کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو جو محمد بن رزق اللہ کہلاتا تھا روانہ کیا تاکہ وہ ان میں سے جنہیں محمد بن عبدویہ نے بھیجا ہے محمد بن عبدالحمید الحمیدی اور قاسم بن موسیٰ بن فوعوس کو حمص واپس لے جائے۔ انہیں مار مار کر ہلاک کر دے اور ان کی لاشیں ان کے دروازوں پر لٹکا دے۔

Marfat.com

وہ انہیں واپس لے گیا اور دونوں کو اتنا مارا کہ وہ مر گئے اور حمص کے دروازے پر انہیں لٹکا دیا۔ دوسروں کو سامرا لایا۔ وہ آٹھ تھے۔ جب وہ روانہ ہوئے تو ایک ان میں سے راستے میں مر گیا۔ متوکل نے اس ہی کو اس کا سر پکڑا دیا۔ ان میں سے ساتوں آدمیوں کو اور مردے کے سر کو سامرا لے آئے۔ اس کے بعد محمد بن عبدویہ نے لکھا کہ اس نے مزید دس آدمی گرفتار کر لیے ان میں سے پانچ آدمیوں کو کوڑے مارے تو وہ مر گئے۔ محمد بن عبدویہ نے لکھا کہ اس نے ان مخالفین میں سے ایک اور شخص پر فتح پائی۔ جس کا نام عبدالملک بن اسحاق بن عمارہ تھا۔ وہ فتنے کے بازوؤں میں سے ایک تھا۔ اسے حمص کے دروازے پر اتنے کوڑے لگائے گئے کہ وہ مر گیا اور اسے اس قلعہ پر لٹکایا دیا جو تل العباس کے نام سے مشہور ہے۔[1]" ابن خلدون لکھتا ہے"۔ عیسائی شہر بدر کر دیئے گئے۔ گرجے گرا دیئے گئے اور ان میں سے جو جامع مسجد کے قرب واتصال میں تھے جامع مسجد میں شامل کر لیے گئے۔[1]"

متوکل کی خلافت کے پندرہویں سال میں یعنی 247ھ میں اس کے اور اس کے بڑے بیٹے محمد المنتصر کے درمیان معاندانہ تضاد پیدا ہو گیا جو بالاخر متوکل کے قتل کا باعث بنا۔ اس تضاد کا پس منظر یہ تھا کہ متوکل نے ذی الحجہ 235ھ میں یہ فرمان جاری کیا تھا کہ اس کے تین بیٹے یکے بعد دیگرے ولی عہد ہوں گے۔ پہلا بیٹا محمد تھا اسے المنتصر کا خطاب دیا گیا دوسرا ابو عبداللہ تھا اس کو معتز کا خطاب دیا گیا اور تیسرے ولی عہد بیٹے ابراہیم کو موید کا خطاب ملا۔ پھر اس نے اپنی ساری مملکت ان تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دی تھی۔ منتصر کو افریقہ، مصر شام، جزیرہ عرب حرمین و یمن، اہواز اصفہان اور سندھ کے علاقے دیئے گئے۔ معتز کو طبرستان، رے، آرمینیہ، آذربائیجان اور فارس کے علاقے ملے اور موید کے حصے میں جند دمشق، جند حمص، جند اردن اور جند فلسطین آئے۔ کہا جاتا ہے کہ متوکل کا وزیر عبیداللہ بن یحییٰ اور ندیم خاص فتح بن خاقان منتصر کے خلاف تھے اور چاہتے تھے کہ وہ خلیفہ نہ ہو بلکہ معتز ہو۔ متوکل کے دل میں بھی انہوں نے منتصر کی طرف سے بدگمانی پیدا کر دی۔ اس نے چاہا کہ میں اس کو ولی عہدی سے نکال دوں۔ منتصر اس کا دشمن ہو گیا اور ترکوں کے ساتھ سازباز کرنے لگا۔ جو ایتاخ کے قتل کے بعد متوکل سے کبھی خوش نہیں ہوئے تھے۔ مزید بیان کیا جاتا ہے کہ متوکل کے دماغ میں یہ خیالات قائم ہو گئے کہ

Marfat.com

منتصر جلد باز اور ناعاقبت اندیش ہے۔ اسی وجہ سے متوکل منتصر کو مستعمل کے لقب سے اکثر یاد کرتا تھا اور منتصر کو متوکل سے اس وجہ سے کشیدگی پیدا ہو رہی تھی کہ اس نے اپنے اسلاف کا مذہب (اعتزال اور تشیع) چھوڑ دیا تھا۔ بسا اوقات مجلس میں اس کے مصاحین علی بن ابی طالب پر چوٹ کرتے تھے اور متوکل بیٹھا ہوا ہنستا رہتا۔ منتصر کو یہ حرکات ناگوار گزرتی تھیں۔ مصاحین کو موقع و محل دیکھ کر دھمکی دیتا تھا اور کبھی کبھار جب ضبط نہ کرسکتا تھا تو خلیفہ متوکل سے کہہ دیتا تھا کہ بات اچھی نہیں ہے۔ علی ہم لوگوں کے بزرگ سردار اور بنو ہاشم کے شیخ ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک وہ برے ہیں تو آپ جو چاہے کہہ لیجئے مگر ان کمینوں اور ذلیلوں کو تو روک دیجئے۔ لیکن خلیفہ متوکل منتصر کے اس کہنے پر اس کی تحقیر و تذلیل کرتا۔ گالیاں دیتا۔ معزولی و قتل کی دھمکی دیتا اور اکثر وزیر السلطنت عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو حکم دے دیتا کہ اس کو نکال دو۔[12]" بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جب منتصر اور متوکل میں کشیدگی بہت بڑھ گئی تو "متوکل نے یہ ارادہ کیا کہ 5 شوال کو وہ فتح بن خاقان کے ساتھ اپنا دوپہر کا کھانا عبداللہ بن عمر بازیار کے یہاں کھائیں گے تاکہ دھوکے سے منتصر کو قتل کیا جائے اور ترکوں کے سرداروں اور لیڈروں میں سے وصیف اور بغا وغیرہ کو قتل کیا جائے۔ ابن حفص کے بیان کے مطابق "اس دن سے ایک دن پہلے یوم سہ شنبہ کو اپنے بیٹے منتصر کے متعلق اس نے بہت سی لغو باتیں کیں۔ کبھی اسے گالی دیتا تھا اور کبھی اسے اس کی طاقت سے زیادہ شراب پلاتا تھا۔ کبھی اس کے چپت لگواتا تھا اور کبھی اسے قتل کی دھمکی دیتا تھا۔[13]" متوکل کی اپنے بیٹے کے خلاف اس سازش کا بغا صغیر کو، جو اس روز پہرے پر تھا پتہ چل گیا تو اس نے یہ بات منتصر تک پہنچا دی۔ چنانچہ منتصر نے بعض ترک امراء لشکر کے ساتھ مل کر اپنے باپ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبہ کے مطابق 4 شوال 247ھ مطابق 11 دسمبر 861ء کو نصف شب کے بعد ترک لشکریوں نے متوکل کو قتل کرکے اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا وزیر السلطنت فتح بن خاقان بھی قتل ہوا۔ متوکل نے اس رات کو چودہ رطل شراب پی تھی اور پہریدار بغا صغیر نے اس کے قتل کے منصوبے پر عملدر آمد کرانے کے لیے اس کے بیشتر مصاحین کو مجلس سے نکال دیا تھا۔ اس کی مدت خلافت چودہ سال دس مہینے تھی۔

Marfat.com

باب : 10

# خلیفہ منتصر باللہ اور خلیفہ مستعین باللہ

## ترکوں کی بالادستی اور عباسی سلطنت کے زوال کا آغاز

متوکل کے قتل کے وقت منتصر اپنے مکان میں سو رہا تھا۔ جب متوکل کے قاتلین خون آلودہ تلوار لے کر اس کے پاس آئے تو وہ لوگوں کے شور وغوغا سے جاگ کر باہر آیا۔ ان لوگوں نے آداب خلافت کے مطابق منتصر کو سلام کیا۔ زرافہ نے ہاتھ بڑھا کر بیعت کرلی۔ اس کے بعد منتصر سوار ہوکر محل سرائے شاہی میں داخل ہوا۔ حاضرین نے بیعت کی اور وصیف کو لکھ بھیجا کہ میں نے فتح بن خاقان کو اس جرم میں کہ اس نے میرے باپ کو قتل کر دیا تھا قتل کر ڈالا ہے۔ وصیف اس خبر سے مطلع ہوکر حاضر ہوا اور بیعت کی۔ اگلے دن صبح بیعت عام ہوگئی۔ اس موقع پر لشکریوں میں ایک شورش سی پیدا ہوئی اور شہر کے معین غنڈے بھی ان لشکریوں کے پیچھے شور مچاتے ہوئے محل سرائے شاہی کے دروزے پر پہنچے مگر محل کے فوجی دستے نے جلدی ہی ان پر قابو پالیا۔ طبری نے لکھا ہے کہ "منتصر نے بعض فقہا سے مشورہ کرنے کے بعد اپنے باپ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ — جب خلیفہ منتصر باللہ کے تمام امور خلافت درست ہو گئے تو اس کے وزیر احمد بن خصیب نے وصیف اور بغا سے کہا کہ ہم لوگ منتصر کے دونوں چھوٹے بھائیوں موید اور معتزلہ سے مطمئن نہیں ہیں جب امیر المومنین مر جائے گا تو معتز خلیفہ بن جائے گا پھر ہم میں سے کسی کو باقی نہ رہنے دے گا۔ اور ہماری اولاد کو بھی مٹا دے گا۔ رائے یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ دونوں ہم پر قابو پائیں ہم ان دونوں لڑکوں کی معزولی کی کوشش کریں تمام ترکوں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اس معاملے میں کوشش کی اور منتصر سے اصرار کیا کہ اے امیر المومنین ان دونوں کو ولی عہدی سے معزول کر دیجئے اور اپنے فرزند

Marfat.com

عبدالوہاب کے لیے بیعت لے لیجئے۔ منتصر اپنے بھائیوں معتز اور موید کا لحاظ کرتا تھا اور وہ انہیں معزول نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تاہم جب اس کی خلافت کے چالیس دن گزرے تو اس نے معتز اور موید کو حاضر ہونے کا حکم دیا اور انہیں ولی عہدی سے معزول کر دیا۔ موید نے فوراً اس حکم کو تسلیم کرلیا جبکہ معتز نے اعتراض کیا۔ چنانچہ اسے گرفتار کر کے قید کر دیا گیا۔ موید کا بیان ہے کہ منتصر نے ہماری معزولی کا حکمنامہ بھری مجلس میں دیا تھا۔ اس پر معتز خاموش رہا۔ میں نے توقف کر کے کہا کہ ہاں اے امیر المومنین مجھے منظور ہے۔ معتز سے میں نے کہا بول۔ اس نے بھی یہی کہا اس پر منتصر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ ترک بھی کھڑے تھے۔ اس نے کہا کیا تم دونوں یہ گمان کرتے ہو کہ میں نے تم کو اس طمع میں معزول کر دیا ہے کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب میرا لڑکا بڑا ہو اور میں اس کے لیے بیعت لے لوں۔ خدا کی قسم میں نے گھڑی بھر کے لیے بھی کبھی اس قسم کا لالچ نہیں کیا۔ جب اس معاملے میں لالچ نہیں تھا تو خدا کی قسم مجھے اپنے باپ کے بیٹوں کا حاکم بننا بہ نسبت چچا کے بیٹوں کے حاکم بننے کے زیادہ پسند ہے۔ لیکن ان لوگوں نے (اس نے تمام آزاد کردہ غلاموں کی طرف اشارہ کیا۔ جو وہاں کھڑے تھے اور بیٹھے تھے) مجھ پر تم دونوں کے معزول کرنے میں بہت اصرار کیا۔ مجھے اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر میں نہ کروں تو ان میں سے کوئی تم دونوں کے ساتھ ہتھیار سے پیش آئے اور دونوں کو قتل کر دے۔ تو تم دونوں مجھے کیسا خیال کرو گے۔ خدا کی قسم ان سب کا خون مل کر تم میں سے کسی ایک کے خون کے برابر نہیں ہے۔ اس لیے مجھ پر ان کی درخواست کا قبول کرلینا زیادہ آسان ہوا" یعقوب بن السکیت کا بیان ہے کہ منتصر کی یہ تقریر سن کر دونوں جھک گئے اور دونوں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اس نے دونوں کو چمٹا لیا اور پھر وہ دونوں واپس چلے گئے۔[1]" یہ واقعہ 23 صفر 247ھ کا ہے اور اس سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہے کہ خلیفہ ابو اسحاق معتصم کے عہد میں خلافت عباسیہ کے زوال کا جو عمل شروع ہوا تھا وہ خلیفہ متوکل کے قتل کے بعد بہت تیز ہو گیا تھا۔ اب اصلی اقتدار ترک امراء لشکر کے پاس تھا اور عباسی خلیفہ کی حیثیت محض ایک کٹھ پتلی حکمران کی تھی' خلیفہ منتصر ترک لشکریوں کے سامنے بالکل بے بس تھا۔ وہ اپنے باپ کے قتل کی سازش میں شریک ہونے اور اپنے بھائیوں کو مجبوراً معزول کرنے کی وجہ سے غمگین و افسردہ رہتا تھا چنانچہ اسی حالت میں وہ بیمار ہوا اور 5 ربیع الثانی 248ھ

Marfat.com

مطابق 7 جون 862ء کو انتقال کر گیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً 24 سال تھی۔ اس کی مدت خلافت تقریباً چھ مہینے رہی۔

جب خلیفہ منتصر باللہ کی وفات ہوئی تو سارے ترک امراء لشکر اور مغربیوں اور اشروسینوں کے امراء ہارونی کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ اب متوکل کی اولاد میں سے کوئی خلیفہ نہیں ہو گا بلکہ خلافت کا تاج ابو اسحاق معتصم کے پوتے کے سر پر رکھا جائے گا چنانچہ اس فیصلے کے مطابق احمد بن محمد بن معتصم بن ہارون رشید خلیفہ بنا۔ وہ مسلمہ کی ایک لونڈی مخارق کے بطن سے تھا۔ اس وقت اس کی عمر 28 سال تھی۔ اس کا لقب مستعین باللہ رکھا گیا۔ اس موقع پر شہر کے کچھ لوگوں نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کی سرکردگی میں معتز کے حق میں ہنگامہ کیا مگر مغربیوں اور اشروسینوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ اس دوران سامرا میں قیدیوں نے بھی گڑ بڑ کی اور ان کی ایک جماعت بھاگ گئی۔ تاہم متوکل کے دونوں بیٹے معتز اور موید اپنے گھروں سے نہ بھاگ سکے۔ اور انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ چند ہفتے بعد ترک موالی وزیر السلطنت احمد بن خصیب سے بھی ناراض ہو گئے۔ چنانچہ ان کے کہنے پر خلیفہ نے احمد کو معزول کر کے اس کے اور اس کے بیٹے کا مال ضبط کر لیا۔ اور جزیرہ اقریطش (Crete) میں جلا وطن کر دیا۔ اس کی جگہ اتامش کو وزیر بنایا اور شجاع کو اس کا کاتب مقرر کیا۔

اس واقعہ کے چند ماہ بعد "جب 249ھ کا سن چڑھا تو عمر بن عبداللہ اقطع نے خلیفہ سے اجازت حاصل کر کے رومیوں کے خلاف جہاد کیا۔ مرج اسقف میں مقابلہ ہوا۔ عمر بن عبداللہ مع دو ہزار مسلمانوں کے شہید ہو گئے۔ اس فتح سے رومیوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے ثغور جزیرہ پر چڑھائی کر دی۔ علی بن یحییٰ کو جس وقت کہ وہ آرمینیہ سے میافارقین کو جا رہا تھا یہ خبر لگی تو وہ جوش محبت قومی سے لوٹ پڑا اور ایک عظیم خونریزی کے بعد مع چار سو مسلمانوں کے شہید ہو گیا۔ جب ان دونوں نامور سپہ سالاروں کی شہادت کی خبر بغداد تک پہنچی تو اہل بغداد کی آنکھوں سے خون ٹپک پڑا کیونکہ یہ دونوں مسلمانوں کے دانتوں میں سے دو دانت تھے جن کا خوف بہت تھا ان سرحدوں پر، جہاں کہ یہ دونوں تھے ان کی وجہ سے سب میں نہایت بے فکری تھی۔ ان پر یہ شاق گزرا۔ انہیں دونوں کے شہید ہونے کا بہت صدمہ ہوا۔ اس وجہ سے اور بھی کہ ایک کا قتل دوسرے کے قریب ہی

Marfat.com

زمانے میں ہوا اور اس وجہ سے بھی جو کچھ ترکوں سے حرکات شنیعہ انہیں پیش آئی تھیں۔ مثلاً متوکل کا قتل کرنا اور مسلمانوں کے معاملات پر ان کا غالب آجانا اور خلفاء میں سے جسے چاہا قتل کر دینا اور جسے چاہا اسے خلیفہ بنا دینا۔ نہ دیانتداری کی طرف لوٹنا اور نہ مسلمانوں کے نفع پر نظر کرنا۔ بغداد میں جمع ہوکر شور غل کرنے لگے۔ عرب مولدین اور شاکریہ بھی ان میں شامل ہو گئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ تنخواہ مانگتے ہیں۔ یہ یکم صفر 249ھ کو ہوا۔ انہوں نے نصر بن مالک کا قید خانہ کھول دیا اور جو لوگ ان میں قید تھے اور جو باب الجسر کے پل میں تھے سب کو نکال دیا۔ قید خانے میں ایک جماعت خراسان کے بد اطواروں اور اہل الجبال اور المحمرہ وغیرہ کے بدمعاشوں کی تھی انہوں نے پل کا ایک حصہ کاٹ ڈالا اور دوسرے کو آگ لگا دی۔ اس کی کشتیاں ٹوٹ گئیں۔ قیدیوں کا دستہ لوٹ لیا گیا اور دفاتر پھاڑ کر پانی میں ڈال دیئے گئے۔ بشر نصرانی اور ابراہیم نصرانی فرزندان ہارون کا جو محمد بن عبداللہ کے کاتب تھے گھر لوٹ لیا۔ یہ سب بغداد کی شرقی جانب ہوا۔ اس جانب شرقی کا حاکم احمد بن محمد بن خالد بن ہرثمہ تھا۔ اس کے بعد بغداد اور سامرا کے مالدار لوگوں نے اپنے ہاں سے بہت سا مال نکالا۔ اس طریقے سے انہوں نے کم مال والوں کو جنگ روم کے لئے سرحدوں کی طرف جانے کے لیے مدد پہنچائی۔ بہت لوگ الجبل اور فارس اور دیہات وغیرہ سے جنگ روم کے لیے گئے۔ 23 ربیع الاول یوم جمعہ کو سامرا میں ایک ہجوم نے حملہ کیا۔ وہاں کا قید خانہ کھول دیا اور جو لوگ اس میں قید تھے انہیں نکال دیا۔ موالی کی ایک جماعت کے ساتھ زرافہ اس گروہ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ عام لوگوں نے حملہ کرکے انہیں شکست دے دی۔ اتامش اور وصیف اور بغاسب ترک سوار ہوکر آئے تو عوام میں سے ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ وصیف پر ایک پکی ہوئی ہانڈی پھینکی گئی۔ اس نے وہاں کی دکانوں اور مکانوں میں آگ لگا دی۔ یہ مقام سامرا میں دار اسحاق کے قریب تھا۔[۲]"

بغداد میں اس سے پہلے بھی دو تین پر تشدد مظاہرے ہو چکے تھے مگر یہ مظاہرہ پہلے مظاہروں سے اس لحاظ سے مختلف تھا کہ اس سے یہ پتہ چلا تھا کہ عوام کی نظروں میں خلیفہ کا کوئی وقار نہیں رہا تھا۔ وہ ایک نمائشی شخصیت تھی۔ سیاسی اقتدار ترکوں کے ہاتھ میں تھا اور عوام ہر سیاسی، معاشرتی اور معاشی برائی کے لیے ان ترکوں ہی کو مورد الزام ٹھہراتے تھے۔ کہاں بنو امیہ کے عہد میں عربوں کا دبدبہ، کہاں بنو عباس کے اقتدار کے اوائل میں

Marfat.com

خراسانیوں کی بالادستی اور کہاں اب ترک موالیوں کا غلبہ۔ تقریباً دو سو سال کے عرصہ میں کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد خلیفہ مستعین کے وزیر اعظم اتامش اور اس کے کاتب شجاع بن قاسم کو قتل کر دیا گیا۔ اس قتل کا پس منظر یہ تھا کہ مستعین کی والدہ' جس کا کاتب ایک نصرانی سلمہ بن سعید تھا اور شاہک خادم جو قصر خلافت کا داروغہ اور خلیفہ کا خزانچی تھا دونوں اتامش سے مل گئے تھے۔ بیت المال میں جو رقم آتی تھی اس کا بڑا حصہ ان ہی تینوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ مستعین نے اپنے بیٹے عباس کو تربیت کے لیے اتامش کے سپرد کیا تھا۔ اس نے ایک نصرانی دلیل بن یعقوب کو اس کا اتالیق مقرر کر دیا۔ جو مال ان تینوں سے بچ جاتا اس کو ابن یعقوب شہزادہ کے لیے لیتا تھا۔ وصیف اور بغا نے جو کسی زمانے میں سیاہ و سپید کے مالک تھے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے ترکوں کو اتامش کے خلاف کھڑا کر دیا۔ چنانچہ 12 ربیع الاول کو ترکوں نے یورش کر دی۔ اتامش جو محل میں مستعین کے ساتھ تھا اسے بھی اطلاع ہو گئی۔ اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا مگر موقع نہ ملا۔ مستعین سے پناہ مانگی مگر اس نے بھی اسے پناہ نہ دی۔ وہ لوگ پنج شنبہ اور جمعہ کو اپنے اسی حال پر قائم رہے۔ جب ہفتہ ہوا تو محل میں گھس گئے اور اتامش کو وہاں سے نکال لائے جہاں وہ چھپا ہوا تھا۔ وہ قتل کر دیا گیا اور اس کا کاتب شجاع بن القاسم بھی۔ اتامش کا گھر بھی لوٹ لیا گیا۔ اس میں سے بڑے بڑے مال و اسباب اور فرشی آلات لے لیے گئے[۳۱]" ترک اس سے قبل وزیر احمد بن خصیب کو جلا وطن کرا چکے تھے اب انہوں نے اتامش کو قتل کیا تو مستعین نے ابو صالح عبداللہ بن محمد بن یزداد کو وزیر بنا لیا۔ اس نے چاہا کہ محاصل کے حسابات منضبط کر کے سلطنت کے مالیہ کو درست کرے۔ بغا صغیر کو اس کا یہ انتظام پسند نہ آیا اور وہ اس سے برہم ہو گیا۔ ابو صالح اپنی جان کے خوف سے شعبان 249ھ میں بھاگ کر بغداد چلا گیا۔ اس کے وزارت صرف تین ماہ رہی۔ اب محمد بن فاضل وزارت کے عہدے پر مامور ہوا مگر اس نے بجائے وزیر کے اپنے عہدے کا نام صرف کاتب رکھا۔ اس نے محکمہ خطوط پر سعید بن حمید کو رئیس بنا دیا۔

250ھ میں یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب نے کوفے میں بغاوت کی۔ اس کی کنیت ابوالحسین تھی اور وہ زیدیہ فرقہ کا سربراہ

Marfat.com

تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ "ابو الحسین یحییٰ بن عمر اور اس کی ماں ام الحسین فاطمہ بنت حسین بن عبداللہ بن اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کو سخت تنگ دستی پیش آئی۔ قرض ہو گیا جس نے بہت تنگ کیا۔ عمر بن فرج سے ملے جو متوکل کے زمانے سے اپنے خراسان سے آنے کے بعد سے اولاد ابی طالب کے معاملات کا محافظ تھا۔ باتیں کیں۔ جس کا جواب سختی سے ملا۔ یحییٰ بن عمر نے اس کی مجلس ہی میں اسے گالی دی اور قید کر دیے گئے یہاں تک کہ گھر والوں نے ضمانت دی تو رہائی ملی۔ بغداد روانہ ہوئے۔ وہاں بدحالی کے ساتھ ٹھہرے رہے۔ پھر سامرا گئے اور وصیف سے ملاقات کی کہ عطا جاری کر دی جائے۔ وصیف نے بھی سختی سے باتیں کیں اور وہ اس کے پاس سے پلٹ آئے۔ جب چاروں طرف سے مایوس ہو گئے تو کوفے کا رخ کیا۔ جہاں انہوں نے اعراب کی بڑی جماعت جمع کی اور اہل کوفہ کی بھی ایک جماعت مل گئی۔ ان دنوں والی بغداد محمد بن عبداللہ بن طاہر کی جانب سے ایوب بن حسین والی کوفہ تھا۔ یحییٰ بن عمر نے اس پر حملہ کر دیا۔ جیل کے دروازے توڑ کر قیدیوں کو نکال لیا۔ عمال شاہی کو شہر سے نکال باہر کیا۔ شاہی دفاتر کو جلا دیا۔ بیت المال کے دروازے توڑے گئے۔ دو ہزار دینار سرخ اور ستر ہزار درہم لوٹ لیے۔ محمد بن عبداللہ نے عبداللہ بن محمود گورنر سواد کو ایوب بن حسین کی مدد کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے ابو الحسین سے لڑائی کی لیکن پہلے ہی معرکے میں ان کو شکست ہو گئی۔ ابوالحسین نے سواد کوفہ کی جانب قدم بڑھائے۔ زیدیہ اور اطراف وجوانب کے رہنے والوں کا ایک گروہ ساتھ ہو گیا۔ سرزمین واسط پہنچے۔ عظیم الشان لشکر جمع ہو گیا۔ محمد بن عبداللہ نے گھبرا کر حسین بن اسماعیل کو اس طوفان کی روک تھام پر مامور کیا۔ اہل بغداد اور کوفہ کے عوام و خواص نے زیدیہ کی امداد پر کمریں باندھ لیں۔ ابوالحسین کے پاس جوق درجوق جمع ہونے لگے۔ اس اثناء میں حسین بن اسماعیل کوفہ کے قریب آپہنچا۔ ابو الحسین نے کوفہ سے نکل کر مقابلہ کیا۔ حسین بن اسماعیل کی تازہ دم فوج نے ابو الحسین کو شکست دی۔ ہنگامہ دار وگیر وقتل برپا ہو گیا۔ سینکڑوں آدمی کام آگئے۔ بالآخر ابوالحسین یحییٰ بن عمر کے مارے جانے پر لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ ان کا سر اتار کر محمد بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ محمد بن عبداللہ نے اسے خلیفہ مستعین کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ مستعین نے سامرا کے باب العامہ پر نصب کرنے کو کہا۔ لوگ اس کے لیے جمع ہو گئے اور افسوس کرنے لگے۔ پھر اس کی بغداد میں تشہیر کی

Marfat.com

گئی تو وہاں کے لوگوں نے بھی افسوس کا اظہار کیا۔ اس پر محمد بن عبداللہ نے اسے اسلحہ خانے کے صندوق میں رکھ دیا۔" یہ واقعہ رجب 250ھ کا ہے۔

مستعین محمد بن عبداللہ کی اس فتحیابی پر اس سے خوش ہوا اور اس نے بطور صلہ اسے طبرستان میں دو جاگیریں عطا کیں۔ عبداللہ نے اپنے کاتب کے بھائی جابر بن ہارون کو ان کے انتظام کے لیے بھیجا۔ طبرستان کا عامل اس زمانہ میں سلیمان بن عبداللہ بن طاہر تھا لیکن سارا کام اس نے محمد بن اوس بلخی کے سپرد کر رکھا تھا۔ اس نے تمام عہدوں پر اپنے نا اہل بیٹوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ اہل طبرستان ان کے مظالم سے تنگ تھے۔ اس وجہ سے مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ سلیمان نے اہل دیلم سے عہد مصالحت کر لیا تھا لیکن محمد بن اوس نے ان کے ملک کی حدود کو تاخت و تاراج کیا۔ اس لیے وہ بھی دشمن ہو گئے۔ ہارون جب عبداللہ کی جاگیروں کے انتظام کے لیے وہاں پہنچا تو اس نے ارد گرد کی زمینوں پر قبضہ کرلیا جن میں وہاں کے باشندوں کے مویشی چرا کرتے تھے۔ محمد اور جعفر پسران رستم نے مزاحمت کی اور ان لوگوں کو لیکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ جو اس علاقہ میں ان کے فرمانبردار تھے۔ جابر بن ہارون ان لوگوں سے گھبرا کر سلیمان عامل طبرستان کے پاس چلا آیا۔ رستم نے اپنے دونوں بیٹوں کو اہل دیلم کے پاس بھیجا کہ سلیمان کے مقابلہ پر ہماری مدد کرو۔ اس کے بعد انہوں نے طبرستان کے علویوں میں سے محمد بن ابراہیم کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ امارت کا دعوی کیجئے۔ ہم آپ کے احکام اور اوامر کی تعمیل کریں گے۔ محمد بن ابراہیم نے اس سے خود تو انکار کر دیا مگر یہ ہدایت کر دی کہ تم رے میں جاکر حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن سبط کی خدمت میں درخواست کرو۔ وہ ہم لوگوں کے سردار ہیں۔

رستم نے اپنے ایک خاص آدمی کو مع محمد بن ابراہیم کے خط کے حسن بن زید کی خدمت میں روانہ کیا۔ حسن بن زید اس درخواست اور محمد بن ابراہیم کے خط کو دیکھ کر پھولے نہ سمائے اور رے سے طبرستان آپہنچے۔ یہاں کلار' سالوس' اہل رے اور اہل دیلم کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ ان سب لوگوں نے بالاتفاق حسن بن زید کی امارت کی بیعت کی اور سلیمان اور محمد بن اوس کے عمال کو طبرستان سے نکال دیا۔ اس کے بعد طبرستان کے پہاڑی لوگ بھی ان سے آملے اور ایک خاصا لشکر مرتب ہو گیا۔ حسن نے میدان خالی دیکھ کر آمد پر چڑھائی کرا دی۔ محمد بن اوس پہلے ہی حملہ میں شکست کھاکر سلیمان سے جاملا۔ حسن نے آمد پر

Marfat.com

قبضہ کرکے ساریہ کا رخ کیا اور اس نے کامیابی کے ساتھ اس شہر پر بھی قبضہ کرلیا- بیان کیا گیا ہے کہ سلیمان نے ارادۃ" شکست کھائی تھی- اس وجہ سے کہ کل بنی طاہر کا میلان تشیع کی جانب تھا- ساریہ پر قبضہ کرنے کے بعد حسن بن زید نے محمد بن جعفر کو رے بھیجا اور اس نے رے پر قبضہ کرلیا- محمد بن جعفر رے پر قابض ہونے کے بعد اہل رے سے بدسلوکی کرنے لگا- اہل رے کو کشیدگی پیدا ہوئی- محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اپنے ایک سپہ سالار محمد بن میکال کو رے روانہ کیا- جس نے وہاں پہنچتے ہی رے پر قبضہ کرکے محمد بن جعفر کو گرفتار کرلیا- حسن بن زید نے واجن نامی ایک سپہ سالار کو مامور کیا- ابن میکال مقابلہ پر آیا- لڑائی ہوئی- ابن میکال کو شکست ہوئی- اور وہ مارا گیا- رے پر دوبارہ حسن بن زید کا قبضہ ہوگیا- کچھ عرصہ بعد سلیمان بن طاہر نے جرجان سے طبرستان مراجعت کی اور اس کو حسن بن زید کے قبضہ سے نکال لیا- حسن بن زید طبرستان کو خیرباد کہہ کر دیلم چلے گئے اور سلیمان نے ساریہ اور آمد کی طرف کوچ کر دیا- قاران بن شہرزاد کے لڑکے اور اہل آمد نے حاضر ہوکر علم خلافت کی اطاعت قبول کرلی- سلیمان نے ان کی تقصیر معاف کر دی- اس کے بعد محمد بن طاہر نے حسن بن زید پر فوج کشی کی- محمد اور حسن کے مابین خونریز لڑائیاں ہوئیں- آخر کار حسن کو شکست ہوئی- تین سو چالیس نامی گرامی سردار مارے گئے- پھر 253ھ میں موسیٰ بن بغا ان لوگوں سے جنگ کرنے کو بغداد سے قزوین پہنچا- یہاں حسن سے مڈبھیڑ ہوئی- حسن شکست کھاکر دیلم بھاگ گیا اور موسیٰ نے قزوین پر قبضہ کرلیا[5]" اس بغاوت کے سلسلے میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ طبرستان میں علویوں کے سردار حسن بن زید نے وہاں اپنی آزاد سلطنت قائم کرنے کے لیے دیلم کے کفار کی امداد حاصل کرنے میں بھی دریغ نہیں کیا تھا اور انہوں نے کچھ علاقہ دولت طاہریہ کا' کچھ علاقہ خلافت عباسیہ کا فتح کرکے وہاں اپنی آزاد حکومت قائم کرلی تھی جس میں دیلم اور طبرستان کے کوہستانی سلسلے شامل تھے- گویا اب عالم اسلام میں سپین اور مغرب اقصیٰ کی آزاد سلطنتوں کے علاوہ ایک اور آزاد سلطنت کا اضافہ ہوگیا تھا- جبکہ عباسی سلطنت روز بروز ضعیف سے ضعیف تر ہوتی جا رہی تھی-

عباسی سلطنت کے ضعف میں 251ھ میں بہت ہی اضافہ ہوگیا تھا جبکہ سامرا میں ترک امراء لشکر میں تفرقہ پڑنے سے بہت سنگین صورت حال پیدا ہوگئی تھی- اس صورتحال کی

Marfat.com

وجہ یہ تھی کہ باغر ترکوں کا ایک نامور سالار تھا۔ چونکہ وہ متوکل کے قاتلوں میں شریک تھا اس لیے ضد کے طور پر اس کا وظیفہ بڑھا دیا گیا تھا اور اسے سواد کوفہ میں کئی گاؤں بطور جاگیر دیئے گئے تھے۔ تاہم اسے دربار خلافت میں بغا صغیر اور وصیف کی بالادستی پسند نہیں تھی۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کے ساتھ سازش کر کے خلیفہ مستعین اور ان دونوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ علی بن معتصم کو خلیفہ بنایا جائے۔ مستعین کو اس سازش کی خبر ہو گئی اس نے بغا اور وصیف کو بلا کر مطلع کیا۔ انہوں نے جا کر باغر کو قید کر دیا۔ ترکوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ وہ آگ بگولا ہو گئے اور مسلح ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ شاہی اصطبل کو لوٹ لیا۔ خاصے کے گھوڑوں پر سوار ہو کر محل سرائے شاہی کی طرف آئے اور اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ وصیف نے ترکوں کی یہ حالت دیکھ کر باغر کے قتل پر ایک سردار کو متعین کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد باغر کا سر بغا اور وصیف کے روبرو آ گیا۔ باغر کے قتل ہونے پر ترکوں کے جوش میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ سامرا میں جس طرف نظر اٹھتی تھی بلوائیوں کا جھنڈا نظر آتا تھا۔ ہر کوچہ و بازار میں ترکوں نے طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا۔ انہوں نے پڑوسیوں کے مکانوں کو لوٹ لیا' خشب و درندات گئے اور وہاں جن خچروں پر قابو پایا انہیں مار دیا۔ دانہ چارہ لوٹ کر چوپایوں کو بے چارہ کر دیا اور آب دار خانہ ویران کر دیا۔ مجبوراً" بغا' وصیف' شاہک خادم' احمد بن صالح بن شہزاد اور خلیفہ مستعین سامرا سے نکل کر بغداد چلے آئے اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ ترکوں کو اس سے تشویش پیدا ہوئی۔ چند سرداران لشکر عذر خواہی کے لیے خلیفہ مستعین کے پاس آئے۔ اپنے کیے پر پشیمانی ظاہر کی اور مراجعت کے لیے صفت و خوشامد کے ساتھ اصرار کرنے لگے۔ خلیفہ مستعین اپنے احسانات اور ان کی بے وفائیوں اور بدعہدیوں کا اظہار کر کے بات بات پر جھڑک دیتا تھا۔ بالآخر مستعین نے اپنی خوشنودی ظاہر کر دی۔ ترکوں میں سے کسی نے کہا اچھا امیر المومنین ہم سے راضی ہو گئے ہیں تو بسم اللہ اٹھو اور ہمارے ساتھ سوار ہو کر سامرا کا راستہ لو'۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے اس غیر مہذب گفتگو پر اعتراض کیا۔ خلیفہ مستعین نے سن کر کہا "یہ لوگ جاہل (عجم) ہیں' ان کو آداب شاہی کی خبر نہیں" محمد بن عبداللہ یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ خلیفہ مستعین نے ترکوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "فی الحال تم لوگ سامرا واپس جاؤ۔ تمہارا وظیفہ بحال رہے گا۔ اور

Marfat.com

عنقریب میں بھی آؤں گا۔ ترک سرداران خلیفہ مستعین کے نہ آنے اور محمد بن عبداللہ کے اعتراض کرنے پر کشیدہ خاطر ہو گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے سامرا واپس آکر معتز کو جیل سے باہر نکالا۔ اس کی خلافت کی بیعت کرلی اور ملازمین کو دو دو ماہ کی تنخواہیں تقسیم کیں۔

"محمد بن عبداللہ کو معتز کی بیعت کی خبر ملی تو اس نے بغداد کی قلعہ بندی شروع کر دی۔ شہر پناہ کو درست کر دیا۔ ہر دروازے پر منجنیقیں نصب کیں۔ کار آزمودہ سپہ سالار مقرر کئے گئے۔ فصیلوں پر نامی گرامی تیر اندازوں اور جنگ آوروں کو مامور کیا اور شہر کی دونوں جانب گہری خندقیں کھدوائیں۔ خلیفہ مستعین نے بھی گورنر صوبہ جات ممالک محروسہ کے نام فرامین جاری کیے کہ خراج وغیرہ تاحکم ثانی سامرا کی بجائے بغداد روانہ کرو۔ محمد بن عبداللہ نے طویل خط وکتابت کے ذریعے معتز کو خلیفہ مستعین کی اطاعت کی ترغیب دی مگر وہ نہ مانا۔ دریں اثناء موسیٰ بن بغا کبیر بہ قصد جنگ اہل حمص' شام گیا ہوا تھا' واپس آیا اور اس نے سامرا میں جاکر معتز کی بیعت کرلی۔ عبداللہ بن بغا کبیر مستعین کی طاعت کرنے کے لیے سامرا سے بغداد آیا ہوا تھا۔ لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ بن بغا کبیر' معتز سے جاملا ہے تو وہ بھی بھاگ کر سامرا چلا گیا اور اس نے بھی معتز کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد جب فریقین اپنے سب معاملات درست کرچکے تو معتز نے اپنے بھائی موفق کی سرکردگی میں پچاس ہزار فوج بغداد پر حملہ کے لیے بھیجی۔ اس فوج میں ترک فراغنہ اور مغاربہ تھے۔ یہ فوج بغداد کی جانب سیلاب کی طرح بڑھی اس نے عکبرا اور بغداد کے درمیان جس قدر دیہات و قصبات تھے سب کو لوٹ لیا اور بغا صغیر کے ساتھیوں کی جماعت موفق کے پاس چلی گئی۔ 9 صفر 251ھ کو ترکوں کا ہراول دستہ باب شماسیہ پر پہنچا تو اس سے اگلے دن محمد بن طاہر مع بغا' وصیف' فقہا اور قضاۃ کے سوار ہوکر موفق کے لشکر کے قریب آیا اور یہ کہلا بھیجا کہ تم لوگ خلیفہ وقت سے بغاوت نہ کرو۔ ہم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ مستعین کے بعد معتز کو مسند خلافت کا وارث بنایا جائے گا۔ موفق کے لشکریوں نے منظور نہ کیا۔ دوسرے دن ترکوں نے باب شماسیہ کی جانب پیش قدمی کی۔ حسین بن اسماعیل مع اپنے لشکر کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی چھڑ گئی۔ دونوں طرف کے بہت سے آدمی کام آئے۔ سینکڑوں زخمی ہوئے۔ بالآخر حسین بن اسماعیل کے لشکر کو شکست ہوئی ترکوں نے خراسان کے راستہ پر

Marfat.com

قبضہ کرکے اس امکان کو ختم کر دیا کہ بغداد کو خراسان سے کوئی امداد مل سکے گی۔ اس کے بعد معتز نے ایک دوسرا لشکر بغداد کی جانب روانہ کیا جس کی تعداد چار ہزار تھی۔ اس لشکر نے بغداد کی جانب غربی مورچہ قائم کیا۔ ابن طاہر نے اس کے مقابلہ پر شاہ ابن میکائل کو متعین کیا۔ لڑائی ہوئی اور ابن میکائل نے معتز کے لشکر کو شکست دے دی۔ اس وقت تک ثغور جزریہ کا والی محمد بن خالد اپنا لشکر لیکر بغداد پہنچ چکا تھا۔ ابن طاہر نے اسے ترکوں سے جنگ کرنے پر روانہ کیا۔ ترکوں نے اس کو شکست دے دی۔ وہ بھاگ کر سواد چلا گیا اور وہیں مقیم رہا۔ اس واقعہ سے ترکوں کی جرات بڑھ گئی۔ تیزی سے شہر کی طرف بڑھے۔ نہایت شدت سے لڑائی شروع کر دی۔ لڑتے لڑتے شہر پناہ کی دیوار تک پہنچ گئے اور گرد ونواح کے بازاروں کو لوٹ لیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے ترکوں کا جوش جنگ ترقی پذیر دیکھ کر انبار اور مملکت عباسیہ کے دوسرے علاقوں کے دفاع کا بھی انتظام کرنا شروع کیا۔ معتز کی فوجیں کئی علاقوں کو مغلوب کرنے کے لیے روانہ ہو گئی تھیں۔ انبار میں محمد بن عبداللہ کے سپہ سالار حسین بن اسماعیل نے ترکوں کو شکست دی۔ لیکن جب حسین کی فوجیں دشمن کے تعاقب میں بڑھتی ہی چلی گئیں تو ترکوں کے ایک دستہ نے کمین گاہ سے حملہ کرکے حسین کو بری طرح شکست دی اور اس کے شکست خوردہ لشکری بھاگ کر بغداد چلے گئے۔ یہ واقعہ رجب 251ھ کا ہے۔

"اس واقعہ کے بعد فریقین میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ فریقین کے ہزارہا آدمی کام آئے ان لڑائیوں کے دوران ایک مرتبہ ترکوں کا لشکر بغداد میں داخل ہو گیا لیکن اہل بغداد نے اسے مار کر نکال باہر کیا۔ بعد ازاں ترکوں نے مداین پر قبضہ کرلیا۔ اور انبار میں جو لشکر تھا وہ بغداد کے مغربی علاقے میں قتل و غارت کرتا ہوا ذی قعد میں نہر صرصر اور قصر بن ہبیرہ تک آپہنچا۔ جبکہ بغداد کا محاصرہ بدستور جاری تھا۔ چنانچہ اس مہینے میں بہت بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ اتنی خونریز لڑائی پہلے نہیں ہوئی تھی۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر بہت گھبرایا اور اس نے اپنے سپہ سالاروں اور سرداروں کو جوش دلاکر زبردست جوابی حملہ کیا اور ترکوں کو شکست دی لیکن اس موقع پر بغا اور وصیف کی سرکردگی میں جو ترک دستہ تھا وہ اپنی قوم کو تباہ ہوتے دیکھ کر ترکوں سے جاملا۔ چنانچہ ترکوں میں ایک گونہ قوت ہو گئی۔ وہ مرتب ہوکر پھر لوٹ پڑے اور اہل بغداد بری طرح شکست کھاکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ماہ ذی الحجہ 251ھ

Marfat.com

میں رشید بن کاؤس ہر دو فریقین میں صلح کرانے کے لیے ترکوں کے لشکر میں امان حاصل کر کے گیا۔ بغداد کے شہریوں نے الزام عائد کیا کہ اب طاہر ترکوں سے مل کر خلیفہ مستعین کو معزول کرانا چاہتا ہے۔ جب رشید واپس آیا اور اس نے اہل بغداد کو معتز اور اس کے بھائی ابو احمد بن المتوکل کا سلام پہنچایا تو بغداد کے لوگ اسے اور ابن طاہر کو گالیاں دینے لگے اور انہوں نے ایک ہنگامہ کر دیا مگر ابن طاہر کی حکمت عملی سے یہ فتنہ فرو ہو گیا۔ پھر ابن طاہر اور ابو احمد میں خط وکتابت ہوئی جس سے عوام الناس اور لشکریوں کو بدظنی کا مزید موقع مل گیا۔ لشکریوں نے اپنی تنخواہیں اور روزینے طلب کیے۔ اور عوام نے اس بدحالی کی شکایت کی جس کی وجہ سے وہ تنگ تھے۔ سودے کی گرانی اور محاصرے کی شدت کی شکایت کی اور کہا کہ یا تو نکل کر قتال کر یا ہمیں چھوڑ دے۔ ان کی اس بے مہری کی وجہ یہ تھی کہ ان پر شہر کے دروازے بند کر دیئے تھے۔ اور ضروری اشیاء کی سپلائی بند تھی۔ ابو طاہر نے دو مہینے کی تنخواہ دینے اور شہر کا ایک دروازہ کھولنے کا وعدہ کیا۔ اس پر لشکریوں نے بیک زبان ہو کر کہا۔ ہم کو یہ خطرہ پیدا ہو رہا ہے کہ مبادا ترکی لشکر بغداد پر قابض نہ ہو جائے اور ہمارے ساتھ بھی وہی برتاؤ نہ کرے جیسا کہ وہ اہل مدائن اور اہل انبار کے ساتھ کر چکا ہے۔ ابن طاہر نے یہ تمام واقعات خلیفہ مستعین سے بیان کیے۔ مستعین لوگوں کو دکھلانے کی غرض سے دارالعامہ کی چھت پر آیا۔ ایک ہاتھ میں ادائے خلافت تھا اور دوسرے میں عصا تھا۔ اس نے قسم کھا کر کہا "تم لوگ کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے جو بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اور راست ہے۔" اس پر بغدادیوں کا یہ فتنہ فرو ہو گیا۔ اب طاہر نے اہل بغداد کا آئے دن یہ رنگ ڈھنگ دیکھ کر بغداد سے مداین چلے جانے کا قصد کیا۔ رؤسا شہر نے حاضر ہو کر معذرت کی اور کہا کہ یہ فعل بازاریوں کا ہے۔ ہم اس سے بری ہیں اور اگر ہم بھی قصور وار سمجھے جاتے ہیں تو معاف فرمایئے۔ ابن طاہر نے شائستگی سے ان کو واپس کر دیا۔ ان ہی دنوں خلیفہ مستعین ابن طاہر کے مکان سے اٹھ کر رزق خادم کے مکان پر چلا آیا مگر سپہ سالاران لشکر اور سرداران بنی ہاشم کو ابن طاہر کے ہمراہ رہنے اور اسکے ساتھ ہو کر جنگ کرنے کی ہدایت و تاکید کی"۔ ابن طاہر اس وقت عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی ترغیب پر المستعین کو معزول کرنے اور المعتز کی بیعت لینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ عبداللہ بن یحییٰ نے جو پہلے متوکل کا وزیر تھا اس سے کہا تھا کہ تم

Marfat.com

کس کے لیے جان لڑاتے ہو' مستعین سخت منافق اور بدعہد ہے۔ وصیف اور بغا کو اس نے خود تمہارے قتل کا حکم دیا تھا لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوئے۔ اس منافقت کی ایک علامت یہ ہے کہ جب تک سامرا میں تھا نماز میں بسم اللہ آہستہ کہتا تھا لیکن جب سے یہاں آیا ہے لحن تمہاری خاطر سے بالجبر پڑھتا ہے۔

"عیدالاضحیٰ کے چار پانچ دن بعد محمد بن عبداللہ' المستعین کے پاس گیا۔ اس کے پاس چند فقہاء اور قاضی موجود تھے۔ اس نے مستعین سے کہا' تو نے مجھے اختیار دیا تھا کہ میں جس امر کا قصد کروں تو میرے ہی امر کو نافذ کر دے گا۔ اس بات کا میرے پاس تیرے قلم کا رقعہ موجود ہے۔ المستعین نے کہا کہ وہ رقعہ پیش کر۔ اس نے وہ رقعہ پیش کیا تو اس میں صلح کا ذکر تھا معزولی کا ذکر نہ تھا۔ المستعین نے کہا ہاں صلح کو نافذ کر دے۔ الخلنجی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے امیرالمومنین وہ تجھ سے یہ چاہتا ہے کہ تو اس قمیض (خلافت) کو اتار دے جو اللہ نے تجھے پہنایا ہے۔ علی بن یحییٰ المنجم نے محمد بن عبداللہ کو برا بھلا کہا۔ اس پر محمد بن عبداللہ سوار ہو کر چلا آیا۔ اس کے ہمراہ وصیف اور بغا بھی تھے وہ تینوں باب شماسیہ تک پہنچے۔ محمد بن عبداللہ گھوڑے ہی پر کھڑا ہو گیا اور وصیف اور بغا ابن افشین کے گھر چلے گئے۔ محمد بن عبداللہ کے لیے باب شماسیہ میں ایک بہت بڑا سرخ خیمہ نصب کیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو سو سوار اور سو پیادے تھے۔ ابو احمد ایک بڑے مجمع میں خیمے کے قریب آیا تو مجمع سے نکل کر محمد بن عبداللہ کے ہمراہ خیمہ میں چلا گیا۔ ان دونوں میں طویل گفتگو ہوئی جس کے بعد محمد بن عبداللہ' المستعین کے پاس گیا۔ اور اس نے اسے دھمکیاں دیکر معزولی قبول کرنے پر آمادہ کرلیا۔ اس موقع پر وصیف اور بغا بھی موجود تھے۔ مذکور ہے کہ ابن طاہر ابو احمد سے یہ طے کر کے جدا ہوا تھا کہ اسے (ابن طاہر کو) پچاس ہزار دینار اور تیس ہزار سالانہ غلہ کی جاگیر دی جائے گی۔ اور اس کا قیام بغداد میں رہے گا۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ بغا مکہ مدینہ اور حجاز کا والی بنایا جائیگا۔ اور وصیف الجبل اور اس کے مضافات کا حاکم ہو گا۔ مزید بیان کیا جاتا ہے کہ جب مستعین نے اپنی معزولی قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی تو اس نے مطالبہ کیا تھا کہ اسے مدینہ منورہ میں جائیداد اور جگہ دیں اور اس کی آمد و رفت مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ تک ہو سکے۔ معتز نے ایک فرمان جاری کر کے سب شرائط منظور کرلیں۔ ابن طاہر کی بھی۔ اور 20 ذی الحج کو محمد بن عبداللہ رصافہ

Marfat.com

گیا اور تمام قاضی اور فقہا ایک ایک گروہ بنا کر المستعین کے پاس لائے گئے۔ انہیں اس امر کا گواہ بنایا کہ اس نے اپنا معاملہ محمد بن عبداللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اس کے پاس دربانوں اور خادموں کو لے گیا۔ اس سے نشان خلافت لے لیا۔ اس کے تقریباً دو ہفتے بعد 4 محرم 252 ہجری (866ء) کو بغداد میں مستعین کی معزولی عمل میں آئی اور معتز کی بیعت عام ہوئی۔ بغداد کے عوام کو اس واقعہ سے دکھ ہوا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ اس واقعہ سے اس تلخ حقیقت کا قطعی طور پر احساس ہو گیا تھا کہ اب عباسی سلطنت میں ترکوں کا غلبہ رہے گا۔ عربوں کو پھر کبھی بالادستی حاصل نہیں ہو گی اور خلیفہ اسلام ترکوں کے استبدادی پنجے میں گرفتار رہے گا۔ چنانچہ اہل بغداد نے اس مضمون کے اشعار کہے۔

"ترک سرکشی کی وجہ سے اس سے برگشتہ ہو گئے تو وہ اس حالت میں ہو گیا کہ اس کا خوف جاتا رہا۔ اس پر خوف ہونے لگا۔ ان لوگوں نے اس کے ساتھ بے وفائی بھی کی۔ مکاری بھی کی۔ خیانت بھی کی۔ حالانکہ وہ بستر سے لگا رہا اور حالت خواب معاہدہ کرتا رہا۔ ان لوگوں نے ہر طرف سے بغداد کا محاصرہ کرلیا۔ حالانکہ وہ اس کے مطیع تھے۔ اس سے قبل جبکہ وہ محفوظ تھا اس نے دوست کی رائے اور اس کی سرزنش نہ مانی اور بدعہدی کرنے والوں کی بات کا فرمانبردار ہو گیا۔ سلطنت کا امیر بادشاہت کیلئے نہیں رہتا جو راست رائے کو ضائع کر دیتا ہو۔ ابن طاہر نے اس بیعت کے عوض اپنا دین فروخت کیا۔ جس بیعت کے ساتھ امام کی سلطنت میں محفوظ ہو کر وہ اس مقام تک پہنچا تھا۔"

مستعین خلافت سے معزول ہو کر مکہ کیلئے روانہ ہوا تو اسے راستہ میں روک لیا گیا اور واسط میں نظر بند کر دیا گیا۔ اس کی مدت خلافت تقریباً پونے چار سال تھی۔

Marfat.com

باب : 11

# خلیفہ معتز باللہ

## ترک امرا کی باہمی رقابتیں اور خلیفہ کی بے بسی

خلیفہ المستعین کی معزولی کے بعد خلیفہ ابو عبداللہ بن متوکل الملقب معتز تخت نشین ہوا اور اس نے سب سے پہلے ابو اسحاق کی سازش سے ترک سپہ سالاران بغا اور وصیف کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے اس خدمت کے پیشگی انعام کے طور پر ابو اسحاق کو یمامہ، بحرین اور بصرہ کی سند گورنری عنایت کی۔ اتفاق سے بغا اور وصیف تک یہ خبر پہنچ گئی۔ وہ دونوں ابن طاہر کے پاس آئے تمام حالات سے مطلع کیا۔ لوگوں کی بدعہدی اور پیمان شکنی کی شکایت کی۔ ابن طاہر نے انہیں تسلی دے کر واپس کر دیا۔ اس کے بعد وصیف نے اپنی بہن سعاد کو ولی عہد موید کے پاس بھیجا۔ موید نے اس کی آغوش میں پرورش پائی تھی۔ اس کے کہنے سے وہ معتز کی خدمت میں حاضر ہوا اور وصیف کی سفارش کر کے خطا معاف کرائی۔ ایسے ہی ابو احمد بن متوکل نے بغا کے ساتھ رواداری کی۔ خلیفہ نے عفو کر کے اپنی خوشنودی کا ایک فرمان جاری کر دیا۔ اس کے بعد وہ دونوں سامرا میں حاضر ہوئے تو انہیں خلعتیں دی گئیں۔

11 رمضان 252 ہجری کو محمد بن عبداللہ طاہر کے دروازے پر اپنی تنخواہ مانگنے والے جمع ہوئے اور انہوں نے ہنگامہ کیا۔ کیونکہ خلیفہ معتز نے انہیں تنخواہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ابن طاہر نے مجبور ہو کر انہیں دو ہزار دینار دیئے۔ ہنگامہ فرو ہو گیا۔ لیکن اگلے دن پھر جمع ہوئے اس مرتبہ ان کے پاس جھنڈے اور طبل بھی تھے۔ سرداران لشکر کے لیے باب شماسیہ پر خیمے نصب کیے اور عام سپاہیوں کے لیے سرکنڈوں اور لکڑیوں کے مکانات بنائے۔ ان بلوائیوں میں طے ہوا کہ جمعہ کے روز خطیب کو معتز کے حق میں دعا کرنے سے روک دیں۔

Marfat.com

خطیب یہ خبر پا کر گھر بیٹھ رہا اور علالت کا بہانہ کر دیا۔ لشکر بغداد پل توڑنے کے لیے پل کی طرف بڑھا۔ ابن طاہر کی فوج نے مقابلہ کیا۔ لڑائی ہوئی بالآخر ابن طاہر کی فوج اپنے ارادہ میں کامیاب ہوئی۔ بعد ازاں لشکر بغداد نے مشرقی علاقے کے لشکر کی مدد سے ابن طاہر کی فوج کو شکست فاش دی۔ پولیس کیمپ کو لوٹ لیا۔ ابن طاہر نے اس صورت حال میں دونوں پل جلوا دیئے۔ اور ان دکانوں میں آگ لگا دی جو باب الجسر کوچہ سلیمان کے متصل تھیں۔ ان دکانوں میں آگ کا لگنا تھا کہ لشکر بغداد کا آگے بڑھنا موقوف ہو گیا۔ فریقین میں آگ حائل ہوئی۔ ابن طاہر نے تازہ دم فوج مرتب کی۔ اسی اثناء میں لشکر بغداد کے دو شخص ابن طاہر کے پاس آئے اور لشکر بغداد کا ایک پوشیدہ راز بتا دیا۔ ابن طاہر نے شاہ بن میکال کو چند سپہ سالاروں اور تھوڑی سی فوج کے ساتھ اس راستہ کی طرف سے حملہ کرنے کی غرض سے روانہ کیا۔ یہ معرکہ بہت جاں گداز اور روح فرسا تھا۔ لشکر بغداد کا نامور سپہ سالار ابن خلیل اس لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے دوسرے سردار عبدون بن موفق نے ابن طاہر پر حملہ کیا مگر کامیابی نہ ہوئی اور وہ بھی مارا گیا اور بغداد میں امن و امان بحال ہوا۔

اس واقعہ سے دو ماہ قبل خلیفہ معتز نے اپنے بھائی موید کو ولی عہدی سے اس الزام کی بناء پر معزول کر دیا تھا کہ اس نے ترکوں اور مغاربہ کو عیسیٰ بن فرخان شاہ کے خلاف ابھارا تھا۔ موید کے خلاف صرف یہی کارروائی نہ ہوئی بلکہ اسے اس کے بھائی ابو احمد کے ساتھ قید بھی کر دیا گیا۔ اس کے بعد خلیفہ معتز کو خبر لگی کہ ترک موید کو جیل سے نکال لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ معتز نے موسیٰ بن بغا سے استفسار کیا۔ موسیٰ نے لاعلمی ظاہر کی۔ معتز نے اگلے دن موید کو جیل سے باہر لانے کا حکم دیا چنانچہ موید کو باہر نکالا گیا تو وہ مردہ تھا۔ اس کی ماں نے اس کی تجہیز و تکفین کرائی۔ معتز نے موید کے قتل کے بعد معزول خلیفہ مستعین کے قتل کا ارادہ کیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کو لکھ بھیجا کہ بدنصیب معزول خلیفہ مستعین کو بھی خادم کے حوالے کر دو۔ اس حکم کی تعمیل میں مستعین کو واسط سے قاطول پہنچا دیا گیا جہاں سعید بن صالح نے اسے اس قدر مارا کہ وہ مر گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ مستعین کے پاؤں پتھر میں باندھ کر دجلہ میں ڈال دیا گیا۔ بہر صورت مستعین کا سر اتار کر لایا گیا اور خلافت میں بھیج دیا گیا۔ معتز نے حکم دیا کہ سر دفن کر دیا جائے۔ اور حُسنِ

Marfat.com

خدمت کے صلہ میں سعید بن صالح کو پچاس ہزار درہم اور بصرہ کی سند گورنری مرحمت کر دی جائے۔[1]" اسی سال مغربیوں یعنی مغاربہ (اہل مصر و یمن) اور ترکوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ پہلے مغربیوں کا پلہ بھار رہا اور انہوں نے بیت المال پر قبضہ کرکے ترکوں کے پچاس گھوڑے چھین لیے کچھ عرصہ بعد جب کرخ سے ترکوں کو کمک مل گئی تو انہوں نے پھر مغربیوں پر حملہ کرکے ان کا ایک آدمی مار دیا۔ مغربیوں نے اس قاتل کو پکڑ لیا۔ شاکریہ مغربیوں کے مددگار ہو گئے ترک کمزور ہو گئے آخر مغربیوں کے مطیع ہو گئے۔ جعفر بن عبدالواحد نے فریقین میں صلح کرا دی۔

253ھ میں ترکوں کا سپہ سالار وصیف قتل کر دیا گیا۔ یہ 27 شوال کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کا سبب یہ تھا کہ ترکوں' فرغانیوں اور اشراسینوں نے بلوہ کیا اور اپنی چار ماہ کی تنخواہیں مانگیں تو بغا اور وصیف اور سیما الشرابی تقریباً سو آدمیوں کی جماعت سے نکلے۔ اشناس کے گھر میں ان سے گفتگو شروع ہوئی اس موقع پر بغا اور سیما خلیفہ کا حکم لینے کے لئے سامرا چلے گئے تھے۔ وصیف ان بلوائیوں کے قبضہ میں تھا۔ ان میں سے کسی نے اس پر حملہ کر دیا۔ تلوار کے دو ہاتھ مارے جب کہ دوسرا آدمی اس کے پاس چھری لے آیا اور اسے ایک سردار نوشری کے گھر اٹھا لے گیا۔ جب بغا نے ان کے کام میں دیر لگائی تو وہ یہ سمجھے کہ مقابلہ کی تیاری میں مشغول ہے۔ نوشری کے مکان سے اس کو باہر بلا کر کلہاڑیوں سے اتنا مارا کہ اس کے دونوں بازو توڑ ڈالے۔ پھر اس کی گردن مار دی اور اس کے لڑکوں کے مکانات لوٹنے کا ارادہ کیا۔ وصیف کے لڑکے واپس آ گئے۔ اور انہوں نے اپنے گھروں کو بچالیا۔ معتز نے وصیف کے کام بغا الشرابی کے سپرد کر دیے۔ اسی سال عیدالفطر کو بندار طبری بھی قتل کیا گیا۔ اس قتل کا پس منظر یہ تھا کہ موصل کے انسپکٹر جنرل پولیس حسین بن بکیر نے ایک شخص مساور خارجی کے نو عمر لڑکے کو پکڑ لیا۔ اس کا نام جوثرہ تھا اور وہ بہت خوبصورت تھا اس نے خط کے ذریعہ اپنے باپ کو اطلاع دی کہ حسین بن بکیر میرے ساتھ بدفعلی کرتا ہے۔ مساور کو اس پر بہت غصہ آیا۔ اس نے گرد و نواح کے لوگوں کو جمع کرکے حدیثہ کا رخ کیا۔ حسن بن بکیر روپوش ہو گیا۔ مساور نے اپنے بیٹے جوثرہ کو جیل سے نکال لیا۔ رفتہ رفتہ کردوں اور عربوں تک خبر پہنچی۔ ان میں بھی جوش پیدا ہو گیا اور وہ مساور کے پاس آ گئے۔ مساور نے ان سب کو فوجی صورت میں مرتب کرکے موصل کا رخ کیا اور شرقی

Marfat.com

علاقہ میں پہنچ کر لڑائی کا نیزہ گاڑ دیا۔ چند دنوں تک عتبہ بن محمد والی موصل سے لڑتا رہا۔ پھر وہاں سے واپس ہوکر خراسان کے راستے پر آ ٹھہرا۔ خراسان کی راہ کی محافظت پر بندار طبری اور مظفر بن مشبک مامور تھے۔ بندار یہ خبر پاکر تین سو کی جمعیت کے ساتھ مقابلہ پر آیا۔ مساور کے ہمراہ سات سو سوار تھے۔ لڑائی ہوئی' مساور نے بندار کے ساتھیوں کو شکست دیکر سب کو مار ڈالا۔ بندار بھی ان میں شامل تھا۔ صرف پچاس آدمی جاں بر ہوئے۔ مظفر بن مشبک بھاگ کر بغداد پہنچا۔ خوارج جلولا کی جانب چلے آئے۔ بعد ازاں دربار خلافت سے خطرمش مامور کیا گیا۔ ایک عظیم لشکر لیکر مقابلہ پر آیا۔ مساور نے اس کو بھی شکست دی اور اکثر اعمال موصل پر قابض ہو گیا۔

254 ہجری میں ایوب بن احمد بن عمر کو موصل کی حکومت دی گئی اس نے اپنی طرف سے اپنے بیٹے حسن کو بطور نائب موصل پر متعین کیا حسن نے بہت بڑا لشکر جمع کیا اور وہ نہر زاب کو عبور کر کے مساور کے سر پر جا پہنچا۔ مساور اپنا کیمپ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ حسن نے بڑھ کر وادی ریات میں طبل جنگ بجوا دیا۔ لڑائی کا بازار گرم ہو گیا۔ لشکر موصل کو شکست ہوئی۔ محمد بن سید ازدی مارا گیا۔ حسن بن ایوب مضافات موصل کی جانب بھاگ گیا۔

اسی سال خلیفہ معتز نے بغا الشرابی کو قتل کروا دیا۔ اس قتل کا سبب یہ تھا کہ جب 253ھ میں وصیف کے قتل کے بعد بغا امور سلطنت کا منتظم بنا دیا گیا تو کچھ عرصہ بعد معتز اس خیال سے کہ مبادا بغا کسی وقت فتنہ بغاوت کا بانی ہو جائے۔ خفیہ طور سے بایکباک کی طرف مائل ہو گیا اور آہستہ آہستہ اس کو انتظامی امور میں دخل دیا گیا۔ آخر میں یہ بھی وعدہ کرلیا کہ بعد بغا الشرابی کے میں تمہیں اس کی جگہ پر مامور کر دوں گا۔ ہنوز کوئی امر ظہور پذیر نہ ہوا تھا کہ بغا الشرابی نے اپنی بیٹی آصفہ کا عقد صالح بن وصیف سے کر دیا اور اس کی رخصتی کے انتظام میں مصروف ہو گیا۔ اسی اثناء میں خلیفہ معتز بایکباک کے پاس کوشک سامرا میں گیا۔ چونکہ بغا کو بایکباک سے عداوت تھی اس لیے وہ پانچ سو آدمیوں کو ساتھ لیکر وہاں پہنچا مگر اس کے ساتھیوں نے سردی کی شدت کی وجہ سے بیماری کا حیلہ کیا اور بغا کو بغداد کی طرف واپس آنا پڑا۔ رات کے وقت پل پر پہنچا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ رات کے وقت اپنے سرداروں کو بتائے بغیر وہاں سے فرار ہوا تھا۔ اس کے ساتھ صرف چند غلام

Marfat.com

تھے۔ اور تھوڑا سا مال تھا۔ اس نے اپنے ہمراہ نہ کوئی ہتھیار اور نہ کوئی چھری لاٹھی رکھی تھی اور نہ اس کے اہل لشکر میں سے کسی کو اس کی خبر ہوئی۔ المعتز بغا کی غیر حاضری میں بغیر کپڑے پہنے اور ہتھیار لگائے نہ سوتا تھا اور نہ نبیذ پیتا تھا۔ اس کی تمام باندیاں ایک پاؤں پر کھڑی رہتی تھیں۔ بغا رات کے پہلے تہائی حصے میں پل تک گیا۔ محافظین پل کو اس کی خبر لگ گئی چنانچہ انہوں نے اسے گرفتار کر کے خلیفہ المعتز کو اطلاع کی۔ جس نے بغا کے قتل کا حکم دیدیا۔ ملازمین نے اس کا سر لا کر دربار خلافت میں بھیج دیا جو دروازہ سامرا پر نصب کر دیا گیا۔ اور مغاربہ نے اس کی لاش کو جلا دیا۔ کہا جاتا ہے کہ بغا کے اس طرح پوشیدہ طور پر آنے کا مقصد یہ تھا کہ صالح بن وصیف کے مکان میں جاکر چھپ رہوں گا اور حالت غفلت میں خلیفہ معتز پر حملہ کر کے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دوں گا۔[2]"

255ھ میں بیرون کرمان' یعقوب بن اللیث اور طوق بن المغلس کے درمیان جنگ ہوئی۔ جس میں یعقوب نے طوق کو گرفتار کر لیا۔ اس لڑائی کا سبب یہ تھا کہ علی بن حسین نے دربار خلافت میں ایک معروضہ بھیجا۔ جس میں کرمان کا تذکرہ تھا۔ علی اس سے قبل آل طاہر کے عاملوں میں سے تھا جو علاقہ آل طاہر کے سپرد تھے۔ وہاں کی بدنظمی اور آل طاہر کی سستی و کمزوری کا اس معروضہ میں ذکر تھا۔ یہ بھی لکھا تھا کہ یعقوب بن اللیث بجستان میں آل طاہر پر غالب آگیا ہے۔ یعقوب نے فارس کا خراج دربار خلافت میں روانہ کرنے میں تاخیر کر دی ہے۔ کارکنان خلافت نے اس مراسلے کے بعد ایک طرف تو علی کو کرمان کی ولایت کا حکم لکھ بھیجا دوسری جانب یعقوب کے پاس بھی حکم ولایت بھیج دیا۔ مقصد ایک کو دوسرے پر برانگیختہ کرنا تھا۔ ان دونوں میں سے ہلاک ہونے والے کا فکر اس سے ساقط ہو جائے اور صرف دوسرے کی فکر رہ جائے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایسا گروہ تھا جو سلطنت کی اطاعت سے باہر تھا۔ سلطنت نے جب ان دونوں کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو یعقوب بن اللیث نے بجستان سے کرمان کے ارادے سے لشکر روانہ کیا۔ علی بن الحسین نے اپنی جانب سے طوق بن المغلس کو روانہ کیا۔ طوق کرمان میں یعقوب سے پہلے پہنچ کر وہاں داخل ہو گیا۔ یعقوب نے کرمان کے پاس پہنچ کر پڑاؤ کیا اور وہاں دو تین ماہ تک طوق کے بارے میں اطلاعات حاصل کرتا رہا۔ بالآخر اس نے جنگی تدبیر کے طور پر بجستان کی طرف روانگی ظاہر کی۔ ایک منزل چلا بھی گیا۔ طوق کو اس کی

Marfat.com

روانگی کی خبر پہنچی تو اس نے اسلحہ جنگ تو ایک طرف رکھ دیا اور شراب نوشی میں منہمک ہو گیا۔ یعقوب یہ خبر پاکر دوبارہ لوٹ پڑا۔ اس نے طوق کی چھاؤنی پر اچانک حملہ کرکے اسے گرفتار کرلیا۔ اور پھر کرمان پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد یعقوب فارس میں داخل ہوا اور اس نے علی بن الحسین کو شکست دیکر اسے گرفتار کرلیا۔ اس معرکہ میں علی بن حسین کے پانچ ہزار آدمی کام آئے۔ یعقوب نے فارس پر قبضہ کرنے کے بعد علی بن حسین کو طرح طرح کی ایذائیں دیں اور جبرو ظلم سے جواہرات، گھوڑے، آلات حرب اور قیمتی سامان حاصل کیا۔ پھر اس نے دربار خلافت میں اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی ایک عرضداشت بھی دی اور اس کے ساتھ ہی نفیس و قیمتی تحائف بھی بھیجے اور بجستان کی طرف کوچ کرگیا۔ اس کے ساتھ علی بن حسین اور طوق بھی تھے۔ خلیفہ معتز نے اس کے بعد ہی فارس کو اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرنے کی غرض سے گورنروں کو روانہ کیا۔[۲]"

قبل ازیں خراساں اور فارس میں طاہر خاندان کی ایک آزاد سلطنت قائم تھی۔ وہ صرف سالانہ خراج دیتے تھے اور اپنی سلطنت کے اندرونی معاملات میں وہ مختار کل تھے۔ ان کی سلطنت کا زوال 250 ہجری میں حسن بن زید کی بغاوت کے بعد شروع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے وہاں مسلسل بدنظمی و بدامنی رہی تھی۔ جبکہ حسن بن زید نے طبرستان اور دیلم کے بعض علاقوں میں اپنی آزاد حکومت قائم کرلی تھی۔ اب یعقوب بن اللیث کی سلطنت کرمان میں تھی۔ اس کی بغداد سے وابستگی صرف تحائف اور معمولی خراج تک محدود تھی۔ سندھ میں حجاز کے قبائل کے سردار عمر بن عبدالعزیز الحجازی کی خود مختار حکومت قائم تھی۔ اس نے یہ حکومت 854 ء میں برکی گورنر عمران کو قتل کرنے کے بعد حاصل کی تھی۔ عمران نے حجازیوں اور یمنیوں کی جھگڑے میں یمنیوں کا ساتھ دیا تھا۔ عمر کی حکومت موروثی تھی اور عباسی خلافت سے اس کا برائے نام تعلق تھا۔ ابن خلدون یعقوب کی سلطنت صفاریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ چونکہ بغداد میں امرائے لشکر کی باہمی چپلقش اور خونریزی کے باعث مسلسل فتنہ برپا رہتا تھا اور گورنران صوبہ جات کی حد درجہ خود مختاری سے قوائے حکومت مضمحل ہو چکے تھے۔ اس لیے اطراف جوانب کے عمال نے دست درازی شروع کر دی تھی۔ جو جہاں تھا اس کو موروثی ملک سمجھ کر بیٹھا تھا۔

ان ہی دنوں خلیفہ معتز نے بایکباک کے بجائے ابن مدبر کو صوبہ مصر کی گورنری عنایت

Marfat.com

کی- اس وقت بایکباک حفیدہ میں مقیم تھا- اس نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو بطور نائب کے مامور کیا- طولون ترکی نسل تھا- اس کا باپ فرغانہ کی لڑائی میں قید ہوکر آیا تھا- اس نے خاندان خلافت میں پرورش پائی تھی- اس کے بیٹے احمد نے بھی وہاں نشو ونما پائی- ہوش سنبھالا اور حکمرانی کے طریقے سیکھے- اس لیے احمد بن طولون نے مضافات مصر اور سکندریہ پر قبضہ کرلیا- اور اس طرح وہاں طولون کی سلطنت کی ابتدا ہوئی-

اسی طرح 253 ہجری میں عراق و سواد میں بھی عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر کی عملی طور پر آزاد حکومت قائم ہوئی- یہ اس طرح ہوا کہ 253 ہجری میں جب محمد بن عبداللہ بن طاہر کا "جو خلیفہ مستعین کی معزولی کا سبب بنا تھا- اور جسے بطور صلہ عراق و سواد کی گورنری دی گئی تھی- اور جو بغداد ہی میں رہتا تھا" کا انتقال ہو گیا تو اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھائی عبیداللہ بن عبداللہ جانشین بنا- سپہ سالاران لشکر اور عوام کا میلان محمد بن عبداللہ کے بیٹے طاہر کی طرف تھا لیکن خلیفہ معتز نے محمد بن عبداللہ کی وصیت کے مطابق عمل کیا- اس نے عبیداللہ کو خلعت فاخرہ کے ساتھ پچاس ہزار درہم بھی دیئے-

خلیفہ معتز کی بے بسی کا ایک عبرتناک مظاہرہ جمادی الاول 255 ہجری میں ہوا جبکہ ایک ترک سپہ سالار صالح بن وصیف نے وزیر السلطنت احمد بن اسرائیل اور چند کاتبوں کو قید کرلیا- یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک دن ترکوں کو معلوم ہوا کہ دربار خلافت کے سب کاتب جمع ہوکر سرکاری خرچ پر شراب پیتے ہیں جبکہ انہیں دو وقت کی روٹی نہیں ملتی- چنانچہ انہوں نے جمع ہوکر ایوان خلافت کو گھیر لیا- اپنی تنخواہیں اور روزینے اور وظائف طلب کرنے لگے- صالح نے خلیفہ معتز سے کہا کہ بیت المال میں ایک پائی نہیں جو کچھ تھا وزیر اور کاتب کھا گئے ہیں- احمد بن اسرائیل نے اس الزام کی تردید کی- صالح نے اس الزام پر اصرار کیا- احمد بن اسرائیل نے سختی سے جواب دیا- دونوں میں تلخ کلامی ہونے لگی- صالح بات کرتے کرتے طیش میں آکر بے ہوش ہوگیا- اس کے منہ پر پانی چھڑکا گیا یہ خبر اس کے ساتھیوں کو پہنچی جو دروازے پر کھڑے تھے- انہوں نے ایک نعرہ لگایا- تلواریں نیام سے نکال لیں اور معتز کے سامنے پہنچ گئے- جب معتز نے یہ حال دیکھا تو اندر چلا گیا اور انہیں چھوڑ گیا- صالح بن وصیف نے احمد بن اسرائیل' اس کے کاتب حسن بن مخلد اور کاتب ابو نوح عیسیٰ بن ابراہیم کو گرفتار کرلیا- انہیں بیڑیاں پہنا دیں- لوہے سے جکڑ

Marfat.com

دیا۔ ان لوگوں کو لے جانے سے پہلے خلیفہ معتز نے صالح سے کہا کہ احمد بن اسرائیل کو مجھے دیدے کیونکہ یہ میرا کاتب ہے اس نے مجھے فائدہ پہنچایا ہے۔ مگر صالح نے ایسا نہ کیا اس نے احمد بن اسرائیل کو ایسا مارا کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے۔ ابن مخلد کو سر کے بل گرا دیا اسے سو کوڑے مارے۔ اور عیسیٰ بن ابراہیم کو اتنے طمانچے مارے کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس کے بعد ان تینوں کو ڈیوڑھی میں نکالا گیا اور گھوڑوں اور خچروں پر سوار کر دیا گیا۔ ہر ایک کے پیچھے ایک ایک ترک بیٹھ گیا۔ انہیں الحیر کے راستے سے صالح کے مکان پر پہنچا دیا۔ جب اس واقعہ کو چند روز ہو چکے تھے تو ان میں سے ہر ایک کے پاؤں میں تیس تیس رطل (پونڈ) اور گردن میں بیس بیس رطل لوہا ڈال دیا گیا۔ ان سے مال کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر ان لوگوں نے کچھ قبول نہ کیا۔ معاملہ ختم نہ ہوا جبکہ رجب کا مہینہ آگیا۔ ترکوں نے ان کا اور ان کے اعزہ کی جائیداد پر قبضہ کرلیا۔ ایک دن ترک لشکر جمع ہوکر معتز کے پاس گئے اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ ہماری تنخواہیں دیدیں تو ہم صالح بن وصیف کو قتل کر دیں گے۔ خلیفہ معتز نے اس صورت حال میں ترکوں کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لئے اپنی والدہ سے 50 ہزار دینار کی رقم مانگی مگر والدہ نے کہہ دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ ترکوں نے اور سامرا کے لشکر نے جب یہ دیکھا کہ ان کو کچھ نہیں دیتے اور المعتز اور اس کی والدہ بھی انکاری ہیں تو ترکوں، فرغانیوں اور مغربیوں میں معتز کو معزول کرنے پر اتفاق ہوگیا۔ اور وہ 27 رجب کو شور مچاتے ہوئے نکل پڑے۔ اس موقع پر صالح بن وصیف، بابکیال اور محمد بغا عرف ابو نصر مسلح ہوکر آگئے۔ وہ اس مقام پر بیٹھ گئے جہاں المعتز بیٹھا کرتا تھا۔ انہوں نے معتز کو کہلا بھیجا کہ ہمارے پاس آجاؤ جواب ملا کہ "میں نے رات کو دوائے سہل استعمال کی تھی۔ ضعف کی وجہ سے بات کرنے کی بھی طاقت نہیں اگر نہایت ضروری کام ہو تو تم میں سے کوئی میرے پاس آکر مجھے اس سے آگاہ کر دے" وہ یہ سمجھا کہ اس کی حکومت اپنی حال پر قائم ہے۔ کرخ اور دوسرے علاقوں کے باشندوں کا ایک گروہ اس کے حجرے میں داخل ہوا۔ یہ لوگ سرداروں کے نائب تھے۔ وہ اس کا پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے دروازے تک لائے۔ گرزوں سے مار بھی رہے تھے۔ وہ اس طرح نکلا کہ اس کی قمیض کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور اس کے شانے پر خون کے نشان تھے۔ انہوں نے اسے نہایت شدید گرمی کے وقت دارالخلافت میں دھوپ میں کھڑا کر دیا۔

Marfat.com

اس مقام کی حرارت سے جہاں وہ کھڑا کیا گیا تھا اپنا پاؤں تھوڑی دیر کے بعد اٹھا رہا تھا۔ ایک آدمی اسے تھپڑ مار رہا تھا اور وہ اپنے ہاتھ سے بچا رہا تھا۔ انہوں نے اسے ایک دوسرے حجرے میں بند کر دیا اور قاضی ابن ابی شوارب کو بلا بھیجا۔ اس سے صالح اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ معزولی نامہ لکھ اس نے کہا میں اچھا نہیں لکھ سکتا۔ اس کے ہمراہ ایک اصبہانی بھی تھا۔ اس نے کہا میں لکھ دوں گا۔ اس نے لکھا اس پر شہادت دی اور چلے گئے۔ اس موقع پر اس کی ماں قبیحہ بذریعہ سرنگ جو اس کے مکان میں تھی بھاگ گئی۔ اگلے دن معتز کو اس شخص کے حوالہ کیا گیا جو اس پر عذاب کرے۔ تین دن تک کھانا پانی بند کیا گیا۔ جب اس نے ایک گھونٹ کنوئیں کا پانی مانگا تو اسے بھی انہوں نے روکا۔ پھر انہوں نے ایک تہہ خانے کو گاڑھے چونے سے پختہ کرکے اس میں اسے داخل کرکے دروازہ بند کر دیا۔ صبح کے وقت وہ مر گیا۔ یہ دو شعبان 255 ہجری (869ء) کا واقع ہے۔ جب وہ مر گیا تو بنی ہاشم کو اور سرداران کو اس کی موت پر گواہ بنایا گیا کہ وہ بالکل درست حالت میں ہے اس کے جسم پر کوئی نشان نہیں ہے۔ طبعی موت سے مرا ہے۔ کسی نے اسے قتل نہیں کیا۔ قصر الصوامع میں المنتصر کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر تقریباً چوبیس سال تھی اور اس کی مدت خلافت تقریباً ساڑھے چار سال رہی۔ اس کے قتل کے تقریباً ایک سال قبل حسن بن زید بن حسن الطالبی نے جو حضرت علی کی اولاد سے تھا' خروج کیا۔ حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن معروف بہ علوی نے خلافت اور حکومت کا دعویٰ کیا اور وہ طبرستان اور جرجان کے تمام صوبوں پر قابض ہو گیا تھا اور موسیٰ بن بغا کا سپہ سالار مفلح اس سے برسرپیکار تھا۔ دیلم میں علوی سلطنت کے علاوہ مصر میں طولونی سلطنت اور کرمان و فارس میں صفاریہ سلطنت قائم ہو چکی تھی۔ ان سلطنتوں کا بغداد کے عباسی خلیفہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

Marfat.com

باب : 12

# خلیفہ مہتدی باللہ

## ترک امراء کے شکنجے سے نکلنے کی ناکام کوشش

خلیفہ معتز کے بعد اراکین دولت' امراء و لشکر' رؤسا شہر اور عوام الناس نے خلیفہ معتز کے چچا زاد بھائی محمد بن واثق باللہ کو مسند خلافت پر بٹھایا۔ اس کے ہاتھ پر اطاعت و خلافت کی بیعت کی۔ اور مہتدی باللہ کا لقب دیا۔ یہ واقعہ 29 رجب 255 ہجری مطابق 13 جولائی 869ء کا ہے۔ وہ ایک رومی لونڈی کے بطن سے تھا۔ مزید کہا جاتا ہے کہ "ترکوں نے جب معتز کو تخت سے اتارا تو انہوں نے محمد بن واثق کو خلافت کے لیے منتخب کیا اور ایک رات دن میں اسے بغداد سے سامرا میں لے آئے۔ کوشک میں پہنچنے کے ساتھ ہی انہوں نے چاہا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ لیکن اس نے کہا کہ جب تک میں معتز سے ملاقات نہ کرلوں بیعت نہیں کروں گا۔ اس وجہ سے معتز کو اس کے پاس لائے۔ بدن مجروح جس پر ایک سفید کرتہ تھا اور سر پر رومال بندھا ہوا۔ محمد اٹھ کر اس سے لپٹ گیا۔ تخت پر بٹھایا اور کہا کہ یہ کیا وجہ ہے۔ اس نے کہا کہ ان کے خیال میں میں خلافت کے قابل نہیں ہوں۔ محمد نے چاہا کہ ترکوں کو اس سے راضی کرا دے۔ لیکن معتز نے کہا کہ یہ لوگ کسی طرح نہیں مانیں گے۔ اس لیے تم اس بیچ میں نہ پڑو۔ اس کے بعد معتز قید خانہ پہنچا دیا گیا اور محمد کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ محمد بن واثق مہتدی مسند خلافت پر بیٹھا۔ مہتدی نے تھوڑے دنوں کے بعد اس کے وزیر کو برطرف کر کے سلیمان بن وھب بن سعید کو وزارت دی۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو معتز کی ماں قبیحہ نے صالح کے پاس امان کا پیام بھیجا۔ صالح نے ماہ رمضان 255 ہجری میں قبیحہ کو بلا بھیجا۔ قبیحہ نقاب ڈال کر حاضر ہوئی۔ پانچ لاکھ دیناروں کی تھیلی پیش کی۔ صالح نے دھمکی دے کر اس خزانہ کا پتہ دریافت کرلیا۔ جو

Marfat.com

زمین کے نیچے تھا۔ اس خزانہ میں ایک کروڑ تین لاکھ دینار' بہت سے جواہرات تھے۔ زمرد کی کئی تھیلیاں تھیں اور ہر تھیلی میں اڑھائی ہزار سبز زمرد تھے۔ اسی طرح سرخ یاقوت کی بھی تھیلیاں تھیں تمام مال برآمد کرکے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ قبیحہ کو برا بھلا کہنا شروع کیا کہ اس کم بخت نے پچاس ہزار دینار کے لیے اپنے بیٹے کو قتل کرا دیا۔ باوجودیکہ اس کے پاس اس قدر مال تھا۔ قبیحہ یہ طعنے برداشت نہ کر سکی اور مکہ معظمہ چلی گئی۔ انہوں نے زید بن معتز اور ابو نوح کو گرفتار کر کے تکلیفیں دیں اور مارتے مارتے ان کی زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ پھر حسن بن مخلد کی گرفتاری ہوئی۔ یہی برتاؤ اس کے ساتھ بھی کیا گیا۔ خلیفہ مہتدی کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو وہ ناراض ہوا اور چین بہ جبیں ہو کر بولا۔ "ان لوگوں کی سزا کیلئے قید کی مصیبت کیا کم تھی۔ ناحق قتل کیے گئے۔[1]"

خلیفہ مہتدی کے تخت نشین ہونے کے بعد تقریباً دو ماہ بعد ایک شخص علی بن محمد بن عبدالرحیم نے بصرہ میں علم بغاوت بلند کر دیا۔ یہ شخص اپنے آپ کو علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کہتا تھا۔ اور بصرہ میں اس نے اپنے آپ کو یحییٰ شہید جوزجان برادر عیسیٰ سے منسوب کیا تھا۔ مسعودی نے اسے طاہر بن حسین کی جانب منسوب کیا ہے۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ یہ طاہر بن یحییٰ محدث بن حسین بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن علی کا بیٹا تھا۔ طبری اور ابن حزم کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص عبدالقیس کے قبیلہ میں سے تھا اور اس کا نام علی بن عبدالرحیم تھا۔ اور شہر رے کے گاؤں کا رہنے والا تھا۔ زیدیہ کے متواتر خروج کرنے سے اس کے دل میں خروج کا ایک ولولہ و جوش پیدا ہوا اور اس وجہ سے اس نے خود کو اس خاندان سے منسوب کر دیا تھا۔ یہ خوارج ازارقہ کے عقائد کا پابند تھا۔ ان عقائد کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کا حسب نسب جو کچھ تھا' اس نے پہلے 249 ہجری میں بحرین میں بغاوت کی تھی اور وہاں سے شکست کھا کر بغداد آگیا تھا۔ اس شکست سے عرب کا گروہ اس سے جدا ہو گیا تھا مگر علی بن ابان نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ "بغداد سے یہ رمضان 255 ہجری میں بصرہ آیا۔ یہاں اس نے قصر قرشی میں قیام کیا اور زنگی غلاموں کو جو زمین سے شورہ نکالتے تھے آزاد کرنے کے وعدہ پر بلایا۔ بات ہی بات میں جم غفیر جمع ہو گیا۔ اس نے ایک پرجوش تقریر کے بعد ملک و مال دینے کا وعدہ کیا۔ امان اور حسن سلوک کی قسم کھائی۔ زنگی غلاموں کے

Marfat.com

آقاؤں کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ ایک ایک دو دو کر کے علی کے پاس اپنے غلاموں کے بابت کہنے سننے کو آئے۔ علی نے اشارہ کر دیا۔ زنگی غلاموں نے اپنے آقاؤں کو مارا اور قید کرنا شروع کر دیا۔ شرفاء یہ رنگ دیکھ کر دم بخود رہ گئے اور علی نے ان لوگوں کو رہا کر دیا جن کو زنگی غلاموں نے قید کر لیا تھا۔ علی کا پرچم برابر لہرا رہا تھا اور چاروں طرف سے زنگی غلام جوق در جوق اس کے نیچے آکر غلامی سے خود کو رہا کراتے جاتے تھے۔ جس وقت ان لوگوں کا خاصا گروہ ہو گیا تو علی نے دجیل کو نہر میمون کی طرف سے عبور کیا اور حمیری کو وہاں سے نکال کر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں ابلہ کی طرف بڑھا جہاں کا والی ابن ابی عون تھا۔ وہ چار ہزار فوج لیکر میدان میں آیا لیکن اسے شکست ہوئی۔ علی کے ساتھیوں نے بہت سامان ومال واسباب لوٹ لیا۔ پھر قادسیہ کا رخ کیا۔ اور اس شہر کو تاخت و تاراج کر دیا۔ ان واقعات سے اس کی قوت بڑھ گئی۔ آلات جنگ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اہل بصرہ کا ایک گروہ لڑنے کو آیا۔ اس نے یحییٰ بن محمد کو پانچ سو لشکر کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا۔ یحییٰ نے پہلے ہی حملہ میں اہل بصرہ کو شکست دیکر ان کے ہتھیار چھین لیے۔ اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا گروہ اہل بصرہ کا آیا اور وہ بھی شکست کھا کر واپس گیا۔ بعد میں بصرہ کے دو نامور سپہ سالار میدان میں آئے۔ وہ بھی شکست کھا کر بھاگے۔ ان کے سینکڑوں آدمی کام آئے۔ اُن کے ہمراہ رسد، غلہ اور سامان جنگ کی کشتیاں تھیں۔ مخالف ہوا نے انہیں کنارے پر پہنچا دیا۔ علی کے ساتھیوں نے جی کھول کر لوٹ لیا۔ جن لوگوں کو اس پر پایا ان کو مار ڈالا۔ زنگی غلاموں کی جرات بڑھ گئی۔ بات بات پر فتنہ فساد برپا کرنے لگے۔ اسی اثنا میں دربار خلافت سے ابو ہلال ترکی چار ہزار فوج کے ساتھ زنگیوں کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ نہر ریان پر مقابلہ ہوا۔ زنگی غلاموں نے اس کو بھی شکست دیدی۔ اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور سینکڑوں آدمی پامال ہو گئے۔ اس کے بعد ابو منصور (یہ بنو ہاشم کا آزاد غلام تھا) بہت بڑا لشکر لیکے زنگیوں کی گوشمالی کو چلا۔ اس لشکر میں رضاکاروں کی بہت بڑی جماعت تھی۔ بلالیہ اور سعدیہ کی فوجیں بھی اس میں شریک تھیں۔ علی نے اس کے مقابلہ پر علی ابن ابان کو متعین کیا۔ ابو منصور کے ایک دستہ فوج سے مڈبھیڑ ہوئی۔ علی ابن ابان نے اسکو شکست دی اور ایک گروہ کو گھاٹ پر بھیج دیا جہاں تقریباً ایک ہزار کشتیاں لشکر انداز تھیں۔ اہل کشتی زنگیوں کو آتے ہوئے دیکھ کر بھاگ گئے۔ زنگیوں نے ان کو لوٹ لیا۔ ابو منصور کو طیش آیا۔ وہ مسلح ہو کر

Marfat.com

خود میدان جنگ میں آیا۔ پہلے ہی مقابلہ میں ابو منصور کو شکست ہوئی اور اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ زنگیوں نے اس کے مال واسباب اور جنگی سامان کو لوٹ کر اطراف و جوانب کے دیہات وقصبات پر قتل وغارت کا ہاتھ بڑھایا جس سے زنگی مالا مال ہو گئے۔ بعد ازاں علی نے بصرہ کا رخ کیا۔ اثنا راہ میں لشکر بصرہ سے مقابلہ ہو گیا جو زنگیوں سے شکست کھاکر بھاگ گیا تھا۔ اگلے دن علی نے بصرہ کے قریب پہنچ کر پڑاو کیا۔ اہل بصرہ جمع ہوکر میدان جنگ میں آئے۔ خشکی اور دریا سے حملہ کیا۔ زنگیوں نے اس معرکہ میں بھی اس کو شکست دی اور بہت بڑی شکست دی۔ ہزارہا آدمی کام آئے۔[۲]" بصرہ اور اس کے گرد ونواح میں یہ واقعات اس امر کی علامت تھے کہ عالم اسلام میں ایک نئی قوت نے جنم لیا۔ زنگیوں کی یہ زبردست فوج افریقی غلاموں کی تھی اور یہ وہ وقت تھا کہ سامرا اور بغداد میں عباسی اقتدار کا چراغ ٹمٹا رہا تھا۔ عباسی خلیفہ محض شطرنج کا بادشاہ تھا۔ علی بن عبدالرحیم صاحب الزنج یا خبیث کے نام سے مشہور ہوا۔

"محرم 256 ہجری میں موسیٰ بن بغا' جسے خلیفہ معتز نے حسن بن زید کے مقابلہ کیلئے خراسان بھیجا ہوا تھا۔ واپس سامرا پہنچ گیا۔ حالانکہ خلیفہ مہتدی نے اسے بار بار وہیں رہنے کی ہدایت کی تھی۔ صالح بن وصیف یہ سن کر چھپ رہا۔ موسیٰ بن بغا سیدھا دربار خلافت کی طرف چلا گیا اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ اس وقت خلیفہ مہتدی دربار خاص میں مسند خلافت پر بیٹھا ہوا لوگوں کی داد فریاد سن رہا تھا۔ چند لمحے تک سکوت کے عالم میں حاضری کی اجازت دینے کے مسئلہ پر غور کرتا رہا۔ اس کے مصاحبین بھی سکتہ کے عالم میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے تھے جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ صالح بن وصیف کے لشکر کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ مہتدی بولا۔ اچھا موسیٰ بن بغا کو حاضری کی اجازت دی جائے۔ موسیٰ اپنے مصاحبوں کے ساتھ پہنچ گیا اور اس نے خلیفہ مہتدی کو گرفتار کرکے باجورہ کے محل میں نظربند کر دیا۔ ایوان خلافت میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ مہتدی نے موسیٰ بن بغا سے معذرت کی۔ لطف و عنایت کا خواستگار ہوا۔ موسیٰ بن بغا نے خلیفہ مہتدی سے پہلے اس امر کا عہدو پیاں لیا کہ آئندہ صالح کو کسی قسم کا اختیار امور سلطنت میں نہ دیا جائے اور ظاہر و باطن مجھ سے دوستانہ یکساں رکھا جائے۔ بعد ازاں اس نے تجدید بیعت کی اور ہرکام میں پیش پیش رہنے لگا۔ اگلے دن صالح کو ایوان خلافت میں بلا

Marfat.com

بھیجا۔ وزراء کے قتل اور خلیفہ معتز کے مال و اسباب چھین لینے کا جواب طلب کیا۔ صالح نے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔ جونہی رات ہوئی اس کے ساتھی ایک ایک دو دو کر کے نشہ ہو گئے۔ معدودے چند ساتھ رہ گئے۔ چارو ناچار بخوف جان چھپ رہا اور موسیٰ بن بغا کے آدمی اس کی تلاش کرنے لگے۔ محرم کے اواخر میں صالح بن وصیف نے خفیہ طریقے سے خلیفہ مہتدی کو ایک خط بھیجا جس میں ان حالات کا ذکر تھا جن میں خلیفہ معتز کی معزولی ہوئی اور وزراء قتل کیے گئے۔ مہتدی یہ خط سن کر اراکین سلطنت سے بولا "صالح سے اب تو صلح کر لو۔ وہ تمہارا سردار ہے۔ اگر اس سے کسی قسم کی لغزش ہو گئی ہے تو اس سے درگزر کرو۔ تمہارے ساتھ اس نے کبھی بھی بد اندیشی نہیں کی۔" اس پر ترک یہ کہہ کر دربار سے اٹھ گئے خلیفہ کا میلان پھر صالح کی طرف ہو گیا ہے اور اس نے اس سے سازش کر لی ہے اور یہ اس کا پتہ جانتا ہے۔" اس کے دوسرے دن ایوان شاہی کے اندر موسیٰ بن بغا کے مکان پر ترکوں نے جمع ہو کر رائے قائم کی کہ خلیفہ مہتدی کو مسند خلافت سے اتار و۔ بابکیال نے اس رائے کی مخالفت کی اور لوگوں کو اس امر کی دھمکی دی کہ اگر تم لوگ ایسے برے عمل کے مرتکب ہوئے تو میں تم لوگوں سے علیحدہ ہو کر خراسان چلا جاؤں گا۔ اتفاق یہ ہوا کہ خلیفہ مہتدی کو اس کی خبر لگ گئی۔ اسی وقت مجلس کا رنگ بدل دیا۔ عمدہ نفیس کپڑے پہنے۔ خوشبو لگائی۔ تلوار حمائل کر کے غصہ کی صورت بنا کر مسند خلافت پر بیٹھا اور بابکیال وغیرہ کو بلا بھیجا۔ تھوڑی دیر کے بعد بابکیال مع اراکین سلطنت کے حاضر ہوا۔ خلیفہ نے بڑے غصہ میں کہا۔ میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ میں مرنے اور مارنے کو کھیل سمجھتا ہوں جب تک یہ تلوار میرے قبضہ میں ہے اس وقت تک تم میں سے کوئی شخص میرا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔ خدا کی قسم مجھے صالح کی خبر معلوم نہیں ہے۔ تم لوگ خلفاء اسلام کو قتل کر کے بہت جری ہو گئے۔ کیونکہ بابکیال اور محمد بن بغا دونوں صالح کے شریک حال تھے۔ جب اس نے معتز کی ماں کے اسباب اور مال کو ضبط کیا تھا تم لوگوں نے اس میں شرکت نہیں کی؟ تنہا اسی کو ہڑپ کر جانے دیا۔ دیکھو! یاد رکھو! مجھے ان سب واقعات کی اطلاع ہے۔ حاضرین نے اس تقریر کا کچھ جواب نہ دیا۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی ترکوں نے امیر المومنین کی معزولی پر اتفاق کر لیا تھا۔ اور اس امر کے درپے تھے مگر ناکام رہے۔ مساجد میں جمع ہو کے امیر المومنین کے حق میں دعا کرنے میں مصروف

Marfat.com

ہو گئے۔ اراکین سلطنت کی فتنہ پردازی اور خلیفہ وقت سے سپہ سالاران لشکر کی بغاوت کرنے پر راستوں میں لکھ لکھ کر پھینکے۔ اور ان کو سخت الفاظ سے خطاب کرنے لگے۔"

"4 صفر کو ان ترک خداموں نے جو کرخ اور شاہی علاقوں میں تھے' خلیفہ مہتدی کے بھائی ابو القاسم کی وساطت سے اس کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور کہا کہ آپ کے جانثار اور تابعدار ہیں۔ آپ کے ادنیٰ اشارہ پر ہم سر کٹانے اور کاٹنے پر تیار ہیں ان کم بخت سپہ سالاران لشکر اور اراکین سلطنت نے ہماری تنخواہیں بند کر دی ہیں۔ روزینے دیر سے دیتے ہیں۔ بڑی بڑی جاگیرات کے مالک ہیں۔ ہماری بیکی اور بے چارگی سے بے پرواہ ہیں۔ جو خراج آتا ہے اس کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں اور تحائف پر بھی ہاتھ مارتے ہیں۔ خلیفہ مہتدی ان کی یہ عرضداشت سن کر خوش ہوا اور اس نے انہیں روزینے اور تنخواہیں دینے کا وعدہ کیا۔ خدام خلیفہ کا یہ فرمان سن کر دعائیں دینے لگے اور انہوں نے متفق ہو کر یہ رائے قائم کی کہ آج سے کوئی کام بغیر حکم امیر المومنین کے نہ کیا جائے اور نہ کوئی خلافت پناہی کے کاموں میں دخیل ہونے پائے۔ اور جیسا کہ خلیفہ مستعین کے عہد خلافت کا دستور تھا ایسا ہی پھر جاری ہو کہ ہر دس پر ایک عریف' ہر پچاس پر ایک خلیفہ اور ہر سو پر ایک افسر مقرر کیا جائے۔ عورتوں کی جاگیریں یک قلم ضبط کرلی جائیں۔ ہر دوسرے مہینے وظائف اور تنخواہیں تقسیم کی جائیں۔ ہم لوگ اپنی حاجت روائی اور عرض و معروض کرنے کیلئے امیر المومنین کے باب عالی پر حاضر ہوا کریں۔ جو شخص ذرا بھی چون و چرا کرے فوراً" اس کا سر اتار لیا جائے اور اگر امیر المومنین کا ایک بال بھی بیکا ہو تو اس کے عوض میں موسیٰ بن بغا' بایکباک اور ماجور کا کام فوراً تمام کر دیا جائے۔" جلسہ برخاست ہونے پر اس مضمون کی عرضداشت ابوالقاسم کی معرفت دربار خلافت میں ارسال کی گئی۔ یہ عرضداشت خلیفہ مہتدی کے پاس اس وقت پہنچی جبکہ وہ دربار عام میں عوامی کام کی غرض سے بیٹھا تھا۔ فقہاء قضاۃ' سپہ سالاران لشکر اور اراکین دولت حسب مراتب کھڑے ہوئے تھے۔ لفافہ کھولا گیا اور عرضداشت ان لوگوں کی موجودگی میں پڑھی گئی۔ سب کے چہروں پر ہوائی سی اڑنے لگی۔ کچھ بن نہ پڑا۔ جن جن امور کو ان لوگوں نے پیش کیا تھا از اول تا آخر سب کی منظوری کا جواب لکھا۔ ابو القاسم کی تجویز کے مطابق سپہ سالاران' اراکین دولت کے بغیر کرخ اور شاہی محلات کے خدام کے پاس گئے۔ انہوں نے ان افسروں کی باتیں سنیں اور پھر یہ

Marfat.com

مطالبات پیش کیے۔

1- زیادات کی ضبطی فرمائی جائے۔

2- جاگیرات واپس کر دی جائیں۔

3- بیرونی خدام خاصہ سے نکال دیئے جائیں۔

4- طریقہ سیاست و ملک داری جیسا کہ خلیفہ مستعین کے عہد خلافت میں تھا ویسا ہی اب اختیار کیا جائے۔

5- موسیٰ بن بغا اور صالح بن وصیف سے حساب فہمی کی جائے۔ دوسرے مہینے تنخواہ تقسیم ہو۔ فوج کی افسری پر امیر المومنین کا کوئی بھائی یا عزیز مقرر کیا جائے۔ آزاد غلاموں کے قبضہ سے یہ معزز عہدہ نکال لیا جائے"[۱۵۲]۔

چونکہ ترک موالیوں کی جانب سے یہ انقلابی مطالبات ایسی حالت میں پیش کیے گئے تھے جبکہ ترک امراء و لشکر میں افتراق و نفاق تھا' اس لیے ان مطالبات کی آڑ لیکر امور سلطنت پر سے ترکوں کے غلبہ کو ختم کیا جاسکتا تھا۔ خلیفہ مہتدی نے بظاہر اسی خیال سے ان مطالبات کو بخوشی منظور کرلیا اور بظاہر سپہ سالاران لشکر اور اراکین سلطنت نے بھی ان کی منظوری دیدی۔ "اگلے دن ابو القاسم خلیفہ کا جواب لیکر ان لوگوں کی طرف گیا تو اس کے پیچھے موسیٰ بن بغا بھی اپنے ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو لیکر وہاں پہنچا۔ جب انہیں خلیفہ کے جواب سے مطلع کیا گیا کہ امیر المومنین نے موسیٰ بن بغا اور بایکباک کی سفارش پر صالح بن وصیف کو امان دیدی ہے تو اس پر اس سارے گروہ میں جو تین چار ہزار پر مشتمل تھا اختلاف رائے ہو گیا۔ ایک گروہ تو یہ کہتا تھا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ امیر المومنین کو عزت دے اور ہماری تنخواہیں پوری ہمیں دیدے۔ کیونکہ ہم تاخیر سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم راضی نہ ہوں گے جب تک امیر المومنین ہم پر اپنے بھائیوں کو والی نہ بنا دے گا کہ ایک کرخ میں ہو۔ ایک ایوان خلافت میں اور ایک سامرا میں۔ ہم نہیں چاہتے کہ موالی میں سے کوئی شخص ہم پر سوار ہو۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صالح بن وصیف ظاہر ہو ۔ یہ گروہ بہت قلیل تھا۔ پھر ان سب نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ موسیٰ اپنے باپ کا قائم مقام مقرر کیا جائے اور صالح کو اس کے باپ کا عہدہ عنایت کیا جائے اور لشکر بدستور اس کے قبضہ میں رہے۔ غرض جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں اور ابو

Marfat.com

القاسم وہاں سے مایوس ہو کر واپس آ گیا اور اس نے مہتدی کو اس صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ دوسرے دن بنو وصیف نے مسلح ہو کر اہل شہر کے جانوروں کو لوٹ لیا اور سامرا میں ابوالقاسم کے مکان کو جا گھیرا۔ صالح کو لاؤ۔ صالح کو لاؤ؟ چلانے لگے۔ خلیفہ مہتدی نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اور یہ کہا کہ اگر ان کے پاس صالح ہو تو اس کو حاضر کر دیں۔ اس شور و غوغا سے کیا فائدہ ہے۔ موسیٰ بن بغا نے یہ حالت دیکھ کر اپنا لشکر تیار کیا جس کی تعداد چار ہزار تھی۔ بلوائیوں نے جب یہ لشکر دیکھا تو خاموشی سے منتشر ہو گئے۔ کسی نے کوئی حرکت نہ کی اور کوئی نہ بولا۔ موسیٰ بن بغا نے صالح کی جستجو میں بے حد کوشش کی۔ شہر میں چاروں طرف منادی کرادی۔ غوغائیوں میں سے کسی نے اس کو کسی صورت گرفتار کرلیا۔ ایوان خلافت کی طرف لیکر چلا۔ عوام الناس کا ایک جم غفیر پیچھے پیچھے تھا۔ موسیٰ بن بغا کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے لپک کر صالح پر تلوار چلائی۔ سیدھا ہاتھ مونڈھے سے اتر گیا۔ بے ہوش ہو کر گرا۔ دوسرے نے دوڑ کر سر اتار لیا۔ اور تشہیر کی غرض سے نیزہ پر نصب کر کے شہر میں پھرایا۔ یہ 23 صفر 256 ہجری کا واقعہ ہے۔ اس ہنگامہ کے فرو ہونے کے تقریباً تین ماہ بعد جمادی الاول میں موسیٰ بن بغا مساور خارجی سے جنگ کرنے کیلئے روانہ ہو گیا۔ جبکہ خلیفہ مہتدی ترکوں کے شکنجے سے اپنے آپ کو آزاد کرانے میں ناکام رہا۔ وہ اہل کرخ کی اپنے سپہ سالاران کے خلاف برہمی سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا۔

"اوائل رجب میں ان ترکوں نے جو کرخ اور شاہی مکانات کی محافظت پر مامور تھے۔ تنخواہ اور روزینے مانگنے کا بہانہ کر کے پھر ایک ہنگاہ برپا کیا۔ خلیفہ مہتدی نے اپنے بھائی ابو القاسم اور دو ایک ترک سپہ سالاروں کو ان کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے یہ ہنگامہ فرو کر دیا۔ کسی نے ابو نصر محمد بن بغا تک یہ خبر پہنچا دی کہ خلیفہ مہتدی نے ترکوں سے کہہ دیا کہ کل مال و خزانہ محمد اور موسیٰ پسران بغا کے قبضہ میں ہے۔ محمد یہ خبر سن کر اپنے بھائی کے پاس بھاگ گیا جو سندھ میں مساور خارجی کے خلاف جنگ کر رہا تھا۔ خلیفہ مہتدی نے محمد بن بغا کو متعدد خط لکھے اور اسے امان دیکر دربار میں طلب کیا۔ اس پر محمد واپس آ گیا تو مہتدی نے اس کو قید کر دیا اور پندرہ ہزار دینار اس کے وکیل سے وصول کر کے اس کو قتل کر ڈالا۔ جن دنوں محمد بن بغا قید میں تھا۔ خلیفہ مہتدی نے ایک فرمان بنام موسیٰ بن بغا بابکیاک کی معرفت روانہ کیا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ فوج کا چارج بایکباک کو دیکر تم

Marfat.com

دارالخلافہ میں چلے آؤ- اور روانگی کے وقت بایکباک کو یہ ہدایت کر دی کہ فوج کا چارج لینے کے بعد مساور خارجی سے جنگ کرنے میں کوتاہی نہ کرنا اور موسیٰ بن بغاء اور مفلح کو کسی بہانہ سے موقع پاکر مار ڈالنا- بایکباک نے موسیٰ کے پاس پہنچ کر خلیفہ مہتدی کا فرمان پڑھا- ہنوز موسیٰ کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ بایکباک نے اپنی روانگی اور محمد بن بغا کی گرفتاری اور قید اور خلیفہ مہتدی کی ہدایت کا حال لفظ بہ لفظ کہہ دیا- موسیٰ اور مفلح کے ہوش اڑ گئے- آپس میں مشورہ کرنے لگے- بالاخر یہ رائے قرار پائی کہ بایکباک دارالخلافہ واپس جائے اور خلیفہ مہتدی کے قتل کرنے کی صورتیں اور تدابیر کرے- چنانچہ بایکباک بعض دوسرے ترک سالاروں کو ساتھ لیکر دارالخلافہ واپس آگیا- خلیفہ مہتدی نے بایکباک کو قید کر لیا جس کے رد عمل کے طور پر ترکوں نے بلوہ کر دیا- خلیفہ مہتدی کے پاس اس وقت صالح بن علی بن یعقوب بن منصور بیٹھا تھا- اس نے ترکوں کے قتل اور پائمال کرنے کی رائے دی- خلیفہ جوش شجاعت میں آکر اٹھ کھڑا ہوا- ترکوں' فراغنہ اور مغاربہ کی فوجوں کو تیاری کا حکم دیا اور جنگ کے ارادہ سے مسلح ہو کر نکلا- رعب داب اٹھانے کی غرض سے بایکباک کے قتل کا حکم صادر کیا- عتاب بن عتاب نے اس کا سر اتار کر ترکوں کے روبرو پھینک دیا- ترکوں میں اس سے بہت اشتعال پیدا ہوا اور جتنی ترک فوجیں مہتدی کے ساتھ تھیں- بلوائیوں سے جاملیں- باقی لشکر شکست کھاکر بھاگ کھڑا ہوا- مہتدی تنہا رہ گیا- اس نے شمشیر بکف بھاگ کر جیل کا دروازہ اس خیال سے کھول دیا کہ قیدی اس کا ساتھ دیں گے مگر سب قیدی بھاگ گئے- اور کسی نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا- مہتدی' احمد بن جمیل افسر پولیس کے مکان پر جا چھپا- بلوائیوں نے پہنچ کر دروازے توڑ دیئے- نکال لائے- ایک خچر پر سوار کراکر جوش میں آئے- اور احمد بن خاقان کے پاس نظربند کر دیا- اس کے بعد بلوائیوں میں خلیفہ مہتدی کے معزول کرنے کا مشورہ ہونے لگا- خلیفہ مہتدی نے اس سے انکار کیا- مرجانے پر آمادگی ظاہر کی- اس پر بلوائیوں نے ایک خط جو موسیٰ بن بغا بایکباک اور دیگر سپہ سالاران لشکر کے نام تھا' دکھلایا- یہ خط خاص اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا- اس کا مضمون یہ تھا کہ "تمام بردگان کے ساتھ کبھی بدعہدی نہ کی جائے گی- اور نہ کبھی ان کو دھوکا دیا جائے گا- نہ ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی چال چلی جائے گی اور نہ ان لوگوں کے قتل کا بہانہ ڈھونڈا جائے گا اور جب کوئی فعل اس قسم کا کیا جائے تو یہ لوگ

Marfat.com

جس کو چاہیں خلیفہ بنائیں۔ میری بیعت کی پابندی ان پر ضروری نہیں ہے۔" خلیفہ مہتدی یہ خط دیکھ کر خاموش ہو رہا اور ان لوگوں نے اس کے قتل کو مباح تصور کر کے اس کا کام تمام کر دیا۔[۴]" یہ واقعہ 14 رجب 256 ہجری مطابق 15 جون 870ء کا ہے۔ اس کی عمر تقریباً اڑتیس سال تھی اور اس کی مدت خلافت تقریباً ایک سال رہی۔

Marfat.com

باب : 13

# خلیفہ معتمد علیٰ اللہ

## عباسی سلطنت کے حصے بخرے اور خودمختار سلطنتوں کی نمود

خلیفہ مہتدی کے قتل کے بعد اس کے چچا متوکل کے بیٹے ابو العباس احمد کو جو جوسق میں قید تھا' حاضر کیا گیا۔ حاضرین نے 16 رجب 256 ہجری مطابق 19 جون 870ء کو خلافت کی بیعت کی۔ ترکوں نے موسیٰ بن بغا کو یہ واقعات لکھ بھیجے۔ یہ اس وقت خانقین میں تھا۔ چنانچہ اس نے بھی حاضر ہو کر بیعت کی اور اسے معتمد علیٰ اللہ کا لقب دیا گیا۔ بیعت عام کے تقریباً دو ہفتے بعد 2 شعبان کو عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کو' جو متوکل کا وزیر تھا' پھر وزارت پر بلوایا گیا اور تقریباً چھ ماہ بعد صفر 257ھ میں افواج کی سپہ سالاری معتمد نے اپنے بھائی ابو احمد طلحہ موفق بن المتوکل کے حوالے کی کیونکہ تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے ترک فوج اپنے ترک امراء کے خلاف تھی۔ اس کے ساتھ ہی موفق کو کوفہ' حرمین اور یمن کی ولایت دی گئی' رمضان 257 ہجری میں اسے بغداد' کوردجلہ' بصرہ اہواز اور فارس کی امارت عطا ہوئی اور پھر ربیع الاول 258 ہجری میں مصر' قنسرین اور عواصم کے علاقے بھی اس کی تحویل میں دیدیئے گئے۔ دریں اثناء 256 ہجری میں مصر میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ ابن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ معروف بہ ابن صوفی نے بغاوت کر دی۔ کوفہ میں علی بن زید نے خروج کیا۔ فارس میں محمد بن واصل بن ابراہیم التمیمی اور احمد بن اللیث نے وہاں کے والی حارث بن سیما الشرابی کو شکست دیکر اس علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ حسن بن زید رے پر غالب آگیا اور دمشق میں اماجور اور عیسیٰ بن شیخ کے بیٹے کے درمیان جنگ ہوئی جس میں باغی اماجور نے اپنی مختصر جمعیت سے ابن عیسیٰ کے بہت بڑے لشکر کو شکست دی۔

مصر میں ابن صوفی کی بغاوت کا واقعہ یوں ہوا کہ وہ متعمد کے تخت نشین ہونے کے

Marfat.com

فوراً" بعد لوگوں کو آل محمد کی اطاعت کی دعوت دینے لگا۔ وہ بلاد صعید کے چند قصبات پر قابض ہو گیا۔ والی مصر احمد بن طولون نے ایک لشکر اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ ابن صوفی نے اس کو شکست دیکر اس کے سپہ سالار کو قتل کر دیا۔ دوسرا لشکر آیا۔ آمنے سامنے میں لڑائی ہوئی۔ ابن صوفی کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر الواحات چلا گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس نے ایک اور لشکر جمع کرلیا اور اشمونین کی جانب کوچ کیا جہاں اس کی ابو عبدالرحمان عمری یعنی عبدالحمید بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس موقع پر ابن طولون نے بھی ابو عبدالرحمان کی جانب ایک لشکر بھیجا کیونکہ اس کی اطلاع یہ تھی کہ ابو عبدالرحمان نے بھی خروج کر دیا ہے۔ ابو عبدالرحمان نے طولون کے امیر لشکر سے معذرت کی کہ میں نے فتنہ وفساد برپا کرنے کی غرض سے خروج نہیں کیا بلکہ میں نے مسلمانوں کی اذیت اور تکلیف رفع کرنے کے ارادے سے کفار کے خلاف کمر ہمت باندھی ہے۔ امیر لشکر نے اس معذرت پر توجہ نہ کی۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور ابو عبدالرحمان نے اس کو شکست دیدی اور وہ بھاگ کر اسوان پہنچا۔ ابن طولون کو جب ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے امیر لشکر سے ناراض ہوا اور ابو عبدالرحمان کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مقام اشمونین میں ابراہیم بن محمد المعروف ابن صوفی اور ابو عبدالرحمان عمری کی فوجوں میں جنگ ہوئی۔ متعدد لڑائیوں کے بعد ابن صوفی کو شکست ہوئی۔ وہ بھاگ کر اسوان پہنچا اور اس کے اطراف و جوانب میں قتل و غارت کرنے لگا۔ احمد ابن طولون نے ایک لشکر جرار بھیجا۔ ابن صوفی عیذاب کی جانب بھاگا اور دریا (یعنی بحیرہ احمر) عبور کرکے مکہ معظمہ پہنچا جبکہ اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔ والی مکہ نے ابن صوفی کو گرفتار کرکے احمد بن طولون کے پاس بھیجا۔ ایک مدت تک جیل میں رہا اور بعد ازاں رہا کر دیا گیا۔ مدینہ چلا آیا جہاں کچھ عرصہ کے بعد انتقال کر گیا!"

رجب 256ہجری میں سعید بن صالح حاجب کو افریقیوں یا حبشیوں یا زنگیوں کے ایرانی سردار علی بن ابراہیم المعروف بہ خبیث صاحب الزنج کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اس نے خلیفہ معتز کے زمانے سے بصرہ اور اس کے گرد و نواح میں غارت گری شروع کر رکھی تھی۔ سعید نہر معقل کے قریب پہنچا تو اس کا زنگیوں سے مقابلہ ہوا۔ پہلے معرکے میں پلہ بھاری رہا۔ لیکن دوسری لڑائی میں اسے شکست ہوئی اور وہ خود بھی زخمی ہوکر سامرا واپس آیا۔ پھر

Marfat.com

منصور بن جعفر خیاط کو زنگی غلاموں کی سرکوبی کے کام پر مامور کیا گیا۔ اسے بھی شکست ہوئی اور وہ بحرین بھاگ گیا۔ صاحب الزنج نے علی بن ابان کو اربک کا پل توڑنے کے لیے روانہ کیا۔ ابراہیم بن سیما سے جبکہ وہ فارس سے واپس آرہا تھا مقابلہ ہو گیا۔ اس لڑائی میں علی بن ابان کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہو گیا۔ تاہم علی بن ابان اپنے لشکر کو دوبارہ مرتب کر کے ابراہیم کے ایک سالار شاہین بن .سطام پر حملہ آور ہوا۔ اور اس کے بہت سے آدمیوں کو مار دیا۔ شاہین اور اس کا چچا زاد بھائی بھی مار ڈالا گیا۔ پھر علی ابن ابان ابراہیم کے لشکر سے بھڑ گیا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی جس میں ابراہیم کو ہزیمت ہوئی اور علی بن ابان نہر جبی کے طرف واپس آگیا۔ یہاں سے اس نے شوال 257 ہجری میں بصرہ پر حملہ کر کے اس شہر پر قبضہ کر لیا۔ صاحب الزنج خبیث اس کے ساتھ تھا۔ ان دنوں بصرہ کا والی منصور بن جعفر خیاط تھا۔ جو پہلے زنگیوں سے شکست کھا چکا تھا اور اب ان سے لڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ علی بن ابان نے زنگیوں اور بصرہ کے گرد ونواح کے عرب بدوؤں کی امداد سے بصرہ کا محاصرہ کیا تو ابراہیم بن یحییٰ المھلبی نے اہل بصرہ کے لیے اس سے امن مانگا۔ اس نے انہیں امن دیدیا۔ منادی کرا دی گئی اور سارے اہل بصرہ ابراہیم کے پاس جمع ہو گئے۔ جب اس کا کشادہ مکان بھر گیا تو علی بن ابان نے سارے راستے اور گلیاں اور کوچے بند کرا دیئے۔ اور سوائے چند کے ان سب کو لوگوں کو قتل کر دیا جو وہاں جمع ہوئے تھے۔ اس کے بعد جامع مسجد اور اکثر محلات میں آگ لگا دی گئی۔ ابن سمعان کا بیان ہے کہ میں اس دن جامع مسجد میں تھا کہ یکایک تین جانب سے آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ ایک ہی وقت میں زہران' المربد اور بنی حمان میں آگ لگ گئی۔ آگ لگانے والوں نے شاید وقت مقرر کر لیا تھا۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن ہوا۔ مصیبتیں بڑھ گئیں۔ اہل بصرہ کو ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ جو لوگ جامع مسجد میں تھے اپنے اپنے گھروں کو بھاگے۔ میں بھی بھاگتا ہوا اپنے گھر گیا۔ دروازہ بند کر لیا۔ جھانک کر دیکھا تو نظر آیا کہ عرب کے سوار اور زنگیوں کے پیادے آگئے۔ جن کے آگے ایک شخص مشکی گھوڑے پر اپنے ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے ہے جس پر زرد پھریرا ہے۔ بعد کو دریافت کیا تو علی بن ابان نے دعوی کیا کہ یہ وہی شخص ہے اور یہ زرد جھنڈا اسی کا جھنڈا ہے۔ وہ قوم داخل ہو گئی۔ لوگ کوچہ مربد میں غائب ہو گئے۔ یہاں تک کہ باب عثمان پہنچ گئے۔ اس کے بعد وہ واپس ہوئے کیونکہ انہیں خوف ہوا تھا کہ المربد

Marfat.com

سے سعدیہ اور بلالیہ کا گروہ ان پر حملہ کرے گا۔ واپسی پر انہوں نے شہر کو جلا دیا۔ لوٹ لیا۔ غالب آگئے۔ قابض ہو گئے۔ اور جان لیا کہ انہیں اس شہر میں کوئی روکنے والا نہیں۔ کوئی مدافعت کرنے والا نہ ملا۔ لوگ ابراہیم بن یحییٰ المہلبی کے دروازے پر جمع تھے۔ انہیں امان دلا دی گئی[۲]" حبشی غلاموں اور بدوؤں کی یہ بغاوت اور غارت گری بظاہر ایک طبقاتی جنگ تھی جو ایسی حالت میں ہو رہی تھی جبکہ سلطنت عباسیہ کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔

جب زنگی غلاموں اور عرب بدوؤں نے بصرہ کو ویران کر دیا تو خلیفہ معتمد نے محمد معروف بہ مولد کو ایک بہت بڑا لشکر دیکر ان کی سرکوبی کے لیے بصرہ بھیجا۔ مولد بصرہ پہنچا شہر سے باہر تقریباً" دس دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ تب خبیث نے ابواللیث اصفہانی کو اپنے سالار یحییٰ بن محمد کی کمک پر بھیجا۔ یحییٰ اور ابو للیث نے شب خون مارا۔ رات اور پھر صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ مغرب کے وقت مولد کی فوج میدان سے بھاگ گئی۔ زنگیوں نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ خبیث کے سالار یحییٰ نے مولد کے بہت سے سپاہیوں کا تعاقب کرکے انہیں قتل کیا اور گرد و نواح کے دیہات وقصبات کو تاخت اور تاراج کیا۔ زنگیوں نے اس فتح کے بعد علی بن ابان کی زیر سرکردگی اہواز میں وہاں کے گورنر منصور بن جعفر سے لڑائی کی۔ منصور کو شکست ہوئی۔ منصور نے بھاگ کر نہر میں چھلانگ لگا دی تیر نہ سکا اور ڈوب گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی خلف بن جعفر کو قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ جمادی الاول 258 ہجری کا ہے۔

زنگیوں کی فتوحات کی اس صورت حال میں خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی ابو احمد موفق کو مکہ سے جہاں وہ گورنر تھا' طلب کیا اور اس کو ایک نامور سپہ سالار مفلح کے ساتھ زنگیوں کے مقابلہ پر جانے کی ہدایت کی۔ یہ دونوں بہت بڑے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی کو اس جنگ پر مامور کیا۔ اس وقت علی بن ابان نہرجبی پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ یحییٰ بن محمد بحرانی نہر عباس پر پڑا تھا۔ اور علی بن ابراہیم عرف "خبیث" اپنے ساتھیوں اور چند سپاہیوں کے لوٹ کا مال و اسباب لانے کی غرض سے بصرہ تک آرہا تھا۔ چنانچہ جب موفق نے نہر معقل پر پہنچ کر پڑاؤ کیا تو زنگیوں کا لشکر مرعوب ہوکر فوراً" "خبیث" کے پاس چلا گیا۔ خبیث نے علی بن ابان کو موفق کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ مفلح سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی جس کے دوران مفلح کو ایک تیر لگا اور وہ تڑپ کر

Marfat.com

مرگیا۔ اس کا مارا جانا تھا کہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بہت سے ساتھی گرفتار کر لیے گئے۔ موفق مجبوراً اس میدان جنگ سے ابلہ کی طرف چلا آیا۔ نہر اسد پر اپنے لشکر کو درست کیا وہاں لشکر میں وبا پڑ گئی تو وہ باذرود چلا آیا۔ یہاں جب سب کچھ درست ہو گیا تو "خبیث" کے لشکر پر جا پڑا۔ یہ لڑائی نہر ابو خصیب پر ہوئی۔ ابتدائی معرکے میں بہت سے زنگی مارے گئے۔ اور بہت سی عورتیں، جن کو انہوں نے گرفتار کر لیا ہوا تھا، چھڑا لی گئیں۔ پہلا معرکہ ختم ہونے پر موفق واپس باذرود چلا آیا اور اس کے لشکر گاہ میں آگ لگ گئی۔ اس نے فوراً دریا کی جانب کوچ کیا یہاں اس کے بہت سے سپاہی آرام آرائش کی غرض سے ادھر ادھر چلے گئے۔ اور وہ خود بھی واپس سامرا چلا آیا۔ واسط میں اس کا نائب محمد بن مولد مقیم رہا۔ کچھ عرصہ بعد گورنر اہواز اصطیخور اور خبیث کے سپہ سالار یحییٰ بن محمد کے درمیان نہر عباس کے کنارے مقابلہ ہوا۔ یحییٰ نے اس موقع پر اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ کو اصطیخور کے مقابلے کے لیے چھوڑا اور دوسرے حصہ کے ساتھ نہر عبور کر کے ان کشتیوں پر جاپڑا جو اصطیخور کے ساتھ رسد لیکر آئی تھیں۔ اور ان کو لوٹ لیا۔ شام کو اس نے اپنے ہراول دستہ کو دجلہ کی جانب روانہ کیا۔ یہ دستہ موفق کے لشکر سے نہر اسد کے پاس دو چار ہو گیا۔ تھوڑی سی لڑائی کے بعد یحییٰ کا دستہ بھاگ کھڑا ہوا۔ موفق کے مقدمتہ الجیش نے تعاقب کیا۔ شکست خوردہ گروہ نے بھاگ دوڑ کی گھبراہٹ میں جس طرف یحییٰ تھا عبور نہ کیا بلکہ دوسری جانب عبور کیا۔ فتح مند گروہ جو اس کے تعاقب میں تھا یحییٰ سے آکر بھڑ گیا۔ اس وقت یحییٰ کے پاس بہت تھوڑے آدمی تھے۔ تاہم وہ لڑا اسے شکست ہوئی اور وہ زخمی ہو کر ایک کشتی میں جا چھپا۔ وہاں سے اس نے ایک نزدیکی گاؤں میں پناہ لی۔ زخموں کی تکلیف حد سے بڑھ گئی۔ ایک طبیب سے رجوع کیا۔ طبیب کو اس کے رنگ ڈھنگ سے شبہ پیدا ہوا اس نے ابو احمد موفق کے ساتھیوں کو خبر کر دی۔ ابو احمد نے اس کو گرفتار کر کے سامرا بھیج دیا۔ پہلے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ بعد ازاں مار ڈالا گیا۔ یہ 9 رجب 259ہجری کا واقعہ ہے۔ زنگیوں کو اس سانحہ سے بہت صدمہ ہوا[۲۲۰]۔

259 ہجری میں "خبیث" نے اپنے سپہ سالاروں علی بن ابان اور سلیمان موسیٰ شعرانی کو اہواز کی جانب روانہ کیا۔ مقام بدستماران میں ان کا اصطیخور سے مقابلہ ہوا۔ جس میں اصطیخور کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کے بہت سے سپاہی بھی تہ تیغ ہوئے۔ حسن

Marfat.com

بن ہرثمہ اور حسن بن جعفر وغیرہ گرفتار کر لیے گئے۔ زنگیوں نے ایک مدت تک اہواز کے گرد و نواح میں لوٹ مار کا بازار گرم رکھا تا آنکہ موسیٰ بن بغا طبرستان میں حسن بن زید کے خلاف مہم سے فارغ ہو کر اس کے مقابلہ پر آیا۔ موسیٰ بن بغا نے چاروں طرف سے زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ علی بن ابان نے اس کے ایک سالار عبدالرحمان بن مفلح کے دانت کھٹے کر دیئے۔ عبدالرحمان کے بہت سے آدمی قتل اور گرفتار ہوئے۔ دوسرے دن عبدالرحمان بن مفلح نے علی الصبح زنگیوں پر پھر زبردست حملہ کر دیا۔ علی بن ابان کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ بہت سے زنگی کام آئے۔ اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ علی بن ابان خبیث کے پاس لوٹ آیا۔ اور عبدالرحمان بن مفلح قلعہ مہدی میں چلا آیا۔ علی بن ابان نے اپنے لشکر کو از سر نو مرتب کیا اور قلعہ مہدی پر حملہ کردیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد موسیٰ بن بغا کے دوسرے سالار ابراہیم بن سیما پر حملہ آور ہوا۔ وہ باذرود میں تھا۔ پہلے معرکہ میں ابراہیم کو شکست ہوئی لیکن دوسری لڑائی میں علی بن ابان نے مار کھاکر غیاض کا راستہ اختیار کیا۔ راستے میں اس کا عبدالرحمان بن مفلح سے سامنا ہو گیا۔ علی بن ابان شکست کھاکر بھاگا اور اس نے خبیث کے پاس جاکر دم لیا۔ عبدالرحمان بن مفلح اور ابراہیم بن سیما نے دو مختلف راستوں سے خبیث پر چڑھائی کر دی۔ والی بصرہ نے زنگیوں کی رسد بند کر دی۔ جس وقت تک خبیث' ابراہیم اور عبدالرحمان سے مصروف جدال و قتال رہا۔ اس وقت تک اس نے اسحاق سے کچھ تعرض نہ کیا لیکن جونہی ان لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا اس نے اپنے ایک دستہ کو بصرہ کی طرف روانہ کر دیا جو سترہ ماہ تک اہل بصرہ سے لڑتا رہا۔ تا آنکہ موسیٰ بن بغا نے زنگیوں کی لڑائی سے مراجعت کی اور اس کی جگہ مسرور بلخی کو اس مہم کی سرداری دی گئی۔[53] مسرور بلخی' مساور خارجی کے خلاف مہم سے فارغ ہو کر یہاں آیا تھا۔

259 ہجری میں یعقوب بن اللیث نے خراسان پر چڑھائی کر دی۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ اس نے جیساکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے 251 ہجری میں جبکہ خلیفہ مستعین مسند خلافت پر متمکن تھا۔ یعقوب بن اللیث اور اس کے بھائی عمرو بن اللیث نے سجستان میں ایک آزاد خود مختار حکومت قائم کرلی تھی۔ یہ دونوں بچپن میں تیل کا کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے صفار کے لقب سے مشہور تھے۔ یعقوب نے محمد بن طاہر کو مستعین کی ہدایت پر قید کرنے

Marfat.com

کے بعد سرحدی ترکوں کو بھی شکست دی تھی۔ ان فتوحات سے اس کا اتنا رعب چھا گیا تھا کہ اعراض' زا بلستان مغان اور سندھ کے والیوں نے اطاعت نامے لکھ کر بھیجے تھے اور اس کی ماتحتی میں آگئے تھے۔ 253 ہجری میں اس واقعہ کے دو تین سال میں اس نے اپنی حکومت مستحکم کرلی۔ لیکن سامرا اور بغداد میں بدامنی کا دور دورہ تھا۔ 256 ہجری میں جب خلیفہ معتمد تخت نشین ہوا تھا تو فارس میں عراق کے ایک شخص محمد بن واصل بن ابراہیم التمیمی نے احمد بن لیث کی امداد سے عباسیوں کے گورنر حارث بن سیما کو قتل کرنے کے بعد قبضہ کرلیا ہوا تھا۔ معتمد نے حسن بن فیاض کو فارس کا والی مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ محمد بن واصل کو وہاں سے نکال دے۔ محمد بن یعقوب بن لیث نے یہ خبر سن کر 257 ہجری میں فارس کا رخ کیا۔ خلیفہ معتمد برہم ہوا مگر موفق نے مصلحتاً بلخ وطخارستان کی سند گورنری لکھ کر یعقوب بن لیث کے پاس بھیج دی۔ چنانچہ یعقوب نے فارس کو چھوڑ کر بلخ و طخارستان پر قبضہ کرلیا۔ پھر بلخ سے روانہ ہوکر کابل پہنچا اور رتبیل کو گرفتار کرلیا۔ پھر بست میں آیا۔ یہاں ایک سال تک ٹھہرا رہا۔ پھر طخارستان واپس آیا۔ ہرات پہنچا اور شہر کروخ کا محاصرہ کرلیا۔ کردخ پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے بوشنج پر حملہ کردیا۔ اور حسین بن علی بن طاہر بن حسین کو گرفتار کرلیا۔ محمد بن طاہر بن عبداللہ نے سفارش کی۔ مگر یعقوب نے اس کو رہا نہ کیا۔ اس کے بعد ہرات اور باذغیس پر بھی قبضہ کرکے سجستان کی جانب لوٹا۔ ان دونوں کی گورنری پر عبداللہ سنجری مامور تھا۔ اور ایک زمانہ سے اس کی یعقوب سے ان بن تھی۔ یعقوب وہاں پہنچا تو عبداللہ سنجری بھاگ کر محمد بن طاہر والی خراسان کے پاس پناہ گزین ہوا۔ یعقوب نے محمد بن طاہر سے اپنے حریف عبداللہ سنجری کو طلب کیا مگر محمد بن طاہر نے انکار کردیا۔ چنانچہ یعقوب نے خراسان پر چڑھائی کرکے نیشاپور کو جا گھیرا اور شوال 259 ہجری میں اس کے شہر میں داخل ہوکر محمد بن طاہر اور اس کے 160 اہل خاندان کو گرفتار کرکے انہیں بجستان بھیج دیا اور اپنی طرف سے ایک شخص کو مامور کرکے دربار خلافت میں ایک اطلاعی عرضداشت بھیج دی۔ اس عرضداشت میں لکھا کہ چونکہ محمد بن طاہر اپنے فرائض منصبی میں کوتاہی کرتا تھا اور طبرستان میں علویوں کے غالب آجانے کا قوی اندیشہ تھا اس لیے میں نے نیشاپور میں داخل ہوکر قبضہ کرلیا۔ میں نے آل ابی طالب کے مستند افراد کو گرفتار کرلیا ہے۔ خلیفہ معتمد نے یعقوب کی توقع کے خلاف

Marfat.com

تہدیدا" لکھ بھیجا کہ تمہارا یہ فعل ناگوار گزرا ہے بہتر یہ ہے کہ جس قدر بلاد تمہارے قبضہ میں ہیں ان ہی پر اکتفا کرو۔" یعقوب نے جن قاصدوں کے ذریعے یہ عرضداشت بھیجی تھی وہ نیزہ پر ایک سر لائے تھے جس میں ایک اس مضمون کا رقعہ تھا کہ "یہ اللہ کے دشمن عبدالرحمان الخارجی ساکن ہرات کا سر ہے جو تیس برس سے مدعی خلافت تھا۔ جسے یعقوب بن لیث نے قتل کیا۔" یعقوب بن لیث کے خراسان پر قبضہ کے بعد عبداللہ سنجری نے طبرستان جاکر حسن بن زید کے پاس پناہ لی۔ جس نے کئی سال سے دیلم اور طبرستان کے پہاڑی علاقہ میں اپنی آزاد سلطنت قائم کر رکھی تھی۔ یعقوب 260 ہجری میں حسن کی طرف بڑھا۔ ساریہ میں لڑائی ہوئی۔ حسن کو شکست ہوئی اور وہ سرزمین دیلم کی طرف چلا گیا۔ یعقوب نے ساریہ اور آمد پر قبضہ کرلیا۔ پھر حسن بن زید کے تعاقب میں طبرستان کے پہاڑوں پر جا پہنچا۔ وہاں چالیس روز تک مسلسل بارش ہوئی۔ جس سے اس کے لشکر کو بہت نقصان پہنچا اور ناکام و نامراد واپس آگیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حسن کی شکست کے بعد عبداللہ سنجری فرار ہو کر والی رے کے پاس چلا گیا تھا جس نے عبداللہ سنجری کو گرفتار کرکے یعقوب کے حوالہ کر دیا تھا اور یعقوب اسے قتل کرکے بجستان واپس آگیا تھا۔ خراسان میں آل صفار کا پھریرا لہرا رہا تھا۔ اور 261 ہجری میں خلیفہ معتمد کا فرمان یہ تھا کہ میں نے یعقوب کو خراسان کا والی نہیں بنایا۔ اس نے نصر کو خراسان کا گورنر مقرر کیا مگر وہ راستہ ہی میں صفاریوں سے شکست کھاکر بخارا چلا گیا۔ اس کے بعد یعقوب نے فارس کے خود ساختہ حاکم محمد بن واصل کو شکست دیکر اس علاقہ پر بھی قبضہ کرلیا۔ قبل ازیں خلیفہ معتمد کی جانب سے عبدالرحمان بن مفلح نے واصل کے خلاف فوج کشی کی تھی لیکن وہ ناکام رہا تھا اور رام ہرمز میں مارا گیا تھا۔

جب صفاریہ نے ہرات سے لیکر فارس تک اپنی خود مختار سلطنت قائم کرلی تو ماوراء النہر کے علاقے میں بنو سامان نے 261 ہجری میں اپنی خود مختار سلطنت کا اعلان کر دیا۔ سامانی خاندان ایران میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کیونکہ یہ مشہور بادشاہ بہرام گور کی نسل سے تھا۔ خلیفہ مامون نے ولایت ماوراء النہر کے چار حصے کرکے اسد بن سامان کے چار بیٹوں نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس میں تقسیم کر دیا تھا۔ احمد بن اسد والی فرغانہ پاک سیرت اور ہر دلعزیز امیر تھا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کا بیٹا نصر اس کی جگہ پر مقرر ہوا۔ اس

Marfat.com

نے اپنے بھائی اسماعیل کو 261 ہجری میں بخارا میں اپنا نائب بناکر بھیجا۔ بعض لوگوں کی شرانگیزی سے ان دونوں بھائیوں میں عداوت ہو گئی اور اس بنا پر ان دونوں میں لڑائیاں ہوئی۔ تاہم نصر بن احمد خوارزم کے علاقے میں سلطنت سامانیہ کا پہلا خود مختار فرمانروا تسلیم ہوا۔

262 ہجری کے اوائل میں یعقوب بن لیث رام ہرمز پہنچا۔ بغداد میں اس امر کی اطلاع ہوئی تو ابو احمد موفق نے دریا پار کر کے تاجروں کی ایک جماعت کو بلایا اور ان سے کہا کہ امیر المومنین نے یعقوب کو خراساں' طبرستان' جرجان' رے اور فارس اور بغداد کی پولیس پر والی بنانے کا حکم دیا ہے۔ دربار میں یعقوب کا ساتھی درھم بن نصر حاضر تھا۔ اس نے یعقوب کو اس بارے میں اطلاع دی لیکن یعقوب نے یہ تقرر منظور نہ کیا اور اپنا لشکر لیکر واسط کے قریب پہنچ گیا۔ معتمد نے اپنے بھائی ابواحمد کو یعقوب سے جنگ کے لیے متعین کیا۔ رجب 262 ہجری میں اضطرید میں بہت سخت جنگ ہوئی۔ یعقوب کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ خود اس کے تین تیر لگے۔ ایک اس کے حلق میں اور دونوں ہاتھوں میں۔ اس کے ساتھی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس کے دس ہزار گھوڑے اور خچر ابو احمد کے ہاتھ آئے۔ دینار و درہم اس قدر تھے کہ ان کا اٹھانا مشکل تھا۔ مشک انبار در انبار تھا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر رہا ہو گیا جو بھاری بیڑیاں پہنے تھا۔ اس فتح کے بعد دربار خلافت سے یہ فرمان جاری ہوا "ملعون بے دین یعقوب بن لیث' کمینہ ہمیشہ اطاعت وفرمانبرداری کا دعوی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ بدترین واقعات پیش آئے۔ منجملہ ان کے اس کا والی خراسان کے پاس جانا' اس پر غالب آنا' حاکم بن جانا' فارس جانا' اس پر قبضہ کرنا' امیر المومنین کی بارگاہ میں ان امور کے متعلق اپنی درخواست پیش کرنے کو آنا جن میں سے امیر المومنین نے ایسے امور منظور بھی کر لیے تھے جن کا وہ مستحق بھی نہ تھا۔ محض اس لیے کہ صلح صفائی قائم رہے اور "دہن سگ بہ لقمہ اندام بہ" پر عمل ہو۔ یہی سبب تھا کہ امیر المومنین نے یعقوب کو خراسان اور رے' فارس اور قزوین اور زنجان اور بغداد کی پولیس کا والی بنایا۔ اس کی عزت کرنے کو لکھا۔ عمدہ جاگیریں دیں مگر ان سب امور نے سوائے سرکشی کے اور بغاوت کے اور کچھ نہ کیا۔ اسے لوٹنے کو حکم دیا تو اس نے انکار کیا۔ امیر المومنین اس کی مداخلت کو اٹھے کیونکہ وہ مدینتہ السلام اور واسط کے درمیانی راستے میں آگیا تھا۔

Marfat.com

یعقوب نے ایسے جھنڈے بھی ظاہر کیے جن میں بعض پر صلیبیں تھیں۔ امیرالمومنین نے اپنے بھائی ابو احمد الموفق باللہ کو جو ولی عہد مسلمین ہیں آگے قلب میں کیا۔ ابو عمران موسیٰ بن بغا کو میمنہ میں' بازو میں ابراہیم بن سیما کو' میسرہ میں ابو ہاشم مسرور البلخی کو' بازو میں الدیرانی کو' یعقوب نے جنگ میں عجلت کی تو ابو احمد نے بس اس سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ اسے اچھی طرح زخم لگے اور ابو عبداللہ کو صحیح و سالم اس کے ہاتھ سے چھین لیا گیا۔ وہ لوگ زخمی ہوکر اپنے اسباب چھوڑ کے اور پشت پھیر کے بھاگے۔ اس ملعون نے جو کچھ اس کے ملک میں تھا سپرد کر دیا۔" یعقوب صفار میدان جنگ سے شکست کھاکر خوزستان کی طرف روانہ ہوا اور اہواز میں پہنچ کر قیام کیا۔ زنگیوں کے سردار خبیث نے اس سے خط وکتابت کی اور اسے دوبارہ جنگ پر ابھارا مگر وہ آمادہ نہ ہوا" تاہم یعقوب کی اس شکست سے صفاریہ سلطنت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

خلیفہ معتمد کو یعقوب صفار کی جنگ سے فراغت ہوئی اور اس نے پھر زنگیوں کی طرف توجہ کی جو اہواز کے نواح میں قتل وغارت کر رہے تھے۔ جب خبیث کو پتہ چلا تو اس نے سلیمان بن جامع کو بطیحہ کی جانب' سلیمان بن موسیٰ کو قادسیہ کی طرف روانہ کیا۔ اس اثناء میں ابو ترکی اس سے جنگ کے لیے آپہنچا۔ تقریباً ایک ماہ تک اس کی سلیمان بن موسیٰ سے لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر سلیمان بن موسیٰ شکست اٹھاکر سلیمان بن جامع کی طرف گیا۔ اتنے میں معتمد کے سپہ سالاران اغرتمش اور خشیش براستہ دریا اور خشکی موقع پر پہنچ گئے۔ سلیمان بن جامع نے انہیں شکست دی اور خشیش اس لڑائی میں مارا گیا۔ لیکن اغرتمش نے اپنی فوج کو پھر جمع کرکے دوبارہ حملہ کیا۔ اور وہ سب کچھ واپس لے لیا جو زنگیوں نے لوٹ لیا تھا۔ زنگیوں کی دوسری جانب احمد بن لیث ویہ کو روانہ کیا تھا۔ چنانچہ اس نے مقام سوس کے قریب پہنچ کر جندی سابور میں قیام کیا۔ صفار کی طرف سے محمد بن عبداللہ اہواز کا والی تھا اس نے احمد بن لیث ویہ سے خائف ہوکر خبیث سے خط وکتابت کی۔ یہ طے پایا کہ علی بن ابان کو اہواز کی گورنری دی جائے گی اور محمد بن عبداللہ کو اس کی نیابت اور یہ کہ منبروں پر خبیث کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا۔ اس عہد وپیماں کی غرض سے دونوں تستر میں جمع ہوئے۔ جمعہ کا دن آیا تو تستر میں محمد نے معتمد اور صفار کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ خبیث کا ذکر تک نہ آیا۔ علی بن ابان کو اس پر سخت برہمی پیدا ہوئی۔ وہ فوراً اہواز

Marfat.com

کی جانب لوٹا۔ احمد بن لیث ویہ بھی یہ خبر پاکر اہواز کی طرف روانہ ہوا۔ وہ تستر میں آکر قبضہ نشین ہو گیا۔ علی بن ابان نے تعاقب کیا۔ تستر پہنچ کر محاصرہ کرلیا۔ دونوں حریف جی توڑ کر خوب لڑے۔ فریقین کے ہزارہا آدمی مارے گئے آخرکار علی بن ابان کو شکست ہوئی۔ اس کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ علی تنہا جان بچا کر بھاگا۔ اور اہواز پہنچا۔ وہ زخمی تھا۔ اس نے خبیث کے لشکر گاہ میں پہنچ کر اپنے بھائی خلیل کو احمد کے مقابلے پر بھیجا۔ احمد ان دنوں مکرم میں تھا۔ جب خلیل کا لشکر اس مقام پر پہنچا تو احمد کے لشکر نے ایک کمین گاہ سے اچانک حملہ کرکے زنگیوں کو بری طرح شکست دی۔ شکست خوردگان نے علی بن ابان کے پاس جاکر دم لیا۔ علی بن ابان نے اسی وقت اپنی فوج کے ایک حصہ کو بقیہ شکست خوردگان کو روکنے کے لیے مسرقان بھیجا۔ احمد نے یہ سنکر اپنے لشکر کے چند آزمودہ کار سواروں کو ان کی روک تھام کے لیے بھیج دیا لیکن زنگیوں نے پہلے ہی حملے میں ان کا صفایا کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد صفار کو احمد بن عبداللہ خجستانی کا فتنہ درپیش ہوا۔ ابن خلدون بتاتا ہے کہ "خجستانی صوبہ باذغیس میں ہرات کے پہاڑی علاقے کا رہنے والا تھا۔ اور محمد بن طاہر کے ہوا خواہوں میں سے تھا۔ جس وقت یعقوب صفار نے نیشاپور پر قبضہ کیا اس وقت احمد بن عبداللہ خجستانی نے صفار کے دربار میں حاضر ہوکر رسوخ پیدا کیا۔ ان دنوں ایک شخص ابراہیم بھی صفار کے معتمدین میں سے تھا۔ ابراہیم کے دو بھائی اور تھے' ابو حفص عمر اور ابو طلحہ منصور تھا۔ چونکہ زمان جنگ حسن بن زید میں ابراہیم نے یعقوب صفار کے ساتھ جانثاری کے ساتھ کار نمایاں کیے تھے۔ اس وجہ سے جب یہ نیشاپور میں صفار کی خدمت میں حاضر ہوا تو صفار نے اس کی عزت کی اور خلعت دی۔ خجستانی کی آتش حسد بھڑک اٹھی۔ اس نے سادہ لوح ابراہیم کو یہ چٹھی دی کہ صفار نے تمہارے ساتھ فریب کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اور تم تمہارے بھائی عمر کے پاس بھاگ چلیں۔ مجھے خود بھی اس سے خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ عمر ان دنوں بلخ میں ابو داؤد ناہجوزی کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔ ابراہیم نے اس رائے سے اتفاق کیا اور نیشاپور سے سرخس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد خجستانی نے دربار صفار میں حاضر ہوکر کہا کہ جس کو آپ نے خلعت سے سرفراز کیا تھا وہ تو جاسوس تھا۔ آپ کے حالات دریافت کرکے سرخس چلا گیا۔ صفار نے اسی وقت چند آدمیوں کو ابراہیم کے تعاقب پر روانہ کیا۔ چنانچہ سرخس میں پہنچ کر ان لوگوں نے اس کو

Marfat.com

مار ڈالا۔ تاہم خجستانی کی فتنہ انگیزی یہیں ختم نہ ہوئی۔ وہ یعقوب کے بھائی علی بن لیث کے پاس گیا اور یہ کہا کہ خراسان کو تمہارے دونوں بھائیوں یعقوب بن لیث اور عمرو بن لیث نے باہم تقسیم کرلیا ہے۔ اور تم کو ایک بالشت زمین بھی نہیں دی۔ اگر مناسب سمجھو تو مجھے خراسان میں مقرر کر دو میں وہاں تمہارے کاموں کو نہایت مستعدی سے سرانجام دوں گا۔ علی بن لیث اس فریب میں آگیا اور اس نے یعقوب سے اجازت لیکر خجستانی کو خراسان میں ہی رہنے دیا جونہی یعقوب صفار نے اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کے ساتھ کوچ کیا تو خجستانی آدمیوں کو جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ تھوڑے دنوں میں اس نے بہت سے لوگ جمع کر کے صوبہ نیشاپور کے ایک شہر پر چڑھائی کر دی۔ اس کے عامل کو نکال دیا۔ پھر قومس کی طرف بڑھا اور بسطام میں سخت خونریز جنگ کے بعد اس پر بھی قابض ہو گیا۔ یہ واقعات 261 ہجری کے ہیں۔ اس کے بعد اوائل 262 ہجری میں اس نے بھرپور حملہ کیا۔ وہاں کا گورنر عزیز بن سری بھاگ گیا تو خجستانی نے وہاں بیٹھ کر لوگوں کو بنی طاہر کی ترغیب دینی شروع کی اور رافع بن ہرثمہ کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا۔ اس کی جانب سے بنو طاہر کی جانب ترغیب محض ایک فریب تھا اور اصل وہ خود خراسان کا حاکم بننے کا متمنی تھا۔ اس کے بعد اس نے ابراہیم کے بھائی ابو حفص یعمر کو جو ابن طاہر کا حامی تھا۔ ہرات میں گرفتار کر کے نیشاپور بھیج دیا جہاں اسے قتل کر دیا گیا۔ جب وہ ابھی ہرات ہی میں تھا تو یعمر کے ساتھیوں نے ابو طلحہ کو اپنا امیر لشکر بنایا جو نیشاپور پہنچا یہاں حسین بن طاہر اصفہان سے اس امید پر آیا ہوا تھا کہ خجستانی میرے نام کا خطبہ پڑھے گا۔ لیکن خجستانی کے نائب نے ایسا نہ کیا۔ اگلے جمعہ کو ابو طلحہ نے نماز پڑھائی۔ حسین بن طاہر کے نام کا خطبہ پڑھا اور پھر دونوں نے خجستانی کے عامل کو نیشاپور سے نکال دیا۔ خجستانی یہ خبر پا کر نیشاپور پر چڑھ آیا۔ اور ابو طلحہ نے اسے شکست دی تو وہ واپس ہرات بھاگ گیا۔ رجب 263 ہجری میں ابن طاہر نے ایک سالار اسحاق شرابی کی سرکردگی میں حسن بن زید اور اہل دیلم سے جنگ کی۔ اسحاق نے فتح پائی اور وہ اس فتح کے نشے میں مخمور ہو کر ابن طاہر سے باغی ہو گیا۔ ابن طاہر اسحاق کی سرکوبی کو گیا۔ اسحاق نے راستے میں حملہ کیا۔ ابن طاہر کے بہت آدمی مارے گئے۔ اور وہ خود بھاگ کر نیشاپور گیا۔ اہل نیشاپور نے اس کو کمزور تصور کر کے شہر سے نکال دیا۔ ابن طاہر نے شہر سے نکل کر ایک لشکر جمع کیا اور پھر شہر کا محاصرہ کرلیا۔

Marfat.com

ابو طلحہ اس کے ساتھ تھا۔ اسحاق اہل نیشاپور کی امداد کو آیا مگر ابو طلحہ نے اسے شکست دیکر قتل کر دیا۔ پھر خجستانی نیشاپور کا محاصرہ توڑنے کے لیے پہنچا۔ رات کے وقت اہل شہر نیشاپور نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے۔ خجستانی شہر میں داخل ہو کر لشکر کی فراہمی اور محاصرے کو توڑنے کا انتظام کرنے لگا۔ ابو طلحہ نے حسن بن زید سے امداد حاصل کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ محاصرہ سے دست کش ہو کر بلخ کی جانب واپس آیا اور ابو داؤد ناجوزی پر محاصرہ ڈال دیا۔ یہ واقعہ 265 ہجری کا ہے۔ اس سال خجستانی نے جرجان میں حسن بن زید پر چڑھائی کی۔ اور اس سے چالیس ہزار درہم بطور تاوان وصول کیے۔ اور واپس نیشاپور آگیا۔ شوال 265 ہجری میں یعقوب بن لیث نے وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بھائی عمرو بن لیث صفاریہ سلطنت کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے ہرات سے نیشاپور پر حملہ کیا۔ مگر خجستانی نے اسے شکست دیدی۔ چونکہ عمرو بن لیث کو خلیفہ وقت کی طرف سے سرداری کی سند حاصل ہوئی تھی۔ اس وجہ سے فقہا اور امراء نیشاپور کا میلان اس طرف تھا۔ خجستانی نے ان سب کو ایک دوسرے سے لڑا دیا۔ اور 267 ہجری میں ہرات پر فوج کشی کی۔ عمرو بن لیث کا مدت تک محاصرہ کیے رہا مگر کامیابی نہ ہوئی تو اپنے نائب کو نیشاپور میں چھوڑ کر بجستان چلا آیا۔ نیشاپور میں اس کے نائب نے لوگوں پر بہت ظلم کیا اور لشکر نے شہر میں بہت غنڈہ گردی شروع کر دی۔ امراء و رؤسا نیشاپور نے جمع ہو کر خجستانی کے نائب پر حملہ کر دیا اور ساتھ ہی عمرو بن لیث سے امداد طلب کی۔ عمرو بن لیث نے لشکر بھیجا جس نے شہر پر قبضہ کرلیا اور خجستانی کا نائب گرفتار ہو گیا اور عمرو بن لیث کی فتح یابی کے پھریرے ہوا میں لہرانے لگے۔ اس کی خبر خجستانی کو پہنچی تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور لشکر مرتب کر کے آیا اور عمرو بن لیث کو شکست دے کر دوبارہ قبضہ کر کے اختتام 267ھ تک ٹھہرا رہا۔ عمرو بن لیث' ابو طلحہ اور خجستانی کی لڑائی ہوئی۔ ابو طلحہ کو شکست ہوئی تو وہ بھاگ کر خلم پہنچا۔ جب خجستانی نے اسے ہزیمت دی تو وہ بجستان کی طرف بھاگا۔ خجستانی نے طخارستان میں قیام کیا۔ اس اثناء میں ابو طلحہ لشکر جمع کر کے نیشاپور پر حملہ آور ہوا۔ اس نے شہر پر قبضہ کر کے خجستانی کے اہل و عیال کو گرفتار کرلیا۔ خجستانی یہ خبر پاکر طخارستان سے نیشاپور کی جانب روانہ ہوا۔ لیکن وہ وہاں نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ راستے میں اس کے غلاموں نے باہمی سازش کر کے اس کو اس وجہ سے قتل کر دیا کہ اس نے ایک دوسرے غیر غلام کو ان پر

Marfat.com

ترجیح دینا شروع کر دی تھی[6]"۔

نجستانی کی ان سرگرمیوں کے دوران 263 ہجری میں صفار نے اہواز کا رخ کیا۔ ان دنوں وہاں کا والی احمد بن لیث ویہ تھا جو مسرور بلخی کا سپہ سالار تھا۔ وہ تستر میں مقیم تھا۔ جب اس نے صفار کی آمد کی خبر سنی تو وہ وہاں سے کوچ کر گیا۔ صفار نے کسی لڑائی کے بغیر جندی سابور اور اس کے مضافات پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد صفار نے اپنے ایک سپہ سالار حسن بن عنبر کو اہواز کی جانب بھیجا۔ وہاں زنگیوں کا سپہ سالار علی بن ابان مقیم تھا۔ وہ شہر چھوڑ کر نہر سدرہ کی جانب چلا آیا۔ اور حسن پرامن طریقہ سے شہر میں داخل ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد علی بن ابان نے چڑھائی کی تو حسن کو شکست ہوئی۔ صفار نے اس کی کمک پر فوجیں بھیجیں لیکن ساتھ ہی ہدایت کی کہ علی بن ابان سے مصالحت کرلو۔ چنانچہ فریقین میں مصالحت ہو گئی۔ اسی سال زنگیوں کے دوسرے سپہ سالار سلیمان بن جامع نے بردود میں خلیفہ معتمد کے ایک سپہ سالار تکین بخاری کو شکست دے دی۔ زنگیوں نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹا۔ ہزاروں کا مال و اسباب ہاتھ آیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد اپنے سردار خبیث کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اپنے لشکر کا چارج اپنے ایک نائب جنانی کو دیدیا۔ اتفاق سے خلیفہ معتمد کے ایک سپہ سالار جعلان کا اس طرف آنا ہوا۔ جنانی کی اس سے ٹکر ہو گئی۔ جنانی کو شکست ہوئی اس کے بعد سلطانی لشکر کے دو سپہ سالاروں کنجور۔ اور محمد بن علی بن حبیب نے زنگیوں پر حملہ کیا اور حجاجیہ تک بڑھ آئے۔ سلیمان حجاجیہ کی مدد کو آیا اور بہت سخت لڑائی کے بعد محمد بن علی کو شکست دی۔ محمد بن علی بھاگ کھڑا ہوا اور اس کا بھائی معرکہ میں کام آیا۔ یہ واقعہ رجب 264 ہجری کا ہے۔ سلیمان نے حسان پر چڑھائی کی اور وہاں کے سپہ سالار حسن بن خمار بن تکین کو شکست دیکر اس نے بہت لوٹ مار کی۔ مکانات جلا دیئے۔ سلیمان نے رصافہ کا رخ کیا۔ وہاں کا سپہ سالار گھبرا کر بھاگ گیا۔ سلیمان اور اس کے ساتھیوں نے رصافہ میں داخل ہو کر جس قدر مال و اسباب لوٹ سکے لوٹ لیا۔ باقی میں آگ لگا دی۔ قتل وخونریزی کو عام طور پر مباح کر دیا۔ رصافہ سے سلیمان نے اپنے سردار خبیث کی جانب مراجعت کی تو مطر بن جامع نے جو رصافہ کا سپہ سالار تھا اور سلیمان کی آمد پر بھاگ گیا تھا اور میدان خالی دیکھ کر حجاجیہ پر چڑھائی کر دی۔ اس نے حجاجیہ کو لوٹا اور بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ ان میں قاضی سلیمان بھی تھا۔ اس کو گرفتار کرکے واسط بھیج دیا۔

Marfat.com

اس کے بعد طہیثا کی جانب بڑھا جنانی نے سلیمان بن جامع کو یہ حالات لکھ بھیجے۔ وہ 2 ذالحجہ 264 ہجری کو آپہنچا۔ اس اثناء میں احمد بن لیث ویہ بھی کوفہ اور جبیل ہوتا ہوا بریدیہ پہنچ گیا۔ جعلان نے نہایت تیزی سے رصافہ کے دفاع کا انتظام کیا۔ تکین نے سلیمان کے لشکر سے لڑائی چھیڑ دی اور اسے شکست دی۔ ان ہی دنوں موفق نے شہر واسط کی سند امارت محمد بن مولد کو دی اور وہ ایک بہت بڑا لشکر لیکر شہر میں داخل ہوا۔ سلیمان بن جامع نے اپنے سردار غبیث سے امداد طلب کی۔ خبیث نے خلیل بن ابان کو ڈیڑھ ہزار لشکر دیکر بھیجا۔ یہ تازہ دم فوج پہنچی تو سلیمان نے ابن مولد پر فوج کشی کر دی۔ ابن مولد کو شکست ہوئی۔ سلیمان نے واسط میں گھس کر قتل عام کا دروازہ کھول دیا۔ ہزارہا آدمی مارے گئے۔ بازار لوٹ لیے گئے۔ مکانات جلا دیئے گے۔ اس طرح واسط کو ویران کرنے کے بعد ابراہیم اور اشناس سے نبرد آزمائی کے لیے جبیل کی طرف گیا"۔

264 ہجری میں دمشق کے ترکی سپہ سالار ماجور نے وفات پائی تو اس کے بیٹے نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ احمد بن طولون نے یہ خبر پاکر مصر کی ریاست اپنے بیٹے کو دی اور اپنے دائرہ حکومت کو وسیع کرنے کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوا۔ محرم 265 ہجری میں دمشق کے قریب پہنچ کر اس نے ابن ماجور کو لکھا "مجھے بارگاہ خلافت سے شام کا صوبہ عنایت ہوا ہے۔ تم کو کیا عذر ہے" ابن ماجور نے بے عذری کے ساتھ اطاعت قبول کرلی اور رملہ میں آکر ابن طولون سے نیاز حاصل کیا۔ ابن طولون اس کو رملہ میں مامور کرکے دمشق پہنچا اور اس پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرکے سپہ سالاران دمشق کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ اور پھر دو چار روز قیام کرکے حمص' حماۃ اور حلب کی طرف گیا اور ان پر اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ اس کے بعد اسے انطاکیہ اور طرسوس کی طمع دامن گیر ہوئی۔ ان دنوں دونوں پر ایک ترکی سپہ سالار سیماطویل مامور تھا۔ ابن طولون نے بشرط اطاعت بحال رکھنے کا پیام بھیجا۔ سیماطویل نے انکاری جو ابدیا۔ ابن طولون نے چڑھائی کر دی۔ چونکہ اہل انطاکیہ کے ساتھ سیماطویل کا برتاؤ اچھا نہ تھا۔ ان دنوں میں سے کسی نے ابن طولون کو شہر پناہ کے حالات خفیہ بتا دیئے۔ ابن طولون نے شہر کا محاصرہ کرکے چاروں طرف منجنیقیں نصب کرائیں۔ سیماطویل نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ بالآخر ابن طولون نے شہر پناہ کے خفیہ راستے سے شہر میں گھس کر قتل عام شروع کر دیا۔

Marfat.com

سیماطویل اس عام خونریزی میں مارا گیا۔ اہل شہر نے اطاعت کی گردنیں جھکا دیں۔ طولون نے طرسوس کا رخ کیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ یہاں ابن طولون کے قیام کی وجہ سے گرانی شروع ہو گئی۔ اہل شہر نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ آپ کے لشکر کے قیام کی وجہ سے شہر میں تمام چیزیں گراں ہو گئی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس سے بے حد تکلیف ہو رہی ہے۔ بڑی عنایت ہو گی اگر آپ کا لشکر یہاں سے کوچ کر جائے۔ ابن طولون نے اس درخواست کو منظور کیا اور حران کی طرف چلا گیا۔ حران کی حکومت محمد بن اتامش کے قبضہ میں تھی۔ اس نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اور ابن طولون نے حران پر بھی قبضہ کرلیا۔ اتنے میں خبر لگی کہ مصر میں اس کے بیٹے عباس نے بغاوت کر دی ہے اور وہ سرکاری خزانہ لوٹ کر برقہ چلا گیا ہے۔ تاہم ابن طولون شام میں اپنے نئے مقبوضہ علاقوں کے انتظام میں مصروف رہا۔ سرحدی مقامات کی حفاظت پر فوجیں متعین کیں۔ حران میں ایک چھاؤنی قائم کی۔ رقہ کے دفاع پر اپنے ایک غلام لنولنو کو مامور کیا۔ ایک بدو کی وساطت سے محمد بن اتامش کے بھائی موسیٰ بن اتامش کو دھوکے سے گرفتار کرلیا اور پھر مصر کی جانب واپس لوٹ گیا۔ یہ 266 ہجری کا واقعہ ہے۔ گویا شام میں اس نے تقریباً دو سال قیام کیا اور ان کے دوران اس نے شام کے تقریباً سارے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ خلیفہ معتمد نے اس سے کوئی باز پرس نہ کی۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اس کی سلطنت پہلے ہی تین چار آزاد سلطنتوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ خلیفہ کے پاس اب عراق اور جزیرہ کے صوبے رہ گئے تھے۔ اور ان میں بھی شورشیں برپا تھیں۔ اسلامی اتحاد واتفاق کہیں ڈھونڈھے سے نہیں ملتا تھا اور زنگیوں کا فتنہ دبنے ہی میں نہ آتا تھا۔

طولون ایک ترکی غلام تھا جس کو نوح بن اسد نے 200 ہجری میں خلیفہ مامون کے پاس جبکہ وہ مرو میں تھا ہدیتہ" بھیجا تھا۔ مامون نے اس کو ترکی فوج میں شامل کرلیا اور جب بغداد آیا تو ساتھ لے آیا۔ جیساکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ایک اور روایت کے مطابق طولون بطور ہدیہ مامون کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا تھا بلکہ اس کا باپ فرغانہ کی لڑائی میں قید ہوکر آیا تھا۔ طولون کے بیٹے احمد کی ولادت سامرا میں 220 ہجری میں ہوئی تھی۔ اس نے خاندان خلافت میں نشو ونما پائی۔ ہوش سنبھالا اور انتظام کے طریقے سیکھے۔ اس نے عربی زبان سیکھی۔ قرآن حفظ کیا اور علم و ادب کی تکمیل کی۔ جب اس کا سن بیس

Marfat.com

سال ہوا تو اس کا باپ انتقال کر گیا۔ اس وقت یہ خلیفہ مستعین کے عہد خلافت میں امیر باباکیاک کی فوج میں بھرتی کرلیا گیا تھا۔ مصر کی ولایت کا عہدہ باباکیاک کے پاس تھا۔ اس نے احمد کو 254 ہجری میں شہر مصر میں اپنا نمائندہ لگا کر بھیجا۔ احمد بن محمد واسطی اس کا کاتب تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر شہر مصر کے مضافات اور اسکندریہ پر قبضہ کرلیا۔ 255 ہجری میں معتز کی وفات کے بعد مہتدی خلیفہ ہوا تو اس نے بابکیال کو قتل کر کے مصر کی امارت امیر ماجور کو دیدی۔ جس کی بیٹی احمد بن طولون کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔ ماجور نے احمد کو کل مصر کا والی مقرر کر دیا۔ اب وہاں منبروں پر خلیفہ اور ماجور کے ساتھ امیر احمد بن طولون کا نام بھی خطبوں میں شامل کرلیا گیا تھا۔ 258 ہجری میں ماجور نے وفات پائی تو احمد بن طولون مصر کا مستقل والی بن گیا۔ جبکہ خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی ابو احمد طلحہ موفق بن متوکل کو دیار مصر' قنسرین اور عواصم کے علاقوں کی امارت دی تھی۔ یہ خلیفہ معتمد کا ابتدائی زمانہ تھا۔ اس کی سلطنت میں چاروں طرف بدنظمی و بدامنی کا دور دورہ تھا۔ بجستان' ماورالنہر اور طبرستان و دیلم میں آزاد خود مختار سلطنتیں بن چکی تھیں جبکہ سامرا اور بغداد میں سرکش ترک فوجیوں اور غنڈوں کا راج تھا۔ 262 ہجری میں موفق' ابن طولون کے خلاف ہو گیا اور اس کو معزول کرنے کی دھمکی دی۔ اس پر ابن طولون نے سخت جواب دیا۔ موفق نے موسیٰ بن بغا کی ماتحتی میں فوج بھیجی لیکن رقہ میں پہنچ کر سامان رسد کی کمی کی وجہ سے اس کو رک جانا پڑا اور وہیں دس ماہ گزر گئے۔ فوج نے تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ وہ نہ دے سکا اس لیے اہل فوج بگڑ گئے۔ مجبوراً" موسیٰ ان کو لیکر واپس آگیا۔ اور ابن طولون جنگ سے محفوظ رہا۔ ابو احمد موفق ان دنوں یعقوب بن لیث کو اضطربد میں شکست دینے کے بعد زنگیوں کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ 264 ہجری میں جب احمد بن طولون کو معلوم ہوا کہ معتمد کی حکومت کے خلف نے ایک قسم کے ظالم کی صورت اختیار کرلی ہے۔ تو اس نے بڑھ کر پورے شام پر قبضہ کرلیا اور اس طرح اس نے اپنی ایک عظیم سلطنت قائم کرلی جو خلیفہ کی مطیع و فرمانبردار نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ معتمد اپنے بھائی موفق کی زیادتیوں سے تنگ آکر ابن طولون کا طرفدار بن گیا تھا۔ اور وہ مصر جانا چاہتا تھا۔ لیکن موفق نے اس کا یہ منصوبہ ناکام کر دیا اور اسے مجبور کر کے یہ حکم جاری کروایا کہ منبروں پر ابن طولون پر لعنت بھیجی جائے۔ یہ حکم اس حقیقت کی علامت تھا کہ سامرا کی حکومت ابن طولون کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی اور ابن

Marfat.com

طولون ہر لحاظ سے آزاد اور خود مختار تھا۔ اس کا خلیفہ اسلام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ سارے عالم اسلام کو ایک مرکز کے ماتحت متحد و متفق کرنا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔ اس کی مصر و شام میں پوزیشن تقریباً ایسی ہی تھی جیسی کہ سپین میں اموی امیر محمد عبدالرحمان (ثانی) کی تھی۔ فرق یہ تھا کہ امیر محمد بن عبدالرحمان عربی النسل تھا اور احمد بن طولون ترکی النسل تھا۔ امیر محمد بن عبدالرحمان نسبتاً مکہ کے حکمران قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا تھا جبکہ احمد بن طولون فرغانہ کا غلام زادہ تھا۔

ابن طولون شام کو اپنے زیر نگیں کرنے کے بعد 266 ہجری میں واپس چلا گیا تھا۔ جب 265 ہجری میں وہ انطاکیہ پر قبضہ کرنے کے بعد حمص' حلب' حران اور شام کے دوسرے علاقوں کو مغلوب کر رہا تھا تو اس وقت عراق میں زنگیوں کی شورش زور و شور سے جاری تھی۔ اس نئی شورش کا سبب یہ تھا کہ زنگیوں کے سپہ سالار سلیمان بن جامع نے اپنے سردار خبیث کی اجازت سے ایک نہر سواد کوفہ تک کھدوائی تاکہ رسد کی سپلائی میں آسانی ہو اور گرد و نواح کے علاقہ میں لوٹ مار بھی ہو سکے۔ جبیل کے گورنر احمد بن لیث ویہ کو پتہ چلا۔ اس نے ایک روز سلیمان کے لشکر پر شب خون مارا۔ اس کے چالیس سواروں کو تہہ تیغ کر دیا اور کشتیوں کو جلا دیا۔ عام سپاہی اکثر قتل ہو گئے یا گرفتار ہو گئے۔ طبری کہتا ہے کہ "مقتولین کا شمار ممکن نہیں تھا۔ اس نے سارے لشکر کو ہلاک کر ڈالا تھا۔[8]" سلیمان شکست کھا کر طہیثا پہنچا اور اپنی شکستہ حالی کو درست کرکے بدلہ لینے کے لیے نعمانیہ پر چڑھائی کر دی۔" اہل نعمانیہ بے خبری میں مارے گئے۔ ان کو نہایت بے رحمی سے قتل کر دیا گیا۔ باقی ماندہ جان بچاکر جراجرا چلے گئے۔ اور اہل سواد یہ سن کر بغداد کی طرف کوچ کر گئے[9]"۔

اسی سال "جب ابو محمد موفق نے ولایت اہواز مسرور بلخی کو دی تو اس نے تکین بخاری کو وہاں مامور کر دیا۔ ابھی تکین وہاں پہنچا نہیں تھا کہ زنگیوں کے سپہ سالار علی بن ابان نے وہاں جاکر تستر کا محاصرہ کرلیا۔ تستر کے باشندے خائف ہوئے قریب تھا کہ اسے سپرد کر دیں کہ تکین پہنچ گیا اور اس کے ساتھیوں نے حملہ کر دیا۔ شکست زنگیوں کو ہوئی۔ وہ قتل کیے گئے۔ بھگا دیئے گئے تکین نے خاتمہ جنگ کے بعد تستر میں قیام کیا۔ علی بن ابان نے پل پر پڑاؤ کیا۔ تکین نے رات کو اس پر حملہ کر دیا۔ سپہ سالاران علی بن

Marfat.com

ابان کی مجلس میں نبیذ کا دور چل رہا تھا۔ خوبصورت لونڈیاں گا بجا رہی تھیں۔ راگ رنگ کی محفل جمی ہوئی تھی۔ اس حالت میں جب ان پر حملہ ہوا تو ان میں سے بہت سے مارے گئے۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ اس کے بعد علی بن ابان نے تکین سے مصالحت کرلی۔ اس پر مسرور کو تکین کی وفاداری پر شبہ ہوا۔ چنانچہ اسے اس الزام میں کہ اس نے زنگیوں سے سازش کرلی ہے گرفتار کرکے زیر نگرانی ابراہیم بن جعلان کے قید کر دیا گیا۔ تکین کے ساتھی منتشر ہو گئے ان میں سے بعض زنگیوں سے جاملے۔ ایک گروہ محمد بن عبداللہ کردی کے پاس چلا گیا۔ مسرور نے اس واقعہ سے مطلع ہوکر امان کا اعلان کر دیا تو اکثر لوگ لوٹ آئے"۔ تکین بخاری کی گرفتاری کے بعد اغرتمش 266ھ میں وارد تستر ہوا۔ مطر بن جامع بھی اس کے ساتھ تھا۔ اغرتمش نے تستر میں علی بن ابان کے ان تمام سرداروں اور ساتھیوں کو قتل کر دیا جو وہاں قید تھے اور پھر اس نے مکرم کی جانب کوچ کیا۔ علی بن ابان بھی وہاں پہنچا۔ دونوں میں صبح سے دوپہر تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی بعد دوپہر اغرتمش نے زنگیوں کی کثرت دیکھ کر اپنی شکست کے خوف سے لڑائی موقوف کر دی۔ علی بن ابان اہواز کی جانب چلا گیا اور اغرتمش اربک پل عبور کرکے خلیل بن ابان کی طرف بڑھا۔ خلیل نے اپنے بھائی علی کو مطلع کیا۔ علی وہاں پہنچا سارا دن لڑائی ہوتی رہی اور شام کو کسی فیصلے کے بغیر ختم ہو گئی۔ علی پھر اہواز آگیا۔ اغرتمش اس کے پیچھے آیا۔ پھر لڑائی ہوئی مگر پھر کوئی فیصلہ نہ ہوا اور اغرتمش وہاں سے واپس آگیا۔ علی بن ابان نے یہاں سے رام ہرمز کی طرف رخ کیا جہاں کا والی محمد بن عبیداللہ خراج دینے سے انکاری تھا۔ جب علی وہاں پہنچا تو محمد نے شہر خالی کر دیا۔ علی نے اسے خوب لوٹا۔ بعد ازاں محمد نے علی سے خط وکتابت کرکے دو لاکھ درہم پر صلح کرلی۔ علی نے رام ہرمز خالی کر دیا۔ اس مصالحت کے چند دن بعد محمد نے علی کو مال غنیمت کا لالچ دیکر کردوں سے لڑائی پر آمادہ کیا۔ اس نے زنگیوں کا ایک بڑا لشکر محمد کے پاس بھیج دیا۔ محمد نے فریب و مکر دیکر ان زنگیوں کی ایک بڑی تعداد کو کردوں کے ہاتھوں مروا دیا اور پھر علی اور خبیث سے معافی مانگ کر ان سے صلح کرلی اور یہ وعدہ کیا کہ اپنے علاقے میں خبیث کی حکومت و دولت قائم کرنے کی ترغیب دیتا رہے گا۔"[1]

اسی سال (266ھ) جعفریہ اور علویہ کے درمیان مدینے اور اس کے نواح میں فتنہ ہوا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ "مدینہ' وادی القریٰ اور اس کے نواح کے معاملات کا منتظم اس

Marfat.com

سال اسحاق بن محمد بن یوسف الجعفری تھا۔ اس نے اپنی جانب سے وادی القریٰ پر عامل مقرر کیا۔ اہل وادی القریٰ نے اسحاق بن محمد کے عامل پر حملہ کر کے اسے اور اس کے دو بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اسحاق وادی القریٰ کی جانب نکلا تو اسے مرض لاحق ہوا اور وہ مر گیا۔ مدینے کے معاملات کا انچارج اس کا بھائی موسیٰ ابن محمد ہوا۔ اس پر الحسن بن موسیٰ بن جعفر نے خروج کیا۔ اس کو اس نے آٹھ سو دینار پر راضی کرلیا۔ اب الحسن بن زید والی طبرستان کے چچا کا بیٹے ابوالقاسم احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید نے حملہ کر کے موسیٰ کو قتل کر دیا اور مدینہ پر غالب آگیا۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید وطن آیا۔ مدینے کا انتظام کیا۔ نرخ گراں ہو گیا تھا۔ غلہ منگانے کا سامان کیا۔ تجار کے مال کی ذمہ داری اور مالگزاری معاف کر دی۔ جب نرخ ارزاں ہو گیا تو مدینہ پرامن ہو گیا۔ خلافت نے ابن ابی الساج کے وہاں آنے تک الحسنی کو مدینے کی والی بنا دیا۔ اسی سال اعراب نے غلاف کعبہ پر حملہ کیا۔ اسے لوٹ لیا۔ ان میں سے بعض لوگ زنگی غلاموں کے سردار علی بن ابراہیم المعروف خبیث کے پاس پہنچے۔ حاجیوں کو بہت تکلیف پہنچی۔!!"

زنگیوں کی پے در پے فتوحات اور واسط کی بربادی کے بارے میں اطلاعات سامرا میں پہنچیں تو ابو احمد موفق کو بہت تشویش لاحق ہو گئی۔ خطرہ تھا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو عراق اور جزیرہ کے صوبے بھی خلافت کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ موفق نے بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس نے اس لشکر کو ابن طولون کے خلاف نہ بھیجا جس نے پوری شام کو اپنے زیر تسلط کرلیا تھا۔ یہ لشکر زنگیوں کی مہم کے لیے تیار ہوا تھا اور اس نے اپنے بیٹے ابو العباس کی سرکردگی میں اسے زنگیوں کی مہم پر ہی بھیجا۔ ابو العباس اس لشکر کو لیکر ربیع الثانی 266ھ میں واسط کی جانب روانہ ہوا۔ اس فوج میں پیادوں اور سواروں کے علاوہ کشتیوں کا بیڑہ بھی تھا۔ ابو العباس مقام صلح پر پہنچا اور اس نے چاروں طرف سے زنگیوں پر حملہ کر دیا۔ زنگیوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ وہ بھاگ نکلے۔ خلافتی لشکر نے چھ میل تک ان کا تعاقب کیا یہ زنگیوں پر شاہی لشکر کی پہلی فتح تھی۔ اس جنگ کے بعد ابو العباس نے واسط سے ایک کوس ہٹ کر پڑاؤ ڈالا۔ ایک ہفتہ کے بعد سلیمان بن جامع تین طرف سے حملہ آور ہوا۔ دوپہر تک نہایت سخت لڑائی ہوتی رہی۔ ظہر کے قریب زنگیوں کی ہمت ہار گئی اور ان میں بھگدڑ مچ گئی ہزاروں زنگی مارے گئے۔ سلیمان اور جنانی بڑی مشکل سے جان بچاکر

Marfat.com

طہیثا (منصورہ) پہنچے۔ اس واقعہ کے بعد خبیث نے علی ابان اور سلیمان بن جامع کو ہدایت کی کہ وہ جمع ہو کر مجموعی قوت سے ابو العباس سے جنگ کریں۔ ابو احمد موفق کو یہ اطلاع ملی تو وہ ربیع الاول 267ھ کو بغداد سے کوچ کر کے واسط پہنچا اور فوراً ہی اس نے اپنے بیٹے ابو العباس کے ساتھ مل کر منیعہ پر قبضہ کرلیا۔ دشمن کے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔ تقریباً'' پندرہ سو مسلمان عورتیں زنگیوں کے پنجہ سے رہا ہوئیں دوسرے دن لوٹ مار کی چھٹی دی گئی۔ بہت سا غلہ ہاتھ آیا۔ کچھ فروخت کر ڈالا گیا۔ باقی لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ منیعہ میں زنگیوں کا سالار شعرانی بھاگ کر جنگل میں جا چھپا۔ منیعہ کی جنگ سے فارغ ہو کر ابو العباس منصورہ کی جانب چلا جہاں سلیمان بن جامع مقیم تھا۔ موفق نے بھی اسی وقت منصورہ کی طرف کوچ کیا۔ دونوں نے منصورہ کے قریب پہنچ کر دو میل کے فاصلے پر مورچے قائم کیے۔ اگلے دن سخت لڑائی ہوئی مگر فیصلہ نہ ہوا۔ 27 ربیع الثانی کو موفق نے علی الصبح منصورہ پر بھرپور حملہ کر دیا۔ ہزاروں زنگی قتل ہوئے اور منصورہ پر موفق کا قبضہ ہو گیا۔ اہل کوفہ اور اہل واسط کی دس ہزار عورتوں اور لڑکوں کو زنگیوں کی غلامی سے نجات ملی۔ بے انتہا مال و اسباب ہاتھ لگا۔ موفق نے واسط میں پہنچ کر اپنے لشکر گاہ کو از سر نو مرتب کیا۔ پھر مختارہ کی طرف بڑھا۔ مختارہ کے باہر ہزارہا زنگی مارے گئے اور پھر 15 شعبان کو مختارہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ چونکہ موفق نے مختارہ کے محاصرہ سے پہلے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا اس لیے ماہ رمضان تک تقریباً پچاس ہزار زنگیوں نے عباسی علم کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ ماہ شوال میں خبیث نے پانچ ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ علی بن ابان کو شب خون مارنے کا حکم دیا۔ ابو موفق کو اس کی خبر لگ گئی تو اس نے مقابلہ کی پہلے سے تیاری کر لی۔ جب علی بن ابان شب خون مارنے کے لیے آیا تو راستے ہی میں ابو العباس نے کمین گاہ سے اس پر حملہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو زنگیوں کی بہت سی لاشیں پڑی ہوئی تھیں اور باقی بھاگ گئے تھے۔ اس واقعہ کے بعد مختارہ کے محاصرہ میں سختی کی گئی۔ خبیث بڑی پامردی سے مقابلہ کرتا رہا۔ ایک لڑائی میں سلیمان بن جامع نے ابو العباس کو شکست دی۔ موفق کو یہ شکست بہت شاق گزری اور اس نے نہر اتراک کی جانب سے مختارہ پر عام حملے کا حکم دے دیا۔ یہ حملہ 26 ذی الحجہ 267ھ کو ہوا۔ فریقین کی طرف سے بہت سنگباری ہوئی۔ محرم 268ھ میں زنگیوں کے ایک بہت بڑے سالار جعفر بن ابراہیم نے موفق کے پاس حاضر ہو کر امان کی

Marfat.com

درخواست کی۔ موفق نے اس کی عزت کی اور پھر مختارہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں جبکہ بنو تمیم زنگیوں کو رسد و غلہ پہنچاتے تھے۔ موفق نے پہلے تو بنو تمیم کے بہت سے عربوں کو قتل کیا اور پھر جب شہر میں رسد و غلہ کی تنگی ہو گئی تو موفق کے اعلان معافی پر ہزاروں زنگی اس کی امان میں آگئے پھر ہنگامہ کارزار گرم ہوا تو زنگیوں کا ایک سپہ سالار بہبود بن عبدالواحد مارا گیا۔ مگر زنگیوں کی مزاحمت جاری رہی۔ 25 جمادی الاول 269ھ کو موفق کے سینے پر ایک تیر آلگا اس نے اسی وقت لڑائی موقوف کر دی اور اپنے لشکرگاہ میں واپس آگیا۔ تین ماہ میں اس کا زخم مندمل ہوا۔ اس اثنا میں زنگیوں نے شہر پناہ کی مرمت کرلی۔ جب لڑائی دوبارہ شروع ہوئی تو موفق کی بحری فوج نے آتش باری کر کے قصر خبیث کو جلا دیا۔ تاہم اس لڑائی میں امیر البحر نصیر مارا گیا۔ 10 شوال 269ھ کو موفق نے نہرابی خصیب کی جانب سے عام حملے کا حکم دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ دونوں طرف سے سینکڑوں آدمی غرق اور ہزاروں قتل ہوئے۔ بالآخر موفق کی فوج کو فتح ہوئی۔ پھر نہرابی حسیب کی شرقی جانب چلا اور مختارہ کے شہر پناہ کو شہر غربی تک جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس جانب قلعہ تھا۔ موفق نے ابن ابان اور ابن جامع کی سخت مزاحمت کے باوجود اس پر بھی قبضہ کرلیا۔ پھر موفق کے لشکر غربی جانب سے پل تک پہنچ گئے اور بالآخر نہر کے سارے مغربی علاقے پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ ابو العباس نے دریائی راستے سے مختارہ کی مشرقی جانب حملہ کیا۔ زنگیوں کو شکست ہوئی اور موفق نے خبیث کے مکان پر حملہ کر دیا۔ وہ وہاں سے بھاگ کر علی بن ابان کے مکان میں چلا گیا۔ جب اس نے وہاں بھی پناہ کی صورت نہ دیکھی تو نکل بھاگا۔ جب 270ھ کا سال چڑھا تو شہر کا تھوڑا سا علاقہ تھا جس پر اس کے سپہ سالاروں کے قبضہ تھا۔ خبیث مع اپنے بیٹے انکلائی' بن جامع اور سپہ سالاروں کے نہر سفیانی کی طرف بھاگ گیا۔ موفق اور اس کے سپہ سالاروں نے اس کا تعاقب کیا۔ مگر خبیث بڑی سرعت سے نہر سامان کو عبور کر کے پہاڑی پر چڑھ گیا۔3 صفر 270ھ کو موفق نے اس پر حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ زنگیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ خبیث بھاگا۔ لنو لنو کے ایک غلام نے اس کا تعاقب کر کے اسے قتل کر دیا۔ موفق نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد انکلائی اور ابن ابان پانچ ہزار زنگیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور اس طرح زنگیوں کے اس 15 سالہ فتنہ کا خاتمہ ہوا۔ زنگیوں کے سردار نے آخر رمضان 255ھ میں خروج کیا تھا۔ موفق اس فتح کے

Marfat.com

بعد کچھ عرصہ تک موفقیہ میں مقیم رہا اور اس کا بیٹا ابو العباس واپس بغداد چلا گیا"[12]۔

266ھ میں احمد بن موسیٰ بن بغا کو جزیرہ کی گورنری کے عہدہ پر فائز کیا تو اس نے اپنی طرف سے موسیٰ بن اتامش کو دیار ربیعہ پر متعین کیا۔ اسحاق بن کنداج کو سخت برہمی پیدا ہوئی۔ اس نے موسیٰ کے لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک جداگانہ گروہ قائم کرلیا اور موقع پاکر یعقوبیہ کے کردوں پر حملہ کر دیا۔ ان کے مال و اسباب کو لوٹ کر ابن مساور خارجی سے جا ٹکرایا اور اس کو تہ تیغ کرکے موصل کی جانب چلا آیا۔ اہل موصل نے رو کر کچھ زر نقد اور مال پر مصالحت کرلی ان دنوں موصل کی حکومت پر علی بن داؤد تھا۔ ابھی مصالحت کے معاوضہ کی ادائیگی نہیں ہوئی تھی کہ علی بن داؤد' ابن کنداج کی مدافعت پر تیار ہو گیا۔ حمدان بن حمدون ثعلبی اور اسحاق بن عمر بن ایوب بن خطاب ثعلبی عدوی بھی آملا۔ پندرہ ہزار کا لشکر ہو گیا۔ ابن کنداج تین ہزار کی فوج لیکر مقابلہ پر آیا لڑائی ہوئی۔ کنداج نے جوڑ توڑ کرکے علی بن داؤد کے ساتھیوں سے سازش کرلی اور اس بناء پر وہ فتح یاب ہو گیا۔ حمدان اور علی بن داؤد نیشاپور کی جانب بھاگ گئے۔ اسحاق بن عمر نے نصیبین میں جاکر دم لیا۔ چونکہ ابن کنداج اس کے تعاقب میں تھا۔ وہ نصیبین سے آمد پہنچا۔ جہاں کے گورنر عیسیٰ بن شیخ شیبانی نے اس کی آؤ بھگت کی اور چند دن بعد عیسیٰ بن شیخ کے علاوہ اردن کے عامل' ابو العز موسیٰ بن زرارہ نے اعانت و امداد کا وعدہ کیا۔ اس اثنا میں دربار خلافت سے اسحاق ابن کنداج کے نام سند گورنری موصل آپہنچی۔ ابن کنداج نے موصل کا رخ کیا۔ عیسیٰ بن شیخ اور موسیٰ بن زرارہ نے ایک لاکھ دینار نذر کیے اور یہ درخواست کی کہ اسحاق بن عمر وغیرہ کو ان کی حکومتوں پر بحال رہنے دیجئے۔ ابن کنداج اس کو منظور نہ کیا۔ تب یہ سب جنگ کرنے پر تل گئے۔ ابن کنداج نے یہ سن کر مصلحتاً درخواست منظور کرلی باہم مصالحت ہو گئی مگر یہ مصالحت عارضی تھی۔ 267ھ میں ان لوگوں نے ابن کنداج سے معرکہ آرائی کی۔ اسحاق بن ایوب' عیسیٰ بن شیخ اور ابوالعز بن حمدان بن حمدون وغیرہ نے ربیعہ' ثعلب' بکر اور یمنی قبائل کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ جاکر بڑے زور وشور سے مقابلہ کیا مگر ابن کنداج نے ان کو دوبارہ شکست دی اور تعاقب کرتا ہوا نصیبین اور وہاں سے آمد تک چلا گیا۔ آمد میں ابن شیخ اور ابن کنداج میں متعدد لڑائیاں ہوئیں"[13]۔

ابن کنداج کی ان سرگرمیوں سے اس امر کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ خلیفہ معتمد کے

Marfat.com

عہد میں حکومت کا کوئی اصول' کوئی طریقہ اور کوئی سلیقہ نہیں تھا۔ جس کی لاٹھی ہوتی تھی اس کی بھینس ہوتی تھی۔ جو شخص اپنے ساتھ مسلح لوگوں کا گروہ جمع کرلیتا تھا وہ کسی نہ کسی علاقے پر قابض ہو جاتا تھا۔ اس کا بنیادی مقصد لوٹ مار کے سوا کچھ نہیں ہوتا تھا۔ بجستان و فارس میں صفاریہ کی سلطنت' مصروشام میں طولونی سلطنت' طبرستان و دیلم میں حسن بن زید کی سلطنت اور ماور النہر میں سامانی سلطنت اسی طرح وجود میں آئی تھیں۔ بظاہر جزیرہ کا صوبہ خلیفہ کے ماتحت تھا لیکن ابن کنداج نے بزور تیغ یہ ثابت کر دیا کہ یہاں بھی حکومت خلیفہ کی نہیں ہے بلکہ تلوار کی ہے۔ یہ خودسر' سرداران لشکر اپنی حکومت کی ابتدا ڈاکوؤں اور غنڈوں کی طرح کرتے تھے اور جب انہیں غلبہ حاصل ہو جاتا تھا تو "خلافت پناہی" سے سند حاصل کرلیتے تھے۔ خراسان میں نجستانی کی بغاوت بھی دراصل ڈاکوؤں کے ایک گروہ کی بغاوت تھی۔ جب 268ھ میں نجستانی مارا گیا تھا تو اس کے گروہ نے محمد بن طاہر کے ایک سابق سپہ سالار رافع بن ہرثمہ کی بیعت کرلی تھی۔ چنانچہ رافع بھی لوٹ مار کرتا رہا۔ حتیٰ کہ اس نے 269ھ میں نیشاپور پر قبضہ کرلیا تھا۔ 271ھ میں موفق نے محمد بن طاہر کو خراسان کی گورنری دی تو اس نے وہاں رافع کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ رافع نے اسی سال مرو اور ہرات کو فتح کیا اور اہل خوارزم سے خراج وصول کیا۔ ابن کنداج کے خلاف عربوں کے نصیبی قبائل نے اپنا کھویا ہوا وقار و اقتدار بحال کرنے کی کوشش کی مگر انہیں ناکامی ہوئی اور معلوم ہو گیا کہ اب عالم اسلام میں عربوں کا کوئی مستقبل نہیں ہو گا۔ اس زمانے میں خارجیوں نے بھی ہارون بن عبداللہ خارجی کی زیر قیادت جزیرہ میں اودھم مچایا ہوا تھا۔ 276ھ میں بنو شیبان اور ہارون کی لڑائی ہوئی۔ ہارون نے حمدان بن حمدون کی امداد بحال کی۔ نہر خازن پر بہت بڑی لڑائی ہوئی جس میں ہارون کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر حدیثہ پہنچ گیا۔ خارجیوں نے سن ہجری کے چوتھے عشرے میں حضرت علیؓ کے عہد خلافت کے دوران مذہب کے نام پر بغاوتوں کا سلسلہ شروع کیا تھا ور اس وقت کے بعد سے انہوں نے دمشق اور بغداد کی کسی بھی حکومت کو چین نہیں لینے دیا۔ بقول خلیفہ منصور اگر کسی جگہ دو آدمی بغاوت کرتے تھے تو ان میں ایک خارجی ضرور ہوتا تھا۔ یہ لوگ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کے بدترین دشمن تھے اور اپنے سوا سب کو کافر اور گردن زدنی سمجھتے تھے۔ یہی حال اہل بیت کے بعض عناصر کا تھا۔ بنو ہاشم کے بعض بزرگوں بالخصوص شیعان علی کے آئمہ

Marfat.com

کرام نے امیدوار بنو عباس کے جبرواستبداد سے تنگ آکر گوشہ نشینی اختیار کرلی تھی اور وہ حصول اقتدار کے لیے تشدد کو ناجائز تصور کرنے لگے تھے لیکن اس کے باوجود بنو علی کا کوئی نہ کوئی رکن کسی نہ کسی جگہ علم بغاوت بلند کر ہی دیتا تھا۔ مغرب اقصیٰ میں انہوں نے 172ھ سے ایک آزاد ادریسی سلطنت قائم کر رکھی تھی اور دیلم وطبرستان میں ان کی زیدیہ حکومت تھی۔ "یکم صفر 271ھ کو محمد و علی فرزندان حسین بن جعفر بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مدینے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ مال کا مطالبہ کیا اور ایک جماعت سے وصول بھی کیا اور اہل مدینہ مسجد النبی میں چار جمعوں تک نہ پہنچ سکے۔ نہ جمعہ ہوا اور نہ جماعت ہوئی۔ انہوں نے رسول اللہ ؐ کے ایک حجرے کو بھی ویران کر دیا ور اس پر ابو العباس بن الفضل علوی نے کہا:

"نیکی کرنے والے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا مکان ویران کر دیا گیا۔ جس کی ویرانی نے مسلمانوں کو رلا دیا۔ آنکھ کو مقام جبریل نے اور قبر مبارک نے رلایا تو وہ روئی اور قبر مبارک نے بھی رلایا۔ اس مسجد پر جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ جو ہمیشہ عبادت کرنے والوں ہی سے آباد رہی اور اس پاک سرزمین میں جس پر اللہ نے خاتم المرسلین سے برکت نازل کی۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو برباد کرے۔ جنہوں نے اسے ویران کیا اور ہلاک ہونے والوں کی اطاعت کی[14]"

مسجد نبوی کی بے حرمتی کا یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا اور نہ ہی مدینہ میں پہلی مرتبہ غارت گری ہوئی تھی۔ سن ہجری کے ساتویں عشرے میں یزید بن معاویہ کے عہد حکومت سے لیکر اس وقت تک کے تقریباً دو سو سال کے عرصہ میں مسجد نبوی کی ایک سے زیادہ مرتبہ بے حرمتی ہوئی تھی اور مدینہ شہر میں کئی مرتبہ لوٹ مار' غارت گری' عام زناکاری اور دوسری بداعمالیوں کے لرزہ خیز مظاہرے ہو چکے تھے۔ اسی طرح مکہ معظمہ میں بھی کئی مرتبہ لوٹ مار' آتش زنی' سنگ باری اور دوسرے اسی قسم کے کافرانہ جرائم کا ارتکاب ہوا تھا۔ ستم بالائے ستم یہ تھا کہ حرمین شریفین میں یہ سب کچھ ان لوگوں نے کیا تھا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور بظاہر یہ دعوی کرتے تھے کہ وہ قرآن پاک کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 32 کے مطابق سرزمین اسلام سے فتنہ وفساد کا انسداد کر رہے ہیں۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کے اس واقعہ سے چند ماہ قبل مصر وشام کے حکمران احمد بن طولون کا انطاکیہ میں انتقال ہو گیا تھا جبکہ وہ طرسوس کے سرکش والی بازمان کی سرکوبی کے لیے شام کی مہم پر آیا ہوا تھا۔ احمد کی وفات پر اس کا بیٹا خمارویہ تخت نشین ہوا تو جیساکہ اس زمانے میں معمول تھا اس کے عمال نے بغاوت کر دی۔ ان دنوں خلیفہ معتمد کی جانب سے موصل اور جزیرہ کا گورنر اسحاق بن کنداج تھا اور انبار' رحبہ اور طریق فرات کی حکومت محمد بن ابو الساج کی پاس تھی۔ چنانچہ ان دونوں نے شام کی جانب کوچ کرکے انطاکیہ' حلب' حمص اور قرب وجوار کے کئی دوسرے شہروں پر قبضہ کرلیا۔ خمارویہ فوجیں لیکر آیا۔ ابن کنداج نے موفق کی امداد کے خیال سے شیزر میں جاکر قیام کیا۔ جب خمارویہ دمشق سے وہاں پہنچا تو ابن کنداج نے نہایت آہستگی سے لڑائی لڑی۔ وہ موفق کی امدادی فوج کے انتظار میں جنگ کو طول دیتا رہا اور موسم سرما آگیا۔ ابو العباس احمد بن موفق (جو معتضد باللہ کے لقب سے مشہور ہے) ایک فوج لیے آپہنچا۔ اس نے شب خون مارا اور خمارویہ کی فوج کو شکست دی۔ اس کے بہت سے آدمی کام آئے اور باقی دمشق بھاگ گئے ابو العباس تعاقب کرکے دمشق پہنچا اور اس نے خمارویہ کو وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ ماہ شعبان 271ھ کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد خمارویہ نے اپنے لشکر کے ساتھ رملہ میں قیام کیا۔ ابن کنداج نے ابو العباس سے اجازت لیکر رقہ پر فوج کشی کر دی۔ رقہ' ثغور اور عواصم پر خمارویہ کی جانب سے اس کا بھتیجا ابن دعاص حاکم تھا۔ ابن دعاص نے ابن کنداج کا مقابلہ کیا مگر اسے شکست ہوئی۔ ابو العباس کو ابن کنداج کی اس فتح کی خبر ہوئی تو وہ دمشق کا انتظام درست کرنے کے بعد رملہ کی جانب روانہ ہوا۔ خمارویہ کو پتہ چلا تو وہ مصر سے رملہ آگیا۔ دونوں لشکروں کا چشمہ طواحین پر مقابلہ ہوا۔ ابن کنداج اور ابو الساج اس معرکے میں شریک نہ ہوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابو العباس کو شکست ہوئی اور وہ دمشق کی طرف بھاگا۔ اہل دمشق نے دروازہ نہ کھولا۔ اس نے طرسوس کا راستہ لیا۔ خمارویہ کا بھائی بے حد قتل وغارت کرتا ہوا آپہنچا۔ اور اس نے سارے ملک شام پر قبضہ کرلیا۔ موفق اور اس کے بیٹے کا نام خطبہ سے نکال ڈالا گیا۔ خمارویہ کو اس فتح سے بڑی خوشی ہوئی اور اس نے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ چند دنوں بعد اہل طرسوس نے بغاوت کی اور انہوں نے ابو العباس کو نکال دیا۔ وہ بھاگ کر بغداد پہنچا اور طرسوس پر بازمان حکومت کرنے لگا۔ جب اس کی حکومت کو استحکام ہو گیا تو

Marfat.com

اس نے خمارویہ سے بھاری رقم لیکر اس کے نام کو خطبہ میں شامل کر دیا۔ نیز اس کے حق میں دعا کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خمارویہ نے بازمان کو تیس ہزار دینار' پانچ سو تھان قیمتی کپڑوں کے' پانچ سو گھوڑے اور بے شمار ہتھیار بھیجے تھے۔ اس کے بعد جب بازمان نے خمارویہ کا نام خطبہ میں پڑھا تو پچاس ہزار دینار اور بھیج دیئے"[۱۵] شام میں یہ واقعات اس امر کا ثبوت تھے کہ عباسی حکومت میں بے انتہا ضعف آگیا تھا اور وہ ایک صوبائی امیر کو شکست دینے کی سکت بھی نہیں رکھتی تھی' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مصر و شام میں طرلونی خاندان کی موروثی سلطنت اور بھی مستحکم ہو گئی۔ طبرستان میں اگرچہ رجب 270ھ میں حسن بن زید کی وفات کے بعد اس کے بھائی محمد بن زید کی حکومت کوئی زیادہ مضبوط نہیں تھی اور اسے قزوین کے ایک ترک والی نے رے میں شکست دی تھی اور پھر رافع بن ہرثمہ نے بھی بلاد دیلم میں قتل وغارت کا بازار گرم کیا تھا لیکن اس کے باوجود طبرستان و دیلم میں زیدیہ حکومت کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔

273ھ میں طولونی سلطنت کی مزید توسیع ہوئی جبکہ قنسرین' فرات اور رحبہ کے گورنر محمد ابن ابی ساج اور جزیرہ کے حاکم اسحاق بن کنداج میں عداوت ہو گئی اور ابن ابی الساج نے اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیے خمارویہ بن احمد کی اطاعت قبول کرلی اور قنسرین میں اس کے نام کا خطبہ پڑھ دیا۔ مزید اطمینان کے لیے اس نے اپنے بیٹے دیوداد کو بطور ضامن مصر بھیج دیا خمارویہ نے بہت سا مال و اسباب ابن ابی الساج کو روانہ کیا اور پھر خود شام کی جانب کوچ کر دیا۔ ابن ابی الساج نے بالس میں اس سے ملاقات کی اور صلاح مشورہ کرکے وہ فرات کو عبور کرکے رقہ کی جانب گیا۔ اسحاق کے مقابلہ پر آیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اسحاق کی فوج میدان جنگ سے بھاگ گئی۔ ابن ابی الساج نے اس کے مقبوضات پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد خمارویہ فرات کو عبور کرکے رقہ پہنچا۔ اسحاق یہ سن کر قلعہ ماردین میں جاکر پناہ گزین ہو گیا۔ ابن ابی الساج نے اس قلعہ کو گھیر لیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد ابن ابی الساج کو بعض عرب قبائل کو زیر کرنے کی غرض سے سنجار جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اور اس نے محاصرہ اٹھا لیا۔ اسحاق کو موقع مل گیا۔ اس نے ماردین سے نکل کر موصل کا راستہ لیا۔ ابن ابی الساج کو پتہ چلا تو اس نے راستے ہی میں اسے روک لیا۔ اسحاق کو شکست ہوئی۔ وہ واپس ماردین چلا گیا اور ابن ابی الساج نے صوبہ

Marfat.com

جات جزیرہ اور موصل پر قبضہ کرلیا۔ دونوں مقامات پر خمارویہ اور اس کے بعد اپنے نام کا خطبہ پڑھا۔ ابن ابی الساج نے اپنے غلام فتح کو موصل کے مضافات میں خراج لینے کے لیے بھیجا۔ مرج کے میں پہنچ کر فتح نے خراج وصول کرنا شروع کیا۔ اس کے قریب ہی یعقوبیہ کی فوج کا پڑاؤ تھا۔ فتح نے پہلے یعقوبیہ کو یہ کہہ کر فریب دیا کہ میرا لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور پھر ایک رات کو اس نے اچانک حملہ کرکے یعقوبیہ کو شکست دے دی مگر یعقوبیہ نے پھر جمع ہوکر فتح پر جوابی حملہ کیا اور اسے بار بھگایا۔ اس لڑائی میں فتح کے آٹھ سو آدمی کام آئے۔ ان واقعات کے بعد محمد ابن ابی الساج نے خمارویہ سے سرکشی کی اور پیمان اطاعت توڑ دیا۔ خمارویہ اس سے مطلع ہوکر ایک بڑا لشکر لیکر شام پر چڑھ آیا۔ اور اس نے ابن ابی الساج کو پے در پے شکستیں دیکر اسے حمص، حلب اور موصل سے نکال دیا۔ ابن ابی الساج کی خمارویہ سے سرکشی کی وجہ یہ تھی کہ اس کے دشمن اسحاق بن کنداج نے 273ھ میں شکست کھاکر خمارویہ کے ساتھ سازش کرلی تھی اور وہ قلعہ ماردین سے نکل کر خمارویہ کے لشکر میں شامل ہوگیا تھا۔ خمارویہ نے موصل سے اسحاق کی سرکردگی میں ایک لشکر ابن ابی الساج کے تعاقب میں روانہ کیا۔ علی ابن ابی الساج کو پتہ چلا تو وہ حدیثہ سے نکل کر دجلہ عبور کرکے تکریت چلا گیا۔ وہاں سے وہ ایک دن موصل پہنچا تو اسحاق کو پتہ چل گیا۔ موصل کے باہر قصر حرب کے نزدیک لڑائی ہوئی۔ اسحاق کی فوج زیادہ تھی مگر پھر بھی اسے شکست ہوئی۔ اس سے ابن ابی الساج کا حوصلہ بڑھا اور اس نے ابو محمد موفق کے پاس جاکر عرضداشت بھیجی کہ حکم دو تو فرات عبور کرکے بلاد شام میں خمارویہ پر یلغار کر دوں۔ موفق نے امدادی فوج پہنچنے تک قیام کا حکم دیا۔ ابھی اس امدادی فوج کا انتظار ہو رہا تھا کہ اسحاق نے خمارویہ سے فوج لیکر ایک رات کو دریا عبور کیا اور اچانک ابن ابی الساج پر حملہ کرکے اسے شکست دے دی۔ ابن ابی الساج نے ربیع الاول 276ھ میں رقہ سے بغداد کی جانب کوچ کر دیا۔ اسحاق نے میدان خالی دیکھ کر دیار ربیعہ، دیار نضر، غرض کل سرزمین جزیرہ پر قبضہ کرلیا اور ابن ابی الساج، موفق سے سند گورنری حاصل کرکے آذر بائیجان چلا گیا۔ اسی سال موفق ابوتکین کا مال واسباب لوٹنے کے لیے بلاد جبل گیا۔ وہاں اسے کچھ نہ ملا تو وہ اصفہان آگیا۔ اصفہان واپس آیا تو اس نے خلیفہ معتمد علی اللہ کو مداین میں چھوڑا اور پھر بغداد پہنچ کر اس نے اپنے بیٹے ابو العباس (معتضد) کو بعض علاقوں کی

Marfat.com

طرف جانے کا حکم دیا۔ اس نے انکار کیا تو موفق نے اسے تنبیہہ کی غرض سے قید کر دیا۔ اس کے بعد موفق بغداد میں ہی رہا۔ کیونکہ بلاد جبل کی مہم کے دوران میں بیمار ہو گیا تھا۔ اس بیماری کی وجہ سے اس نے 22 صفر 278ھ کو انتقال کیا۔ اور اس کی جگہ اس کے بیٹے ابو العباس معتضد باللہ کی ولی عہدی کی بیعت ہوئی۔[16]"

اسی سال کوفہ میں ایک شخص حمدان عرف قرمط کا ظہور ہوا۔ یہ شخص اسماعیلی فرقہ کے اقتدار کے علمبردار عبداللہ بن میمون کا شاگرد تھا اور اس نے نیا مذہبی عقیدہ وضع کرنے اور اس کی تبلیغ کرنے کا فن اپنے استاد سے سیکھا تھا۔ سید امیر علی کا بیان ہے کہ "عبداللہ بن میمون نے تبلیغی کام میں صبر و قوت کے استعمال کو پسند نہ کیا تھا۔ قرمط نے اسے اپنے لیے نئے فرقے کا بنیادی رکن بنایا۔۔۔۔ اس نے الفشاور بحرین میں بغاوت کھڑی کی۔ خلیفہ کی فوجوں کی کمزوری کی بدولت اسے فتح نصیب ہوئی۔ اس پر وہ اپنے پیروؤں کی ایک کثیر تعداد جمع کر کے البحرین سے نکل کھڑا ہوا اور قتل و غارت کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ قرمطیوں نے البحرین اور الفشا میں جو قلعے تھے ان میں قلعہ بند ہو کر انہوں نے ایک صدی تک خلفائے بغداد کے ساتھ ایک خونی جنگ جاری رکھی۔ اور مقامات کا تو ذکر ہی کیا انہوں نے مکہ کو بھی تاخت و تاراج کیا۔ اور عہد ابراہیمی کی یادگار سنگ اسود کو بھی اٹھا کر لے گئے۔[17]" ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "حمدان عرف قرمط مدعی بر محبت اہل بیت تھا اور ان میں سے ایک آنے والے کا منتظر تھا۔ بیعت سے لوگوں نے اس کی اتباع کر لی تھی۔ ہیصم گورنر کوفہ نے اس کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ محافظین کی غفلت سے بھاگ نکلا۔ اس پر قرمط کے پیروؤں نے یہ اڑا دیا کہ قرمط کو قید آنے جانے سے نہیں روک سکتی۔ قرامطہ کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ قرمط وہی شخص ہے جس کی احمد بن محمد بن حنفیہ نے بشارت دی۔ ان کی اپنی ایک مذہبی کتاب بھی ہے جس میں نماز اور دوسری باتوں کے بارے میں عجیب و غریب باتیں لکھی ہیں۔[18]" یہ بیان کیا جاتا ہے کہ "قرامطہ قرارداد کی دعوت کا دار ومدار دو شخصوں پر تھا۔ ان میں سے ایک کا نام فرج بن یحییٰ بن عثمان خاشانی تھا۔ فرج بن یحییٰ، مہدی کے ایلچیوں میں سے تھا۔ ذکرویہ بن مہرویہ کے لقب سے بھی ملقب تھا۔ یہ شخص سواد کوفہ میں، اس کے بعد عراق وشام میں اس مذہب کا پھیلانے والا اور حکومت قرامطہ کا بانی مبانی تھا۔ مگر اس کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے کا

Marfat.com

نام ابو سعید حسن بن بہرام جنابی تھا۔ اس نے بحرین میں قرامطہ کا مذہب پھیلانے اور حکومت و ریاست کی بنیاد قائم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہوا۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ یحییٰ بن خرج کا ظہور قبل واقعہ قتل خبیث ہوا اور اس نے اس سے امان طلب کی تھی۔ اس کے پاس گیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ ایک سو تلواریں ہیں۔ آؤ ہم اور تم مذہبی مناظرہ کر کے ایک مذہب پر ہو جائیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کریں۔ خبیث نے اس رائے کو پسند کیا۔ دونوں میں مناظرہ ہوا مگر وہ کسی بات پر متفق نہ ہو سکے۔ قرمط واپس آیا۔ قرمط اپنے کو "القائم بالحق" کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ بعض مورخین کی یہ رائے ہے کہ قرمط' خوارج ازارقہ کے معتقدات کا مقلد تھا"[19]۔ طبری کی اطلاع کے مطابق قرامطیوں کی مذہبی کتاب میں لکھا تھا کہ "جو اس قریے کا باشندہ ہے جس کا نام نصرانہ ہے جو مسیح کی طرف دعوت دینے والا ہے وہی عیسیٰ ہے' وہی کلمہ' وہی مہدی' وہی احمد بن محمد الحنفیہ اور وہی جبریل۔ اس نے بیان کیا کہ مسیح اس کے لیے ایک انسان کے جسم میں ظاہر ہوا اور اس سے کہا کہ تو ہی الداعیہ اور تو ہی حجت ہے تو ہی ناقہ ہے اور تو ہی دابتہ الارض ہے۔ تو ہی روح القدس ہے اور تو ہی یحییٰ بن زکریا ہے۔ اسے یہ بتایا کہ نماز چار رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں طلوع آفتاب کے قبل اور دو رکعتیں اس کے غروب کے بعد ---- روزہ سال میں دو دن ہے۔ مہرجان (ایرانیوں کی عید) کو اور نو روز کو۔ نبیذ (تاڑی) حرام ہے اور شراب حلال ہے۔ وغیرہ"[20]

279ھ میں بنو شیبان نے جمع ہو کر مضافات موصل پر حملہ کر دیا۔ ہارون بن سلیمان خارجی' حمدان بن حمدون ثعلبی اور روسا موصل بنی شیبان کے مقابلہ اور مداخلت کو آئے۔ بنو شیبان کے ہمراہ ہارون بن سیما (احمد بن عیسیٰ بن شیخ شیبانی کا آزاد غلام) بھی تھا اس کو محمد بن اسحاق بن کنداج نے اپنے باپ اسحاق کی وفات کے بعد صوبہ جات موصل اور دیار ربیعہ کا والی مقرر کر کے روانہ کیا تھا۔ مگر اہل موصل نے ہارون بن سیما کی حکومت پسند نہ کی اور اسے اپنے شہر سے نکال دیا۔ ہارون بن سیما امداد کی غرض سے بنی شیبان کے پاس گیا۔ اور ان کے ساتھ ہو کر خوارج پر حملہ آور ہوا۔ لڑائی ہوئی تو ابتدا میں بنو شیبان بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب خوارج لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو بنو شیبان نے پلٹ کر حملہ کر دیا اور کامیاب ہو گئے۔ جزیرہ میں بنو شیبان' ربیعہ' بنو تغلب اور دوسرے عرب قبائل کی

Marfat.com

آئے دن بغاوتیں اس لیے ہوتی تھیں کہ ان کے نام دیوان سے خارج کر دیئے گئے تھے۔ دیوان حکومت میں ترکوں کا غلبہ تھا اور عربوں کو وظیفے نہیں ملتے تھے اور اس لیے دیار ربیعہ اور دیار مضر کے اعراب مختلف علاقوں پر حملے کر کے یا لوٹ مار کر کے یا رہزنی کر کے گزارا کرتے تھے۔ ان کی غارت گری کی وجہ سے جزیرہ میں کسی کی جان وجائیداد محفوظ نہیں تھی۔ بنو شیبان کے موصل پر حملے سے پہلے اہل موصل کی تحریک پر دربار خلافت سے محمد بن یحیٰی مجروح کو موصل کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد مجروح کی معزولی کا حکم آگیااور علی بن داؤد کردی کو سند گورنری عطا ہوئی۔ یہ ساری تقرریاں خلیفہ معتمد کا بھائی ابو احمد موفق باللہ کرتا تھا۔ خلیفہ خود نام کا خلیفہ تھا۔ اس کے امراء و احکام کی تعمیل ہوتی تھی اور نہ اس کی ممانعت کرنے سے کوئی باز آتا تھا۔ اراکین دولت اور اعیان سلطنت کٹھ پتلی کی طرح موفق کے ہاتھ میں تھے وہ جس طرف چاہتا تھا' پھیر دیتا تھا اور جو چاہتا ان سے کرا لیتا تھا۔ طرہ یہ تھا کہ دونوں بھائیوں کے مطیع بھی معدودے چند امراء تھے کیونکہ جنہوں نے علم خلافت کے خلاف ممالک اسلامیہ کو دبا لیا تھا ان میں سے اکثر ایسے تھے جو کہ موفق اور معتمد کے ماتحت نہ تھے۔ خلیفہ معتمد لہو ولعب' غناء وشراب اور رقص و سرود کی محفلوں میں اپنا وقت گزارتا تھا۔ اس نے بزم آرائی کے عجیب و غریب طریقے نکالے تھے۔ موفق کی وفات کے تقریباً چار ماہ بعد 19 رجب 279ھ مطابق 15 اکتوبر 892ء کو ایک رات اس نے شراب زیادہ پی لی۔ رات کا کھانا بھی کھالیا اور بدہضمی سے رات ہی میں مرگیا۔ اس کی مدت خلافت تقریباً 23 سال تھی۔

Marfat.com

باب : 14

# خلیفہ معتضد باللہ

## امام مہدی کے دعویداروں اور قرامطہ کی بغاوتیں
## عباسی سلطنت کا زوال

معتمد کی وفات کے بعد اسی دن ابوالعباس احمد بن ابو احمد موفق بن متوکل تخت پر بیٹھا۔ اسے معتضد باللہ کا لقب دیا گیا۔ اس کی والدہ ضرار نامی ایک لونڈی تھی۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ متعدد فوجی مہموں میں شریک رہا تھا اور اس کو کاروبار حکومت کا خاصا تجربہ تھا۔ اس کا پہلا وزیر عبیداللہ بن سلیمان بن وہب تھا۔

معتضد کے عہدہ خلافت سنبھالنے کے تقریباً دو ہفتے بعد 2 شعبان 279ھ کو اس کے پاس عمرو بن لیث کا قاصد آیا۔ اور تحفے لایا۔ اور ولایت خراسان کی درخواست کی۔ معتضد نے یہ درخواست منظور کی اور عمرو بن لیث کو گورنری کا فرمان اور جھنڈا بھیج دیا۔ 3 شوال کو خمارویہ بن احمد بن طولون کا سفیر آیا۔ ''اس کے پاس بھی تمغے تھے۔ بہترین اشیاء میں سے بیس بوجھ خچروں پر تھے۔ دس غلام تھے۔ دو صندوق تھے جن میں کپڑے تھے۔ بیس آدمی بیس عمدہ گھوڑوں پر مع ان زینوں کے جو کثیر چاندی کے زیور سے آراستہ تھے ان کے ہمراہ چاندی کے نیزے تھے۔ اور ریشمی قبائیں اور آراستہ پٹکے لگے ہوئے تھے۔ سترہ گھوڑے مع زین اور باگ کے تھے۔ جن میں سے پانچ سونے کی اور باقی چاندی کی تھیں اور (37) گھوڑے مع مشہور جھولوں کے اور پانچ خچر مع زین اور عنان کے۔ اور زرافہ (شتر مرغ) تھے۔ یہ سفیر معتضد کے پاس پہنچا تو اس نے اسے اور اس کے سات ساتھیوں کو خلعت دیا۔ سفیر نے خمارویہ کی لڑکی کی شادی کا علی بن المعتضد کے ساتھ پیغام دیا تو معتضد نے کہا کہ میں خود اس سے شادی کروں گا۔ چنانچہ اس سے شادی کرلی!'' اس طرح سمجھا

Marfat.com

گیا کہ معتضد کے اقتدار کی ابتدا نیک شگون کے ساتھ ہوئی ہے۔ ایک طرف تو مشرق میں صفاریہ کی سلطنت کے سربراہ عمرو بن لیث نے ایک طرح کی اطاعت ظاہر کی اور دوسری طرف مغرب میں مصروشام کے حکمران خمارویہ نے اس سے اپنی بیٹی کی شادی کرکے امن وامان کی فضا پیدا کر دی تھی۔

بغداد کے نئے خلیفہ معتضد باللہ نے عمرو بن لیث کو خراسان کی سند گورنری دیکر اور خمارویہ بن احمد کی بیٹی سے منگنی کرکے امید کی تھی کہ اس کی سلطنت کو کچھ استحکام نصیب ہو گا۔ لیکن جلد ہی اس کی اس امید پر پانی پھر گیا۔ جبکہ والی رے رافع بن ہرثمہ نے شاہی قصبات پر قبضہ کرلیا۔ معتضد نے اسے لکھا کہ قبضہ اٹھالو مگر اس نے اس حکم کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ اس پر معتضد نے احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف کو حکم دیا کہ وہ بزور قوت رافع کو رے سے نکال دے۔ احمد بن عبدالعزیز نے ایسا ہی کیا۔ رافع جرجان کی طرف چلا گیا۔ 283ھ میں نیشاپور پہنچا۔ عمرو بن لیث سے اس کی متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ بالآخر رافع شکست کھاکر اسورد کی طرف بھاگا۔ اس کے بعد وہ ہرات چلا گیا۔ عمرو بن لیث نے سرخس میں پہنچ کر ناکہ بندی کرلی۔ رافع بڑی مشکل سے نیشاپور کو لوٹا۔ عمرو بھی اس کے پیچھے آیا۔ دونوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ اثنائے جنگ میں رافع کے بعض سپہ سالاروں نے عمرو سے سازش کی اور اس سے جاملے۔ اس سے رافع کو سخت نقصان اٹھانا پڑا اور وہ شکست کھاکر بھاگا۔ چونکہ محمد بن زید والی طبرستان نے کسی زمانہ میں رافع سے امداد کا وعدہ کیا تھا اس لیے مایوس اور پے در پے شکست کے بعد اس کو محمد بن زید کا خیال آیا۔ فوراً اپنے بھائی محمد بن ہرثمہ کو روانہ کیا۔ مگر محمد بن زید نے وعدہ ایفا نہ کیا۔ اس پر رافع کے مصاحبین احباب اور غلام اس کو چھوڑ گئے۔ محمد بن ہارون بھی علیحدہ ہوکر احمد بن اسماعیل کے پاس بخارا چلا گیا۔ رافع نے چند سپاہی مال واسباب اور ہتھیار لیکر خوارزم کا راستہ لیا۔ خوارزم شاہ کو خبر لگ گئی۔ اس نے اپنے گورنر ابو سعید د رغانی کو لکھ بھیجا کہ یہ شکار اچھا ہے جس طرح ممکن ہو اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ابو سعید نے پہلے تو رافع کو عزت و احترام سے اپنے پاس ٹھہرایا اور بحالت غفلت میں اس کا سر اتار کر عمرو بن لیث کے پاس نیشاپور بھیج دیا۔ یہ واقعہ شوال 283ھ کا ہے۔ --- عمرو بن لیث نے رافع کا سر خلیفہ معتضد کے پاس بھیج دیا اور یہ درخواست کی کہ حکومت خراسان کے علاوہ ماورا النہر کی

Marfat.com

گورنری بھی دی جائے۔ اس وقت اس علاقے کا موروثی حکمران نصر بن احمد بن اسد سامانی انتقال کر چکا تھا اور اس کی جگہ اسماعیل بن احمد حکمرانی کر رہا تھا چونکہ اسماعیل کا بغداد کی خلافت سے تعلق برائے نام تھا اور اپنے بھائی کی طرح عملاً آزاد و خود مختار بادشاہ تھا اس لیے معتضد نے عمرو بن لیث کی درخواست منظور کرلی۔ سند گورنری بھیج دی۔ عمر بن لیث نے اسماعیل بن احمد سے جنگ کرنے کے لیے بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ محمد بن بشیر کو جو اس کے مخصوص مصاحبین میں سے تھا اس لشکر کی سرداری دے دی۔ محمد دریائے جیحوں کو عبور کرکے آمد پہنچا۔ اسماعیل مقابلے پر آیا۔ بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ محمد مع چھ ہزار فوج کے مارا گیا۔ باقی فوج نے بھاگ کر عمرو کے پاس نیشاپور میں دم لیا۔ عمرو بن لیث نے دوبارہ لشکر مرتب کیا اور براستہ بلخ' اسماعیل کی جانب روانہ ہوا۔ اسماعیل نے اسے نہر بلخ کے کنارے محصور کرلیا۔ لڑائی میں عمرو کو شکست ہوئی اور وہ خود گرفتار کرلیا گیا۔ یہ واقعہ جمادی الاول 288ھ کا ہے۔ اسماعیل نے عمرو کو پہلے سمرقند بھیجا اور پھر اسے خلیفہ معتضد کے پاس روانہ کیا۔ معتضد نے اسے جیل میں ڈال دیا اور جتنی دیر معتضد زندہ رہا وہ قید ہی میں رہا۔

محمد بن زید علوی والی طبرستان و دیلم کو عمرو بن لیث کی لڑائی اور گرفتاری کی خبر لگی تو اسے خراسان کی طمع دامنگیر ہوئی۔ یہ خیال کرکے کہ اسماعیل سامانی اپنی حکومت سے قدم آگے نہ بڑھائے اس نے جرجان کی جانب کوچ کر دیا۔ اسماعیل نے ممانعت کا خط لکھا۔ محمد بن زید نے کچھ خیال نہ کیا۔ اسماعیل نے محمد بن ہارون کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ باب خراسان پر لڑائی ہوئی۔ بڑی خونریزی کے بعد ابن ہارون کو اولاً شکست ہوئی۔ محمد بن زید کے ساتھی لوٹنے اور مال غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تو محمد بن ہارون نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ محمد بن زید کی فتح شکست میں بدل گئی۔ اسکا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ خود بھی زخمی ہوا اور چند دن کے بعد مرگیا۔ اس کا بیٹا زید اس معرکہ میں گرفتار ہو گیا جسے اسماعیل نے بخارا کی جیل میں بھیج دیا۔ اس واقعہ کے بعد محمد بن ہارون نے طبرستان کی جانب کوچ کیا اور اس پر قبضہ حاصل کرکے خراسان کی جانب لوٹا۔ اس کے بعد خراسان اور طبرستان بنو سامان کے زیر نگین رہے اور ان کی ایک وسیع و عریض سلطنت کا سلسلہ قائم ہوا[2]۔" اب دولت صفاریہ اور زیدیہ دونوں سامانیوں کے ہاتھ میں آگئی تھیں اور ماوراالنہر سے لیکر طبرستان تک ان کی حکومت تھی۔ خلیفہ معتضد نے اسماعیل کے لیے خلعت امارت' تاج'

Marfat.com

شمشیر طلائی مرصع بجواہر اور مختلف قسم کے ہدیئے بھیجے۔ نیز 30 لاکھ دینار بھی دیئے اور کہا کہ اس سے ایک لشکر مرتب کرکے طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث کی سرکوبی کرو جس نے بیستان میں بغاوت کر رکھی ہے۔ طاہر نے بلاد فارس پر قبضہ کرکے خلیفہ کے عامل عیسیٰ نوشری کو وہاں سے نکال دیا تھا۔

عمرو بن لیث اور رافع بن ہرثمہ کی متذکرہ لڑائی کے دوران 280ھ میں موصل کے ایک شخص محمد بن عبادہ المعروف بہ ابی جوزہ نے بھی بغاوت کی۔ بنوزہیر کا یہ شخص ایک غریب ومفلس شخص تھا اس کی اور اس کے بیٹوں کی گزر اوقات اس پر تھی کہ جنگل سے لکڑیاں چن کر اور شہر میں ان کو فروخت کرکے اپنا پیٹ بھرتے تھے۔ چونکہ یہ شخص دینداری اور زہد کو بہت ظاہر کرتا تھا اس لیے رفتہ رفتہ لوگوں کا میلان اس کی طرف ہوا۔ اس نے لوگوں کو مجتمع کرکے ایک الگ گروہ قائم کرلیا اور ان پر حکمرانی کرنے لگا۔ تھوڑے دنوں کے بعد قرب وجوار کے دیہاتی بھی اس کے پاس آنے لگے جس سے اس کی قوت اور بڑھی اور اس نے صوبہ موصل کے زکوٰۃ اور عشر کی وصولی شروع کر دی۔ اس نے اپنے مال و اسباب کی حفاظت کی غرض سے سنجار کے قریب قلعہ بھی تعمیر کرلیا۔ اور اس میں اپنے بیٹے ابو ہلال کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ ٹھہرایا۔ ہارون شاری ان دنوں اس علاقے میں خارجیوں کا امیر تھا۔ اسے اپنے علاقے میں اپنے ایک حریف کے ظہور سے تشویش ہوئی بالکل اسی طرح جس طرح کہ ایک غنڈے کو اپنے علاقے میں کسی دوسرے غنڈے کے ظاہر ہونے سے ہوتی ہے۔ ہارون شاری نے اپنے مصاحبوں اور مشیروں کی رائے کے مطابق ابو جوزہ کے قلعہ کو جا گھیرا۔ جبکہ ابن جوزہ قیراتا بقعا میں تھا۔ چاروں طرف سے ناکہ بندی کرلی گئی۔ آمد و رفت قطعاً" مسدود کر دی گئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں قلعے کے فتح ہونے کے آثار نمایاں ہو گئے۔ قبیلہ بنو ثعلب کے کچھ لوگ ہارون خارجی کے ہمراہ تھے۔ جب انہوں نے احساس کرلیا کہ قلعہ فتح ہوا چاہتا ہے تو انہوں نے قلعہ میں جس قدر بنو زہیر کے لوگ تھے ان کو امان دے دی۔ مگر امان دینے سے پہلے ابو ہلال اور اس کے چند ساتھیوں کا کام تمام کر دیا گیا۔ ہارون نے کامیابی کے ساتھ قلعہ پر قبضہ کرکے ابو جوزہ کی طرف قدم بڑھایا۔ قیراتا میں لڑائی ہوئی۔ ابو جوزہ شکست کھاکر بھاگا۔ اس کے ایک ہزار چار سو آدمی مارے گئے۔ ابو جوزہ آمد پہنچا۔ یہاں کے والی احمد بن عیسیٰ بن شیخ نے اس کا

Marfat.com

مقابلہ کیا انجام یہ ہوا کہ احمد نے ابو جوزہ کو گرفتار کرکے دربار خلافت میں بھیج دیا۔ خلیفہ معتضد نے اس کی کھال کھنچوائی اور وہ مر گیا"۔

خلیفہ معتضد نے اسی سال اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن المہتدی اور محمد بن حسن بن سہل عرف شیلم کو گرفتار کیا۔ یہ شیلم بہت دیر زنگیوں کے سردار خبیث کے ساتھ رہا تھا اور خبیث کے خاتمہ سے کچھ دیر پہلے امان حاصل کرکے موفق سے مل گیا تھا۔ کسی نے معتضد سے چغلی کھائی کہ وہ کسی ایسے شخص کی خلافت کی دعوت دیتا ہے جس کا نام معلوم نہیں۔ معتضد نے اس سے پوچھا تو اس نے کسی بات کا اقرار نہ کیا۔ خلیفہ کے حکم کے مطابق آگ لگائی گئی۔ اس کے بعد اسے خیموں کی لکڑیوں میں سے کسی لکڑی سے باندھا گیا اور آگ پر لٹکایا گیا یہاں تک کہ اس کی کھال جل گئی۔ پھر اس کی گردن مار دی گئی۔ چونکہ شبہ یہ تھا کہ وہ عبداللہ بن المہتدی کا داعی ہے اس لیے عبداللہ کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب عبداللہ کی بے گناہی ثابت ہو گئی تو اسے رہا کر دیا گیا"۔ چونکہ حمدان بن حمدون کے بارے میں یہ خبر ملی تھی کہ یہ ہارون شاری خارجی کی جانب مائل ہو گیا ہے اس لیے 281ھ میں خلیفہ معتضد نے بغداد سے پھر کوچ کیا۔ بنو ثعلب مقابلہ پر آئے۔ پہلے ہی معرکہ میں منہ کی کھا کر بھاگے۔ ان میں سے بہت سے مارے گئے۔ خلیفہ معتضد نے موصل کا ارادہ کیا۔ اس عرصہ میں یہ خبر لگی کہ حمدان ماردین چھوڑ کر بھاگ گیا اور اپنے بیٹے کو قلعہ میں ٹھہرا گیا ہے۔ خلیفہ نے اسی وقت قلعہ پر دھاوا بول دیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ بالآخر ابن حمدان نے دروزہ کھول دیا خلیفہ نے حکم دیا کہ جو کچھ قلعہ میں ہو اس کو باہر نکال لو اور قلعہ کو منہدم کر دو اور حمدان کی گرفتاری کے لیے ایک دستہ اس کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ چنانچہ نصر قشوری نے اس کو گرفتار کرلیا۔ معتضد نے استحصال خراج اور تقرری عمال کی غرض سے نصر قشوری کو موصل میں ٹھہرایا۔ ہارون خارجی نے سرکشی کی اور موصل کے گرد و نواح میں فتنہ و فساد کی آگ لگا دی۔ اس صورت حال میں معتضد پھر موصل کی جانب گیا۔ زاب کے قریب بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ ہزاروں مارے گئے۔ بالآخر ہارون کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر بیابان میں جا چھپا۔

282ھ کے اوائل میں حرہ بنت خمارویہ کی مصر سے بغداد کے لیے رخصتی ہوئی۔ خمارویہ نے اپنی بیٹی کو جو جہیز دیا اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے بیٹھنے کے لیے

Marfat.com

سونے کا تخت بنایا تھا جس کے چاروں گوشوں پر مرصع ستون تھے ان پر جالی دار طلائی پتر تھا جس کے ایک حلقہ میں ایک انمول موتی سونے کے تار میں لٹکتا تھا۔ جوڑوں کی قیمت کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف ازار بند ایک ہزار ایسے دیئے تھے کہ ہر ایک کا صرفہ 12 ہزار دینار تھا۔ رخصتی کے وقت مصر سے بغداد تک ہر ہر منزل پر اپنے محل کے مشابہ ایک یک قصر تعمیر کرا کے سازو سامان کے آراستہ کر دیا اور ہر قسم کی ضروریات اس میں مہیا کر دیں۔ عروس کی سواری کے ساتھ اس کا چچا شہاب بن احمد تھا۔ نہایت نرم رفتار سے اس کو لاتے تھے۔ منزل پر پہنچ کر قصر میں اتار دیتے تھے اس طرح پر مصر سے بغداد تک گویا وہ برابر اپنے باپ ہی کے گھر میں قیام کرتی ہوئی چلی آئی"۔ اس کی بغداد میں آمد کے موقع پر بغداد کی دونوں جانب یہ ندا دی گئی کہ کوئی شخص دجلہ عبور نہ کرے۔ ان دروازوں کے راستے بند کر دیئے گئے جو ساحل سے متصل تھے۔ دجلہ پر پہنچنے والے راستوں پر قناتیں لگا دی گئی۔ دجلہ کے دونوں کناروں پر پہرہ مقرر کر دیا گیا۔ جب تاریکی پھیل گئی تو ایوان خلافت سے کشتیاں آئیں جن میں غلام تھے اور ان کے ساتھ شمعیں تھیں۔ دو شنبہ کو حرہ نے ایوان میں قیام کیا۔ 5 ربیع الاول سہ شنبہ کو جلوہ ہوا مگر یہ جلوہ زیادہ دیر نہ رہا۔ یہ لاڈلی دلہن رجب 282ھ میں بیمار ہوئی اور وفات پا گئی۔ اسے قصر الرصافہ کے اندر دفن کیا۔ اور پھر 18 ذی الحجہ 282ھ کو خمارویہ بن احمد کو جو مصر و شام کا والی اور طرسوس کا قلعہ دار تھا اس کے ایک غلام نے قتل کر ڈالا۔ محرم 283ھ میں اس کی جگہ جیش بن خمارویہ تخت نشین ہوا لیکن فوج اس سے ناراض ہو گئی اور بڑی بڑی لڑائیوں کے بعد وہ بھی قتل ہوا اور ہارون بن خمارویہ تخت پر آیا۔ معتضد نے طرسوس اس کی ولایت سے نکال کر دوسرے والی کے سپرد کر دیا۔ پھر قنسرین اور عواصم بھی لیکر اس کی ولایت شام اور مصر پر محدود کر دی وہ بھی اس شرط پر کہ ساڑھے چار لاکھ دینار سالانہ دارالخلافہ میں بھیجتا رہے۔

دریں اثنا معتضد نے 283ھ ہارون خارجی کی سرکوبی کی غرض سے کوچ کیا۔ تکریت پہنچا۔ حسین بن حمدان کو تین سو سواروں کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا اور اس سے یہ وعدہ کر لیا کہ اگر ہارون گرفتار کر لیا گیا تو اس کے باپ (حمدان بن حمدون) کو رہا کر دیا جائے گا۔ حسین کے ہمراہ اس مہم میں وصیف وغیرہ بھی تھے۔ حسین نے ایک جگہ ہارون کو جا گھیرا۔ وہ شکست کھا کر پھر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کے

Marfat.com

پاس پہنچا۔ ان لوگوں نے حسین کو اطلاع دے دی اور ہارون گرفتار کرلیا گیا۔ خلیفہ نے بغداد پہنچ کر حسب وعدہ حمدان بن حمدون کو رہا کر دیا۔ ہارون کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا کہ اسے ہاتھی پر جبرا" سوار کر کے شہر میں پھرایا گیا آگے آگے نقیب ندا کرتے جاتے تھے لاحکم الا للہ ولو کرہ المشرکون۔ تشہیر کے بعد اسے پھانسی دے دی گئی۔[6]"

284ھ میں خلیہ معتضد نے بنو امیہ کے پہلے خلیفہ معاویہ بن سفیان پر لعنت کرنے کا مصمم ارادہ کیا کیونکہ بعض لوگ جب معاویہ کا نام لیتے تھے تو رحمتہ اللہ علیہ کہتے تھے اور اس کے متعلق ایک فرمان لکھنے کا حکم دیا۔ وزیر السلطنت عبیداللہ بن سلیمان بن وہب نے عوام کے اضطراب کا خوف دلایا مگر اس نے توجہ نہ دی۔ جمادی الاول میں اس نے ایک حکم کے ذریعے قصہ گویوں کو راستے اور مساجد میں بیٹھنے کی ممانعت کر دی اور مساجد میں مناظروں اور مباحثوں کی بھی ممانعت کر دی اور پھر جمادی الثانی میں ایک جمعہ کو منبر پر ایک فرمان پڑھنے کا حکم دیا جو خلیفہ مامون کے حکم پر لکھا گیا تھا مگر پھر سیاسی مصلحت کے باعث یہ فرمان نہ پڑھا گیا تھا۔ اس فرمان کا خلاصہ یہ تھا کہ رسول اللہؐ کے خاندان کے جن لوگوں نے آپ سے عداوت کی، مخالفت کی، تکذیب کی، آپ نے جنگ کی۔ ان کا گروہ بہت برا ہے جو بدگوئی اور تکذیب سے آپ کا مقابلہ کرتے تھے، آپ کی ایذا اور دھمکانے کا کام کرتے تھے۔ عداوت کی وجہ سے آپ سے جھگڑتے تھے۔ جنگ قائم کرتے تھے۔ جو آپ کا قصد کرتا تھا اسے آپ سے روکتے تھے اور جو آپ کی پیروی کرتا تھا اسے دکھ پہنچاتے تھے۔ ان سب میں سے زیادہ عداوت کرنے والا سب سے بڑا آپ کا مخالف اور ان میں سب سے پہلا ہر ایک جنگ اور ہر لڑائی میں کہ کوئی جھنڈا اسلام کے خلاف بلند نہ ہوتا تھا جو اس کے ہاتھ میں نہ ہوتا ہو۔ بدرو احد و خندق اور فتح مکہ کی ہر مقام جنگ میں جو اس جنگ کا رئیس اور سردار ہوتا تھا وہ بنی امیہ کا ابو سفیان بن حرب اور اس کا گروہ تھا جن پر کتاب اللہ میں لعنت کی گئی۔ جن پر مختلف مقامات اور موقع میں رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے ہوا کہ ان کا کفرونفاق اور ان کا حال پہلے سے اللہ کے علم میں تھا۔ اس نے مجاہد ہو کر جنگ کی، مشقت اٹھائی۔ مدافعت کی۔ مخالف بن کر مقیم رہا یہاں تک کہ اسے تلوار نے مغلوب کر دیا اور اس طرح اللہ کا حکم بلند ہو گیا کہ ان کو ناگوار تھا تو وہ بغیر اس پر اعتقاد رکھنے کے اسلام کا قائل بن گیا اور اس کفر کو پوشیدہ کیے رہا جسے اس

Marfat.com

نے جدا نہ کیا تھا۔ رسول اللہ ؐ اور مسلمانوں نے اسے پہچان لیا۔ اسے مولفتہ القلوب کے لقب سے ممتاز کر دیا اور اسے اور اس کے بیٹے کو باوجود اس کا علم رکھنے کے قبول کرلیا۔ ان آیات میں سے جن میں اللہ نے اپنے رسول کی زبان سے ان پر لعنت کی اور اس کے متعلق قرآن نازل کیا ہے وہ یہ ہیں "اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر ان میں سوائے زبردست سرکشی کے اور کچھ نہیں بڑھا" کسی کو اختلاف نہیں۔ اس سے اللہ کی مراد بنو امیہ ہیں۔ انہی میں سے رسول اللہ ؐ کا اس حالت کے متعلق ارشاد ہے کہ جبکہ وہ ایک گدھے پر سوار جا رہا تھا۔ معاویہ اسے کھینچ رہا تھا۔ " اس کا بیٹا اسے ہنکا رہا تھا کہ کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر خدا کی لعنت۔۔۔" منجملہ ان کے اس قول کے جسے راوی روایت کرتے ہیں کہ "اس پہاڑی راستے سے میری امت میں سے ایک شخص نکلے گا جس کا حشر میرے دین کے خلاف ہو گا" یہ معاویہ نکلا' رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ "جب تم لوگ معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا تو اسے قتل کر دینا" انہوں نے مزید ارشاد کیا کہ "معاویہ آگ کے صندوق میں ہے جو اس کے سب سے نیچے کے درجے میں ہے جو یا حنان' یا حنان' کی صدا لگاتا ہے کہ یا اللہ اس وقت مجھ پر رحم کر حالانکہ اس سے قبل میں نے نافرمانی کی تھی اور میں مفسدین میں سے تھا۔۔" ان امور میں سے جن کی وجہ سے اللہ نے اس پر لعنت واجب کر دی ہے اس کا ان اہل فضیلت و دیانت نیک صحابہ و تابعین کا قتل کرنا ہے اور جو صبر کے ساتھ قتل کیے گئے مثلاً عمرو بن الحمق اور حجر بن عدی۔ ان کو محض اس لیے قتل کیا کہ عزت اور ملک اور غلبہ اسی کا ہو۔ حالانکہ اللہ ہی کے لیے ملک و قدرت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے "جو مومن کو عمداً" قتل کرے گا اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہے اور لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے عذاب دردناک تیار کیا ہے"

"اس نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا جو شراب خور' متکبر' مرغ والا' بندر والا اور چیتے والا تھا۔ اس نے مسلمانوں سے قہر و غلبہ و دہشت و خوف و جبر واکراہ سے اس کی بیعت لی۔ حالانکہ وہ اس کی نافرمانی کو جانتا تھا۔ اس کی خباثت وظلم سے آگاہ تھا۔ اس کے نشہ فسق و فجور اور کفر کو دیکھتا تھا۔ پھر جب اسے وہ قدرت حاصل ہو گئی جو اسے اپنی طرف سے اسے دی اس کے لیے اسے درست کر دیا۔ اس کے بارے میں اللہ اور رسول کی

Marfat.com

نافرمانی کی۔ تو اس نے مشرکین کا انتقام مسلمانوں سے لینا چاہا۔ اہل الحرہ پر ایسا حملہ کیا جس سے بدتر اسلام میں نہیں ہوا۔ اس نے مصالحین کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے زیادہ فحش نہیں کیا گیا۔ اس کے ذریعے سے اس نے اپنے نفس کے بندوں اوز اپنے کنبے کو تسکین دی اور یہ گمان کیا کہ اولیاء اللہ سے انتقام لے لیا اور اللہ کے دشمنوں کی منزل کو پہنچ گیا۔ اس نے اپنے کفر کا اعلان کر کے اور شرک کا اظہار کر کے چند اشعار کہے --- یہ دین کا خلاصہ ہے اور اس شخص کا قول ہے جو نہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ اس کے دین کی طرف نہ اس کی کتاب کی طرف' نہ اس کے رسول کی طرف' نہ اللہ پر ایمان لاتا ہے نہ اس پر جو اللہ کے پاس سے آیا۔ اس کا شدید ترین جرم' عظیم ترین قتل حضرت حسینؓ بن علیؓ و ابن فاطمہ بنت رسول اللہؐ کی خونریزی ہے۔ باوجود اس کے رسول اللہؐ اور ان کے بھائی کے لیے جوانانِ اہل جنت کی سرداری کی شہادت کے۔ اللہ تعالیٰ پر جرات کے باعث اللہ کے دین پر کفر کے سبب' اللہ کے رسول کی عداوت رکھنے کی بنا پر رسول اللہؐ کی اولاد کو مشقت میں ڈالنے اور ان کے احترام میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے یہ حرکتیں اس سے ہوئیں۔ اہل بیت نبوت کو اس طرح تہ تیغ کر رہا تھا کہ گویا کفار ترک و دیلم کی جماعت کو قتل کرتا تھا۔ کہ نہ وہ اللہ کے انتقام سے ڈرا اور نہ اس کی گرفت کا اندیشہ کرتا تھا۔ اللہ نے اس کی عمر قطع کر دی اس کی جڑ اور شاخ اکھاڑ دی۔ (یعنی اس کے بعد جلدی ہی مروان بن حکم کو خلیفہ بنا دیا) جو کچھ اس کے ہاتھ میں تھا چھین لیا اور اس کے لیے اپنے عذاب سے وہ تیار کیا جس کا اللہ کی جانب سے اپنی نافرمانی کی وجہ سے وہ مستحق تھا۔ جو امور مروان سے سرزد ہوئے ان کی فہرست یہ ہے (1) کتاب اللہ کو بدل دیا (2) اس کے احکام کو معطل کر دیا (3) اللہ کے مال کو اپنی دولت بنا لیا (4) اللہ کے گھر کو منہدم کر دیا (5) حرام کو حلال کر دیا (6) خانہ کعبہ پر سنگباری کی اور آگ لگائی (7) جس نے اللہ کی پناہ لی اس کو قتل کیا (8) جس کو اللہ نے امن دیا اسے خوف دیا --- اس پر لعنت کرو جس پر اللہ اور رسول نے لعنت کی۔ اس سے مفارقت اختیار کرو جس کی مفارقت کے بغیر تم اللہ کی قربت نہیں حاصل کرسکتے۔ اے اللہ لعنت کر ابو سفیان بن حرب اور اس کے بیٹے معاویہ پر۔ یزید ابن معاویہ پر۔ مروان بن الحکم اور اسکے بیٹے پر۔ اے اللہ' لعنت کر کفر کے اماموں' گمراہی کے پیشواؤں' دین کے دشمنوں' رسول سے لڑنے والوں' احکام میں تغیر کرنے

Marfat.com

والوں، کتاب کے بدلنے والوں اور محترم خون بہانے والوں پر۔"۔۔۔ مذکور ہے کہ عبیداللہ بن سلیمان نے یوسف بن یعقوب قاضی کو بلاکر حکم دیا کہ المعتضد نے جو کچھ ارادہ کیا ہے وہ اس کے باطل کرنے میں حیلہ پیدا کرے۔ یوسف بن یعقوب نے اس معاملے میں المعتضد سے گفتگو کی کہ "اے امیرالمومنین مجھے یہ خوف ہے کہ عوام میں اضطراب پھیل جائے گا۔ اور اس فرمان کے سننے کے وقت ان میں ایک حرکت پیدا ہو جائے گی' خلیفہ نے جواب دیا کہ 'اگر عوام متحرک ہوئے یا کلام کیا تو میں شمشیر زنی کروں گا' قاضی نے کہا 'امیرالمومنین ان طالبین (آل ابو طالب) کے بارے میں کیا کیا جائے جو ہر علاقے میں بغاوت کرتے رہتے ہیں اور لوگ ان کی قرابت رسول اور ان کے اعمال حسنہ کی وجہ سے ان کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس فرمان میں انہی کو پیش کیا گیا ہے جب لوگ یہ سنیں گے تو ان کی طرف اور زیادہ مائل ہو جائیں گے اور ان کی زبانیں بھی اور زیادہ کشادہ ہو جائیں گی اور آپ سے زیادہ ان کی حجت قوی ہو جائے گی" المعتضد رک گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا اور اس سلسلے میں اس کے بعد کوئی حکم نہ دیا۔"

یوسف بن یعقوب کے اس مشورے کا بھی پس منظر یہ تھا کہ شیعان علی کے فرقہ اثنا عشریہ کے بارہویں اور آخری امام محمد المہدی خلیفہ معتمد کے عہد میں (265ھ میں) پانچ برس کی عمر میں سرمن رائے کے ایک غار میں غائب ہو گئے تھے۔ شیعوں کا عقیدہ تھا کہ وہ اب تک زندہ ہیں اور وہ بڑی تمناؤں سے ان کے ظہور ثانی کے لیے چشم براہ تھے تاکہ وہ آکر علوی خلافت کو نئے سرے سے قائم اور نوع انسانی کا تزکیہ کریں۔ انہیں امام غائب' امام منتظر اور امام قائم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق "بہت سے شیعان علی روزانہ اس غار کے پاس جاکر اپنے امام غائب کے ظہور ثانی کا انتظار کیا کرتے تھے۔ وزیر عبیداللہ بن سلیمان اور قاضی یوسف بن یعقوب کو بظاہر یہ خطرہ تھا کہ اگر خلیفہ معتضد کی جانب سے متذکرہ فرمان جاری ہوا تو ان شیعوں کی حوصلہ افزائی ہو گی جو امام غائب کے منتظر تھے اور اس طرح وہ ایک سیاسی قوت بن کر بنو عباس کے اقتدار کو چیلنج کریں گے۔ حالانکہ ان کے آئمہ کرام تارک الدنیا رہے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ طاقت کے استعمال کی مخالفت کی تھی اور صرف روحانی امامت کا دعویٰ کیا تھا"۔ بالفاظ دیگر عبیداللہ بن سلیمان اور یوسف بن یعقوب بجاطور پر شیعہ۔ سنی تنازعہ سمجھتے تھے اور ان کا یہ خطرہ بے جا

Marfat.com

نہیں تھا کہ شیعان علی کی حوصلہ افزائی ہوئی تو وہ بنو عباس کا تختہ الٹنے میں پس و پیش نہیں کریں گے۔ اس زمانے میں بنو امیہ کے ہوا خواہ بنو عباس کے لیے اتنا خطرہ نہیں تھے جتنا کہ شیعان علی تھے۔ بلاد اسلامیہ میں اہل بیت کے نام پر عبداللہ بن میمون کی خفیہ تحریک اس طرح زور پکڑ رہی تھی جس طرح کہ دوسری صدی ہجری میں بنو امیہ کے خلاف عباسیوں کی تحریک نے زور پکڑا تھا۔

مزیں براں عبداللہ بن میمون کے شاگرد حمدان المعروف بہ قرمط نے جو اپنے آپ کو امام مہدی بھی کہتا تھا اہل بیت کا نام لیکر 278ھ میں سواد کوفہ میں جو تخریبی تحریک شروع کی تھی وہ جنگل کی آگ کی طرح کافی دور دور تک پھیل گئی تھی۔ اس فرقے کے نزدیک حصول اقتدار کے لیے تشدد اور جبروقوت کا استعمال نہ صرف جائز تھا بلکہ فرض تھا۔ "281ھ میں ایک شخص یحییٰ بن مہدی نامی قطیف (مضافات بحرین) میں وارد ہوا اور علی بن معلیٰ بن حمدان (یہ زیدیوں کا آزاد غلام تھا) کے مکان میں فروکش ہوا تھا اور یہ ظاہر کیا تھا کہ مجھے مہدی امام زمان نے اپنا ایلچی مقرر کرکے روانہ فرمایا ہے اور عنقریب خود بھی خروج کیا چاہتے ہیں۔ علی بن معلیٰ شیعہ تھا۔ اس نے شیعان قطیف کو جمع کرکے مہدی کا خط جو یحییٰ نے پیش کیا تھا پڑھ کر سنایا تاکہ مضافات بحرین میں اس خبر کی شہرت ہو جائے۔ شیعان قطیف نے نہایت خلوص اور اطاعت شعاری سے اس کو سنا تھا اور بوقت ظہور مہدی خروج کا وعدہ کیا تھا۔ ان ہی شیعان قطیف میں ابو سعید جنانی بھی تھا۔ جو اہل قطیف میں ایک سربرآوردہ اور معزز شخص تھا۔ اس واقعہ کے بعد یحییٰ تھوڑے دنوں کے لیے غائب ہو گیا تھا اور جب واپس آیا تھا تو اس نے ایک دوسرا خط مہدی کا پیش کیا جس میں اہل قطیف کی اطاعت و رفاقت کا شکریہ لکھا ہوا تھا اور یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ ہر شخص چھتیس چھتیس دینار یحییٰ کی نذر کرے۔ شیعان قطیف نے خلوص دل سے اس حکم کی بھی تعمیل کی تھی۔ وہ پھر غائب ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد واپس آکر اس نے ایک تیسرا خط پیش کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ تم لوگ اپنے مال کا پانچواں حصہ امام زمان کے لیے یحییٰ کے حوالے کر دو۔ شیعان قطیف نے اس کی بھی فوراً" تعمیل کی۔ غرض یحییٰ آئے دن قبائل قیس میں آتا تھا اور ہر ایک بار ایک خط یہ کہہ کر کہ یہ مہدی امام زمان کی جانب سے ہے پیش کرتا رہا۔ اس کے بعد 286ھ میں ابو سعید جنانی نے بحرین میں قرامطہ کی دعوت کا اظہار واعلان کیا۔ جمادی

Marfat.com

الآخر میں گرد و نواح میں جس قدر اعراب اور قرامطہ تھے اس کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور وہ قرب وجوار کے قصبات دیہات کو تاخت وتاراج کرنے کے بعد بہ قصد بصرہ تطیف کی طرف روانہ ہوا۔ احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی والی بصرہ نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع کی۔ خلیفہ معتضد نے بصرہ کے دفاع کے خیال سے شہر پناہ بنانے کا حکم صادر کیا۔ جس کی تعمیر میں چودہ ہزار دینار صرف ہوئے۔ جس وقت ابو سعید بصرہ کے قریب پہنچا دارالخلافت سے بھی عباس بن عمر غنوی جو فارس کا والی تھا اور بہ ضرورت جنگ قرامطہ یمامہ و بحرین کا گورنر مقرر کیا گیا تھا دو ہزار سواروں کو لیے ہوئے بصرہ کی حفاظت کے لیے آ پہنچا۔ علاوہ اس دو ہزار فوج کے رضاکار پیادوں اور غلاموں کا ایک جم غفیر تھا۔ بصرہ کے باہر ابو سعید سے صبح سے شام تک بڑے زور شور کی لڑائی ہوتی رہی۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی پھر لڑائی چھڑ گئی۔ اس معرکے میں ابو سعید کو فتح نصیب ہوئی اور عباس گرفتار ہو گیا۔ لشکر گاہ کو قرامطہ نے چاروں طرف سے گھیر کر لوٹ لیا۔ اگلے دن قیدیوں کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ سب کے سب جل گئے۔ یہ واقعہ ماہ شعبان 286ھ کا ہے۔ اس جنگ سے فارغ ہو کر ابو سعید نے ہجر کا قصد کیا اور اس پر قبضہ حاصل کر کے اہل ہجر کو امان دے دی اور پھر بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ اہل بصرہ نے شکست خوردگان کے لیے کھانا اور سواریاں روانہ کیں۔ راستہ میں قبیلہ بنو اسد نے سواریوں کو ضبط کر لیا اور سواروں کا کام تمام کر دیا۔ اس سے بصرہ میں بڑی تشویش پھیلی اہل بصرہ جلاوطن ہو جانے پر آمادہ ہوئے لیکن امیر بصرہ واثقی نے روکا"۔

اس لڑائی سے قبل صوبہ جزیرہ میں دیار مضر اور دیار ربیعہ کے عربوں نے لوٹ مار اور قتل وغارتی کا بازار گرم کیا۔ یہ عرب ایوان خلافت اور بلاد اسلامیہ کے سارے علاقوں میں ترکوں' ایرانیوں اور بربریوں کی بالادستی کے خلاف تھے اور وہ اسی ناراضگی میں اپنے پرانے طریقہ زندگی کی طرف لوٹ گئے تھے یعنی قافلوں اور دیہات کو لوٹتے تھے اور جو کوئی بھی خلیفہ کے خلاف بغاوت کرتا تھا اس کی امداد واعانت کرتے تھے۔ ان لٹیرے اور سرکش عربوں میں بنو شیبان کا قبیلہ سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ اس قبیلہ کی ایک جماعت نے معتضد کے برسراقتدار آنے کے چند ہی ماہ بعد شورش برپا کی تھی۔ یکم صفر 280ھ کو معتضد خود اس شورش کو فرو کرنے کے لیے ان کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس نے ان پر حملہ کیا تھا

Marfat.com

جس کے دوران بہتیرے قتل ہوئے تھے اور بہتیرے دریائے دجلہ میں غرق ہو گئے تھے۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ لشکر کو اس قدر غنیمت ملی تھی کہ باربرداری دشوار ہو گئی تھی۔ اتنے اونٹ اور اتنی بھیڑ بکریاں ملی تھیں کہ ایک بکری ایک درہم اور ایک اونٹ پانچ درہم کو فروخت کیا گیا تھا۔ پھر جب معتضد واپس بغداد آیا تھا تو بنو شیبان کے ایک وفد نے اس سے ملاقات کرکے معافی کی درخواست کی تھی۔ معتضد نے اس میں سے پانچ سو افراد کو بطور یرغمال رکھ لیا تھا اور یہ وعدہ لیا تھا کہ وہ آئندہ لوٹ مار اور غارت گری نہیں کریں گے مگر یہ عہد نامہ رجب 286ھ میں ٹوٹ گیا جبکہ اس قبیلہ کی ایک جماعت الانبار گئی۔ دیہات کو لوٹا' جو لوگ مل گئے انہیں قتل کیا اور مویشیوں کو ہنکا لے گئے۔ احمد بن محمد جو خلیفہ کی جانب سے وہاں مامور تھا مگر اس میں ان کے مقابلے کی طاقت نہ تھی۔ اس نے دربار خلافت میں عرضداشت بھیجی جس میں بنو شیبان کی سرگرمیوں کی اطلاع تھی۔ بغداد سے نفیس المولدی اور احمد بن محمد الزرنجی اور المظفر بن حاج کو اس کی امداد کے لیے تقریباً ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا گیا۔ وہ لٹیرے اعراب کے مقام تک پہنچ گئے الانبار کے ایک موضع میں جو المنقبتہ کہلاتا تھا جنگ کی۔ جبکہ اعراب نے انہیں شکست دے دی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔ ان میں سے اکثر فرات میں غرق ہو گئے یا منتشر ہو گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع ایوان خلافت میں 24 رجب کو آئی۔ اعراب اس کے بعد وقتاً" فوقتاً" اس علاقے میں فساد کرتے رہتے اور دیہات میں بغاوت کرتے رہتے۔ معتضد نے رقہ سے العباس بن عمرو الغنوی اور خفیف الاذکو تکینی اور سرداروں کی ایک جماعت کو ان کے قتال کے لیے ان کی جانب روانہ کیا۔ یہ سردار آخر شعبان میں ہیت پہنچے۔ اعراب کو ان کی خبر پہنچ گئی تو وہ اس مقام سے جو الانبار کے دیہات میں تھا کوچ کر گئے۔ انہوں نے عین التمر اور کوفے کے اطراف میں ویسا ہی فساد کیا جیسا کہ انہوں نے الانبار کے علاقے میں کیا تھا۔ یہ واقعہ شعبان کے اواخر اور رمضان کے اوائل میں ہوا۔ 20 رمضان کو معتضد نے کوفے کے اطراف اور عین التمر میں مونس خازن کو اعراب کی جانب روانہ کیا۔ سرداروں میں سے عباس بن عمرو اور خفیف الاذکو تکینی وغیرہ کو اس کے ساتھ کر دیا۔ وہ موضع نینوا پہنچے تو معلوم ہوا کہ اعراب اپنے مقام سے کوچ کر گئے ہیں۔ بعض طریق مکہ کے بیابان میں اور بعض شام کے بیابان میں داخل ہو گئے ہیں۔ اسی سال

Marfat.com

قبیلہ طے نے عرب بدوؤں کو جس قدر ہو سکا جمع کر کے حجاج کے قافلوں پر مقام اجفر میں حملہ کیا اور سوداگروں کے مال واسباب کو لوٹ لیا۔ جس کی قیمت دس لاکھ دینار تھی' بغداد سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر بضعہ اعراب نے حاجیوں کے قافلہ پر پھر حملہ کیا۔ یہ قافلہ بہت بڑا تھا اور اس میں مسلح لوگ بھی تھے۔ ان لوگوں نے تقریباً تین ہزار لٹیروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ 27 ذی الحجہ کو پھر لڑائی ہوتی رہی۔ رات کو علیحدہ ہو گئے اگلے دن صبح سے دوپہر تک لڑائی ہوئی۔ اعراب پشت پھیر کر بھاگ گئے اور پھر جمع نہیں ہوئے۔ حاجی صحیح وسالم روانہ ہو گئے 27 محرم کو ابوالاغر اس طرح مدینتہ اسلام پہنچا کہ اس کے آگے صالح بن مدرک کا سر' جحنش کا سر صالح کے ایک حبشی غلام کا سر اور اس کے چچازاد بھائیوں سے چار قیدی تھے۔[9]"

287ھ میں 12 شوال کو یہ خبر آئی کہ قرامطہ نے کوفہ کے نزدیک بھی علم بغاوت بلند کر دیا اور انہوں نے جنبلاء کے دیہات پر حملہ کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔ قتل کر دیا ہے اور مکانوں میں آگ لگا دی ہے۔ ابن خلدون نے اس علاقے میں قرامطہ کے ظہور کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ "اس علاقہ میں قرامطہ کا داعی فرج بن یحییٰ بن عثمان قاشانی تھا۔ اس کو ذکرویہ بن مہرویہ کے لقب سے بھی ملقب کیا جاتا تھا۔ اس شخص نے زنگیوں کی سرکوبی کے واقعہ کے بعد سواد کوفہ میں اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ جب اس کے پیروؤں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو والی کوفہ احمد بن محمد طائی نے اس کی روک تھام کی غرض سے پیش قدمی کی۔ پہلے ہی حملہ میں قرامطہ منتشر ہو گئے اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد ذکرویہ' بنی اسد اور بنی طے کے بدوؤں کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے اس کے مذہب کو قبول نہ کیا۔ تب اس نے اپنے بیٹوں کو کلب بن وبرہ میں بھیجا۔ انہوں نے بھی رد کر دیا۔ مگر ان میں ایک گروہ قلیظ بن ضمضم بن عدی بن جناب اس مذہب کی جانب مائل ہو گیا اور اس نے ذکرویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ذکرویہ کا یہ دعویٰ تھا کہ میں امام اسماعیل بن امام جعفر صادق کی اولاد ہوں۔ اور میں ہی یحییٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن اسماعیل ہوں۔ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میرے پیروؤں کی تعداد ایک لاکھ ہے اور میرا ناقہ جس پر میں سوار ہوتا ہوں' مامور ہے۔ جو شخص اس کے ہمراہ ہو گا وہ فتحیاب ہو گا۔ خلیفہ معتضد کا غلام شبل رصافہ کی جانب سے ذکرویہ پر حملہ آور ہوا۔

Marfat.com

اتفاق سے ذکرویہ نے فتح پائی اور شبل مارا گیا۔ تب محمد بن احمد طائی نے چڑھائی کی اور اس معرکہ میں قرامطہ کو شکست ہوئی۔ بعض قرامطہ گرفتار کر لیے گئے جن میں ان کا ایک سردار بھی تھا۔ احمد بن طائی کے غلام شبل نے' جس نے اس مہم کی سرکردگی کی تھی اس قرامطی سردار کو دربار خلافت میں پیش کیا۔ خلیفہ معتضد نے اس سے مخاطب ہو کر کہا "کیا تمہیں یہ زعم ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے انبیاء کرام کی روحیں تمہارے جسموں میں حلول کر گئی ہیں جس کی وجہ سے تم لوگ لغزشوں اور گناہوں سے محفوظ رہتے ہو اور اعمال صالح کی تم میں توفیق پیدا ہوتی ہے اس نے جواب دیا: 'اگر ہم میں روح اللہ حلول ہوئی ہے تو آپ کا کیا نقصان؟ اور اگر روح ابلیس حلول کر گئی ہے تو کیا فائدہ؟ ان لغو مذاکرات کو چھوڑیئے جو مفید امر ہو اس کا تذکر کیجئے' خلیفہ معتضد نے کہا تم ہی ان باتوں کو چھیڑو جس سے فائدہ اور نقصان کی امید ہو۔ وہ بولا: رسول اللہ ؐ نے اس دارفانی سے انتقال فرمایا۔ اس وقت تمہارے مورث اعلیٰ عباس بن عبدالمطلب بقید حیات تھے۔ مگر حکومت اور خلافت کے طالب نہ ہوئے اور نہ کسی نے ان کی بیعت کی۔ بعد ازاں ابوبکر نے وفات پائی اور عمر کو اپنا جانشین بنایا۔ اس وقت بھی عباس زندہ تھے اور عمر کے پیش نظر تھے مگر عمر نے نہ تو عباس کو اپنا ولی عہد بنایا اور نہ ارباب حل و عقد میں شامل کیا۔ ارباب حل و عقد میں چھ آدمی تھے۔ یہ امر بالا جماع اور بالاتفاق ثابت ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارا مورث اس کا مستحق نہ تھا یا کم از کم ابوبکر و عمر نے تمہارے مورث کو اس مہتمم بالشان کام کا مستحق نہ تصور کیا۔ پھر کس استحقاق سے تم لوگ دعویدار خلافت اور خلیفہ بنے ہو' خلیفہ معتضد سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ جھلا اٹھا۔ حکم دیا اس کی کھال کھینچ کے جوڑ جوڑ علیحدہ کر دو۔ اس کے اس حکم کی تعمیل ہوئی اور تھوڑی دیر میں وہ مر گیا!" طبری کے بیان کے مطابق "معتضد کے حکم کے مطابق قرامطہ کے سردار ابن ابی فوارس کی داڑھیں اکھاڑ دی گئیں۔ اس کے ایک ہاتھ کو صبح کے وقت ایک وزنی باٹ سے بیکار کر دیا گیا اور دوسرے میں پتھر لٹکا دیا گیا۔ اسی حال میں دوپہر سے شام تک چھوڑ دیا گیا دوسرے روز اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے اور گردن مار کر شرقی جانب لٹکا دیا گیا۔!!" چند روز بعد اس کی لاش الیاسریہ روانہ کر دی گئی اور وہاں اسے لٹکایا گیا۔

خلیفہ معتضد نے ربیع الثانی 289ھ مطابق 15 اپریل 902ء کو وفات پائی۔ اس کی وفات

Marfat.com

سے قبل قرامطہ سواد کوفہ میں شکست کھانے کے بعد دمشق پہنچ گئے۔ ان دنوں دمشق کی گورنری پر طغج بن جف' ہارون بن خمارویہ کی طرف سے مامور تھا۔ قرامطہ نے اطراف دمشق میں قتل وغارت اور عام خونریزی کا بازار گرم کیا۔ طغج نے کئی بار معرکہ آرائی کی مگر قرامطہ نے ہر حملہ میں اس کو شکست دی اور اس طرح قرامطہ کی پر تشدد تحریک .بحرین' عراق اور شام میں پھیل گئی۔ اسی سال خلیفہ معتضد بیمار ہوا اور 22 ربیع الثانی مطابق 15 اپریل 902ھ کو اس نے وفات پائی۔ اس کی مدت خلافت پونے دس سال رہی۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ خلیفہ معتضد کے زمانہ خلافت میں اکثر صوبہ جات پر امراء لشکر قابض ہو گئے تھے اور انہوں نے دربار خلافت سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ مثلاً خراسان اور ماوراالنہر پر اسماعیل بن احمد سامانی قابض تھا۔ بحرین قرامطہ کے قبضہ میں تھا۔ مصر میں ابن طولون کی حکومت کا طوطی بول رہا تھا۔ ابن اغلب افریقہ کو دبائے ہوئے تھے اور بجستان طاہر بن محمد بن لیث کے زیر تسلط تھا۔

Marfat.com

باب : 15

# خلیفہ المکتفی باللہ

## قرامطہ کی مسلسل بغاوتیں اور ان کی سرکوبی

معتضد کی وفات کے بعد اس کا بیٹا علی مکتفی تخت نشین ہوا۔ وہ ایک ترک لونڈی کے بطن سے تھا۔ مکتفی کے زمانہ میں قاسم بن عبیداللہ منصب وزارت پر بحال رہا۔ 291ھ میں اس کا انتقال ہوا تو عباس بن حسن وزارت پر آیا۔

289 ہجری میں علی بن معتضد مکتفی باللہ تخت نشین ہوا تو عباسی سلطنت کا رہا سہا وقار بھی فنا ہو گیا۔ سلطنت کے وقار کو بالکل ختم کرنے کی ابتدا وزیر السلطنت قاسم بن عبیداللہ نے کی۔ معتضد مرحوم کا معتمد غلام بدر فارس کا سپہ سالار تھا۔ قاسم کو اس سے عداوت تھی جس کا سبب یہ تھا کہ قاسم نے معتضد کے بعد خلافت کو معتضد کی اولاد کے علاوہ کسی اور کے سپرد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں بدر سے گفتگو کی تھی مگر بدر نے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ خلافت اپنے اس آقا کی اولاد سے پھیروں جو میرا ولی نعمت ہے۔ لیکن اب جبکہ معتضد کا بیٹا مکتفی خلیفہ بن گیا اور بدر کی فارس میں غیرحاضری کے دوران قاسم نے اس کی بیعت عام کا انتظام کیا تو اسے یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ بدر مکتفی کو آگاہ کر دے گا کہ میں نے اس کی ولی عہدی کی مخالفت کی تھی اور پھر میری خیر نہیں ہو گی۔ ویسے بھی قاسم بدر سے حسد کرتا تھا کہ معتضد کے عہد میں بدر سپہ سالار اعظم تھا۔ تمام امور سلطنت پر غالب تھا اور جتنے غلام و خدام تھے سب اس کی اطاعت کرتے تھے۔ لہٰذا اس نے سوچا کہ بدر کے قتل کا کوئی نہ کوئی راستہ نکالنا چاہئے مکتفی خود بھی اپنے والد کی زندگی میں بدر سے نفرت کرتا تھا اور اسے اندیشہ تھا کہ بدر اس کی خلافت کے راستے میں حائل ہو گا۔ جب معتضد کی وفات ہوئی مکتفی اس وقت رقہ

Marfat.com

میں تھا۔ قاسم نے اس کی غیر حاضری میں بغداد میں اس کے لیے بیعت کا انتظام کیا اور جب اس نے مکتفی کے غلاموں سے بیعت لی تو پھر مکتفی کو بغداد بلایا۔ جبکہ بدر فارس ہی میں تھا۔ چونکہ مکتفی قاسم کی اس کارگزاری سے خوش ہوا تھا اس لیے اس نے اسے وزارت پر بحال رکھا۔ اور قاسم نے اپنی بحالی کا فرمان حاصل کرنے کے فوراً بعد بدر کی شکایتیں شروع کر دیں اور ڈرایا کہ بدر بغاوت کی فکر میں ہے۔ مکتفی نے یہ سن کر خفیہ پیغامات کے ذریعے ان سرداروں کو بغداد بلالیا جو بدر کے ساتھ تھے اور انہیں انعام واکرام سے نوازا۔ بدر ان لوگوں کی علیحدگی کے بعد واسط چلا گیا۔ خلیفہ مکتفی نے اس کا نام فوجی دفتر سے خارج کر دیا۔ اس کی جائیداد ضبط کرلی۔ اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا اور پھر حسن بن علی کو ایک بڑا لشکر دے کر واسط بھیجا۔ جب حسن بن علی واسط پہنچا تو بدر نے بغاوت کا کوئی اظہار نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ میں بغداد میں اپنے آقائے نامدار کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور بالمشافہ عرض و معروض کروں گا۔ وزیر قاسم تک بدر کے اس ارادہ کی خبر پہنچی تو اس نے خلیفہ مکتفی سے کہا کہ بدر کا دارالخلافہ میں آنا قرین مصلحت نہیں ہے۔ خلیفہ اس کے مکروفریب اور سازشوں سے غافل نہ رہیں دریں اثنا جب بدر کو معلوم ہوا کہ بغداد میں اس کے مکانات ضبط کر لیے گئے ہیں اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا گیا ہے تو اسے اپنے خلاف شرارت کا یقین ہو گیا۔ چنانچہ اس نے کسی کو بغداد بھیجا تاکہ وہ اس کے بیٹے بلال کی رہائی کی تدبیر کرے۔ قاسم کو پتہ چلا تو اس نے بلال کو سختی سے نظر بند کر دیا اور اسے بدر تک نہ جانے دیا۔ اس نے ابو خازم قاضی شرقیہ کو بلایا اور اسے بدر کے پاس جانے' اس سے ملنے' اس کا دل خوش کرنے' اس کو اس کی جان و مال اور اولاد کو امیرالمومنین کی جانب سے امان دینے کا حکم دے۔ ابو خازم نے اس سلسلے میں امیرالمومنین کا تحریری امان نامہ مانگا تو قاسم نے اسے واپس بھیج دیا اور پھر قاضی ابو عمر محمد بن یوسف کو بلایا اور اسے بھی وہی حکم دیا جیسا ابو خازم کو دیا تھا۔ اس نے فوراً قبول کرلیا۔ قاسم نے مکتفی کی جانب سے ایک امان نامہ ابو عمر کو دیا۔ وہ اسے بدر کے پاس لے گیا۔ بدر یہ امان نامہ وصول کرکے بہت خوش ہوا اور فوراً" بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔ بدر نے دجلہ کو عبور کیا اور نعمانیہ تک پہنچ گیا۔ اس نے اپنے غلاموں اور ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہتھیار اتار دیں اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ قاسم نے یہ سن کر محمد بن اسحاق بن کنداج کو

Marfat.com

چند غلاموں کے ہمراہ ایک تیز رو کشتی میں بھیجا۔ انہوں نے راستے میں بدر کو پکڑ لیا اور اسے جزیرہ صافیہ میں لے گئے۔ جب بدر کو اس جزیرہ میں اپنے قتل کا یقین ہو گیا تو اس نے کہا کہ اتنی مہلت دے دو کہ دو رکعت نماز ادا کر لوں۔ یہ مہلت مل گئی۔ اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو پھر اس کی گردن مار دی گئی۔ یہ واقعہ 7 رمضان 289ھ بروز جمعہ کا ہے۔ اس کی لاش کو اس کے لواحقین مکہ معظمہ لے گئے اور اس کی وصیت کے مطابق اسے وہاں دفن کیا گیا۔ عوام اس بد عہدی کو دیکھ کر خلیفہ وزیر اور قاضی تینوں سے برگشتہ ہو گئے بالخصوص انہوں نے قاضی کو بہت برا بھلا کہا اور اس کے خلاف ہجویں لکھیں ایک شاعر کی ہجو کا حاصل یہ تھا:

اے بے حیا' اے سب سے زیادہ جھوٹے اور اے جھوٹی شہادت دینے والے۔ یہ قاضیوں کا فعل نہیں ہے۔ اس جسارت کو کون اچھا سمجھے گا۔ یہ تو نے بہترین مہینے کے روشن جمعہ میں کس فعل کا ارتکاب کیا۔

جس کو تو نے رمضان میں قتل کیا وہ تو سجدہ مغفرت کر کے روزے کی حالت میں چلا گیا۔

اے یوسف بن یعقوب کی اولاد' اہل بغداد تم سے دھوکے میں رہے۔

اللہ تمہارے گروہ کو ہلاک کرے اور مجھے اس وزیر کی زندگی ہی میں تمہاری ذلت دکھائے تاکہ منکر نکیر کے بعد حاکم عادل کے روبرو جواب دہ ہو[1]۔"

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ماور النہر اور خراسان کے والی اسماعیل بن احمد سامان کے سپہ سالار محمد بن ہارون والی طبرستان نے' جس نے محمد بن زید علوی کو شکست دے کر اسماعیل کا دائرہ سلطنت ماور النہر سے طبرستان تک وسیع کر دیا تھا' اسماعیل سامانی سے بغاوت کر دی اور دولت علویہ کی دعوت دی۔ ابن حسان دیلمی نے اس سے اتفاق کیا۔ اسماعیل کو خبر لگی تو اس نے ابن حسان کے خلاف ایک لشکر بھیجا۔ اب حسان مقابلہ پر آیا لیکن شکست کھا کر بھاگا۔ ان دنوں رے کی حکومت پر خلیفہ مکتفی کی جانب سے اغرتمش ترکی متعین تھا۔ اس نے اہل رے کے ساتھ بدسلوکی کی اور ظلم کیا۔ اہل رے نے اس سے تنگ آکر محمد بن ہارون کو لکھ بھیجا۔ اب ہارون آیا اس نے اغرتمش کو شکست دی اور اس پر قابض ہو گیا۔ اس صورتحال میں خلیفہ مکتفی نے اسماعیل سامانی کو رے کی سند گورنری بھیج دی۔ اسماعیل نے فوج کشی کی اور اس نے پہلے ہی حملہ میں محمد ہارون کو

Marfat.com

شکست فاش دی۔ وہ رے سے بھاگ کر قزوین پہنچا۔ جب قزوین میں بھی پناہ کی صورت نہ دیکھی تو زنجان چلا گیا۔ زنجان میں بھی امان نہ ملی تو طبرستان پہنچا اور دیلم میں پناہ گزیں ہوا۔ سامانی رے پر قبضہ کرنے کے بعد جرجان پر اپنے غلام نارس کبیر کو مقرر کیا اور یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو محمد بن ہارون کو حاضر کرو۔ نارس کبیر نے مصالحت کرا دینے کا فریب دیکر محمد بن ہارون کو بلایا۔ محمد دیلم سے بخارا کی طرف آرہا تھا کہ اسماعیل نے چند آدمیوں کو بھیج کر اسے راستے میں گرفتار کرلیا اور پھر جیل میں ڈال دیا۔ جہاں ایک ماہ بعد وہ مرگیا۔

یہ واقعہ شعبان 290ھ میں ہوا جبکہ قرامطہ بلاد شام کو قتل و غارت کرکے زیر و زبر کر رہے تھے اور انہوں نے ہارون بن خمارویہ بن احمد بن طولون کے گورنر طغج بن جف کا محاصرہ کر رکھا تھا ان میں بہت سی لڑائیاں ہوئی تھیں جن میں یحییٰ بن فرج المعروف ذکرویہ بن مہرویہ ایک گروہ کثیر کے ساتھ مارا گیا تھا اور قرامطیوں نے اس کے بھائی احمد کی بیعت کرلی تھی جو حسین بن ذکرویہ کہلاتا تھا۔ حسین کی کنیت ابوالعباس تھی۔ اس کے منہ پر ایک تل تھا جس کی نسبت اس کا اعتقاد تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔ یہ اپنے آپ کو "مہدی امیرالمومنین" کے لقب سے ملقب کرتا تھا۔ تھوڑے دن بعد اس کا چچا زاد بھائی عیسیٰ بن مہرویہ' عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسماعیل امام اس کے پاس آگیا۔ چنانچہ اس نے عیسیٰ کو اپنا ولی عہد بنایا اور مدثر کا خطاب دیا۔ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ وہی مدثر ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس نے اپنے خاندان میں سے ایک لونڈے کو "مطوق" کا لقب دیا تھا۔ وہ چپکے چپکے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا تھا چنانچہ بہت سے خانہ بدوش بدوؤں نے اسکا مذہب قبول کرلیا تھا۔ وہ ان بدوؤں کی امداد سے دمشق کا محاصرہ کیے رہا۔ حتیٰ کہ اہل دمشق نے کچھ زر نقد دے کر مصالحت کرلی۔ اس کے بعد اس نے حمص' شام اور بعلبک پر فوج کشی کی۔ بہت بڑی خونریزی کا مرتکب ہوا۔ عورتوں اور بچوں تک کو قتل سے نہ چھوڑا۔ آخر کار ان شہروں کو پامال اور تاخت و تاراج کرکے سلیم کی جانب بڑھا۔ سلیم میں بنی ہاشم کا ایک گروہ مقیم تھا۔ ان لوگوں کو بھی اس نے تہ تیغ کیا مدرسے کے چھوٹے چھوٹے بچے اور چوپائے تک اس کی تیغ ستم سے نہ بچ سکے۔[1]"

طبری شام میں قرامطہ کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ذکرویہ بن مہرویہ

Marfat.com

جب خلیفہ معتضد کی فوجی مہمات کے باعث سواد کوفہ میں اپنے مقصد میں ناکام رہا تھا تو اس نے اپنی اولاد کو بنی کلب کے پاس بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو علی ابن ابی طالب اور محمد بن اسماعیل بن جعفر سے منسوب کیا تھا۔ اس پر اواخر 289ھ میں یعنی خلیفہ مکتفی کے دور حکومت میں بنی کلب کی ایک جماعت نے بیعت کرلی اور انہوں نے اسے شیخ کا لقب دیا۔ اس نے بھی اپنے آپ کو یہی لقب دیا اور یقین دلایا کہ وہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا یہ دعویٰ جھوٹا تھا۔ محمد بن اسماعیل کا عبداللہ کے نام کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ جب طغج کے ساتھ لڑائیوں میں یحییٰ بن ذکرویہ مارا گیا تو اس کے پیروؤں نے اس کے بھائی حسین کی بیعت کرلی۔ حسین کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمد ہے۔ ان دنوں جن مقامات پر قرامطیوں کا قبضہ تھا ان کے منبروں پر اس کا نام امیرالمومنین کے طور پر لیا جانے لگا"۔

خلیفہ مکتفی کو اواخر 289ھ میں بلاد شام میں قرامطیوں کی غارت گری کی اطلاعات ملیں تو اس نے ان کی سرکوبی کے لیے تیاری شروع کی۔ "25 محرم 290ھ کو رقہ سے علی بن عیسیٰ نے یہ اطلاع دی کہ اب قرمطی بن ذکرویہ عرف شیخ ایک بڑے مجمع کے ساتھ رقہ میں آیا ہوا ہے۔ شاہی لشکر کی ایک جماعت نکلی جن کا سردار مکتفی کا ایک غلام سبک تھا۔ اس پر انہوں نے حملہ کیا۔ سبک مارا گیا۔ سپاہی بھاگ گئے۔ 6 ربیع آخر کو یہ خبر آئی کہ طغج بن جف نے دمشق سے قرمطی کے مقابلے کے لیے ایک لشکر بھیجا جس کا سردار بشیر نامی ایک غلام تھا۔ قرمطی نے اس سے جنگ کی۔ لشکر کو شکست دی اور بشیر کو قتل کر دیا۔ یہ اطلاع ملنے پر مکتفی نے ابوالاغر کی سرکردگی میں دس ہزار کا لشکر بھیجنے کا حکم دیا اس وقت دمشق میں طغج کے ساتھ قرامطیوں کی لڑائیاں جاری تھیں - - - 16 شعبان کو یحییٰ بن ذکرویہ قرمطی کے قتل کی خبر ملی اور اسے بھی پتہ چلا کہ بہت سے بدوؤں نے اس کے بھائی حسین کو اس کا جانشین مان لیا ہے اور پھر اس کے بعد پے در پے یہ خبریں آئیں کہ حسین نے وسیع پیمانے پر قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع کر دیا ہے - - - 12 رمضان کو مکتفی بغداد سے موصل روانہ ہوا اور 15 رمضان کو ابوالاغر حلب گیا۔ وہ وادی بطنان میں اترا۔ یکایک قرامطیوں نے حملہ کر دیا۔ جبکہ ابوالاغر کے لشکری ٹھنڈے پانی سے نہا رہے تھے۔ وہ

Marfat.com

شخص جس کا عرف المطوق تھا ان کی طرف بڑھا اور اسی حالت میں ان پر حملہ کر دیا۔ اس نے مخلوق کثیر کو قتل کیا۔ لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ ابو الاغر اور اس کے تقریباً ایک ہزار ساتھی بچے اور وہ حلب پہنچے۔ قرامطی حلب کے دروازے پر پہنچے تو ابوالاغر اور اہل شہر نے انہیں شکست دی۔ خلیفہ مکتفی رقہ پہنچ گیا اور یہاں سے اس نے محمد بن سلیمان کی سرکردگی میں ایک بہت بڑا لشکر بھیجا۔ اس کے لشکر کا حماۃ کے قریب قرامطیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ قرامطیوں کو شکست ہوئی۔ شاہی لشکر نے کوفہ تک تعاقب کیا۔ محمد بن سلیمان دراصل ابن طولون کا ایک نامور سپہ سالار تھا اور اس کی افواج کا خزانچی تھا مگر بوجوہ ابن طولون سے کشیدہ خاطر ہو کر عباسی خلیفہ کے درباریوں میں شامل ہو گیا تھا۔ اس نے قرامطیوں کے خلاف اس معرکہ میں بہت جانفشانی سے کام کیا۔ اور اس کی فتح کا یہ واقعہ محرم 291ھ میں ہوا۔ اس نے قرامطیوں کا کوفہ تک تعاقب کیا۔ راستے میں ان کے سردار حسین بن ذکرویہ المعروف صاحب شامہ کو پکڑ لیا اور اسے اس کے ساتھیوں سمیت دربار خلافت میں بھیج دیا۔ ربیع الاول 291ھ میں خلیفہ مکتفی نے ایک چبوترہ بنوایا اور 23 ربیع الاول کو اس نے حکم دیا کہ حسین بن ذکرویہ القرمطی اور اس کے تقریباً تین سو ساتھیوں کو وہاں لایا جائے۔ حسین کو لایا گیا اور اس کے ساتھ اس کا چچا زاد بھائی مدثر بھی ایک خچر پر اس عماری میں تھا جس پر پردہ لٹکا دیا گیا تھا۔ ان دونوں کو چبوترے پر بٹھایا گیا۔ اور ان کے قیدیوں میں سے چونتیس آدمیوں کو آگے کیا گیا اور یکے بعد دیگرے اس طرح ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور گردنیں مار دی گئیں کہ آدمی کو پکڑا جاتا تھا پھر اسے سر کے بل ڈال دیا جاتا تھا پھر اس کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا اور اسے نیچے پھینک دیا جاتا تھا پھر اسے بٹھایا جاتا تھا پھر اس کا سر کھینچا جاتا تھا اور اس کی گردن مار دی جاتی تھی اور سر اور لاش کو نیچے پھینک دیا جاتا تھا جب اس طرح چونتیس آدمیوں کو قتل کر دیا گیا تو مدثر کو آگے کیا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ گردن مار دی گئی۔ پھر حسین القرمطی کو آگے کیا گیا۔ اسے دو سو کوڑے مارے گئے۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے پھر ایک لکڑی لی گئی اس میں آگ لگائی گئی اور اسے اس کے دونوں کولہوں اور پیٹ پر رکھا گیا پھر اس کی گردن مار دی گئی اور اس کا سر ایک لکڑی پر بلند کیا گیا - - - یہ شخص اپنے عمال کے نام جو فرمان لکھا کرتا تھا اس کی ابتدائی سطور یہ ہوتی تھیں بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ عبداللہ احمد بن عبداللہ کی جانب سے

Marfat.com

ہے اور اللہ کی طرف سے اس کی مدد کی گئی ہے۔ جو اللہ کے دین کا مددگار ہے اللہ کے کام کو قائم کرنے والا ہے۔ اللہ کا حکم دینے والا ہے۔ اللہ کی اس کتاب کی دعوت دینے والا ہے جو اللہ کے محترم امور کی حفاظت کرنے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں پسندیدہ ہے مسلمانوں کا امیر اور مومنین کا امام ہے۔ منافقین کو ذلیل کرنے والا ہے۔ خلاف حق چلنے والوں کا قاتل' فساد کرنے والوں کا ہلاک کرنے والا۔ اہل بصیرت کا چراغ۔ طالبان نور کی روشنی' مخالفین کو گندہ کرنے والا۔ سید المرسلین کی نسبت کا انتظام کرنے والا۔ وہ خیرالو میسین کا بیٹا ہے' اس پر اور اس کے اہل بیت الطاہرین پر اللہ کا بہت زیادہ درود و سلام ہے۔'' تاہم اس خود ساختہ امیرالمومنین کے مارے جانے کے بعد بھی قرامطہ کا فتنہ ختم نہ ہوا کیونکہ اس کا باپ ذکرویہ بن مہرویہ ابھی زندہ تھا اور اس کا بھائی علی بن ذکرویہ مصروف پیکار تھا۔ حسین کے قتل کے بعد علی نے اپنے لشکر کے ساتھ طبریہ کی طرف پیشقدمی شروع کی اور پہنچتے ہی اس کو لوٹ لیا۔ پھر وہ یمن چلا گیا اور وہاں اپنے ایلچیوں اور ہوا خواہوں کو جمع کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس نے یمن کے اکثر شہروں پر قبضہ کرلیا۔ صنعاء کی جانب بڑھا جعفر والی صنعاء شہر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ علی نے جی کھول کر صنعاء کو تاخت و تاراج کیا۔

دریں اثناء جب محمد بن سلیمان قرامطیوں کے خلاف عظیم الشان فتح حاصل کرنے کے بعد واپس بغداد جا رہا تھا تو راستہ میں مصرو شام کے حکمران ہارون بن خمارویہ کے غلام بدر حمامی کا مصر سے اور محمد فائق کے دمشق سے خط ملے جن میں بتایا گیا تھا کہ مصروشام میں طولونی سلطنت زوال پذیر ہے۔ اس کی انتظامی قوت سلب ہو گئی ہے۔ آپ تھوڑی سی فوج لیکر آیئے اور بلا تکلیف قبضہ کر لیجئے۔ ہم بھی آپ کی مدد کریں گے۔ محمد بن سلیمان نے بغداد پہنچ کر خلیفہ مکتفی کو ان خطوط کے مضمون سے آگاہ کیا تو مکتفی نے اسی وقت فوج کشی کا حکم دے دیا۔ اس نے بازیار کے غلام دمیانہ کو ایک بحری بیڑہ دے کر دریائے نیل کے راستے مصر کے محاصرے کے لئے بھیجا اور محمد بن سلیمان کو خشکی کے راستے مصر کی جانب روانہ کیا۔ دونوں نے آمد و رفت کی تمام راہیں بند کر دیں اور خشکی اور دریا کی طرف سے محاصرہ کرلیا۔ سب سے پہلے بدر حمامی نے مصر سے نکل کر امان حاصل کی۔ بعد ازاں لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔ ایک بڑی جماعت نے حاضر ہوکر علم خلافت کے سامنے گردن جھکا دی۔ تاہم ہارون بن خمارویہ لڑائی کے لیے میدان میں آیا۔ کئی ہفتے تک لڑائی ہوتی

Marfat.com

رہی۔ ابھی جنگ کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ ایک روز ہارون بن خمارویہ کے لشکر میں ہنگامہ جنگ برپا ہو گیا۔ ہارون بن خمارویہ شور و غل سن کر باہر آیا اور سمجھانے بجھانے لگا۔ اس موقع پر اتفاقاً" ایک تیر اس کے گلے میں لگا اور وہ مر گیا۔ اس کے بعد اس کے لشکریوں نے ہارون کے چچا شیبان کو اپنا امیر بنایا۔ شیبان نے داد و دہش سے لشکر کو اپنا مطیع بنالیا اور پھر لڑائی شروع ہو گئی اور ایک دو جھڑپوں کے بعد محمد بن سلیمان نے شیبان کے لشکریوں کے پاس امان دینے اور ان کی خطائیں معاف کرنے کا خط روانہ کیا۔ لشکریوں نے اسے منظور کرلیا۔ شیبان لشکریوں سے علیحدہ ہوکر روپوش ہو گیا۔ اور جس وقت محمد بن سلیمان نے مصر شہر میں داخل ہوکر قبضہ حاصل کرلیا اس وقت شیبان نے خفیہ طور پر امان حاصل کی اور محمد بن سلیمان کے پاس آیا اس کے بعد محمد بن سلیمان نے کل بنو طولون کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ ان کا مال و اسباب ضبط کرلیا اور انہیں دربار خلافت میں بھیج دیا۔ اس طرح ماہ صفر 292ھ میں مصر و شام میں طولونی خاندان کی آزاد و خود مختار حکومت کا خاتمہ ہوا۔ یہ طولونی سلطنت خلیفہ معتمد کے دور حکومت میں احمد بن طولون نے 254ھ میں قائم کی تھی اور تقریباً چالیس سال کے بعد اس کا خاتمہ ہوا اور مصر و شام کے علاقے پھر سے خلیفہ بغداد کی ماتحتی میں آگئے۔ خلیفہ معتمد کے عہد میں ہی ماور النہر کے علاقے میں 261ھ میں نصر بن احمد بن اسد بن سامان نے آزاد و خودمختار سامانی سلطنت کی بنیاد رکھی تھی' اب تقریباً تیس سال کے بعد یہ سلطنت بدستور قائم تھی اور اس کے حکمران اسماعیل بن احمد کا دائرہ سلطنت بہت وسیع ہو گیا تھا۔ اس کا حکم ماورالنہر سے لیکر خراسان' طبرستان' اور دیلم تک چلتا تھا۔ اسی اسماعیل کے ہاتھوں عمرو بن اللیث کی صفاریہ سلطنت کا خاتمہ ہوا تھا۔ یہ سلطنت یعقوب بن اللیث نے خلیفہ معتمد کے عہد میں بجستان میں قائم کی تھی اور عمرو بن اللیث نے اس کو فارس اور خراسان تک وسیع کرلیا تھا۔ اسماعیل نے ہی طبرستان اور دیلم میں محمد بن زید کی زیدیہ سلطنت کو ختم کیا تھا۔

293ھ میں جب علی بن ذکرویہ صنعاء پر قبضہ کرچکا تھا تو قرامطیوں کے "امام مہدی" ذکرویہ بن مہرویہ نے بنی قیس کے پاس جنہوں نے سماوہ میں ایک مدت قیام اختیار کرلیا تھا' عبداللہ بن سعید موسوم ابو غانم کو خط دے کر روانہ کیا۔ اس خط میں لکھا تھا "یحییٰ کو بذریعہ وحی معلوم ہوا ہے کہ صاحب شامہ (حسین موسوم بہ احمد) اور اس کا بھائی یحییٰ موسوم بہ شیخ

Marfat.com

عنقریب پھر آنے والے ہیں۔ اور ان کے بعد امام زمان ظاہر ہوں گے اور تمام روئے زمین کو عدل و انصاف سے معمور کریں گے" چنانچہ ابو غانم نے قبیلہ کلب میں پہنچ کر ان خیالات کو پھیلایا اور ان لوگوں کو مذہبی سپاہی بنا کر شام کا رخ کیا۔ پہلے بصرے کو لوٹا' اس کے بعد اذرعات کی پامالی کے لیے بڑھا اور اسے بھی پامال کرکے دمشق پر جا اترا۔ ان دنوں دمشق کی عنان حکومت احمد بن کیغلغ کے ہاتھ میں تھی۔ احمد وہاں نہیں تھا۔ وہ شاہی لشکر کی کمک کے لیے مصر گیا ہوا تھا۔ اس کے نائبوں نے ابو غانم کا مقابلہ کیا اور اسے مار بھگایا۔ وہ وہاں سے اردن پہنچا۔ وہاں اس نے اچانک حملہ کرکے والی اردن کو شکست دی۔ والی اردن مارا گیا۔ اس سے ابو غانم کا حوصلہ بڑھا اس نے طبریہ کی طرف پیش قدمی کی اور اسے بھی لوٹ لیا۔ خلیفہ مکتفی نے ایک عظیم لشکر حسین بن حمدان کی ماتحتی میں ان باغیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ ابوغانم یہ خبر پاکر ساوہ کی طرف بھاگا۔ شاہی فوج نے تعاقب کیا۔ ہزارہا قرامطی پیاس سے مرگئے۔ بالاخر حسین ان لوگوں کو گرفتار کرکے امیر کی جانب لوٹا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شاہی لشکر نے ابو غانم کو گرفتار کرکے قتل کر ڈالا تھا اور اس کے بعد اس کی جمعیت منتشر ہوئی تھی۔ یہ واقعہ 293ھ کا ہے۔ ان واقعات کے بعد قرامطہ جمع ہوکر صوار کی طرف گئے جہاں کے ذکرویہ بیس سال سے چھپا ہوا تھا۔ سب قرامطی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ذکرویہ نے ان پر اپنی جانب سے قاسم بن احمد بن علی کو بطور اپنے نائب کے مقرر کیا اور انہیں بتایا کہ ان کی دینی اور دنیوی فلاح اس میں ہے کہ وہ اپنے امیر کے دائرہ اطاعت سے ذرا بھی قدم باہر نہ نکالیں اس کے بعد ذکرویہ پھر روپوش ہو گیا۔ یہ لوگ اسے سید کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ قاسم بن احمد اس کی جانب سے تمام مذہبی اور سیاسی امور انجام دیتا تھا۔ خلیفہ مکتفی نے ان کی سرکوبی کے لیے فوجیں بھیجی۔ ان فوجوں نے قرامطیوں کو ان کے علاقے میں پسپا کر دیا اور ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ اس کے بعد قرامطی حاجیوں کے قافلہ کو لوٹنے کے لئے بڑھے۔ انہوں نے حلوان کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے واقصہ کو جا کر گھیر لیا۔ اہل واقصہ نے قلعہ بندی کرلی۔ قرامطیوں نے اس کی مضافات کے چشموں اور کنوؤں کا پانی خراب کر دیا۔ خلیفہ مکتفی نے محمد بن اسحاق بن کنداج کی قیادت میں فوج بھیجی۔ لیکن اس فوج کا قرامطیوں سے ٹکراؤ نہ ہوا۔ اور یوں فوج لڑائی کے بغیر ہی واپس آگئی۔ قرامطیوں نے پہلے قلعہ میں محصور حاجیوں کو امان دینے کا

Marfat.com

وعدہ کیا جب حاجیوں نے ہتھیار ڈال دیئے تو قرامطیوں نے ان کا مال واسباب لوٹ لیا اور بہت سے حاجیوں کو تہ تیغ کیا۔ اس کے بعد قرامطیوں نے محرم 294ھ میں خراسانی حاجیوں کے ایک قافلہ کو مکہ کے راستے میں العقبہ میں روکا۔ ان لوگوں نے ان سے شدید جنگ کی۔ ذکرویہ نے بڑی بدسلوکی کے ساتھ پوچھا کہ آیا تم سرکاری جماعت ہو۔ انہوں نے جواب دیا نہیں ہم تو حاجی ہیں اس نے یہ سن کر کہا' اچھا تم لوگ جاؤ میں تمہارا قصد نہیں کرتا۔ جب قافلہ روانہ ہوا تو اس نے تعاقب کرکے ان پر حملہ کیا۔ ذکرویہ کے ساتھیوں نے مردوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ جن عورتوں کو چاہا گرفتار کرلیا اور جو کچھ قافلے میں تھا سب پر قابض ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ جس وقت قرامطی حاجیوں کے اس قافلے کو قتل کر رہے تھے اور لوٹ رہے تھے تو یکایک خراسانی قافلہ آگیا۔ قرامطیوں کی ایک جماعت ان کی جانب نکلی اور ان پر حملہ کر دیا جب ذکرویہ حاجیوں کے اس تیسرے قافلے سے فارغ ہو گیا۔ ان کے مال لے لیے۔ ان کی عورتوں کو تباہ کر چکا تو جوہڑوں اور کنوؤں کو انسانوں اور جانوروں کی لاشوں سے بھرنے کے بعد اسی وقت العقبہ سے روانہ ہو گیا۔ طبری کا تخمینہ یہ ہے کہ ذکرویہ نے اس سال حاجیوں کے کئی قافلوں پر حملے کرکے تقریباً بیس ہزار حاجیوں کو قتل کیا۔ قدرتی طور پر خلیفہ مکتفی کے لیے یہ صورت حال قابل برداشت نہیں تھی چنانچہ اس نے وصیف بن سوار تکین کے ماتحتی میں لشکر بھیجا۔ یہ لشکر قرامطہ تک پہنچ گیا اور دو روز کی جنگ کے بعد شاہی لشکر نے انہیں شکست دی۔ قرامطیوں کے سردار ذکرویہ کے سر پر کاری زخم لگا جس کی وجہ سے وہ بھاگ نہ سکا۔ گرفتار ہوکر شاہی لشکر میں لایا گیا۔ اس کے نائب قاسم بن احمد اسکے بیٹے' اس کی بیوی اور اس کے سیکرٹری کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ وہ پانچ روز زندہ رہ کر چھٹی شب میں مرگیا۔ "بغداد میں ان کی لاش کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ اور سر کاٹ کر خراسان میں ان حاجیوں کے اعزاء اقارب کے دیکھنے کے لیے روانہ کیا جنہیں اس نے قتل کیا اور لوٹا تھا۔ اس واقعہ کے بعد عراق اور شام میں قرامطیوں کا صفایا کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 294ھ کا ہے[5]"۔

295ھ کے اوائل میں خلیفہ مکتفی بیمار ہوا اور 12 ذی القعدہ مطابق 13 اگست 908ء کو انتقال کر گیا اس کی مدت خلافت تقریباً" ساڑھے چھ سال رہی۔ یہ چھ سال قرامطیوں کے ساتھ لڑتے رہنے میں گزرے۔ یہ فرقہ قرامطہ اگرچہ اپنے مذہبی عقائد کے لحاظ سے فرقہ

Marfat.com

خوارج سے مختلف نظر آتا تھا۔ لیکن سیاسی مقاصد ان دونوں فرقوں کے تقریباً یکساں تھے اور وہ یہ تھے کہ کسی بھی مرکزی حکومت کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرنا اور جب بھی اور جہاں کہیں موقعہ ملے بدنظمی اور بدامنی پیدا کرنا ہے۔ اپنے سیاسی مخالفین اور عوام الناس پر ظلم وستم کرنے میں بھی یہ فرقہ خوارج سے پیچھے نہیں تھا۔ قرامطی بھی جب کبھی کسی علاقے پر غلبہ حاصل کرتے تھے تو وہ بے دریغ لوٹ مار اور قتل و غارت کرتے تھے۔ خلیفہ معتضد اور خلیفہ معتمد کے عہد میں زنگیوں کے گروہ کا رویہ بھی اسی قسم کا تھا۔ ان تینوں گروہوں کی سفاکی و سنگدلی کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ ان کی بھاری اکثریت خانہ بدوش بدوؤں اور غریب غلاموں پر مشتمل تھی اور وہ جب کبھی اور جہاں کہیں غلبہ حاصل کرتے تھے تو دیوانوں کی طرح طبقاتی انتقام لیتے تھے۔ ان کے اس انتقامی جذبہ کی کوئی انتہا نہیں تھی اور چونکہ ان کی قیادت میں تدبر و تحمل کا فقدان تھا اس لیے ان کا غلبہ کہیں بھی مستحکم نہ ہو سکا تھا۔

Marfat.com

# خلیفہ مقتدر باللہ

## خود مختاری علاقائی سرداروں اور قرامطہ کی بغاوتیں' وزراء کی سازشیں' خلیفہ کی بے بسی

چونکہ خلیفہ مکتفی نے کسی کو اپنا ولی عہد نہیں بنایا تھا اس لیے اس کے مرنے پر اراکین سلطنت کے لیے یہ ایک بہت بڑا مسئلہ پیدا ہوگیا کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے۔ مکتفی کے بھائی جعفر کی عمر صرف تیرہ سال تھی۔ وزیرالسلطنت عباس بن حسن نے اس سلسلے میں اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا تو محمد بن داؤد بن جراح نے عبداللہ بن معتز کو منتخب کیا اور اس کی عقل و فراست کی بہت ہی تعریف کی مگر ابوالحسین بن محمد بن فرات نے بحث مباحثہ و تکرار کے بعد ابن معتز کو بخیل اور لالچی قرار دیا اور مکتفی کے 13 سالہ بھائی جعفر بن معتضد کے حق میں رائے دی۔ عباس بن حسن نے کہا کہ تمہیں انتخاب کرتے شرم نہ آئی وہ تو ابھی لڑکا ہے۔ ابن فرات نے جواب دیا "ہاں یہ سچ ہے لیکن ایسے شخص کو خلیفہ بنانے کی ہم کو ضرورت نہیں جو انتظام سلطنت میں ہمارا محتاج نہ ہو اور ہم پر وہ قابو یافتہ ہو۔" قاضی ابو عمر علی بن عیسیٰ نے کسی کا نام نہ لیا۔ صرف اتنا کہا کہ ایسے شخص کو خلیفہ بنایئے جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ زمام خلافت لینے کی قابلیت' صلاحیت رکھتا ہو' اس پر وزیرالسلطنت عباس کا دل جعفر کو خلیفہ بنانے کی طرف مائل ہوگیا۔ جیسا کہ ابن فرات نے رائے دی تھی اور اس کے بھائی مکتفی نے وصیت کی تھی۔ چنانچہ عباس کے فیصلے کے مطابق سرداران لشکر نے 12 ذی قعد 295ھ کو جعفر بن معتضد کی بیعت کرلی۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد جعفر نے خود کو المقتدر باللہ کا لقب دیا اور وزیرالسلطنت کو بیت المال میں تصرف کرنے کا اختیار دے دیا۔ لیکن بیشتر وزراء' امراء لشکر اور قاضیوں نے اس کم سن بچے کے برسراقتدار

Marfat.com

آنے کو پسند نہ کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن معتز کو خط لکھ کر خلافت کی ترغیب دی اور وہ کچھ پس و پیش کے بعد آمادہ ہوگیا لیکن عباس بن حسن اس معاملہ میں پہلوتہی کرتا رہا اور اس نے کئی مہینے اسی طرح گزار دیئے اس پر حسین بن حمدان چند امراء لشکر کو ساتھ لے کر اس کے پاس گیا اور 20 ربیع الاول 296ھ میں اس کو قتل کر ڈالا اور پھر انہوں نے جعفر مقتدر کو تخت سے اتار کر عبداللہ بن معتز کی خلافت کا اعلان کر دیا۔ اس کے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے بیعت کرلی ابن معتز نے مقتدر کو حکم دیا کہ تم دارالخلافہ سے دوسرے شہر میں منتقل ہو جاؤ۔ اس نے ایک رات کی مہلت مانگی۔ اس کے ساتھ چند غلام تھے۔ ان غلاموں نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنے آقا کو اسکے حق سے محروم نہیں ہونے دیں گے۔ صبح کو حسین بن حمدان دارالخلافہ کے دروازے پر گیا۔ خلیفہ مقتدر کے خدام اور غلاموں نے فصیلوں پر سے حسین بن حمدان پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔ ہنگامہ کار زار گرم ہوگیا۔ تمام دن بڑے زور شور سے لڑائی ہوتی رہی۔ غروب آفتاب کے وقت حسین نے اپنے ساتھیوں کو واپسی کا حکم دیا۔ جوں ہی رات کی تاریکی بڑھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ موصل کی طرف روانہ ہوگیا۔ خلیفہ مقتدر کے حامیوں نے یہ خبر پاکر عبداللہ بن معتز کے مکان پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن معتز کے ساتھی ان لوگوں کو دیکھ کر کچھ ایسے خوفزدہ اور مرعوب ہوئے کہ بلا جدال و قتال بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ بن معتز اور اس کا وزیر محمد بن داؤد بن جراح اس خیال سے کہ جن لشکریوں نے بیعت کرلی ہوئی ہے وہ ضرور ان کا ساتھ دیں گے اور غالباً" سامرا میں آئیں گے۔ صحرا کی طرف بھاگے تھوڑی سی مسافت طے کرکے دونوں میدان میں پہنچے تو تنہا تھے۔ مجبوراً" شہر میں واپس آئے اور لوگوں کے مکانات میں روپوش ہوگئے۔ بدمعاشوں غنڈوں اور لٹیروں کی بن آئی۔ انہوں نے لوٹ اور قتل کا بازار گرم کیا۔ عوام الناس نے خلیفہ مقتدر کا ساتھ دیا۔ چنانچہ جب مقتدر کے حکم کے مطابق شہر میں امن ہوا تو باغیوں کی گرفتاریاں ہوئیں۔ گرفتار شدگان میں قاضی ابو عمر علی بن عیسیٰ اور قاضی محمد بن خلف بھی تھے۔ مگر ان کو رہا کر دیا گیا۔ بعدازاں قاضی ابو مثنیٰ احمد بن یعقوب کو پابہ زنجیر حاضر کیا گیا۔ اس نے مقتدر کی کم سنی کے باعث اس کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مقتدر کے اشارہ پر اس کا سر اتار لیا گیا اور وصیف بن صوار تکین کو بھی مار ڈالا گیا۔ پھر مقتدر کے چچا عبداللہ بن معتز کی گرفتاری ہوئی۔ اس کو ایک رات

Marfat.com

جیل میں رکھا گیا۔ صبح کے وقت اس کے دونوں خصیے کاٹ ڈالے گئے۔ اور وہ مر گیا۔ محمد بن داؤد بن جرح کو قتل کیا گیا۔ علی بن عیسیٰ بن علی کو جلاوطن کیا گیا اور قاضی ابو عمر علی پر ایک لاکھ دینار جرمانہ کیا گیا۔ حسین بن حمدان کی گرفتاری کے لیے ایک لشکر اس کی طرف روانہ ہوا مگر کامیاب نہ ہوا! کچھ عرصہ بعد حسین نے دربار میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کرلی اور مقتدر ۔نے اسے معاف کردیا۔ یہ واقعات 296ھ کے ہیں۔

296 ہجری میں عمرو بن لیث کے ایک غلام سیکری نے فارس پر قبضہ کرلیا تھا۔ اس نے یہ کامیابی طاہر بن محمد بن عمرو کو شکست دینے کے بعد حاصل کی تھی اور اس کے بعد اس نے طاہر اور اس کے بھائی یعقوب کو گرفتار کر کے انہیں عبدالرحمان بن جعفر شیرازی کی نگرانی میں بغداد بھیج دیا تھا چونکہ سیکری نے خلیفہ مقتدر کی اجازت کے بغیر فارس پر قبضہ کیا تھا اس لیے عبدالرحمان نے خلیفہ سے یہ درخواست کی کہ وہ اس کی حکومت کو تسلیم کرلے تو اسے سالانہ خراج ملے گا۔ خلیفہ نے یہ درخواست منظور کرلی وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔ تاہم 297 ہجری میں لیث بن علی نے بجستان سے سیکری پر فوج کشی کی اور جنگ کے میدان میں اس کو شکست دے کر فارس پر قبضہ کرلیا۔ سیکری بھاگ کر ارجان پہنچا۔ مقتدر نے مونس خادم کو اس کی کمک پر بھیجا۔ مونس اور سیکری نے شیراز کے نزدیک اس کا مقابلہ کیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد لیث کی فوج میدان جنگ سے بھاگ کھڑی ہوئی مونس نے لیث کو گرفتار کرلیا۔ مونس اسے لیکر بغداد کی طرف روانہ ہوا اور سیکری شیراز چلا گیا۔ اس واقعہ کے بعد سیکری نے اپنے ماتحت عبدالرحمان بن جعفر کو برطرف کردیا اور اس کی جگہ اسماعیل بن ابراہیم یمنی کو مقرر کردیا۔ اسماعیل نے سیکری کو خلیفہ مقتدر کے خلاف آمادہ کیا اور سالانہ خراج بند کردیا۔ مقتدر کے وزیر سلطنت ابن فرات نے مونس کو جبکہ یہ واسط پہنچ چکا تھا' سیکری کی سرکوبی کا حکم دیا۔ سیکری نے مونس کو تحفے تحائف دے کر صلح کرنے کی کوشش کی۔ جب ابن فرات کو پتہ چلا تو اس نے محمد بن جعفر کو سیکری کے خلاف مہم پر بھیجا۔ محمد بن جعفر نے پہلے شیراز کے باہر' پھر قم میں سیکری کو شکست دی۔ سیکری بھاگ کر خراسان کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ اسماعیل سامانی والی خراسان نے اسے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔

سیکری کے خلاف اس مہم کے دوران خلیفہ مقتدر نے وزیر سلطنت ابوالحسن بن فرات

Marfat.com

کو برطرف کردیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ خلیفہ نے عہد فرمان کے مراسم ادا کرنے کے لیے اس سے ضروری اخراجات طلب کیے اس نے کہا کہ بیت المال میں کوئی پیسہ نہیں ہے۔ خلیفہ اس سے ناراض ہوگیا چنانچہ ایک دن جبکہ وہ دربار میں آکر اپنی جگہ پر بیٹھا تو خلیفہ کے حکم سے گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے بعد اس کے مال و اسباب اور اس کے متعلقین کے مکانات کو لٹوا دیا۔ عورتوں اور بچوں کو بھی چن چن کر قید کر دیا۔ اس موقعہ پر شہر کے غنڈوں نے بھی لوٹ مار کی۔ جو تین دن تک جاری رہی۔ چھتوں کی کڑیوں کو بھی لوٹ لے گئے۔ بالاخر فوج نے اس ہنگامہ کو فرو کیا۔ کہتے ہیں کہ ابن فرات نہایت قابل و مدبر تھا۔ اس نے انتظامات بھی بہت اچھے کئے تھے۔ لیکن خلافت اس وقت مقتدر کی والدہ کے ہاتھ میں تھی۔ جن کو نہ سیاست کی خبر تھی نہ امت کی بہتری کی غرض۔ ان کے سامنے جو زیادہ مال پیش کرتا تھا وہی منصب حاصل کرلیا کرتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نہ صرف عمال اور امراء رشوت خور ہوگئے بلکہ خلیفہ اور اسکے وزیر بھی رشوت لینے لگے تھے۔ ابن فرات کے بعد محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان وزیر ہوا۔ اس نے ابن فرات کے تمام اموال و املاک اور اقطاع پر قبضہ کرلیا۔ دس لاکھ دینار کا سونا اور چھ لاکھ دینار نقد علاوہ مال و اسباب کے ملے۔ ابن خاقان نہایت متلون مزاج آدمی تھا۔ کبھی دفتر میں جو کاغذات آتے تھے ان کو روزانہ نکال دیا کرتا تھا اور کبھی ہفتوں اور مہینوں گزر جاتے تھے دیکھتا بھی نہ تھا کہ آج ایک شخص کو کسی صوبہ کا عامل مقرر کرکے بھیجا تھا اور کل دوسرے کو وہیں کا فرمان دیکر بھیجتا تھا ایک بار حلوان میں بیس دن کے اندر پے در پے سات آدمی ایسے جمع ہوگئے کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس سواحل فرات کی ولائت کا پروانہ تھا۔ اسی طرح موصل میں مرحلہ وار پانچ آدمی پہنچے۔ ان لوگوں کو چونکہ ولایت باعمل حاصل کرنے کے لیے ایک کثیر رقم دینی پڑتی تھی اس لیے واپس آگئے اور شکایت کرکے اپنے اموال کا مطالبہ کیا۔ اس سے جب کسی امر کی درخواست کی جاتی تھی تو وہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہتا تھا کہ ضرور بسروچشم لیکن کرتا کچھ نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سارا نظام مختل ہوگیا اور تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے فوج بگڑ گئی۔ آخر مقتدر نے اس کو مع اس کے بیٹے کے قید کردیا۔ اس کی وزارت صرف 13 ماہ رہی۔ ابن خلدون کے بیان کے مطابق "یہ شخص تنگدل، غصہ ور، امور سیاست سے ناواقف، حاجتمندوں اور مستحقین کی حاجت روائی سے غافل، حکام اور گورنروں کے امور کے ردوبدل، عزل و نصب کا عادی،

Marfat.com

لہولعب میں مصروف اور ست اور کاہل تھا۔ اس وجہ سے خلیفہ مقتدر نے ابوالحسن بن ابی فضل کو وزیر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لیے ابوالحسن کو اصفہان سے طلب کیا۔ مگر ابن خاقان نے کچھ ایسا کان میں پھونک دیا کہ ابوالحسن کو بجائے وزارت کے جیل میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد ابن خاقان پھر لہولعب میں ایسا مصروف ہوا کہ نظام سلطنت سے غافل ہوگیا۔ وزیروں کی بجائے عورتوں کے مشورہ سے امور سلطنت انجام دینے لگا۔ محل سرائے خلافت کے خدام ہرکام میں پیش پیش ہوگئے۔ گورنر ان صوبہ جات نے یہ رنگ دیکھ کر طمع کا دامن پھیلا دیا پھر کچھ سوچ سمجھ کر خلیفہ مقتدر نے ابن فرات کو جیل سے منگوا کر پھر وزیر بنانا چاہا مگر مونس خادم نے اس کی مخالفت کی۔ تب علی بن عیسیٰ کو مکہ معظمہ سے طلب کر کے اوائل 301 ہجری میں عہدہ وزارت پر فائز کیا۔ علی بن عیسیٰ نے بطور وزیر سلطنت نظام حکومت کی طرف کامل توجہ کی اور ابن خاقان نے جو خرابیاں پیدا کررکھی تھیں ان کی اصلاح کی[۲] یہ واقعہ محرم 301 ہجری کا ہے۔

اسی سال دیلم کے علاقہ میں فرقہ زیدیہ کے ایک شخص حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب نے علم بغاوت بلند کیا۔ یہ شخص عادل، خلیق اور عقلمند تھا۔ کسی لڑائی میں اسکے سر پر تلوار کا زخم آگیا تھا۔ جس کی وجہ سے اونچا سننے لگا تھا اس لیے لوگ اسے اطروش کہتے تھے۔ اسکا داماد حسن بن قاسم علویہ کا داعی تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ حسن، ابوالقاسم اور حسین۔ اس کے سپہ سالاران لشکر دیلم کے تھے۔ جب معتضد کے دور میں اسماعیل سامانی نے طبرستان و دیلم میں محمد بن زید کو شکست دے کر وہاں کی دولت زیدیہ کا خاتمہ کیا تھا تو اس وقت اطروش دیلم میں چلاگیا تھا۔ وہاں وہ تیرہ سال تک کفاران دیلم میں اسلام کی تبلیغ کرتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اطروش نے ان لوگوں کے لیے مسجدیں بنوائیں اور ان کو جمع کرکے بلاد اسلامیہ پر حملہ آور ہوا۔ مثلاً" قزوین، سالوس وغیرہ۔ ان لوگوں نے اطروش کی ہدایت قبول کرلی۔ بعدازاں اس نے اہل دیلم کو طبرستان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی لیکن انہوں نے اس وجہ سے انکار کر دیا کہ طبرستان کا والی ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن نوح انصاف پسند حکمران تھا اور اس نے علویوں سے بڑا اچھا سلوک کیا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب ماوراء النہر اور خراسان کے حکمران احمد بن اسماعیل نے ابوالعباس کی وفات پر ایک کج

Marfat.com

خلق اور ظالم کو طبرستان کا عامل مقرر کیا تو اطروش کو موقع مل گیا۔ اس نے اہل دیلم کو غیرت دلائی تو وہ طبرستان پر حملہ کے لیے آمادہ ہوگئے۔ اطروش نے حملہ کیا اور اس کو فتح کرنے کے بعد طبرستان پر بزور تیغ قبضہ کرلیا۔ اس لڑائی میں طبرستان کے نئے عامل محمد بن ابراہیم کے چار ہزار سپاہی تلوار کے گھاٹ اتارے گئے۔ محمد بن ابراہیم بھاگ کر چلا گیا۔ اس طرح جرجان' استرآباد' معرا اور دوسرے بہت سے علاقے اس کے زیر نگیں آگئے۔ اس کا داماد حسن بن قاسم' اس کا مشیر خاص تھا اور اس نے اپنے آپ کو ناصر کا لقب دے رکھا تھا۔ اس نے سالوس کے ہزاروں پناہ گزینوں کو قتل کردیا تھا۔ حالانکہ اطروش نے انہیں امان دے دی ہوئی تھی۔ 302 ہجری میں حسن بن قاسم المعروف بہ ناصر نے آمد سے نکل کر پھر سالوس میں پڑاؤ کیا۔ احمد بن اسماعیل کے لشکر سے اس کا مقابلہ ہوا۔ ناصر نے اسے شکست دے دی۔ 304 ہجری میں سعید بن نصر بن احمد نے اطروش پر حملہ کیا اور شکست دے کر اسے قتل کرڈالا۔ اطروش کے مارے جانے کے بعد اس کا داماد حسن قاسم اور اس کے بیٹے حکمرانی کرنے لگے لیکن ان میں اتفاق نہ رہا اور یہ آپس میں لڑتے رہے۔[۳۱]" تاہم مزید تقریباً" پچاس سال تک اس علاقے میں زیدیوں کی حکمرانی قائم رہی۔ 355 ہجری میں جبل کے بادشاہ سبکرین دشکیں نے جب زیدیوں کے آخری حکمران حسن بن معتز کو گرفتار کرکے خلفائے بغداد کے سپہ سالاروں کے حوالے کردیا تو اس علاقے میں زیدیہ سلطنت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

303 ہجری میں دیار ربیعہ کے والی حسین بن حمدان نے علم بغاوت بلند کیا۔ سبب یہ تھا کہ یہ شخص خلیفہ کو سالانہ تھوڑا سا خراج ادا کرتا تھا اور اپنے اندرونی معاملات میں خود مختار تھا۔ جب علی بن عیسیٰ وزیر سلطنت بنا تو اس نے مال کثیر کا مطالبہ کیا۔ حسین نے مہیا کرکے پہنچا دیا۔ اسکے بعد علی بن عیسیٰ نے اس کو بلا بھیجا کہ تم دیار ربیعہ کے انتظام سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس علاقہ کو خلیفہ کے عمال کے حوالہ کردو۔ حسین نے اس کی تعمیل نہ کی اور بغاوت کر دی۔ علی بن عیسیٰ نے مونس خادم کو اس کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ حسین اس وقت آرمینیہ میں تھا۔ جب مونس خادم نے عبداللہ المہدی کے خلاف لڑائی سے فارغ ہوکر اس کی طرف رخ کیا تو حسین آرمینیہ سے نکل کھڑا ہوا اور پھر اس نے مقام لیق پر مونس کا مقابلہ کیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد حسین کو مع اس کے بیٹے عبدالوہاب کے

Marfat.com

گرفتار کرلیا گیا۔ مال و اسباب جو کچھ تھا لوٹ لیا۔ خلیفہ مقتدر نے حسین کو جیل میں ڈال دیا اور پھر 306 ہجری میں اسے قتل کرا دیا۔

اسی زمانہ میں صوبہ آذر بائیجان کے گورنر یوسف بن ابی الساج نے خراج کی ادائیگی بند کر دی۔ جب ذی الحجہ 304 ہجری میں خلیفہ مقتدر کی والدہ کے اصرار پر وزیرالسلطنت علی بن عیسیٰ کو جیل میں ڈال دیا گیا تو یوسف نے اپنی بڑھی ہوئی قوت کے پیش نظر یہ دعویٰ کردیا کہ علی کی سفارش سے مجھے رے کی حکومت عطا ہوئی ہے۔ ان دنوں رے کی عنان اقتدار حمید بن صعلوک کے ہاتھ میں تھی جو امیر نصر بن احمد بن اسماعیل سامانی کے سپہ سالاران میں سے تھا اور اس کی طرف سے رے کی حکومت پر مامور تھا۔ مگر عہد وزارت علی بن عیسیٰ میں اس نے سامانی حکمران سے بغاوت کی خلیفہ کی اطاعت کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا اور اس نے براہ راست خراج ادا کرنے کی شرط پر بغداد سے سند حکومت حاصل کرلی تھی۔ 304 ہجری میں یوسف بن ابی الساج نے حمید پر فوج کشی کردی۔ حمید خراسان بھاگ گیا۔ یوسف نے رے' قزوین اور زنجان پر قبضہ کرلیا۔ اور دعویٰ کیا کہ میں نے یہ سب کچھ معزول وزیر سلطنت علی بن عیسیٰ کی اجازت سے کیا ہے۔ مگر خلیفہ نے اسکا عذر تسلیم نہ کیا اور اس نے مونس خادم کو اس کے خلاف جنگ کے لیے بھیجا۔ جب مونس رے کے قریب پہنچا تو پہلے تو یوسف نے سات لاکھ دینار خراج کی شرط پر مصالحت چاہی مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی تو اس نے رے کے علاقے کو ویران و برباد کر کے اسے چھوڑ دیا۔ پھر اسکا مونس سے مقابلہ ہوا جس میں اسے شکست ہوئی۔ اسے جیل میں ڈال دیا گیا اور اس طرح وہ آذر بائیجان اور آرمینیہ کی گورنری سے بھی محروم ہوگیا۔ جونہی مونس نے آذربائی جان سے عراق کی جانب پیش قدمی کی تو یوسف بن ابی الساج کے غلام سبک نے آذربائی جان پر حملہ کر کے قبضہ کرلیا۔ مونس نے محمد بن عبیدالفارقی کو اس کے خلاف بھیجا۔ سبک مقابلہ پر آیا اور اس نے پہلے ہی حملہ میں محمد کو شکست دے دی۔ محمد بغداد کی طرف بھاگا اور سبک نے آذربائیجان پر اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے کے بعد ایک لاکھ بیس ہزار سالانہ خراج کی شرط پر بغداد سے سند گورنری حاصل کرلی۔ احمد بن علی بن صعلوک والی اصفہان و قم نے اس تبدیلی سے مطلع ہوکر رے پر چڑھائی کر دی۔ اور بزور تیغ اس پر قبضہ کرلیا اور احمد بن نصر حاجب نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار دینار سالانہ خراج پر اسے سند

Marfat.com

گورنری دلوا دی۔ ان ہی دنوں کثیر بن احمد نے بجستان میں سرکشی کی اور خلیفہ کے سپہ سالار زید بن ابراہیم کو شکست دی۔ اس کارروائی کے بعد اس نے دربار خلافت میں درخواست کی کہ مجھے بجستان کی سند گورنری دیجائے۔ میں پانچ لاکھ دینار سالانہ ادا کروں گا۔ خلیفہ مقتدر نے یہ درخواست منظور کرلی۔ یہ واقعہ 304 ہجری کا ہے۔؟"

دیار ربیعہ' رے' آذربائیجان اور بجستان کی بغاوتوں کے ان واقعات اور پھر باغیوں سے سودابازی سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ مقتدر کی حکومت کی حیثیت محض ایک تجارتی ادارے کی تھی۔ جس کو جہاں کہیں سے بھی اور جس کسی سے بھی کچھ مال ملتا تھا تو وہ لے لیتی تھی۔ مختلف صوبجات اور اضلاع کے حکمران عملاً" خود مختار تھے۔ وہ خراج اسی طرح ادا کرتے تھے۔ جس طرح کہ پہلی صدی ہجری میں ان غیر مسلم حکمرانوں سے لیا جاتا تھا جو ایک معاہدہ کے تحت مصالحت کرکے اطاعت قبول کرلیتے تھے۔ گویا خلیفہ مقتدر کے عہد میں مسلمان صوبائی گورنر اور ضلعی حکام عملاً" غیر مسلم تصور کیے جاتے تھے۔ اور ان سے صرف خراج وصول کرکے انہیں اپنی رعایا پر ظلم و ستم کی کھلی چھٹی دی جاتی تھی۔ یہ صوبائی گورنر اور ضلعی حکام کبھی خراج ادا کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔ بعض گورنر اور حکام محض مقتدر کی والدہ کو رشوت دے کر اپنے عہدہ کو قائم رکھتے تھے۔ وہ بیت المال کے لیے کچھ نہیں دیتے تھے۔

جب خلیفہ مقتدر 295 ہجری میں برسراقتدار آیا تھا اس وقت اگرچہ عراق اور شام میں قرامطیوں کی سرکشی کو کچلا جا چکا تھا لیکن بحرین میں یہ فرقہ بدستور موجود تھا اور اس کا بڑا زور تھا۔ اور اس کا سردار ابو سعید جنابی تھا۔ سعید جنابی کے بعد بحرین کے قرامطیوں کی سرداری ورثہ میں اس کے بیٹے ابو طاہر کو ملی۔ ان لوگوں کا حکومت عباسیہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ ابو طاہر نے 311 ہجری میں بصرہ پر حملہ کیا۔ شہر پناہ کی دیواروں پر سیڑھیاں لگا کر چڑھ گیا۔ محافظین کو تہہ تیغ کرکے شہر میں گھس گیا۔ والی بصرہ سبک مفلح مارا گیا۔ شہر کے باشندے جان کے خوف سے بھاگے سینکڑوں پانی میں ڈوب کر مرگئے۔ اور ہزاروں قرامطیوں کی تلواروں کی نذر ہوگئے۔ ابو طاہر سترہ دن شہر میں رہا اٹھارویں روز جس قدر مال و اسباب' عورتیں اور لڑکے لے سکا لیکر ہجر کی جانب کوچ کرگیا۔ 312 ہجری میں ابو طاہر قرامطی' حاجیوں کو مکہ سے واپسی میں لوٹنے کی غرض سے ایک بڑے لشکر کے ساتھ ہجر کی

Marfat.com

جانب گیا۔ ایک قافلہ سے جو سب سے آگے تھا مقابلہ ہوا۔ اہل قافلہ مدافعت نہ کرسکے۔ چنانچہ قافلہ لوٹ لیا گیا۔ پھر اس نے مرالہ سے قافلہ پر حملہ کیا اس قافلہ میں کوفہ کا ابو لہیجا بن حمدان بھی تھا۔ ابو طاہر نے ابو لہیجا اور خلیفہ مقتدر کے ماموں احمد بن بدو کو گرفتار کرلیا اور سب سامان اور اسباب لوٹ لیا۔ اور عورتوں اور بچوں کو قید کرکے ہجر کی جانب چلا گیا۔ اور حاجیوں کو بیابان میں ہی چھوڑ گیا۔ بہت سے حاجی پیاس' بھوک اور گرمی سے مر گئے۔ کچھ عرصہ بعد ابو طاہر نے ابولہیجا' احمد اور ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیا اور خلیفہ مقتدر سے بصرہ اور اھواز کو طلب کیا۔ خلیفہ مقتدر نے منظور نہ کیا۔ ابوطاہر حاجیوں کے تیسرے قافلے کو لوٹنے کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راستے میں بغداد کی فوج سے اس کا ٹکراؤ ہوا اور اس نے شکست دی۔ ابو طاہر کوفہ تک حاجیوں اور شاہی فوج کا تعاقب کرتا چلا آیا۔ دروازہ کوفہ پر سخت لڑائی ہوئی۔ ہزارہا حاجی مارے گئے اور خلیفہ کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ سپہ سالار گرفتار ہوگیا۔ ابو طاہر نے کوفہ پر قبضہ کرلیا۔ چھ روز تک کوفہ کے باہر پڑا رہا۔ تمام دن مسجد میں رہتا اور شب کو اپنے لشکر گاہ میں آکر قیام کرتا۔ بعدازاں مال و اسباب لیکر ہجر کی جانب چلا گیا۔ چونکہ اب کوفہ خالی تھا اس لیے خلیفہ مقتدر نے یاقوت کو اس کا والی مقرر کیا۔ اور ہدایت کی کہ واسط کو بچاؤ۔ اس سال ابو طاہر کے خوف سے کسی شخص نے حج کا قصد نہ کیا۔ 314 ہجری میں یوسف بن ابی الساج خلیفہ کے حکم پر واسط پہنچا۔ ابو طاہر کوفہ کی طرف چلا گیا۔ یوسف بھی کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ اتفاق سے ابوطاہر یوسف سے ایک دن پہلے کوفہ پہنچ گیا۔ خلیفہ کے عمال اپنی جان کے خوف سے کوفہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ابوطاہر نے کوفہ اور کل چارہ اور رسد پر قبضہ کرلیا۔ دوسرے دن یوسف کوفہ کے نزدیک پہنچا تو اس نے ابو طاہر کو علم عباسیہ کی اطاعت کا پیام دیا۔ ابو طاہر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی اطاعت ہم پر فرض نہیں۔ یوسف نے اعلان جنگ کر دیا۔ اگلے دن صبح سے رات تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر یوسف کی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ یوسف مع اپنے چند ساتھیوں کے گرفتار ہوگیا۔ وہ لڑتے لڑتے زخمی ہوگیا تھا۔ وہ اسے اپنے لشکر گاہ میں اٹھا لائے۔ ابوطاہر نے یوسف کے علاج کرنے پر ایک طبیب کو مامور کر دیا۔ شکست خوردگان نے بغداد پہنچ کر دم لیا۔ مونس مظفر علم خلافت کی حمایت اور قرامطہ کی سرکوبی کی غرض سے کوفہ کو روانہ ہوا۔ قرامطہ کوفہ چھوڑ کر عین التمر کی طرف

Marfat.com

روانہ ہوگئے۔ مونس نے ان کی حفاظت کے لیے ایک دستہ فوج بھیجا مگر ابوطاہر نے اس دستہ کو شکست دے کر انبار پر قبضہ کرلیا۔ نصر حاجب بغداد سے لشکر لیکر روانہ ہوا۔ مونس مظفر تک پہنچا تو دونوں نے چالیس ہزار فوج سے قرامطہ پر حملہ کیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ شاہی لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ اس موقع پر یوسف بن ابی الساج نے ابوطاہر کی قید سے بھاگنے کی کوشش کی تو ابو طاہر نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور دوسرے بہت سے قیدی بھی تہہ تیغ کر دیئے۔ اوائل 316 ہجری میں قرامطی انبار کو چھوڑ کر چلے گئے۔ مونس بھی واپس بغداد چلا گیا۔ ابوطاہر نے رحبہ پر پہنچ کر قبضہ کرلیا اور اہل رحبہ کے خون کو قرامطیوں کے لیے ایک رات اور ایک دن کے لیے عام کر دیا۔ اہل قرقیسیا اس قتل عام کا خوفناک منظر دیکھ کر ڈر گئے۔ امان کی درخواست کی جس کو ابو طاہر نے منظور کرلیا۔ بعدازاں ابو طاہر نے عربوں پر شب خون مارنے کے لیے فوجیں جزیرہ کی طرف روانہ کیں۔ اہل جزیرہ جان کے خوف سے بھاگ گئے اور جو بھاگ نہ سکے وہ قرامطہ کی لوٹ مار کی نذر ہوگئے۔ قتل و غارت بند ہونے کے بعد سالانہ خراج دینا منظور کیا جو ہر سال ہجر روانہ کیا جاتا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد پھر اہل رقہ نے انحراف کیا۔ ابو طاہر نے فوج کشی کی تین دن تک لڑائی ہوئی اور اس دوران رقہ کے گردونواح کے کئی قصبات و دیہات نے ابو طاہر کی اطاعت قبول کرلی۔

مونس مظفر کو بغداد میں ان واقعات کی آگاہی ہوئی تو اس نے رقہ کی جانب کوچ کیا۔ ابوطاہر رقہ چھوڑ کر رحبہ چلا آیا اور مونس رقہ پہنچا تو قرامطہ حیت چلے گئے۔ اتنے میں نصر حاجب' ہارون بن غریب اور ابن قیس لشکر آراستہ کرکے قرامطہ کی سرکوبی کو نکلے۔ قرامطہ کا لشکر قصرابن ہبیرہ پہنچ گیا۔ کچھ عرصہ بعد قرامطی واسط' عین التمر اور سواد میں جمع ہوئے اور ہر جماعت میں سے اپنے میں سے ایک شخص کو مامور کیا۔ واسط کی جماعت پر حریث بن مسعود کو مقرر کیا گیا اور عین التمر کے گروہ پر عیسیٰ بن موسیٰ کو' اس نے کوفہ کی جانب کوچ کیا اور سواد میں پہنچ کر شاہی عمال کو نکال دیا اور خراج وصول کرنے لگا۔ حریث موفق کے صوبہ جات کی طرف بڑھا اور ان پر قابض ہوکر وہاں ایک مکان بنوایا جسکا نام دار ہجرہ رکھا۔ آئے دن لوٹ مار سے کام لیتے تھے اور بلاد اسلامیہ کو تہہ و بالا کرتے رہتے تھے۔ واسط کا سپہ سالار قرامطہ سے مقابلہ کے لیے آیا مگر شکست کھا کے بھاگا۔ خلیفہ مقتدر نے ہارون ابن غریب اور صافی بصری کو کمک پر بھیجا۔ ان سپہ سالاروں نے ہر طرف سے گھیر کر قرامطہ

Marfat.com

سے جنگ شروع کی۔ قرامطہ گھبرا گئے۔ کچھ بن نہ پڑی اور شکست کھا کے بھاگے۔ اس کے بعد قرامطہ کا سواد سے عمل دخل اٹھ گیا۔

319 ہجری میں ابو طاہر قرامطی نے مکہ معظمہ کی جانب کوچ کیا۔ اس سال بغداد سے لوگوں کو حج کرانے کے لیے منصور دیلمی آیا ہوا تھا۔ یوم الترویہ کو ابو طاہر وارد مکہ معظمہ ہوا اور پہنچتے ہی منصور دیلمی کو شکست دے کر بھگا دیا اور پھر حاجیوں پر ہاتھ صاف کرنے لگا۔ جو مال و اسباب پایا لوٹ لیا جس کو دیکھا قتل کر ڈالا یہاں تک کہ مسجد حرام اور خانہ کعبہ میں بھی قتل عام کرتا رہا۔[5] " غریب حجاج چلاتے تھے کہ اللہ کے بندوں کو کیوں قتل کیے جاتے ہو ابو طاہر جواب دیتا تھا جو شخص اللہ کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرتا ہے اللہ کا بندہ نہیں ہے۔ وہ قرآن پاک کی اس مفہوم کی آیہ کریمہ بھی پڑھتا تھا۔ "یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ملک میں فساد کرتے اور پھیلاتے ہیں ان کو قتل کیجئے یا سولی چڑھائیے یا کاٹئے ان کے ہاتھ پاؤں خلاف سمت' یا جلا وطن کیجئے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پر آنے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔[6] " حاجیوں کے قتل عام کے بعد اس نے حجر اسود کو اکھاڑ کر ہجر بھیج دیا۔ ابو مخلب امیر مکہ شرفاء شہر کو ساتھ لیکر ابو طاہر کے پاس گیا۔ ابوطاہر نے بجائے سفارش قبول کرنے کے قرامطہ کو اشارہ کر دیا۔ ایک گروہ ٹوٹ پڑا۔ ابو مخلب نے مقابلہ کیا مگر معدودے چند نفوس سے کیا ہو سکتا تھا۔ سب کے سب اسی جگہ پر شہید ہوگئے۔ خانہ کعبہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ ایک شخص محراب اکھاڑنے کے لیے خانہ کعبہ پر چڑھا۔ گر کر مر گیا۔ مقتولین کچھ تو چاہ زمزم میں پھینک دیئے گئے۔ اور باقی ماندگان کو مسجد حرام میں جہاں جو مارا گیا تھا اسی مقام پر بلا غسل اور نماز جنازہ دفن کر دیا۔ غلاف کعبہ کو اپنے ساتھیوں میں تقسیم کردیا اور اہل مکہ کے مکانات کو لوٹ لیا "۔[7] سیوطی لکھتا ہے کہ " 316 ہجری میں قرمطی نے ایک عمارت بنوائی اور اس کا نام دار ہجرة رکھا۔ ان چند برسوں میں اس کا زور بڑھ گیا تھا۔ بہت سے شہر فتح کر لیے تھے۔ مسلمانوں کو سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ دلوں میں اس کی ہیبت بیٹھ گئی تھی خلیفہ کا لشکر کئی دفعہ شکست کھا چکا تھا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ قرامطہ کے خوف سے حج بند ہوگیا اور اہل مکہ شہر کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور رومیوں نے اس کو فتح کرلیا اور وہاں کی جامع مسجد سے منبر

Marfat.com

کو نکال کر اس کی جگہ صلیب رکھ دی[8]"۔

ابو طاہر نے حرم شریف میں یہ کارروائی کرنے کے بعد بلاد افریقہ کے خلیفہ و امام عبیداللہ المہدی کو اس بارے میں بذریعہ خط اطلاع دی کہ وہ یہ اطلاع پاکر خوش ہوگا مگر وہ خوش نہ ہوا اور اس نے ابو طاہر کو اپنے جوابی خط میں سخت ملامت کی۔ اس نے لکھا کہ " مجھے تیرے خط کی دیکھنے سے تعجب پیدا ہوا ہے کہ تو نے ایسی ناشائستہ حرکات کا ارتکاب کیا ہے اور کیوں تجھے ایسے افعال قبیح کرنے پر جرات ہوئی۔ تو نے اس مکان کی بے توقیری کی جہاں زمانہ جاہلیت میں خونریزی اور اس کے اہل کی اہانت حرام و ممنوع سمجھی جاتی تھی۔ تو نے بہت بڑی زیادتی یہ کی کہ حجراسود کو اکھاڑ لایا جو اللہ تعالٰی کا یمین سمجھا جاتا تھا اور جس سے اللہ تعالٰی کے بندے مصافحہ کرتے تھے اس ناشائستہ اور قبیح حرکت پر یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تیرا شکر گزار ہوں گا۔ اللہ کی تجھ پر اور تیرے اس فعل شنیع پر لعنت۔ سلام اس پر جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہیں اور جس نے آج کے دن وہ کام کیا جس کا حساب کل اللہ تعالٰی کو دے سکے گا۔ اس خط کے پہنچنے سے قرامطہ عبیدیوں کی حکومت سے منحرف ہوگئے[9]"۔ تاہم ابو طاہر نے حجراسود کو 327 ہجری میں مکہ بھیج کر اس کی جگہ پر لگوا دیا۔ اس دوران پانچ چھ سال تک حج بند رہا اور عالم اسلام میں سے کسی نے قرامطہ کے خوف سے فریضہ حج ادا کرنے کی جرات نہ کی۔ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے اس واقعہ کا یہ پہلو خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اپنے اس فعل شنیع کے لیے قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ کا سہارا لیا جو آیت کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے ایک دوسرے کا قتل عام کرنے کے جواز میں پڑھا کرتے تھے۔ مسلمانوں کا ہر برسراقتدار گروہ مسلمانوں کے قتل عام کے لیے سورہ المائدہ کی اسی آیت کا سہارا لیتا تھا۔ عبداللہ المہدی نے بھی بلاد افریقہ میں جب اپنے مذہب کی جبروتشدد کے ذریعے اشاعت کی تھی تو اس نے بھی اپنے اس فعل شنیع کی بنیاد اسی آیت پر رکھی تھی۔ بنو عباس اسی آیت کی بنا پر بنو امیہ اور اہل بیت کے قتل عام کو جائز قرار دیتے تھے اور بنو امیہ اور اہل بیت بھی اسی آیت کے حوالے سے بنو عباس کے خون کے پیاسے رہتے تھے۔ گویا یہ ایک ایسا نظریاتی ہتھیار تھا جسے ہر کوئی جب چاہتا تھا اور جہاں چاہتا تھا استعمال کرتا تھا۔

316 ہجری میں خلیفہ مقتدر اور اس کے سپہ سالار اعظم مونس مظفر کے درمیان اس بنا

Marfat.com

پر کشیدگی پیدا ہوگئی کہ بعض افواہوں کے مطابق خلیفہ مقتدر نے مونس کی جگہ ماجوریہ ہارون بن غریب کو سپہ سالار اعظم بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ ”مونس اس وقت رقہ میں تھا۔ وہ یہ افواہ سن کر بغداد پہنچا۔ اس نے شماسیہ میں قیام کیا اور وہ خلیفہ کی دست بوسی کے لیے حاضر نہ ہوا۔ خلیفہ نے اپنے بیٹے ابو العباس اور وزیر سلطنت کو مونس کے پاس بھیجا مگر کدورت دور نہ ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہوگیا۔ کیونکہ خلیفہ نے ماجوریہ کو بلا کر اپنے محل میں ٹھہرایا۔ اسی اثنا میں ابوالعباس بن حمدان بلاد جبل سے ایک بڑا لشکر لیکر آیا اور وہ مونس کے پاس ٹھہرا۔ اس سے بغداد کی سیاسی فضا میں بہت ہیجان پیدا ہوا تو امراء دولت اور اراکین سلطنت نے خلیفہ مقتدر اور مونس میں مصالحت کرانے کی کوشش کی مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ 317 ہجری کے اوائل میں بغداد کا پولیس افسر نازوک جس کا ماجوریہ سے سخت جھگڑا ہوا تھا' اور ابن قیس بھی مونس کے پاس چلے آئے۔ اب دونوں فریقوں میں منافرت حد سے بڑھ گئی۔ دونوں میں ایک قسم کا جوش انتقام پیدا ہوگیا۔ خلیفہ مقتدر نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے خاص آدمیوں ماجوریہ ہارون بن غریب' احمد بن کیغلغ اور خدام دولت اور دستہ فوج جانثاران کو جمع کررکھا تھا۔ مگر ان میں سے خلیفہ کے بہت سے ساتھی نظر بچا بچا کر مونس سے جاملے۔ اس کے بعد مونس نے خلیفہ مقتدر کو اس مضمون کا خط لکھا کہ لشکریوں اور سپہ سالاران لشکر کو آپ کی فضول خرچی' حرم اور خدام کو بڑی بڑی جاگیریں اور امور سلطنت میں ان کے دخل و مشورہ دینے سے سخت برہمی پیدا ہورہی ہے اور سب کے سب اس امر کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ ان کو اور ہارون بن غریب کو محل سرائے خلافت سے نکال دیں اور جو کچھ ان کے قبضہ میں مال و دولت اور جاگیریں ہوں سب کو ضبط کرلیں۔ خلیفہ مقتدر نے ان سب امور کو منظور کرلیا۔ اس سے مونس کا غصہ فرد ہوا۔ شماسیہ سے بغداد آیا۔ اس کے ہمراہ ابولہیجا اور نازوک بھی تھے۔ اس وجہ سے شہر میں مشہور ہوگیا کہ مونس نے مقتدر کو تخت خلافت سے اتار دیا ہے۔ بارہویں محرم کو مونس اپنے لشکر کے ساتھ باب شماسیہ کی طرف آیا اور اپنے ساتھیوں سے تھوڑی دیر مشورہ کرنے کے بعد پھر محل سرائے خلافت کی جانب لوٹ گیا۔ جوں ہی مونس محل سرائے کے قریب پہنچا۔ ابن یاقوت' خدام بہ فراش' وزیر سلطنت اور دوسرے سب لوگ جو اس وقت محل سرا میں موجود تھے بھاگ گئے۔ مونس نے للکارا۔ خلیفہ مقتدر' اس کی والدہ' لڑکی اور

Marfat.com

لونڈی غلاموں کو حراست میں لے لیا۔ ماجوریہ ہارون کو قطربل میں یہ خبر ملی تو وہ فوراً" بغداد آیا اور روپوش ہوگیا۔ خلیفہ مقتدر کی گرفتاری کے بعد ابوالہیجا بن حمدان' ابن طاہر' کے مکان پر گیا۔ محمد بن معتضد کو طلب کرکے اس کی بیعت کی اور اس کو "القاھر باللہ" کا لقب دیا۔ تکمیل بیعت کے بعد قاضی ابو عمر مالکی کی موجودگی میں معزول کرنے کا عمل شروع ہوا۔ اس موقع پر ابوالہیجا کو مقتدر کی حالت پر بہت افسوس ہوا اور اس نے کہا کہ میرے سردار! مجھے اسی روزبد کا خطرہ تھا۔ آپ نے میری نصیحت نہ سنی اور نہ میرے قول پر آپ نے عمل درآمد کیا۔ لونڈی غلام اور عورتوں کے مشورے خلافت کے اہم امور کو انجام دیتے رہے۔ آخرکار وہ روز جس کا خطرہ پہلے سے میرے پیش نظر تھا سامنے آہی گیا۔ مگر باوجود اس کے ہم لوگ آپ کی مطیع' فرمانبردار ہیں۔ مونس بولا بس بس خاموش ہو جاؤ۔ ابوالہیجا خاموش ہوگیا۔ مونس نے مقتدر سے کہا۔ آپ خود کو معزول کیجئے اور محضر پر دستخط کیجئے۔ خلیفہ مقتدر نے سرنیچا کرکے محضر پر دستخط کر دیئے اور قاضی ابو عمر نے بطور گواہ اپنا نام لکھا۔ مقتدر کی معزولی کے بعد محل کے دستہ جانثاران نے خلیفہ سے انعام اور ایک سال کا روزینہ طلب کیا اور اس وجہ سے محل میں کشیدگی ہوگئی۔ مونس دربار خلافت میں حاضر نہ ہوا۔ دستہ فوج اور انسپکٹر جنرل پولیس نازوک کے درمیان تکرار ہوئی۔ محل سپاہیوں سے بھر گیا اور عوام الناس بھی گھس آئے اور بہت شوروغل ہوا۔ ایوان خلافت میں نیا خلیفہ قاہر رونق افروز تھا اس نے پولیس افسر نازوک سے کہا کہ یہ کیا ہنگامہ ہے۔ جاؤ اس شوروغل کو ختم کرو۔ نازوک اپنی جگہ سے اٹھا تمام رات مے نوشی کی تھی خمار کا وقت تھا آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ پاؤں رکھتا تھا کہیں پڑتا تھا کہیں۔ افسر فوج عرض و معروض کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ نازوک ان کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ فوجیوں نے اس کا تعاقب کیا اور اسے اور اس کے خادم عجیف کو مار ڈالا اور پھریا مقتدر یا مقتدر چلا اٹھے۔ اس نعرے سے محل کے سب لوگ گھبرا گئے۔ جبکہ نازوک اور عجیف کی لاشوں کو کنارہ دجلہ پر پہنچا کے صلیب پر چڑھا دیا اور پھر یہ فوجی مونس کے مکان کی طرف معزول خلیفہ مقتدر کی تلاش میں گئے۔ ابوالہیجا نے خلیفہ قاہر کے پاس سے اٹھ کر بھاگنے کا قصد کیا مگر خدام نے اسے پکڑ کر قتل کردیا اور اس کا سر اتار لیا۔ دستہ فوج جانثاراں مونس کے مکان پر گیا۔ مونس نے مقتدر کو ان کے حوالے کر دیا۔ مقتدر بطور

Marfat.com

خلیفہ دوبارہ محل میں آیا تو اس نے قاہر کو امان دے دی"۔ کہاجاتا ہے کہ خلیفہ مقتدر کی معزولی کی طرح اس کی بحالی بھی مونس مظفر کی خواہش پر ہوئی تھی۔ اس نے دستہ جانثاراں فوج اور خادمان محل سرا کو مقتدر کی بحالی کے لیے اشارہ کیا تھا۔ اس وجہ سے وہ قاہر کی تخت نشینی کے بعد دربار میں حاضر نہیں ہوا تھا۔ اس واقعہ کے بعد خلیفہ مقتدر نے اپنے بھائی قاہر کو اپنی ماں کی نگرانی میں قید کر دیا۔ دریں اثنا اہل بغداد کی امور سلطنت سے بے تعلقی اور مذہبی توہم پرستی کی یہ حالت تھی کہ "اس سال بغداد میں مسلمانوں کے درمیان آیت "عسی ان یبعثک ربک مقاما" محمودا" کے معنوں میں سخت اختلاف ہوا۔ حنبلی کہتے تھے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کو عرش پر بٹھائے گا۔ دوسرے کہتے تھے کہ خدا آپ کو مقام شفاعت عطا فرمائے گا۔ اس نزاع نے یہاں تک طول کھینچا کہ بہت سے آدمیوں کی جانیں گئیں"[11]۔

خلیفہ مقتدر کی معزولی اور بحالی کے اس واقعہ سے سارے جہاں کو پتہ چل گیا کہ عباسی خلیفہ کی اب کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حیثیت اس کی ہے جس کے پاس فوج ہے۔ مقتدر محض نام کا خلیفہ اس لیے تھا کہ فوج کے کسی غیر عرب سپہ سالار کو یقین نہیں تھا کہ اگر اس نے عنان خلافت سنبھالی تو اسے عام طور پر تسلیم کرلیا جائے گا۔ عباسیوں کی جگہ علویوں میں سے کوئی شخص خلیفہ نہیں بن سکتا تھا کیونکہ عراق، جزیرہ اور وسطی ایشیا میں اہل سنت و الجماعت کی اکثریت تھی اور وہ علوی خلیفہ کی باآسانی اطاعت نہیں کرسکتے تھے۔ عبداللہ المہدی نے اسی لیے بلاد افریقہ میں جاکر اپنی خلافت و امامت قائم کی تھی۔ وہاں کے کتامہ اور بربر قبائل کو مذہب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ انہوں نے عبداللہ کی حمایت بھی نہ کی تھی کیونکہ وہ بنی اغلب کے ظلم و ستم اور بدعنوانیوں سے تنگ آچکے تھے۔ بربر قبائل ہر وقت ہر مذہب اختیار کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ بشرطیکہ اس میں انہیں اپنا کوئی مادی فائدہ نظر آتا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے عربوں کے خلاف بارہا بغاوتیں کی تھیں اور بارہا مرتد ہوئے تھے۔ وہ ہر اس شخص کا ساتھ دیتے تھے جو عربوں کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا تھا۔ بلاد مشرق میں بغداد کے عباسی خلیفہ کی حاکمیت کو تسلیم کرنے والوں میں روز بروز کمی ہوتی جارہی تھی۔ ماورالنہر، خراسان اور طبرستان میں آل سامان کی سلطنت آزاد اور خودمختار تھی۔ بحرین میں قرامطیوں کی حکومت تھی اور علاقہ سندھ میں دو

Marfat.com

آزاد سلطنتیں تھیں۔

318 ہجری میں شیراز کے والی یاقوت نے اپنے عامل خراج علی بن خلف کے ساتھ سازش کر کے بغداد کو خراج دینا بند کر دیا تھا۔ جبکہ مرکزی خزانہ خالی تھا۔ اسی سال خلیفہ مقتدر نے اپنے وزیر سلطنت ابو علی ابن مقلہ کو برطرف کر کے اسے گرفتار کرلیا۔ اور اس سے دو لاکھ دینار وصول کیے۔ اس کے بعد سلیمان بن حسن وزیر بنا۔ خزانہ اس قدر خالی تھا کہ لوگوں کے روزینے کم کرنے پر حرم میں شورش برپا ہوگئی اور جب 319 ہجری کو سلیمان کو بھی جیل میں جانا پڑا۔ اس کی جگہ ابوالقاسم وزیر بنا۔ لیکن دو ماہ بعد اسے بھی علیحدہ کر دیا گیا۔ سبب یہ تھا کہ "ایک شخص نے اپنی کتاب میں یہ پیشنگوئی کی تھی کہ عباسی خلیفہ کے عہد میں ایک ایسا آدمی وزیر ہوگا جس کی بدولت خزانے معمور اور صوبے آباد ہو جائیں گے۔ اس وزیر کی جو علامتیں لکھی تھیں وہ اس شخص کے سرپرست حسین بن قاسم پر پوری اترتی تھیں چنانچہ حسین وزیر بنا۔ وہ بہت خوش تھا اس کی تقرری پر بہت شوروشغب ہوا۔ سپہ سالار اعظم مونس مظفر بھی اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد مونس کے کانوں تک یہ خبر پہنچی کہ وزیر حسین نے چند سپہ سالاران کے ساتھ مل کر اس کے خلاف سازش کرلی ہے۔ مونس برہم ہوا۔ اس نے ایوان وزارت کو لوٹنے کی دھمکی دی تو حسین ایوان خلافت میں منتقل ہوگیا۔ یہاں اس نے بذریعہ خط دیر عاقول سے ہارون بن غریب اور اھواز سے محمد بن یاقوت کو بغداد میں طلب کیا۔ اس لئے مونس اس سے سخت نفرت کرنے لگا۔ اور وہ خلیفہ مقتدر سے ناراض ہوکر موصل چلا گیا۔ وزیر السلطنت حسین نے مونس کی روانگی کے بعد اسکے اور اسکے ساتھیوں کے مکانات اور جاگیروں کی ضبطی شروع کردی جس سے کافی مال جمع ہوا تو مقتدر نے اسے عمید الدولہ کا خطاب دیا اور سکہ پر اس کا نام لکھوایا۔ حسین نے سعید بن حمدان' داؤد بن حمدان اور ان کے بھتیجے ناصرالدولہ حسین بن عبداللہ کو مونس سے جنگ کرنے کا حکم دیا۔ بنو حمدان نے 30 ہزار فوج سے حملہ کیا۔ مونس نے انہیں شکست دے کر موصل پر قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر 320 ہجری کا ہے۔ اس کے بعد بغداد' شام اور مصر کی فوجیں مونس کے پاس چلی آئیں اور ناصرالدولہ بن حمدان بھی اسکے ساتھ ہوگیا۔ اس جمیعت کو لیکر اس نے بغداد پر چڑھائی کی۔ محمد بن یاقوت مقابلہ کے لیے فوج لیکر نکلا۔ خلیفہ مقتدر بھی اس کے ساتھ تھا اور اس کے دائیں بائیں

Marfat.com

فقہاء اور قراء قرآن پاک اٹھائے ہوئے تھے۔ مونس نے پہلے حملہ میں محمد بن یاقوت کو شکست دی۔ اسکا لشکر بھاگا تو خلیفہ مقتدر بھی لوٹ پڑا لیکن اس موقع پر مغاربہ اور بربر کا ایک گروہ مل گیا ان دونوں نے مقتدر کو قتل کرکے سر اتار لیا[۱۲]"۔ بربریوں نے خلیفہ کے تمام کپڑے، یہاں تک کہ پاجامہ بھی اتار لیا۔ کسی شخص نے برہنہ دیکھ کر ستر پوشی کے لیے اوپر سے گھاس ڈال دی۔ پھر زمین میں ایک گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ یہ واقعہ 28 شوال 320 ہجری مطابق یکم نومبر932ء کا ہے۔ مقتدر کی عمر اس وقت 38 سال کی تھی۔ اس کی مدت خلافت تقریباً" 25 سال رہی۔

Marfat.com

باب : 17

# خلیفہ قاہر باللہ

## امراء پر غلبہ پانے کی ناکام جابرانہ کوشش
## اور معزولی' ابن بویہ کی ابتداء

مقتدر کی جگہ اس کا بھائی ابو منصور محمد بن معتضد تخت نشین ہوا اور اس نے القاہر باللہ کا لقب اختیار کیا۔ یہ ایک بربر لونڈی کے بطن سے تھا جس کا نام فتنہ تھا۔ کہتے ہیں کہ جب خلیفہ مقتدر قتل ہوا تھا تو سپہ سالار اعظم مونس مظفر اس کے بیٹے ابوالعباس احمد کو جو نہایت کم سن تھا خلیفہ بنانا چاہتا تھا مگر وزیر السلطنت ابو یعقوب اسماعیل نوبختی کی ملامت پر وہ اپنے اس ارادے سے باز رہا اور پھر اس نے ابو یعقوب کی تجویز کے مطابق مقتدر کے بھائی ابو منصور محمد بن معتضد کو مسند خلافت پر جلوہ افروز کر دیا۔ حالانکہ وہ اسے بدباطن اور مریض خیال کرتا تھا۔ یہ اواخر شوال 320 ہجری کا واقعہ ہے۔ ایک اور بیان ہے کہ جب مقتدر قتل ہوا تو لوگوں نے محمد بن معتضد اور محمد بن مکتفی کو بلایا اور پھر مکتفی سے کہا کہ تم خلیفہ بنتے ہو۔ اس نے کہا مجھے تو اس کی حاجت نہیں۔ میرے چچا ہی اسکے زیادہ حقدار ہیں۔ محمد بن معتضد نے خلافت کو منظور کرلیا اور سب نے اس سے بیعت کرلی۔ اس نے علی بن مقلہ کو وزیر اور ابن بلیق کو حاجب مقرر کیا اور پھر اس نے سب سے پہلا یہ کام کیا کہ اس نے مقتدر کی اولاد اور اس کی ماں سے تمام اموال چھین لیے۔

پسران مقتدر کی جستجو میں سرگرمی اور مستعدی کا حکم دیا۔ مقتدر کے ایک لڑکے عبدالواحد نے اھواز میں بغاوت کردی تھی اور شاہی عامل کو باہر نکال کر خراج وصول کرنے لگا تھا۔ مونس مظفر نے اسکے خلاف بلیق کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ عبدالواحد یہ خبر پاکر اپنے ہمراہیوں کو لیکر اھواز سے تستر چلا آیا۔ یہاں تمام سپہ سالاران نے اس سے علیحدگی

Marfat.com

اختیار کرلی۔ اور بلیق سے امان کی درخواست کی مگر محمد بن یاقوت نے عبدالواحد کا ساتھ نہ چھوڑا۔ تاہم کچھ دیر بعد جب عبدالواحد نے بھی امان حاصل کرلی تو محمد بن یاقوت بھی امان لیکر بلیق کے پاس چلا آیا۔ جس وقت عبدالواحد اور محمد بن یاقوت اھواز سے واپس آئے تو خلیفہ قاہر' عبدالواحد سے احترام سے پیش آیا اور اس نے محمد بن یاقوت کو اپنا حاجب مقرر کرلیا۔ یہ بات وزیر السلطنت علی بن مقلہ کو ناگوار گزری اور اس نے مونس مظفر کے سامنے اس شبہ کا اظہار کیا کہ خلیفہ قاہر اور محمد بن یاقوت تمہاری مخالفت کریں گے اور عیسیٰ طبیب اس معاملے کا راز دار ہے۔ مونس نے علی بن بلیق کو عیسیٰ کی طلبی پر مامور کیا اور علی بن بلیق نے خلیفہ قاہر کی نگرانی پر احمد بن زیرک کو مقرر کیا۔ محلسرائے خلافت میں آنے جانے والوں کی تلاشی لی جانے لگی۔ یہاں تک کہ عورتیں برقعہ پوش جو قصر خلافت میں آمدورفت رکھتی تھیں اس خیال سے کہ کوئی خط اور رقعہ خلیفہ قاہر تک نہ پہنچا دیں ان کے چہروں اور سروں سے بھی چادریں اتار لی جاتی تھیں۔ برتن بھی کھول کر دیکھ لیے جاتے تھے۔

ان حالات میں خلیفہ قاہر نے کچھ عہدیداروں کے ساتھ ملکر سپہ سالار مونس اور وزیر ابن مقلہ کے خلاف سازش کرنے کی کوشش کی مگر یہ راز کھل گیا۔ مونس اور بلیق نے یہ رائے قائم کی کہ خلیفہ قاہر کو مسند خلافت سے اتار دینا چاہیے۔ بعدازاں بلیق اور اس کے بیٹے علی اور وزیر السلطنت ابن مقلہ نے ابو احمد بن مکتفی کی خلافت کی بیعت کرلی۔ لیکن مونس نے اتفاق نہ کیا اور انہیں کہا کہ ذرا صبر کرو۔ خلیفہ قاہر سے بظاہر مخالفت نہ کرو۔ جب تک یہ معلوم نہ کرلو کہ سپہ سالاران لشکر اور فوج ساجیہ اور حجریہ میں سے کس کس نے خلیفہ قاہر سے سازش کرلی ہے مگران لوگوں نے اس رائے پر عمل نہ کیا اور خلیفہ قاہر کی فوری معزولی پر مصر رہے۔ مجبور ہوکر مونس نے اجازت دے دی اور یہ مشورہ دیا کہ تم لوگ یہ مشہور کردو کہ ابو طاہر قرملی کوفہ میں آگیا ہے۔ علی بن بلیق اس کی روک تھام کے لیے کوفہ جانے والا ہے۔ اس حیلہ سے پھر بغرض حصول اجازت اور رخصت ہونے کو بلیق قصر خلافت میں جائے اور خلیفہ قاہر کو گرفتار کرلے۔ لیکن یہ منصوبہ کامیاب نہ ہوا۔ وزیر کی جانب سے قاہر کو اطلاع دے دی گئی۔ قاہر نے مونس کی فوج کو جو ساجیہ کہی جاتی تھی اپنے ساتھ ملا کر ان سب کو گرفتار کرلیا۔ شعبان 321 ہجری میں لشکریوں میں

Marfat.com

پھر شورش پیدا ہوئی۔ مونس کے ساتھی اس فتنہ و فساد میں شریک تھے۔ شور غوغا مچاتے ہوئے محلسرائے خلافت کے قریب پہنچے۔ وزیرالسلطنت ابو جعفر کے روشن محل میں آگ لگادی۔ بلیق کو رہا کر دو چلاتے ہوئے قصر خلافت کی طرف بڑھے۔ خلیفہ قاہر لشکریوں کے شوروغل کو سن کر اس مکان کی جانب گیا جہاں پر کہ بلیق قید تھا۔ خادموں کو اشارہ کر دیا۔ بلیق کی گردن اتار لی گئی اور اس کا سر لیے ہونے مونس کے پاس آیا۔ مونس دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور انااللہ وانا الیہ راجعون پڑھ کے بلیق کے قاتل پر لعن طعن کرنے لگا۔ خلیفہ قاہر کے حکم پر اس کا بھی سر اتار لیا گیا۔ بعدازاں ان دونوں سروں کو نیزہ پر رکھ کر تشہیر کرا کر خزانہ میں رکھ دیا۔ لشکری اور مونس کی ساتھی اس خوفناک منظر کو دیکھ کر تھرا گئے اور کسی تحریک کے بغیر سب منتشر ہوگئے۔ پھر ابو یعقوب اسحاق بن اسماعیل نوبختی کو جیل میں ڈال دیا اور وزیرالسلطنت ابو جعفر کو پکڑ کر قید کردیا گیا۔ وہ قید ہونے کے اٹھارہویں روز مر گیا۔ اس کی جگہ ابو العباس احمد کو وزارت کا عہدہ دیا گیا۔ "ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا گیا۔ ابن مقلہ کہیں چھپ گیا۔ اس کے گھر کو آگ لگا دی گئی اور دیگر مخالفین کے گھر لٹوادیئے گئے۔ پھر لشکر میں انعام اور تنخواہیں تقسیم کرکے ان کے جوش کو فرو کیا اور اس طرح قاہر کا خوب تسلط بیٹھ گیا اور اس دن اپنے لقب میں "المنتقم من اعداء دین اللہ" زیادہ کردیا اور سکوں پر اس لقب کو نقش کردیا۔ اسی سال گانے والی کنیزوں کو رکھنے سے منع کردیا اور شراب کی خریدوفروخت بند کر دی۔ گویوں کو گرفتار کرلیا۔ مخنثوں کو شہربدر کر دیا۔ آلات کو توڑ ڈالا۔ گانے والی چھوکریوں کو بیچ ڈالنے کا حکم دیا۔ باوجود ان سب باتوں کے خود اس قدر شراب پیتا تھا کہ نشہ نہ اترنے دیتا اور گانا سننے سے کبھی بس نہ کرتا تھا۔ 322 ہجری میں قاہر نے اسحاق بن اسماعیل نوبختی کو قتل کرا دیا جس نے کہ اس کے خلیفہ بنایا جانے پر زور دیا تھا۔ اس کو سر کے بل ایک کنوئیں میں گراکر پھر یہ کنواں پٹوا دیا اور گناہ اسکا صرف یہ تھاکہ قاہر کے خلیفہ ہونے سے پہلے ایک دفعہ اس نے ایک لونڈی کو قاہر سے زیادہ قیمت دیکر خرید لیا تھا"۔ ایک اور عجیب و غریب بات یہ ہوئی کہ طریف سیکری جو مونس کا ماتحت امیر تھا لیکن قاہر کے ساتھ مل گیا تھا اور اس کی کوشش سے یہ سب لوگ پکڑے گئے تھے اسکو قاہر نے قید کرا دیا کیونکہ اسے اس کے اثر و رسوخ سے خطرہ محسوس ہوتا تھا۔

اسی سال اہل دیلم نے زور پکڑا اور بغاوت کر دی۔ ابن خلدون اس بغاوت کا پس

Marfat.com

منظر بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ "جس وقت سے دیلم نے اطروش کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور اطروش ان کے زور بازو کی وجہ سے طبرستان اور جرجان پر قابض ہوگیا تھا اسکے نامور سپہ سالاروں میں سے ماکان بن کالی' لیلیٰ بن نعمان' اسفار بن شیرویہ اور مرداویج بن وزیار تھے۔ یہ لوگ بڑے بڑے نواب او والی ملک تھے۔ ان لوگوں نے پہلے صوبہ طبرستان کو دبا لیا۔ بعدازاں زمانہ تنزلی دولت عباسیہ میں ملک گیری کے خیال سے دولت عباسیہ کے صوبوں کی طرف نکلے پڑے۔ ان ہی خروج کرنے والوں کے ساتھ علی بن بویہ نے بھی خروج کر دیا جو ماکان بن کالی کی فوج کے سرداروں میں تھا۔ پھر جب اسفار بن شیرویہ کے قتل کے بعد مرداویج اور ماکان میں اختلاف و فتنہ شروع ہوا اور مرداویج نے طبرستان اور جرجان کو ماکان کے قبضہ سے نکال لیا بنو بویہ ماکان سے مرداویج کے پاس چلے آئے۔ مرداویج نے انکو احترام سے ٹھہرایا۔ خلعتیں دیں اسکے بعد ماکان کے سپہ سالاروں میں سے ایک گروہ نے مرداویج سے امان کی درخواست کی۔ مرداویج نے قبول کرلی اور ہر ایک سپہ سالار کو اطراف جبل میں ایک سمت کی حکومت عنایت کی۔ علی بن بویہ کو کرج حکومت سپرد کی گئی۔ یہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔ غرض تمام بنی بویہ' مرداویج سے رخصت ہوکر رے کی جانب روانہ ہوئے۔ ابن بویہ نے کرج میں پہنچ کر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور استقلال و استحکام سے حکمرانی کرنے لگا۔ کرج کے دوچار قلعے بھی فتح کیے۔ مال کثیرہاتھ آیا۔ سب کا سب لشکریوں کو دے دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اس کا جاہ و جلال اور رعب و داب بڑھ گیا۔ چنانچہ اس نے اصفہان پر چڑھائی کردی اور مظفر بن یاقوت کو پہلے ہی حملہ میں شکست دے دی۔ بعدازاں ابن بویہ نے ارجان پر حملہ کیا۔ وہاں کا والی ابوبکر بن یاقوت بلا جدال و قتال ارجان چھوڑ کر رام ہرمز بھاگ گیا۔ ابن بویہ ارجان میں ہی تھا کہ خلیفہ قاہر کی تحریک پر مرداویج نے اصفہان کا علاقہ محمد بن یاقوت کے حوالے کردیا۔ ابن بویہ اور ابن یاقوت کا دو مرتبہ مقابلہ ہوا اور دونوں بار ابن یاقوت کو شکست ہوئی۔ ابن یاقوت نے واسط میں جاکر دم لیا اور ابن بویہ شیرازچلا گیا۔ اور اس نے اس شہر پر اور کل بلاد فارس پر کامیابی کے ساتھ قبضہ کرلیا۔ امان کی منادی کرا دی۔ چاروں طرف امن و امان کا ڈنگا بج گیا۔ لشکریوں نے تنخواہیں طلب کیں۔ ادائیگی سے مجبور ہوا۔ اتفاق سے چند صندوق آئے جن کو ابن یاقوت چھوڑگیا تھا اور بنی صفار کے ذخائر بھی مل گئے۔ جن میں

Marfat.com

پانچ لاکھ دینار سرخ تھے۔ کل خزانہ معمور ہوگیا۔ استقلال و استحکام کے ساتھ حکومت کرنے لگا“۔[۱۱]

جلال الدین سیوطی کا بیان ہے کہ ”ابن بویہ نہایت ہی حقیر اور فقیر شخص تھا۔ مچھلیاں پکڑ کر گزارا کیا کرتا تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ میں پیشاب کرنے لگا اور پیشاب گاہ سے ایک آگ کا شعلہ نکلا ہے جس نے تمام دنیا کو روشن کر دیا ہے۔ اس کے خواب کی اسے یہ تعبیر بتائی گئی کہ اس کی اولاد بادشاہ ہوگی اور جہاں تک اس شعلہ کی روشنی گئی تھی وہاں تک ملک اس کے زیر نگیں ہوگا۔ کچھ زمانہ کے بعد ہوتے ہوتے یہ شخص مرداویج بن زیار دیلمی کا سپہ سالار بن گیا۔ دیلمی نے اسے کرج سے مال لانے کے لیے بھیجا۔ وہاں سے یہ پانچ لاکھ درہم لیکر آیا۔ پھر یہ حمدان پر قبضہ کرنے کی خاطر آگے بڑھا۔ انہوں نے شہر کے دروازے بند کر لیے۔ ابن بویہ نے ان سے جنگ چھیڑ دی اور بزور شمشیر اسے فتح کیا۔ وہاں سے شیراز میں آیا اور جو مال اس کے پاس تھا وہ ختم ہو چلا تھا۔ ایک دن مکان میں چت لیٹا ہوا تھا کہ چھت سے ایک سانپ گرا۔ فوراً حکم دیا کہ چھت گرا دی جائے۔ اس کے اندر سے سونے کے بھرے ہوئے صندوق برآمد ہوئے۔ اس نے ان سب کو لشکر میں تقسیم کر دیا۔ پھر ایک روز درزی کو کچھ سینے کے لیے بلایا وہ کان سے بہرہ تھا اس نے خیال کیا کہ شاید کسی نے چغلی کھائی ہے۔ آتے ہی کہا کہ خدا کی قسم میرے پاس تو سوائے بارہ صندوقوں کے اور کچھ نہیں ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ ان میں کیا ہے۔ وہ صندوق اسی وقت لائے گئے۔ جن سے بے شمار مال نکلا۔ پھر ایک دن کی بات ہے کہ یہی ابن بویہ (عمادالدولہ) گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اسکے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ کھدوا کر دیکھا تو وہاں سے بہت بڑا خزانہ ملا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے خراسان اور فارس کا تمام ملک خلیفہ کے تصرف سے نکل کر اسکے قبضہ میں آگیا“[۱۲]

ابن بویہ جب بلاد فارس پر قابض ہوا تو خلیفہ قاہر کی فوج باغی ہوگئی۔ وجہ یہ تھی کہ خلیفہ قاہر کا پہلا وزیر علی بن مقلہ' جو مونس اور بلیق وغیرہ کے قتل کے موقع پر روپوش ہوگیا تھا۔ راتوں کو بھیس بدل بدل کر ساجیہ فوج کے امراء سے ملتا تھا۔ اس فوج کے ایک سپہ سالار اعظم کا نام سیما تھا۔ سیما نے ایک دفعہ ایک خواب دیکھا۔ ابن مقلہ نے سیما کے خواب کی تعبیر بیان کرنے والے کو بہت سا مال دے کر ملا لیا۔ اور اس کے ذریعے سیما کو

Marfat.com

خلیفہ قاہر کی سطوت اور متلون مزاجی سے ڈرانا شروع کیا۔ سنتے سنتے سیما کو قاہر سے نفرت اور رنجش پیدا ہوگئی۔ اس عرصہ میں خلیفہ قاہر نے محلرائے خلافت میں چند گڑھے اور کنوئیں کھدوائے۔ گانے بجانے والوں نے سیما اور دوسرے سپہ سالاران ساجیہ سے یہ کہہ دیا کہ گڑھے اور کنوئیں انہیں ہلاک کرنے کو کھدوائے گئے ہیں۔ سیما نے حفظ ماتقدم کے خیال سے اپنے ماتحت سپہ سالاروں اور مشیروں کو جمع کرکے ہتھیار تقسیم کیے اور محافظین محلرائے خلافت کے سواروں کو ملا کر خلیفہ قاہر کو معزول کرنے کا مشوہ کیا۔ قسمیں کھائیں اور عہدوپیان کیا۔ بعدازاں سب نے دفعتاً" محلرائے خلافت پر حملہ کر دیا۔ اور چاروں طرف سے ناکہ بندی کرلی۔ خلیفہ قاہر نے شوروغوغا سن کر بھاگنے کی کوشش کی مگر راستہ نہ ملا۔ مجبور ہوکر حمام کی چھت پر چلاگیا۔ اتنے میں بلوائی اندر گھس آئے۔ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا اور پابہ زنجیر اس مکان میں لائے جہاں کہ طریف سیکری قید تھا۔ اس کو رہا کرکے بجائے اس کے خلیفہ قاہر کو قید کر دیا۔ یہ واقعہ اس کی خلافت کے ایک برس چھ مہینے بعد یعنی جمادی الاول 322 ہجری (934ء) کا ہے۔

بعض نے خلیفہ قاہر کی معزولی کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ وہ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد فوج ساجیہ اور محافظین محلرائے خلافت پر تشدد کرنے لگا تھا وہ فوج کے سرداروں اور سپہ سالاروں کی توہین کرتا' وظائف اور تنخواہیں دینے میں لیت و لعل سے کام لیتا۔ اس سے ان لوگوں کو شکائتیں پیدا ہوئیں اور وہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ اتفاق یہ کہ اس کے حاجب سلامت کو بھی اس سے خطرہ پیدا ہوگیا کیونکہ وہ اکثر اس سے مال و زر کا طالب ہوتا تھا۔ وزیرالسلطنت حصیبی بھی اسی حال میں مبتلا تھا۔ اسی اثنا میں خلیفہ قاہر نے اپنے محلرا میں چند گڑھے اور کنوئیں کھدوائے۔ اس سے ان لوگوں کو شبہ پیدا ہوا۔ اتنے میں قرامطہ کا ایک گروہ فارس سے گرفتار ہوکر بغداد آیا۔ خلیفہ قاہر نے بظاہر ان لوگوں کو ان میں قید کر دیا مگر درپردہ اس نے ان لوگوں کو فوج ساجیہ اور محافظین محلرائے خلافت کے مقابلہ میں ابھارنے کی کوشش کی اور ان سے مدد کا خواستگار ہوا۔ فوج ساجیہ اور محافظین محلرائے خلافت کو یہ ناگوار گزرا اور وزیرالسلطنت اور حاجب سے یہ واقعہ ظاہر کیا۔ خلیفہ قاہر نے ان لوگوں کو (قرامطہ کو) محل سرائے خلافت سے نکال دیا اور محمد بن یاقوت کوتوال شہر کے سپرد کر دیا اور حسن سلوک کرنے کی ہدایت کی۔ اس سے فوج

Marfat.com

ساجیہ اور محافظین محلرائے خلافت کا شبہ اور بھی قوی ہوگیا۔ خلیفہ قاہر بھی اعلانیہ ان کی برائیاں اور مخالفت کرنے لگا۔ رفتہ رفتہ فوج ساجیہ کی کشیدگی اس حد تک پہنچ گئی کہ اس نے قاہر کو معزول کر دیا[4]"۔ محمد اصفہانی کہتا ہے کہ "قاہر کے معزول کرنے کا باعث اس کا بدخصلت اور خونریز رویہ ہوا۔ اور جب اس نے معزولی سے انکار کیا تو اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں۔ جس سے دونوں آنکھیں رخساروں پر بہہ پڑیں صولی کہتا ہے کہ قاہر نہایت جلد باز' خونریز' بدخصلت اور فاسق مزاج تھا۔ ہمیشہ نشہ میں چور رہتا تھا۔ اگر اس کا حاجب نیک نہ ہوتا تو شاید سب آدمیوں کو قتل کرواتا۔ اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ بنوا رکھا تھا جسے ہر وقت اٹھائے رکھتا تھا۔ اور اس وقت تک ہاتھ سے نہ پھینکتا تھا جب تک اس سے کسی نہ کسی شخص کو قتل نہ کرلیتا تھا[5]"۔

Marfat.com

باب : 18

# خلیفہ راضی باللہ

## خلافت کا اقتصادی و سیاسی دیوالیہ
## طوائف الملوکی اور خانہ جنگی

ابو منصور القاہرباللہ کی معزولی کے بعد اس کا بھتیجا ابوالعباس محمد بن مقتدر 5 جمادی الاول 322 ہجری مطابق 23 اپریل 934 کو مسند خلافت پر بٹھایا گیا۔ یہ ایک رومی لونڈی کے بطن سے تھا۔ جس کا نام ظلوم تھا۔ بیعت عام کے بعد اس نے الراضی باللہ کا لقب اختیار کیا۔ اور تمام امور حکومت وزیرالسلطنت علی بن مقلہ اور حاجب محمد بن یاقوت کے سپرد کر دیئے۔ "اس وقت کوفہ' دینور اور ماسبندان کی گورنری ہارون بن غریب کے پاس تھی۔ ہارون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ میں تو خلیفہ قاہر کے ماموں کا بیٹا ہوں۔ میرے سوا کوئی شخص حکومت اور سرداری کا مستحق نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے اراکین دولت اور سپہ سالاران لشکر کو انعام دینے کا وعدہ کیا اور دینور سے براستہ خانقین بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ وزیر ابن مقلہ' حاجب ابن یاقوت' فوج ساجیہ اور محافظین محلرائے خلافت نے بذریعہ خط و کتابت ہارون کو بغداد آنے کی ممانعت کی اور علاوہ ان صوبوں کے جو اس کے قبضہ میں تھے' ایک اور صوبہ دینے کا وعدہ کیا' مگر وہ نہ مانا اور جبایہ پہنچ کر جبرا" خراج وصول کرنے لگا جس سے اس کا رعب و داب بڑھ گیا۔ اراکین دولت نے محمد بن یاقوت کو ایک بہت بڑا لشکر دیکر ہارون کی روک تھام کے لیے بھیجا۔ جونہی دونوں فوجیں مقابلہ پر آئیں۔ ابن یاقوت کے بعض ساتھی بھاگ کر ہارون کے پاس چلے گئے۔ ابن یاقوت نے ہارون کے پاس مصالحت کا پیغام بھیجا۔ ہارون نے نامنظور کر دیا اور یہ کہلا بھیجا کہ میں بغداد میں ضرور آؤں گا۔ چنانچہ 24 جمادی الثانی 322 ہجری کو دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ پہلے ہی حملہ میں ابن

Marfat.com

یاقوت کو شکست ہوئی اور اس کا لشکرگاہ لوٹ لیا گیا۔ ابن یاقوت تبریز کے پل کی طرف بھاگا اور اس سے گزر گیا۔ ہارون نے تنہا اسکا تعاقب کیا۔ رفتہ رفتہ ایک جھیل میں پہنچا۔ اتفاق سے گھوڑا بدک کر گر پڑا۔ محمد بن یاقوت کے ایک غلام نے پہنچ کر سر اتار لیا۔ ہارون کے ساتھی اس واقعہ کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے دو ایک سپہ سالار مارے گئے اور دو ایک گرفتار کر لیے گئے۔ ابن یاقوت فتح یاب ہو کر بغداد کی جانب لوٹا[1]"۔

اسی سال علی بن بویہ نے خلیفہ راضی کو کہلا بھیجا کہ جن شہروں پر میں قابض ہوگیا ہوں وہ مجھے دس کروڑ درہم سالانہ کے عوض جاگیر میں دیئے جائیں۔ اس پر راضی نے اس کو ایک جھنڈا اور ایک خلعت بھیجا۔ بعدازاں ابن بویہ رقم بھیجنے سے دیر کرتا رہا۔ وہ فارس و خراسان کا مطلق العنان حکمران تھا اور اس نے اسی وسیع علاقے پر تھوڑا ہی عرصہ پہلے قبضہ کیا تھا۔ خلیفہ راضی کی جانب سے سند حکومت موصول ہونے پر جب ابن بویہ کی شان و شوکت بڑھ گئی تو مرداویج کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے۔ اس کا بھائی وشمکیر خلیفہ قاہر کی معزولی کے بعد اصفہان کی طرف لوٹ آیا تھا۔ اور محمد بن یاقوت کو اس نے اصفہان سے بغداد کی طرف لوٹا دیا تھا۔ اسی زمانہ میں مرداویج بھی اصفہان پہنچا اور ابن بویہ کو نیچا دکھانے کی تدبیریں سوچنے لگا۔ اور اپنے بھائی وشمکیر کو رے کی جانب بھیج دیا۔ علی بن بویہ کی خودمختاری کے چند ماہ بعد مصر میں فرغانہ کے ایک سپہ سالار محمد بن طغج نے ایک نیم آزاد علاقائی سلطنت قائم کرلی اور اس طرح 292 ہجری میں وہاں طولونی سلطنت کے خاتمہ پر عباسیوں کی جو حاکمیت قائم ہوئی تھی پھر ناپید ہوگئی۔ محمد نے اپنے لیے اخشید کا لقب اختیار کیا کیونکہ پرانے زمانہ میں فرغانہ کے بادشاہ کو اخشید کہا کرتے تھے۔ اسکا باپ طغج مصر میں عباسی خلیفہ کی جانب سے ایک ممتاز عہدیدار تھا۔

محمد بن یاقوت' ہارون پر فتح پانے کے بعد بغداد واپس پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ خلیفہ راضی اس سے ناراض ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ابن یاقوت بطور حاجب حکومت کے کلی اختیارات استعمال کرتا تھا اور وزیرالسلطنت علی ابن مقلہ محض برائے نام وزیر تھا۔ چونکہ یہ صورتحال ابن مقلہ کو گوارا نہیں تھی اس لیے اس نے خلیفہ راضی کے پاس ابن یاقوت کے خلاف طرح طرح کی شکائتیں کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 323 ہجری کے اوائل میں خلیفہ راضی کے حکم سے محمد بن یاقوت اور اس کے بھائی مظفر بن یاقوت کو گرفتار کرکے قید

Marfat.com

خانے میں ڈال دیا گیا۔ محمد بن یاقوت کا باپ یاقوت ان دنوں واسط میں تھا اپنے بیٹے کی گرفتاری کی خبر پاکر ابن بویہ سے جنگ کرنے کے لیے فارس کی طرف روانہ ہوا اور خلیفہ کو لکھا کہ میرے بیٹے کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ ابن بویہ کی مہم میں میرا ہاتھ بٹائے۔ وزیرالسلطنت ابن مقلہ نے جو اب مختار کل تھا اس درخواست پر توجہ نہ دی۔ محمد بن یاقوت برابر جیل کی مصیبت جھیلتا رہا۔ یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں 324 ہجری میں مرگیا۔ البتہ ابن مقلہ نے مظفر بن یاقوت سے یہ عہد لیکر کہ وہ اس کی فرمانبرداری کرے گا آزاد کر دیا۔ مظفر نے تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنے بھائی کی موت کا بدلا اس طرح لیا کہ اس نے بطور حاجب لشکریوں کو ابن مقلہ کے خلاف تنخواہوں کے مسئلہ پر بھڑکا دیا۔ انہوں نے ابن مقلہ کو پکڑ لیا۔خلیفہ راضی نے مجبوراً" اس پر اظہار ناپسندیدگی کیا اور اس کی جگہ عبدالرحمان بن عیسیٰ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ جب عبدالرحمان نے اصلاح احوال سے مایوس ہوکر استعفیٰ دے دیا تو ابو جعفر محمد بن قاسم کرخی وزیر مقرر ہوا۔ اس زمانے میں ابو عبداللہ بریدی جو چند سال قبل محمد بن یاقوت کی اہواز کی گورنری کے دوران اس کا کاتب تھا اور پھر مرداویج کے ہاتھوں ابن یاقوت کی شکست کے بعد نشیبی اہواز پر قابض ہوگیا تھا' یاقوت کے پاس اہواز میں مقیم تھا اور اس کے دو بھائی ابوالحسن اور ابو یوسف سوس' جندی سابور اور مضافات اہواز پر قابض تھے۔ وہ ان علاقوں کو ان دونوں کی سپردگی میں دے کر واسط گیا تھا۔ واسط سے وہ یاقوت کے ساتھ ابن بویہ کی مہم پر روانہ ہوا۔ براستہ دریا اہواز پہنچا تو اس نے اپنے بھائیوں کے جمع کر کے چار لاکھ دینار پر قبضہ کرلیا۔ اس رقم سے بریدی کی قوت بڑھ گئی اور وہ اپنا ایک لشکر مرتب کرکے اہواز میں خراج وصول کرنے لگا۔ جبکہ یاقوت فارس اور ارجان کی طرف بڑھ گیا تھا۔ یاقوت کا ارجان پر ابن بویہ سے مقابلہ ہوا۔ یاقوت کو شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر عسکر مکرم کی طرف بھاگا۔ ابن بویہ رام ھرمز تک تعاقب کرتا۔ہوا چلا گیا۔ جب یاقوت ہاتھ نہ آیا تو رام ہرمز میں ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ دونوں میں مصالحت ہوئی۔ یاقوت نے مصالحت اس لیے کی کہ ابو عبداللہ بریدی نے وعدہ خلافی کرکے اسے مالی اور فوجی امداد مہیا نہیں کی تھی۔ مظفر بن یاقوت' جسے وزیر ابن مقلہ نے رہا کر دیا تھا اپنے باپ کے پاس پہنچا تھا اور اس نے بغداد جانے کی رائے دی تھی اور کہا تھا کہ اگر بغداد میں آپ کا مقصد حاصل نہ ہو تو موصل اور دیار ربیعہ پر قبضہ کرلیجئے

Marfat.com

گا۔ مگر یاقوت نے یہ رائے قبول نہ کی اور ابن بریدی کے پاس چلا گیا جہاں ظاہرا" اس کا خیر مقدم کیا گیا چونکہ بریدی یاقوت سے خائف تھا اس لیے اس نے اسے کہلا بھیجا کہ خلیفہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو یا تو بغداد روانہ کر دوں یا پھر جبل کے کسی صوبہ پر مامور کر کے بھیج دوں۔ یاقوت نے مہلت مانگی مگر بریدی نے مہلت نہ دی۔ اس نے لشکرکشی کی۔ یاقوت نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور مار ڈالا گیا۔ اس کے بعد بریدی نے یاقوت کے بیٹے مظفر کو گرفتار کر کے بغداد روانہ کر دیا اور خود ان صوبجات پر قابض ہوگیا اور بغداد کو کوئی خراج نہ بھیجا[2] یہ واقعہ 324 ہجری کا ہے۔

دریں اثنا امیر واسط محمد بن مقلہ نے بھی خراج بھیجنا بند کردیا تھا اور درپردہ خلیفہ سے وزارت کی درخواست کی تھی اس شرط پر کہ محلرائے خلافت کے خرچہ کا کل بار میرے سر اور لشکریوں کی تنخواہ میرے ذمہ' خلیفہ راضی نے فوری طور پر تو اس درخواست پر توجہ نہ دی لیکن جب ابو جعفر کے زمانہ وزارت میں خراج کی آمد بند ہوگئی گورنروں نے اپنے صوبجات مقبوضہ کو دبا لیا۔ ابن مقلہ نے واسط کے علاوہ بصرہ کا خراج بھی بند کر دیا۔ بریدی نے صوبہ اھواز کی آمدنی دبا لی۔ فارس کا خراج بوجہ غلبہ ابن بویہ بند ہوگیا۔ چونکہ سوائے ان صوبجات کے اور کوئی صوبہ دولت عباسیہ کے قبضہ میں نہ تھا اس وجہ سے اس کی مالی حالت بے حد کمزور ہوگئی۔ "اراکین سلطنت اور امرا دولت علم خلافت کو چاروں طرف سے اپنی خود غرضیوں کا نشانہ بنا رہے تھے۔ لشکریوں کی تنخواہیں چڑھ گئی تھیں۔ مطالبات کی کثرت تھی۔ خرچ کی تنگی ہو رہی تھی۔ ابو جعفر کا رعب داب لوگوں کے قلوب سے اٹھ گیا تھا اور اس وجہ سے وہ اپنی وزارت کے تین ماہ بعد چند یوم کے بعد روپوش ہوگیا تھا۔ خلیفہ راضی نے بجائے اس کے ابو القاسم سلیمان بن حسن کو عہدہ وزارت سے سرفراز فرمایا۔ اس کی حالت بھی سابق وزراء کی طرح تھی۔ نہ اس کے قبضہ میں کچھ مال و زر تھا اور نہ اس کو ملک کی حالت سے کچھ آگاہی تھی۔ خزانہ خالی پڑا ہوا تھا اور یہ نام کی وزارت کر رہا تھا تو اس صورتحال میں خلیفہ راضی نے ابو بکر محمد بن رائق کو واسط سے بلا بھیجا اور لکھا کہ خلافت ماب نے تمہاری درخواست وزارت منظور فرما لی ہے۔ مناسب ہے کہ دربار خلافت میں حاضر ہوکر اپنے منصبی کام کو انجام دو۔ ابن رائق اس فرمان کو دیکھ کر خوش ہوگیا اور روانگی کی تیاری کرنے لگا۔ اسی اثنا میں خلیفہ راضی نے فوج ساجیہ کو ابن رائق کے پاس

Marfat.com

بھیجا۔ بعد میں اسے اس کی علمبرداری عنایت کی۔ امیرالامراء کا خطاب دیا۔ محکمہ مال' دیوانی' تبدیلی و تقرری احکام' نظم و نسق ممالک' کتابت' حجابت' غرض امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کے اختیارات مرحمت کیے۔ منبروں پر خطبوں میں اپنے نام کے بعد اس کے نام کے پڑھے جانے کا حکم صادر کیا۔ ابن رائق واسط سے بغداد آیا۔ خلیفہ راضی نے خلعت وزارت سے سرفراز فرمایا اور عنان حکومت اس کے ہاتھ میں دے دی۔ اس وقت سے کل دفاتر شاہی بند کر دیئے گئے۔ نام کی خلافت باقی رہ گئی۔ کوئی اختیار اس کو نہ تھا۔ ابن رائق اور اس کا عملہ جو چاہتا کر گزرتا خزانے بند کے بند رہے۔ خراج اس کے خزانہ میں داخل ہوتا پھر وہ سیاہ سفید جو چاہتا کرتا۔ خلیفہ بھی اس کا دست نگر تھا۔ ایک پیسہ اس کے قبضہ میں نہ تھا۔ غرض یہ کاٹھ کی پتلی اور موم کی ناک تھا۔ گورنران ممالک محروسہ نے خلیفہ کی اطاعت کا جواء اتار پھینکا۔ جس قدر جس کے قبضہ میں تھا اس کو اس نے دبا لیا۔ خلیفہ کے قبضہ میں اس وقت سوائے بغداد اور اسکے مضافات کے اور کوئی ملک باقی نہ رہ گیا تھا۔ بصرہ ابن رائق کے قبضہ میں تھا۔ خوزستان اور اھواز بریدی کے۔ فارس علی بن بویہ کے' کرمان ابو علی محمد بن الیاس کے۔ رے' اصفہان اور جبل حسن بن بویہ اور وشمکیر کے۔ (وشمکیر مرداویج کا بھائی اور حسن بن بویہ کے مقبوضہ علاقوں میں اسکا حریف تھا) موصل' دیاربکر' دیار مضر اور دیار ربیعہ بنی حمدان کے لیے۔ مصر و شام محمد بن طغج کے۔ مغرب اور افریقہ عبیدیین کے' اندلس امیر عبدالرحمان الناصر کے۔ ماوراء النہر بنی سامان کے۔ طبرستان و دیلم مرداویج کے۔ بحرین اور یمامہ ابو طاہر قرمطی کے اور سندھ میں منصورہ عمر بن عبدالعزیز الخضاری کی اولاد کے اور ملتان بنو عامر کے ہاتھ میں تھا۔ گویا خلیفہ راضی کے عہد میں عالم اسلام پندرہ آزاد و خودمختار مملکتوں میں منقسم تھا۔ اسلامی اتحاد و اتفاق کا کہیں شائبہ تک نہیں تھا اور اسلامی اخوت و مساوات کا کوئی خواب بھی نہیں دیکھتا تھا۔ جلال الدین سیوطی کہتا ہے کہ "خلیفہ راضی کی اس بے بسی کے پیش نظر اسپین کے امیر عبدالرحمان الناصر کو خلافت کا دعوی کرنے کا خیال آیا تھا۔ سید امیر علی بھی کہتا ہے کہ امیر عبدالرحمان نے خلیفہ راضی کی سلطنت میں طوائف الملوکی کے پیش نظر خلیفہ بننے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن پروفیسر ڈوزی اور بعض مشہور مورخین کا قطعی بیان یہ ہے کہ امیر عبدالرحمان نے 316 ہجری میں عباسی خلیفہ مقتدر کے عہد میں امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا تھا۔

Marfat.com

ابن رائق کے اس طرح بغداد میں آنے اور کل اختیارات سنبھالنے سے پہلے دیلم کے بادشاہ مرداویج بن زیار کو اس کے اپنے سپہ سالاروں نے قتل کر دیا تھا۔ مرداویج کے قتل کا پس منظر یہ تھا کہ "مرداویج نے' رے' اصفہان اور اھواز پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے خیالات بہت وسیع کر لیے تھے۔ اور بادشاہی کی بو اسکے دماغ میں سما گئی تھی۔ اس نے سونے کا تخت بنوایا' سپہ سالاروں اور سرداروں کے بیٹھنے کو چاندی کی کرسیاں بنوائیں' کسریٰ کی طرح سر پر تاج مرصع رکھا اور شہنشاہ کے خطاب سے خود کو مخاطب کیا۔ پھر عراق پر قبضہ کرنے اور مداین میں کسرائے فارس کے محلات کو ازسرنو بنوانے کا خیال آیا۔ اس کے پاس سپہ سالاران ترک کا ایک گروہ تھا جس میں یحکم نام کا ایک سالار بھی تھا۔ چونکہ اس کی حکمرانی اس کے سپہ سالاران ترک اور نیز عام لشکریوں کو ناگوار گزرتی تھی اس وجہ سے ان لوگوں نے اس کو 323 ہجری میں قتل کرڈالا۔ مرداویج کے مارے جانے کے بعد دیلم نے اس کے بھائی وشمکیر بن زیار (پدر قابوس) کو اپنا سردار بنا لیا۔ جلال الدین سیوطی کی اطلاع یہ ہے کہ "مرداویج دیلم کا سرگروہ تھا۔ یہ 323 ہجری میں اصفہان میں مرگیا۔ اس کی حکومت خوب پھیل گئی تھی اور مشہور تھا کہ بغداد پر حملہ کرنا چاہتا تھا اور درپردہ مجوسیوں سے ملا ہوا تھا۔ یہ شخص کہا کرتا تھا کہ میں عربوں کی سلطنت کو تباہ کرکے ازسرنو عجمیوں کی سلطنت قائم کروں گا۔" مرداویج کے قتل کے بعد ترکوں کے دو فرقے ہوگئے۔ ایک فرقہ علی بن بویہ کے پاس فارس چلا گیا اور دوسرا جو پہلے فرقہ سے تعداد میں زیادہ تھا یحکم کے پاس جبل کی جانب روانہ ہوگیا اور دینور وغیرہ کا خراج وصول کرنے لگا۔ بعدازاں اس گروہ نے نہروان کی طرف قدم بڑھایا۔ اور خلیفہ سے بغداد میں آنے کی اجازت حاصل کرلی۔ اس پر محلرائے کے محافظوں کو شبہ ہوا تو وزیرالسلطنت نے ان لوگوں کو بلاد جبل واپس جانے کا حکم دے دیا۔ ان لوگوں کو اس حکم سے ناراضگی ہوئی اور وزیر کے حکم کی تعمیل میں تاخیر کرنے لگے۔ اس اثنا میں ابن رائق والی واسط اور بصرہ نے ان لوگوں کو بلا بھیجا۔ سب کے سب اس کے پاس چلے گئے۔ اس نے یحکم کو ان لوگوں کا سردار بنایا۔ یحکم نے مرداویج کے دوسرے ترک اور دیلم ساتھیوں سے خط و کتابت کی تو وہ بھی ابن رائق کے پاس آگئے۔ ابن رائق نے یحکم کے ساتھ اچھے برتاؤ کیے۔ انعامات اور صلے دیئے۔ اس کے بعد یحکم کو رائق کی طرف سے منسوب کرکے رائقی کے نام سے موسوم کیا اور یہ اجازت

Marfat.com

دی کہ اپنے مخاطبات میں خود کو اسی نام سے موسوم کیا کرے۔ ابن رائق نے بحکم کے ساتھ اس گٹھ جوڑ کے بعد ہی خلیفہ راضی سے متذکرہ نوعیت کی وزارت طلب کی تھی۔ اس کے پاس ترکوں اور دیلموں کی بڑی عمدہ فوج تھی۔ اسی لیے جب خلیفہ راضی نے اس کی درخواست منظور کر کے ماہ ذی الحجہ 324 ہجری میں ساجیہ کی فوج کو اس کے پاس بھیجا تھا تو ابن رائق نے پہنچنے کے ساتھ ہی اس فوج کو گرفتار کر کے ان کی سواریوں اور مال و اسباب کو ضبط کر لیا تھا اور پھر بغداد پہنچ کر محافظین خلافت کو' جو اپنے مکانات چھوڑ کر محل سرا میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ باآسانی وہاں سے نکال دیا تھا اور اس طرح اس کے کلی اختیارات سنبھالنے میں کوئی مزاحمت نہیں ہوئی تھی۔

محرم 325 ہجری میں ابن رائق نے خلیفہ راضی کو یہ مشورہ دیا کہ آپ بغداد سے واسط پہنچ کر بریدی سے خراج طلب کریں۔ اگر وہ خراج دینے سے انکار کرے گا تو وہاں سے اس پر فوج کشی کرنے میں آسانی ہوگی۔" جب خلیفہ راضی اس مشورے کے مطابق بغداد سے روانہ ہوا تو محل سرائے کے محافظوں نے راستہ میں شورش کر دی۔ ابن رائق نے ان سے لڑائی کی انہیں شکست دی اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا۔ جو بچے انہوں نے بغداد جا کر دم لیا۔ جب وہاں کے پولیس افسر کو پتہ چلا تو اس نے ان لوگوں کے مکانات لٹوا دیئے۔ تنخواہیں بند کر دیں اور مال و اسباب ضبط کر لیا۔ اس واقعہ کے بعد ابن رائق نے' ان لوگوں کو جو فوج ساجیہ کے اس کے پاس قید تھے قتل کر کے خلیفہ راضی کے ساتھ اھواز کی جانب کوچ کیا۔ قریب پہنچ کر بریدی سے خراج طلب کیا۔ بریدی نے لکھا کہ اس طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سالانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار دینار تیس ہزار ماہوار کے حساب سے بارہ قسطوں میں بھیجتا رہوں گا۔ خلیفہ نے منظور کر لیا اور بغداد میں واپس آ گیا۔ لیکن بریدی نے ایک دینار بھی نہ بھیجا۔ لیکن ابن رائق نے اس پر فوج کشی کی بجائے اسے بغداد میں وزارت کی پیش کش کی اور لکھا کہ اگر تم نہیں آسکتے ہو تو کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیج دو۔ اس نے حسین بن علی قونجی کو اپنی طرف سے بھیج دیا۔ ابن رائق نے ازراہ تالیف قلب بریدی کے بھائی ابو یوسف کو بصرہ کا والی مقرر کر دیا۔ بریدی نے یہ اطلاع پا کر دو ہزار فوج بصرہ بھیجی۔ اس فوج نے محمد بن یزدار والی بصرہ کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ ابن رائق نے بریدی کی بلاوجہ فوج کشی پر برہمی کا اظہار کیا مگر بریدی نے کچھ پروا نہ کی اور

Marfat.com

اب اس کی حکومت کا دائرہ اہواز سے لیکر بصرے تک وسیع ہوگیا۔ ابن رائق نے مجبوراً یحکم اور بدر حرشی کو فوج کے ساتھ ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ یحکم نے بڑھ کر سوس پر قبضہ کرلیا پھر تستر پر بڑھا۔ ابن عبداللہ بریدی مع اپنے بھائی کے تین لاکھ دینار اور سازوسامان لیکر کشتی میں سوار ہوکر بھاگا۔ راستہ میں کشتی ڈوب گئی اور بڑی مشکل سے یہ دونوں بھائی اپنی جانیں بچا کر اہواز میں پہنچے۔ وہاں سے اعیان اہل بصرہ کو ابن رائق کے پاس بھیجا کہ ہم معافی کے طالب ہیں۔ ہمارے ساتھ مہربانی کا سلوک کیا جائے اور فوجیں واپس بلالی جائیں۔ لیکن اس نے منظور نہ کیا اور قسم کھائی کہ اگر بصرہ پر میرا قبضہ ہو جائے گا تو میں آگ لگا دوں گا۔ روسا بصرہ اپنی تمناؤں کا خون کرکے واپس ہوئے اور ابن رائق کے مقابلہ میں جان توڑ کر لڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد بریدی نے بصرہ پر اور یحکم نے اہواز پر قبضہ کرلیا۔ ابن رائق لشکر لیکر بریدی کی جانب آیا۔ بریدی نے علی بن بویہ کو عراق کی طمع دلا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس نے اپنے بھائی احمد بن بویہ کے ساتھ فوج بھیجی جس نے یحکم کو اہواز سے نکال دیا اور وہ واسط میں آگیا۔ لیکن بریدیوں اور بنی بویہ کو یہ کامیابی راس نہ آئی۔ ان دونوں حلیفوں میں تنازعہ پیدا ہوگیا جس کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ تھا کہ دونوں فریق ہی اہواز اور بصرہ پر قبضہ کے خواہاں تھے۔ ابو عبداللہ بریدی نے احمد بن بویہ کو اہواز اور بصرہ چھوڑ دینے کو لکھ بھیجا۔ احمد نے خط پاتے ہی اہواز کو خیرباد کہہ کر عسکر مکرم کا راستہ لیا۔ بریدی نے اپنے ایک عامل کو اہواز بھیج دیا اور پھر احمد کو عسکر مکرم بھی چھوڑ کر سوس چلے جانے کو لکھا۔ احمد بن بویہ نے انکار کر دیا۔ جب یحکم کو اپنے دشمنوں کے مابین تنازعہ کی خبر ملی تو اس نے سوس اور جندیسابور پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد عسکر مکرم میں احمد بن بویہ کی مالی حالت بہت خراب ہوگئی لیکن خوش قسمتی سے اس کے بھائی علی بن بویہ کی جانب سے بروقت کمک آگئی چنانچہ اس نے اہواز پر حملہ کرکے نہایت مستعدی سے اس پر قبضہ کرلیا"[6]۔

بریدی بصرہ بھاگ آیا اور یحکم واسط میں یہ تدبیریں سوچنے لگا کہ کس طرح بغداد میں ابن رائق کا عہدہ اور مرتبہ حاصل کیا جائے۔ اس نے واسط سے خراج بھیجنا بند کر دیا اور ابن مقلہ کے ذریعہ کوشش کرنے لگا کہ اسے امیرالامراء بنا دیا جائے۔ ابن رائق کو ابن یحکم کی نیت پر شبہ ہوا تو اس شرط سے اس نے ابن بریدی کو یحکم کے خلاف مامور کیا کہ

Marfat.com

اگر بحکم کو شکست ہوگی تو چھ لاکھ دینار سالانہ پر واسط تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا۔ بحکم کو اس واقعہ کی خبر لگی تو اس نے پہل کر کے خود بصرہ پر حملہ کر دیا اور بریدی کے سپہ سالار ابو جعفر کو بری طرح شکست دی۔ شکست کے دوسرے دن بحکم نے بریدی کے پاس مصالحت کا خط روانہ کیا اور یہ اقرار کیا کہ اگر دربار خلافت میں میرا رسوخ ہوگیا تو واسط کی حکومت پر میں تم کو مقرر کردوں گا۔ بریدی نے اس موقع کو غنیمت خیال کرکے مصالحت کرلی۔ ان دنوں بغداد میں علی بن مقلہ عہدہ وزارت پر بحال ہوگیا ہوا تھا۔ اور ہمہ وقت اس کوشش میں تھا کہ ابن رائق کی جگہ بحکم کو امیرالامراء بنوا دیا جائے۔ چنانچہ ایک دن اس نے خلیفہ راضی سے اس مقصد کے لیے حکم نامہ حاصل کر ہی لیا۔ لالچ یہ دیا کہ بحکم ابن رائق سے تیس لاکھ دینار وصول کرکے خزانہ عام میں داخل کرے گا۔ یہ حکمنامہ حاصل کرنے کے بعد ابن مقلہ 29 رمضان 326 ہجری کو ایوان وزارت سے محلسرائے خلافت میں چلا آیا۔ اگلے دن صبح ہوتے ہی خلیفہ راضی نے ابن رائق کو ابن مقلہ کی سازش سے مطلع کر دیا۔ ابن رائق نے پہلے خلیفہ کا شکریہ ادا کیا اور پھر 15 شوال کو ابن مقلہ کا ہاتھ کٹوا دیا۔ جب تھوڑے دنوں کے علاج سے ابن مقلہ کا ہاتھ اچھا ہوگیا تو وہ پھر عہدہ وزارت کی کوشش کرنے لگا اور ابن رائق کی زیادتیوں کا شاکی ہوا۔ ابن رائق نے اس سے مطلع ہو کر اس کی زبان گدی سے نکلوا دی اور ایک تنگ و تاریک مکان میں قید کر دیا تاآنکہ وہ مرگیا۔ اس واقعہ سے پیشتر بحکم کو خلیفہ کی جانب سے امیرالامراء کے عہدہ پر تقرری کا حکم مل گیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے ماہ ذیقعد 326 ہجری میں واسط سے بغداد کی طرف کوچ کر دیا۔ خلیفہ راضی نے بحکم کے آمد سے مطلع ہو کر اسے واپس واسط جانے کو لکھا مگر بحکم نے کچھ خیال نہ کیا۔ رفتہ رفتہ نہر دیالی کے مشرقی کنارے پر پہنچا۔ ابن رائق کا لشکر اس نہر کے مغربی کنارے پر تھا۔ بحکم کی فوج نے ایک مقام سے نہر دیالی عبور کرکے ابن رائق پر حملہ کر دیا۔ ابن رائق کا لشکر شکست کھا کر بھاگا۔ ابن رائق نے محلسرا میں جاکر دم لیا۔ بحکم 15 ذیقعد کو بغداد میں داخل ہوا۔ اس کے دوسرے دن دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ خلیفہ نے اس کو امیرالامرا کا خطاب دے دیا۔ اس کے بعد بحکم نے خلیفہ راضی کی جانب سے ان سپہ سالاروں کے نام واپس آنے کے احکامات روانہ کیے جو ابن رائق کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ وہ سب واپس آگئے۔ ابن رائق بھی خفیہ طور سے بغداد چلا

Marfat.com

آیا۔ اور ایک برس گیارہ مہینے امارت کر کے گوشہ گمنامی میں چلا گیا۔ یحکم نے مونس مظفر کے مکان میں قیام کیا اور بغداد میں دولت عباسیہ پر حکمران ہو کر رہنے لگا"۔ یہ واقعہ ذی قعد 326 ہجری کا ہے۔

327 ہجری میں خلیفہ راضی نے موصل اور دیار ربیعہ کی جانب کوچ کیا۔ اس وجہ سے کہ ناصرالدولہ بن حمدان والیِ موصل نے خراج بھیجنا بند کر دیا تھا۔ تکریت میں پہنچ کر خلیفہ نے قیام کیا اور یحکم آگے بڑھتا گیا۔ جب موصل چھ کوس باقی رہ گیا تو ناصرالدولہ مقابلے پر آیا۔ بہت بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ بالآخر ناصرالدولہ شکست کھا کر بھاگا۔ یحکم نصیبین تک اور نصیبین سے آمد تک تعاقب کرتا چلا گیا اور خلیفہ راضی تکریت سے موصل کی طرف روانہ ہوا۔ دریں اثنا ابن رائق بغداد کو خالی پا کر ظاہر ہوا اور اس نے قرامطہ کے ایک گروہ کی امداد سے دارالخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ یحکم کو یہ خبر ملی تو اس نے ناصرالدولہ سے مصالحت کر لی۔ اس شرط سے کہ وہ پانچ لاکھ دینار تاوان جنگ دے گا۔ مصالحت کے بعد خلیفہ راضی اور یحکم بغداد کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابو جعفر محمد بن یحییٰ بن شیرزاد ملا۔ اس کو ابن رائق نے صلح کا پیام دے کر بھیجا تھا۔ خلیفہ نے یحکم کے مشورہ کے مطابق یہ پیام صلح منظور کر لیا اور ابن رائق کی خواہش کے مطابق اسے نہر فرات' دیار مضر' موصل' الرہا' قنسرین اور عواصم کے علاقوں کی سند حکومت دے دی۔ چنانچہ ابن رائق نے ماہ ربیع الثانی 327 ہجری میں بغداد سے صوبجات مذکورہ بالا کا راستہ لیا اور خلیفہ راضی مع یحکم بغداد میں داخل ہوا۔ ابن رائق نے ان صوبجات میں اپنا اقتدار مستحکم کرنے کے بعد پہلے حمص پر اور پھر دمشق پر قبضہ کر لیا۔ بعدازاں رملہ پر قبضہ کرتا ہوا عریش کی جانب روانہ ہوا۔ اخشید محمد بن طغج مقابلہ پر آیا۔ پہلے حملہ میں اخشید کو شکست ہوئی لیکن جوابی حملہ میں اخشید فتح یاب ہوا اور ابن رائق دمشق کی طرف بھاگا۔ اخشید نے اپنے بھائی ابونصر بن طغج کو تعاقب پر روانہ کیا۔ ابن رائق نے دمشق سے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی بالآخر ابو نصر بھاگ کھڑا ہوا اور بھاگتے ہوئے مارا گیا۔ خاتمہ جنگ کے بعد ابن رائق نے ابونصر کی لاش کو نہلا کفنا کر مع تعزیت نامہ کے اپنے بیٹے مزاحم کے ہمراہ اخشید کے پاس مصر بھیج دیا۔ اخشید نے مزاحم کو بڑی عزت سے ٹھہرایا اور اس کے باپ ابن رائق سے اس طور سے مصالحت کر لی کہ مصر اور رملہ کو اس نے لے لیا اور اس

Marfat.com

نے شام تک کے بلاد کو ابن رائق کے قبضہ میں دے دیا اور رملہ کے معاوضہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار دینار سالانہ دینے کا اقرار کیا"۔ ابن رائق اور اخشید محمد بن طغج کے درمیان اس لڑائی اور مصالحت کے دوران یحکم نے ان کی جانب کوئی توجہ نہ کی۔ بظاہر وہ دو آزاد و خودمختار سلطنتوں کے معاملات میں اپنی ٹانگ اڑانا نہیں چاہتا تھا۔ البتہ اس کی کوشش یہ تھی کہ ابن بویہ سے اہواز اور جبل کے علاقے چھین لیے جائیں۔ اس مقصد کے لیے اس نے ابو عبداللہ بریدی کی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر اس سے فوجی سمجھوتہ کیا۔ اور ایک فوج اس کی امداد کے لیے بھیجی اور لکھا تم اہواز کی طرف بڑھو میں جبل پر حملہ کرتا ہوں۔ لیکن چونکہ دلوں میں صفائی نہیں تھی اس لیے یحکم کو بعض اطلاعات پر خطرہ لاحق ہوا کہ اگر میں بلاد جبل میں گیا تو بریدی بغداد میں آکر امیرالامرائی حاصل کرلے گا۔ چنانچہ بجائے جبل کے واسط کی طرف گیا اور وہاں سے بریدی کو نکال دیا۔ یہ واقعہ اواخر ذی الحجہ 328 ہجری کا ہے۔ اس سے قبل احمد بن بویہ نے اصفہان پر قبضہ کرکے وہاں سے وشمکیر کے ساتھیوں کو نکال دیا تھا۔ جبکہ اہواز پر پہلے ہی اس کے بھائی حسن بن بویہ کا قبضہ تھا اور سوس پر احمد بن بویہ کا وزیر ابو جعفر ظہیری حکومت کررہا تھا۔

خلیفہ راضی کے عہد میں عراق اور جزیرہ کے صوبجات میں مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگیوں کے متذکرہ بیان سے ظاہر ہے کہ ان میں کوئی ایک خانہ جنگی بھی دین اسلام کی خاطر یا اسلامی نظام رائج کرنے کی غرض سے یا اسلامی اتحاد و اتفاق کے قیام کے لیے نہیں ہوئی تھی۔ خانہ جنگی کے پیچھے صوبائی گورنروں' امراء لشکر اور اراکین سلطنت کی ہوس ملک گیری اور طمع مال و زر کی کارفرمائی تھی۔ علی بن مقلہ' محمد بن یاقوت' محمد بن رائق' یحکم' علی بن بویہ' ماکان بن کالی' مرداویج بن زیار' ابوعبداللہ بریدی وغیرہ کی کسی بھی کارروائی سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں تھا اور ستم ظریفی یہ تھی کہ اس عرصہ میں بغداد' بصرہ اور کوفہ وغیرہ کے کسی عالم یا فقیہہ نے ان گم راہ ارکان سلطنت کو راہ راست پر لانے اور ان میں اسلامی اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوئی تحریک شروع نہیں کی تھی بلکہ وہ بغداد میں فرقہ پرستی میں شدت پیدا کرکے مسلمانوں میں معاشرتی و ثقافتی فتنہ و فساد پیدا کرنے کا باعث بنے تھے۔ اسلم جیراجپوری کے بیان کے مطابق خلیفہ راضی کے امراء میں سیاسی لڑائیوں کے اس دور میں پایہ تخت میں مذہبی لوگوں کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ انہوں نے اقتدار اپنے

Marfat.com

ہاتھ میں لے لیا۔ جہاں کسی مطرب کو دیکھتے اس کی خبر لیتے۔ موسیقی کے آلات جہاں دیکھتے توڑ دیتے۔ کسی مرد کو اگر عورت کے ساتھ گزرتا ہوا دیکھتے تو اس سے قسم لیتے کہ محرم ہے۔ ورنہ مجرم قرار دے کر کوڑے مارتے۔ بیع و شری میں دست اندازی کرتے' شرابیوں کو سزائیں دیتے اور شراب کے برتن توڑ ڈالتے۔ غرض بغداد والے ان کی سخت گیریوں سے تنگ آ گئے۔ بدو خرشنی نے ان شکایات کو سن کر شہر میں اعلان کر دیا کہ دو حنبلی ایک ساتھ مل کر راستہ نہ چلیں۔ مذہبی بحثیں نہ کریں۔ ان کے پیش نماز رات کی نمازوں میں شافعی مذہب کے مطابق اگر بسم اللہ نہ کہیں تو امامت نہ کر پائیں۔ حنبلی اس پر بہت برافروختہ ہو گئے اور مخالفت کی۔ شافعیوں کا مسجد میں آنا بند کر دیا۔ اگر اتفاقیہ ان میں سے کوئی آ جاتا تو اندھوں کو اس کے مقابلہ میں کھڑے کر دیتے جو اپنی لاٹھیوں سے مار کر اس کو گرا دیتے۔ کبھی کبھی ہلاک بھی کر ڈالتے۔ خلیفہ راضی نے ایک فرمان انکے نام جاری کیا جو ان کو سنایا گیا اس کا مضمون یہ تھا۔

"تم دین کے نام سے جو حرکات کر رہے ہو نہایت ناشائستہ ہیں تمہارا یہ اعتقاد کس قدر غلط ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنی منحوس اور ذلیل عورتوں کے مشابہ جانتے ہو اس کے ہاتھ پاؤں' انگلیاں اور ہتھیلی وغیرہ نیز اس کے آسمان پر صعود اور نزول کے قائل ہو۔ بہترین آئمہ پر طعنہ زنی کرتے ہو اور اپنی خرافات' بدعات کی طرف جن پر قرآن شاہد ہے' لوگوں کو بلاتے ہو۔ زیارت قبور سے تم کو انکار ہے۔ مگر خود محض ایک معمولی شخص (بر بہاری) کی قبر پر جمع ہوتے ہو اور اس کی طرف رسولوں کے معجزے اور اولیاء کی کرامات منسوب کرتے ہو۔ حالانکہ نہ وہ شرفاء میں تھا نہ آل رسول میں سے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تمہارے اعمال کو تمہاری نگاہوں میں پسندیدہ بنا رکھا ہے۔ اب امیرالمومنین نے اس بات پر پختہ قسم کھائی ہے جس کا پورا کرنا لازم ہے۔ کہ اگر تم اپنے اس مذہب اور برے طریقے سے باز نہ آؤ گے تو وہ تمہارے مقابلے میں تلوار سے کام لے گا۔ اور تم کو قتل اور متفرق کر کے تمہارے گھروں کو آگ لگا دے گا۔"

اسلم جیرا جپوری کے رائے کے مطابق "خلیفہ راضی کا یہ فرمان امام حنبل کے پیروں کے حرکات سے کچھ کم احمقانہ نہیں تھا۔ اس سے انداز کیا جا سکتا ہے کہ تنازعہ کس حد تک پہنچ گیا تھا اور جہاں فرقوں میں اس قسم کے مذہبی جھگڑے برپا ہو جائیں وہاں بجز ذلت و

Marfat.com

خواری کے کسی فلاح و بہبود کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔[9]" سیوطی کے بقول بغداد میں ملاؤں کی یہ فتنہ پروری ایسے وقت میں جاری تھی جبکہ ایک طرف تو خلیفہ راضی کے امراء باہمی خانہ جنگیوں میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا رہے تھے اور دوسری طرف قرامطہ نے بحرین، یمن اور حجاز میں مسلم عوام کی زندگیاں دوبھر کررکھی تھیں۔ قرامطہ کی لوٹ مار اور قتل و غارت کے باعث 321 ہجری سے حج بند تھا۔ "327 ہجری میں قرامطہ نے حج کی اجازت اس طرح دی کہ ابو علی عمر بن یحیٰی علوی نے اپنے دوست قرمطی کو لکھا کہ تم حاجیوں کو حج کی اجازت دے دو اور میں تمہیں پانچ دینار فی حاجی محصول دے دوں گا۔ اس نے اجازت دے دی اور لوگوں نے بااطمینان حج کیا۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ حاجیوں کو حج کے لیے ٹیکس ادا کرنا پڑا[11]"۔

ذی الحجہ 328 ہجری میں بحکم کے واسط پر قبضہ کے دو ایک ماہ بعد خلیفہ راضی باللہ ابوالعباس احمد بن مقتدر بخار میں مبتلا ہوا اور 15 ربیع الاول 329ھ مطابق 18 دسمبر 940ء کو راہی ملک عدم ہوگیا۔ اس کی خلافت 5 سال 10 مہینے رہی۔

Marfat.com

باب: 19

# خلیفہ متقی للہ

## ترک اور دیلمی امراء کی کشمکش اقتدار اور کٹھ پتلی خلیفہ

خلیفہ راضی کے انتقال کے وقت امیرالامراء یحکم اس وقت واسط میں ہی تھا۔ تاہم اس کی رائے کے مطابق سلطنت کے تمام امرا لشکر' وزراء' فقہا' علویین' عباسیین اور رؤسا شہر جمع ہوئے اور انہوں نے 20 ربیع الاول کے اواخر میں راضی باللہ کے بھائی ابو اسحاق ابراہیم بن مقتدر کو تخت نشین کیا جب بیعت ہو چکی تو اس نے المتقی للہ کا لقب اختیار کیا۔ اس کی عمر 34 برس کی تھی اور یہ ایک لونڈی کے بطن سے تھا جس کا نام خلوب تھا۔ متقی نے مسند خلافت پر بیٹھ کر اپنے دربار کے عہدیداروں میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ یحکم امیرالامرا رہا۔ اس کی نیابت میں ابوعبداللہ کوفی تمام امور خلافت انجام دیتا تھا۔ خلیفہ اور اس کے وزیر سلیمان کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں تھا۔ تاہم ابو عبداللہ بریدی بغداد میں یحکم کی جگہ لینے کے لیے بدستور بے تاب تھا۔ ذی الحجہ 328 ہجری میں یحکم کے ہاتھوں واسط سے نکالے جانے کے بعد وہ بصرہ میں مقیم تھا۔ جب وہاں خلیفہ راضی کے انتقال کی خبر ملی تو اس نے ایک لشکر مدار کی طرف روانہ کیا۔ یحکم نے بھی تورون کی سرکردگی میں فوج بھیجی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ تورون شکست کھا گیا اور اس نے یحکم کو مدد کے لیے بلا بھیجا۔ یحکم نے 15 رجب کو واسط سے مدار کی جانب کوچ کیا ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ تورون نے دوسری لڑائی میں بریدی کے لشکر کو شکست دے دی ہے۔ یحکم بہت خوش ہوا اور سیرو شکار کرتا ہوا نہر جوربک (جورو عثر) چلا گیا۔ کسی نے یہ خبر دی کہ یہاں کردوں کا ایک گروہ ہے جس کے پاس بے حد مال و اسباب ہے۔ یحکم نے حملہ کردیا۔ کردوں کو شکست ہوئی لیکن اس لڑائی کے دوران ایک نوجوان کرد نے پیچھے سے

Marfat.com

یحکم کو نیزہ مارا۔ گھوڑے سے تڑپ کر زمین پر آرہا اور فورا" دم توڑ دیا۔ یہ واقعہ 26 رجب 329 ہجری کا ہے۔ یحکم کے مارے جانے کے بعد سارا لشکر تتر بتر ہوگیا۔ دیلمی فوج جس کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی بریدی کے پاس چلی گئی۔ اس نے سب کی تنخواہیں دو چند کردیں اور انعامات دیئے۔ یحکم کے ترک فوجی واسط چلے گئے اور وہاں انہوں نے بکتیک کو اپنا سردار بنا لیا۔ بکتیک بغداد پہنچا۔ بریدی کو پتہ چلا تو وہ بھی لشکر کے ساتھ بصرہ سے بغداد کی جانب چل پڑا۔ خلیفہ متقی نے پہلے تو اسے ڈیڑھ لاکھ دینار کی رشوت دے کر روکنے کی کوشش کی مگر جب اس نے یہ رشوت قبول نہ کی اور بغداد کی طرف پیش قدمی جاری رکھی تو خلیفہ متقی نے سلامت طولونی اور ابو عبداللہ طولونی کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ مگر ترکوں کا یہ لشکر بریدی کی فوج سے اس قدر خوفزدہ ہوا کہ وہ لڑائی کیے بغیر ہی بھاگ کھڑا ہوا اور ابو عبداللہ بریدی بلا مزاحمت رمضان 329 ہجری میں بغداد میں داخل ہوگیا۔ اور اس نے خلیفہ متقی سے پانچ لاکھ دینار بطور تاوان جنگ وصول کیے۔ بریدی کو یہ رقم ملی تو اس کی فوج کے دیلمیوں نے ہلڑ مچا دیا اور ترکوں کی فوج بھی اس ہنگامہ میں شامل ہوگئی۔ یہ جب ابو عبداللہ بریدی کے مکان کی طرف بڑھے۔ بریدی نے پل تڑوا دیا۔ عوام الناس اس کے مصاحبوں پر ٹوٹ پڑے۔ گھبرا کر مع اپنے بیٹے ابوالقاسم اور چند ہمراہیوں کے واسط کی طرف بھاگ گیا۔ یہ واقعہ اواخر رمضان 329 ہجری کا ہے۔ وہ بغداد میں صرف چوبیس دن رہا۔ بریدی کے بھاگ جانے کے بعد دیلمیوں کا سردار کورتکین دربار خلافت میں حاضر ہوا تو اسے امیرالامرا کا خطاب دیا گیا۔ علی بن عیسیٰ اور اسکے بھائی عبدالرحمان کو نظم و نسق امور سلطنت کے اختیارات دیئے اور قلمدان وزارت ابو اسحاق محمد بن احمد اسکافی قراریطی کو سپرد کیا۔ بدرجواشینی کو عہدہ حجابت دیا گیا۔ پانچ شوال کو کورتکین نے ترکوں کے سپہ سالار بکتیک کو گرفتار کرکے دریائے دجلہ میں ڈبو دیا تو شاہی لشکر کے ترکی اور دیلمی دستوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ فریقین کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ بالآخر دیلمیوں نے غلبہ حاصل کیا تو کورتکین تنہا امور سیاسی کی نگرانی کرنے لگا۔ اس کام کے دوران وہ بھی کسی بات پر وزیرالسلطنت ابو اسحاق محمد سے خفا ہوگیا۔ تو اس نے اسے معزول کر کے اس کی جگہ ابو جعفر محمد بن قاسم کرخی کو عہدہ وزارت سے سرفراز کیا"۔

بغداد میں اس کشمکش اقتدار کا پہلو نمایاں تھا کہ اس میں عربوں کا کوئی گروہ شریک

Marfat.com

نہیں تھا کیونکہ ابن خلدون کے مطابق عرب بنو عباس کے برسراقتدار آنے کے بعد مختلف وجوہ کی بنا پر ایوان اقتدار سے نکلتے چلے گئے تھے۔ بنو عباس نے 132 ہجری میں خراسانیوں کی امداد سے اقتدار حاصل کیا تھا۔ اور ان کے مددگار لشکریوں میں عربوں کی تعداد بہت کم تھی۔ چنانچہ بنو عباس کو طوعاً و کرہاً خراسانیوں کو اقتدار میں شریک کرنا پڑا۔ انہوں نے خراسانیوں اور دوسرے عجمیوں کو فوجی اور سول عہدوں سے نوازا۔ عجمی وزیر مقرر کیا گیا جس کے اختیارات بڑھتے ہی چلے گئے اور وہ بادشاہ کی طرف سے نائب سمجھا جانے لگا۔ پھر ہر چھوٹے بڑے کی گردن اس کے سامنے جھکی اور ہر چھوٹا بڑا اس کا محتاج ہوا۔ محکمہ دیوانی براہ راست اس کی نگرانی میں آیا۔ اس طرح محکمہ خط و مراسلات' رسل و رسائل بھی اسی وزیر ہی کی نگرانی میں دیا گیا۔ اس مقصد سے کہ سلطنت کے راز و اسرار افشا نہ ہوں۔ خلیفہ کی مہر بھی اس کے سپرد کی گئی تاکہ کوئی اسکا استعمال نہ کرسکے۔ غرض وزیر سیف و قلم کا مالک ہوگیا اور تمام شعبے اس کے ہاتھ میں آگئے۔ یہاں تک کہ ہارون رشید کے زمانے میں جعفر بن یحییٰ برمکی کو اس کے عام اختیارات اور سلطنت پر اس کے اقتدار کلی کو دیکھ کر سلطان کہا گیا۔ یہ صورت حال مامون رشید کے عہد تک رہی اور عربوں کی شان کچھ تو ان کی اپنی قبائلی خانہ جنگی کی وجہ سے اور کچھ خراسانیوں کے فوجی غلبہ کی وجہ سے کم ہوتی چلی گئی۔ علاوہ ازیں' خراج بہت گھٹ گیا۔ مامون کے زمانہ میں کوئی عربی سپہ سالار نام و نمود حاصل نہ کرسکا۔ مامون کے عہد میں بابک خرمی کی 20 سالہ نہایت خونریز بغاوت کی وجہ سے جب عباسی خلیفہ معتصم کا خراسانیوں پر سے اعتماد اٹھ گیا تو اس نے ہزاروں ترک غلام خرید کر فوج میں ان کو غالب کردیا۔ عرب اسکے دفتر سے خارج کردیے گئے اور ترک فوج کے سپہ سالار حیدر بن کاؤس کو افشین کا لقب دیا گیا۔ کیونکہ ترکوں کے علاقہ اشروسنہ کے بادشاہ کو افشین کہا جاتا تھا۔ چونکہ فوج پر ترکوں کا غلبہ تھا اس لیے قدرتی طور پر سیاسی امور پر بھی ان کا غلبہ ہوگیا۔ پھر جب ترکوں نے خلیفہ متوکل کو قتل کرکے اس کی جگہ پر منتصر کو تخت نشین کردیا تو سب پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی اور ان کا وقار اور بھی بڑھ گیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد دیلمیوں کا عروج شروع ہوگیا جب کہ خلیفہ مستعین کے عہد میں حسن بن زید نے دیلم کے علاقہ میں اپنی موروثی زیدیہ سلطنت قائم کی۔ تاہم اس وقت تک بغداد کے ایوان خلافت میں ترکوں کا ہی غلبہ رہا۔ خلیفہ مہتدی اور خلیفہ معتمد کے عہد میں

Marfat.com

عراق و جزیرہ کے صوبجات میں عربوں نے اس صورت حال کے خلاف متعدد بغاوتیں کیں۔ حتی کہ انہوں نے زنگیوں اور قرامطیوں کا بھی ساتھ دیا لیکن کوئی بات نہ بن سکی۔ عربوں کا کھویا ہوا وقار بحال نہ ہوا۔ خلیفہ معتضد کے عہد میں جب 287 ہجری میں محمد بن زید کے قتل کے بعد دیلم میں زیدیہ حکومت کا خاتمہ ہوا تو اس کے ساتھ دیلمیوں کی طاقت میں کوئی کمی نہ ہوئی بلکہ حسن بن علی اطروش کی تبلیغ کے باعث جب اہل دیلم نے اسلام قبول کیا تو ان میں اور بھی جوش و ولولہ پیدا ہوگیا۔ بلاد دیلم جس کو جیلان بھی کہتے ہیں اور جس کا شہ نشین شہر اوھبار بحیرہ خزر کے جنوبی غربی ساحل پر واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں یہ ایران کا ایک صوبہ تھا۔ لیکن یہاں کے باشندے دیالم کہلاتے تھے۔ جو نسل میں فارسیوں سے بالکل جدا تھے۔ دیلمیوں کا صحیح عروج خلیفہ القاہر باللہ کے دور میں ہوا جبکہ علی بن بویہ نے خراسان اور فارس پر قبضہ کرکے اپنی ایک آزاد حکومت قائم کرلی۔ اس کے بعد بہت سے دیلمی امیرالامراء محمد بن رائق کی ترغیب پر خلیفہ کی فوج میں بھی بھرتی ہوگئے۔ اور ابن رائق نے بطور امیرالامراء سلطنت کے کلی اختیارات خود سنبھال لیے جبکہ وزیرالسلطنت کا عہدہ محض نام ہی کا عہدہ رہ گیا۔ پھر جب یحکم دیلمی بھی ابن رائق کو معزول کرکے خود امیرالامراء ہوا تو دیلمیوں کا عروج جاری رہا۔ اگرچہ خلیفہ کی فوج میں ترکوں کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی۔ تورون ترکوں کا سپہ سالار تھا مگر وہ یہ عہدہ حاصل نہ کرسکا۔

ابھی کورتکین اپنے اقتدار کو مستحکم نہیں کرپایا تھا کہ ابن رائق نے ترکوں کی امداد سے بغداد کی طرف چڑھائی کردی۔ ابو عبداللہ بریدی کو بصرہ میں اس کی خبر ملی تو اس نے اپنے بھائیوں کو واسط بھیج دیا۔ انہوں نے واسط سے دیلمیوں کو نکال کر وہاں ابو عبداللہ بریدی کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کردیا۔ جس وقت بغداد کے قریب پہنچا تو کورتکین لڑائی کے لیے ٹکرا تک آیا۔ مدتوں جنگ ہوتی رہی۔ آخرکار رائق شہر کی مغربی جانب سے بغداد میں داخل ہوگیا۔ خلیفہ متقی نے اس کا خیرمقدم کیا اور دجلہ میں اس کے ساتھ سیرو تفریح کی۔ دوسرے دن کورتکین بھی بغداد میں آپہنچا۔ ابن رائق نے اس کا مقابلہ کیا۔ بازاریوں اور عوام الناس کا ایک گروہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ وہ بھی کورتکین کے لشکر پر تیر برساتے تھے۔ کورتکین کو شکست ہوئی۔ اس کے تقریباً چار سو آدمیوں نے امان کی درخواست کی۔ ابن رائق نے ان سب کو مع ان کے سپہ سالاروں کے قتل کر ڈالا۔ کور

Marfat.com

تکین روپوش ہوگیا۔ خلیفہ متقی نے ابن رائق کو خلعت فاخرہ سے سرفراز فرما کر امیرالامراء کا خطاب دیا۔ وزیر ابو جعفر اپنی وزارت کے ایک مہینے کے بعد معزول کیا گیا اور اس کی جگہ احمد کوفی مامور ہوا۔ اسی اثنا میں ابن رائق کو کورتکین کا سراغ لگ گیا۔ اس نے اسے گرفتار کرکے دارالخلافت میں قید کردیا۔[1]"

ابن رائق امیرالامراء کی حیثیت سے بغداد میں رہنے لگا۔ مگر بریدی نے واسط کا سالانہ خراج بھیجنا بند کردیا۔ ابن رائق محرم 330 ہجری میں لشکر لیکر واسط کی جانب گیا۔ بنو بریدی یہ خبر پاکر بصرہ بھاگ گئے۔ اور بالآخر انہوں نے ابوعبداللہ کوفی کی وساطت سے چھ لاکھ دینار سالانہ خراج پر ابن رائق سے مصالحت کرلی۔ ابن رائق بغداد واپس آگیا۔ ماہ ربیع الثانی میں بغداد کے لشکر نے بغاوت کی جس میں تورون وغیرہ بھی شریک تھے۔ وہ ابن رائق سے علیحدہ ہوکر بریدی کے پاس واسط چلا گیا۔ اس سے بریدی کی قوت بڑھ گئی اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ بریدی ترکوں اور دیلمیوں کا ایک بڑا لشکر لیکر بغداد پر چڑھائی کررہا ہے۔ ابن رائق نے شہر کی حفاظت کے لیے انتظامات کیے مگر عوام الناس اور بازاریوں نے لوٹ مار شروع کردی۔ اس دوران ابن رائق اور خلیفہ متقی ابو عبداللہ بریدی کے بھائی ابو حسین علی بن محمد بریدی کے مقابلہ کے لیے 15 جمادی الثانی کو نہردیالی کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوحسین ان کو شکست دے کر شہر میں داخل ہوگیا اور خلیفہ متقی اور ابن رائق بھاگ کر موصل چلے گئے۔ ابوحسین کی فتح کے بعد محل سرائے خلافت کو لوٹ لیا گیا۔ امن و امان مفقود ہوگیا۔ کورتکین کو قید سے نکال کر واسط بھیج دیا گیا۔ ابوحسین بریدی کے لشکریوں نے شہر کو لوٹنے سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ دن دہاڑے دکانیں لوٹ لی گئیں۔ رؤسا اور امراء شہر مکانات چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بازاروں میں ٹیکس کی وہ زیادتی ہوئی کہ الامان الحفیظ۔ 36 من اناج پر پانچ دینار محصول لگایا گیا۔ اس سے گرانی اس قدر بڑھی کہ 36 من گیہوں تین سو دینار میں فروخت ہونے لگا۔ اتنے میں کوفہ سے رسد آگئی لیکن عامل بغداد نے اس کو دبا لیا اور یہ ظاہر کیا کہ "عامل کوفہ نے میرے لیے بھیجا ہے۔" اس رسد کے ساتھ قرامطہ کا ایک گروہ تھا۔ وہ ترکوں سے بھڑ گیا۔ عوام الناس میں بھی جنگ چھڑ گئی۔ بہت سی مخلوق خدا ماری گئی لشکریوں کے شوروشغب سے عمال روپوش ہوگئے۔ انتظام کا شیرازہ درہم برہم ہوگیا۔ قتل و غارت کی گرم بازاری سے کھیتیاں برباد ہوگئیں۔ کھیتوں کے کاٹنے کی نوبت نہ آئی۔ لوٹنے والے مع

Marfat.com

خوشوں کے لوٹ لے گئے۔ غرض علی بن محمد بریدی کا لشکر شہر پر عذاب بن کر نازل ہوا۔ کوئی ظلم و ستم باقی نہ رہا جو عوام پر نہ کیا گیا[1]۔ سیوطی کا بیان ہے کہ "بغداد میں اس قدر گرانی ہوئی کہ لوگوں نے مردار کھا کر گزارا کیا۔ ایسا قحط بغداد میں اس سے پہلے کبھی نہیں پڑا تھا[2]"۔

جب خلیفہ تکریت میں پہنچا تو وہاں علی بن عبداللہ بن حمدان اور اس کے بھائی حسن سے ملا۔ سیف الدولہ خلیفہ کے ساتھ موصل واپس آگیا اور حسن بن عبداللہ بن حمدان نے شہر چھوڑ دیا۔ ابن رائق اور حسن میں خط و کتابت ہوئی۔ اتحاد و دوستی کے وعدے وعید ہوئے تو حسن شہر میں واپس ہوا۔ ابن رائق دریائے دجلہ عبور کرکے ملنے گیا تو حسن بن عبداللہ بن حمدان نے اچانک اس پر حملہ کرکے اسکو قتل کردیا اور اس کی لاش دجلہ میں پھینک دی اس نے یہ قتل محض اس لیے کیا تھا کہ اس کے خیال میں ابن رائق کی موجودگی میں اسے امیرالامرائی نہیں مل سکتی تھی۔ خلیفہ نے اس قتل پر حسن کو معاف کردیا۔ اس نے اسے امیرالامراء بنایا اور ناصرالدولہ کا لقب دیا۔ یہ واقعہ شعبان 330 ہجری کا ہے۔ اس کے بھائی علی بن عبداللہ کو بھی خلعت فاخرہ سے سرفراز کرکے اسے سیف الدولہ کا لقب دیا۔ پھر خلیفہ ان دونوں بھائیوں کو ساتھ لیکر بغداد میں آیا۔ ابوحسین بریدی یہ خبر پاکر بغداد سے واسط کی طرف بھاگ گیا۔ وہ تقریباً پونے چار ماہ تک بغداد میں رہا تھا اور اس دوران شہریوں کو ایک دن بھی چین نصیب نہیں ہوا تھا۔ خلیفہ متقی ماہ شوال میں بغداد میں داخل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد ابوحسین علی بن محمد بریدی نے لشکر جمع کرکے پھر بغداد کی طرف رخ کیا۔ امیرالامراء ناصرالدولہ نے مدائن میں قیام کرکے اپنے بھائی سیف الدولہ اور ابن عم ابوعبداللہ حسین بن سعید بن حمدان کو آگے بڑھایا۔ مہینوں سیف الدولہ اور ابوحسین بریدی میں لڑائیاں ہوتی رہیں تاآنکہ سیف الدولہ کو شکست ہوئی۔ ناصرالدولہ کمک لیکر پہنچا تو ابوحسین بریدی شکست کھا کر واسط کی جانب بھاگا۔ اس فتح کے بعد ناصرالدولہ 15 ذی الحجہ 330 ہجری کو واپس بغداد پہنچا۔ بعدازاں سیف الدولہ نے واسط پر فوج کشی کی۔ بریدی جنگ و جدال کے بغیر ہی بصرہ بھاگ گیا۔

شعبان 331ھ میں واسط کے ترک امراء نے یکایک سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان پر حملہ کردیا۔ لشکرگاہ کو لوٹ لیا اور بہت سے لوگوں کو مار ڈالا۔ سیف الدولہ جان بچا

Marfat.com

کر بغداد کی جانب بھاگا۔ ناصرالدولہ کو بغداد میں یہ خبر ملی تو وہ خلیفہ متقی کی مخالفت کے باوجود موصل چلا گیا۔ بغداد میں دیلمیوں اور ترکوں نے اس کے مکان کو لوٹ لیا۔ ترک سالار تورون واسط سے ماہ رمضان میں بغداد میں داخل ہوا۔ متقی نے اسے خلعت دی اور اس کو امیرالامراء مقرر کردیا۔ جبکہ بریدی نے بزور تیغ واسط پر قبضہ کرلیا۔ تورون نے بریدی سے لڑائی کے لیے ذی قعد 331 ہجری میں بغداد سے کوچ کیا اور واسط پر قبضہ کرلیا۔ ان ہی دنوں یوسف بن وجیہہ والی عمان نے بصرہ پر فوج کشی کی۔ یوسف کو شکست ہوئی۔ اسی واقعہ میں ایک دیلمی سالار ابو جعفر بن شیر زاد بھاگ کر تورون کے پاس آگیا اور تورون نے اسے اپنے مصاحبین میں شامل کرلیا۔ یہ موقعہ مناسب سمجھ کر محمد بن ینال ترجمان اور وزیر السلطنت ابوالحسن بن مقلہ نے خلیفہ متقی کے سامنے اس شبہ کا اظہار کیا کہ بریدی نے تورون کو پانچ لاکھ دینار دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے اور ابو جعفر بن شیر زاد تورون کے پاس اس غرض سے آیا ہوا ہے کہ آپ کو معزول کرکے بریدی کو خلیفہ بنایا جائے۔ یہ سن کر خلیفہ متقی حواس باختہ ہوگیا اور اپنی حفاظت کے لیے ابن حمدان کے پاس تکریت چلا گیا۔ تورون نے ابو جعفر کو بغداد بھیجا۔ اس نے بنی حمدان کے ایک لشکر کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کرلیا اور شہریوں پر بہت ظلم و ستم کیا۔ لوگوں سے جرمانے اور تاوان وصول کیے۔ تورون نے واسط میں ابو حسین بریدی سے اپنی لڑکی کا نکاح کیا اور پھر بغداد کی طرف روانہ ہوا اور خلیفہ متقی تکریت سے موصل چلا گیا۔ تورون نے تکریت پر چڑھائی کی۔ سیف الدولہ مقابلہ پر آیا مدتوں لڑائیاں ہوتی رہیں آخرکار میدان تورون کے ہاتھ رہا۔ سیف الدولہ شکست کھا کر موصل کی جانب بھاگا۔ تورون نے موصل کا رخ کیا تو بنی حمدان اور خلیفہ متقی موصل چھوڑ کر نصیبین چلے گئے۔ تورون نے موصل پر قبضہ کرلیا تو متقی رقہ چلا گیا۔ یہاں سے متقی نے تورون کو لکھا کہ میری کشیدگی اور نفرت کا یہ سبب ہے کہ بریدی سے تم نے میل جول پیدا کرلیا تھا۔ خیر اب رضامندی اس میں ہے کہ بنی حمدان سے مصالحت کرلو۔ تورون نے یہ تجویز منظور کرلی اور ناصرالدولہ نے چھ لاکھ تین ہزار درہم سالانہ خراج پر مصالحت کرلی۔ مصالحت کے بعد تورون تو بغداد واپس آیا۔ خلیفہ متقی اور بنی حمدان رقہ میں قیام پذیر رہے۔ بغداد میں تورون کو اطلاع ملی کہ احمد بن بویہ نے اھواز سے بڑھ کر واسط پر قبضہ کرلیا ہے۔ تورون ذیقعد 332 ہجری میں واسط کی جانب روانہ ہوا۔ نہر

Marfat.com

دیالی کے کنارے لڑائی ہوئی۔ احمد بن بویہ کو شکست ہوئی۔ دیلمی فوج کے بہت سے لوگوں نے توزون سے امان حاصل کرلی۔ اور احمد بن بویہ نے سوس میں جاکر دم لیا۔ جب توزون اس فتح کے بعد واپس بغداد آگیا تو احمد پھر واسط پر چڑھ آیا۔ اور اس نے اس شہر پر قبضہ کرلیا۔ 332 ہجری کے اواخر میں ابو عبداللہ بریدی نے اپنے بھائی ابو یوسف کو اس وجہ سے قتل کروا دیا کہ وہ امیر آدمی تھا لیکن بریدی کو قرضہ نہیں دیتا تھا۔ بھائی کے قتل کے آٹھ ماہ بعد ابو عبداللہ بریدی خود بھی انتقال کر گیا اور کچھ عرصہ بعد توزون نے ابو عبداللہ کے دوسرے بھائی ابوحسین بریدی کو بھی قتل کروا دیا۔ اس نے بغداد میں بہت ظلم کیا تھا۔ اس کی لاش کو صلیب پر چڑھایا گیا اور اسے جلا کر راکھ کر کے دجلہ میں بہا دیا گیا۔ یہ واقعہ ماہ ذی الحجہ 332 ہجری کا ہے۔ محرم 333 ہجری میں والی مصر اخشید محمد بن طغج متقی سے رقہ میں ملا اور کہا کہ "اے امیرالمومنین میں آپ کا غلام اور غلام کا بیٹا ہوں۔ ترکوں کی شرارت اور غدر آپ کو معلوم ہو ہی چکا ہے۔ آپ ان کے داؤ میں نہ آئیں اور میرے ساتھ مصر میں چلئے۔ اور امن سے حکومت کیجئے۔" خلیفہ نے اس بات کو نہ مانا اور اخشید واپس مصر چلا گیا۔ اس اثنا میں توزون نے بغداد سے خلیفہ کے لیے امان نامہ بھیجا۔ جس پر قضاۃ امراء شہریوں اور نامور عباسیوں اور علویوں کی شہادتیں تھیں۔ خلیفہ اس امان نامہ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ 4 محرم 333 ہجری کو وہ رقہ سے بغداد کی طرف روانہ ہوا اور توزون اس کی پیش قدمی کے لیے نکلا۔ انبار اور ھیت کے درمیان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ توزون خلیفہ کو دیکھ کر پاپیادہ ہوگیا اور آداب خلافت بجا لیا۔ متقی نے ہرچند اسے سوار ہونے کے لیے کہا مگر اس نے نہ مانا اور اسی طرح خیمہ تک گیا۔ جو خلیفہ کے لیے نصب کیا گیا تھا۔ وہاں جاتے ہی خلیفہ کو پکڑ کر اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں اور بعدازاں اسے بغداد بھیج دیا اور مہر، چادر اور چھڑی اس سے لے لی۔ یہ واقعہ 20 محرم 333 ہجری بمطابق 12، اکتوبر 944ء کو ہوا۔ اس کی خلافت تقریباً ساڑھے چار سال رہی۔

Marfat.com

باب: 20

# خلیفہ مستکفی باللہ

## خلیفہ کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ خاندان بنی بویہ کا اقتدار پر قبضہ

تورون نے متقی کی معزولی کے بعد اس کے بھتیجے ابوالقاسم عبداللہ بن مکتفی بن معتضد کو بلایا اور اسے تخت پر بٹھا دیا۔ وہ ایک لونڈی کے بطن سے تھا جس کا نام املح الناس تھا۔ ابو القاسم عبداللہ نے اپنے لیے المستکفی کا لقب اختیار کیا۔ مستکفی نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی وزارت تبدیل کر دی۔ قلمدان وزارت ابوالفرج محمد بن علی سامری کے سپرد کیا گیا۔ نام کی وزارت اس کی تھی۔ درحقیقت کل امور سلطنت کے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار تورون کے سیکرٹری ابو جعفر بن شیرزاد کو تھا۔ اس کے بعد مستکفی نے تورون کو خلعت فاخرہ دیا اور معزول خلیفہ متقی کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کا چچا زاد بھائی فضل بن مقتدر بن معتضد روپوش ہوگیا اور تا زمانہ مستکفی روپوش ہی رہا۔ خلیفہ مستکفی جب اس کی تلاش میں کامیاب نہ ہوا تو اس کے مکان کو منہدم کرا دیا۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک سال بعد محرم 334 ہجری میں تورون کا انتقال ہوگیا۔ تو لشکریوں کی حمایت سے ابن شیرزاد امیرالامراء بن گیا۔ اس نے یہ عہدہ سنبھالتے ہی ذاتی اور فوجی مصارف اس قدر بڑھا دیے کہ تھوڑے ہی دنوں میں خزانہ بالکل خالی ہوگیا۔ ناصرالدولہ بن حمدان نے موصل سے پانچ لاکھ درہم اور غلہ بھیجا مگر اس رقم سے ضروری اخراجات پورے نہ ہوئے۔ مجبور ہو کر ابن شیرزاد نے ملازمین' روسا اور تجارت پیشہ اصحاب پر لشکریوں کی تنخواہ کا ٹیکس لگایا۔ شہر کا انتظام درہم برہم ہوگیا۔ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوگیا۔ دن دہاڑے چوریاں ہونے لگیں۔ سوداگروں کی دکانیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیں۔ مجبوراً" لوگوں نے بغداد سے جلاوطنی اختیار کی ابن شیرزاد سے کچھ بن نہ پڑتا تھا"۔

Marfat.com

اس صورت حال میں ابن شیرزاد کا ترجمان محمد بن ینال مفرور و باغی ہو کر احمد ابن بویہ کے پاس چلا گیا جس نے اہواز اور واسط پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اس نے احمد بن بویہ کو بغداد پر قبضہ کرنے کی تحریک کی۔ چنانچہ احمد دیلمیوں کی ایک فوج لیکر حملہ آور ہوا۔ ابن شیرزاد ترکوں کا لشکر لے کر مقابلہ پر آیا ابن شیرزاد پہلے ہی حملے میں شکست کھا کر موصل کی جانب بھاگ گیا۔ خلیفہ مستکفی روپوش ہو گیا۔ احمد کامیابی کا جھنڈا لئے ہوئے بغداد میں داخل ہوا۔ اس کے بعد اس کا سیکرٹری ابو محمد حسن بن محمد مہلبی بھی آ پہنچا اور وہ خلیفہ مستکفی کو تلاش کرکے ایوان خلافت میں لایا۔ اس پر احمد بن بویہ' اس کے بھائی علی بن بویہ اور تیسرے بھائی حسن بن بویہ نے مستکفی کی بیعت کی۔ خلیفہ مستکفی تینوں کو ان کے صوبجات پر مامور کرکے احمد بن بویہ کو معزالدولہ' علی بن بویہ کو عمادالدولہ اور حسن بن بویہ کو رکن الدولہ کے القابات دیئے اور ان ہی القابات سے سکہ رائج کیا۔ اس کے بعد مستکفی نے بغداد کو معزالدولہ کے حوالے کردیا۔ اسی تاریخ سے معزالدولہ سلطان کہلوانے لگا۔ اس طرح سلطنت عباسیہ پر دیلمیوں کا مکمل غلبہ قائم ہوگیا اور خلیفہ مستکفی' سلطان معزالدولہ کی کفالت پر گزر اوقات کرنے لگا۔ معزالدولہ نے ابن شیرزاد کے وزیرالسلطنت ابوالفرج محمد بن علی سامری کو گرفتار کرکے اس سے تین لاکھ درہم جرمانہ وصول کیا۔

درحقیقت دیلمیوں کے اس خاندان بویہ کے عروج کا پس منظر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بلاد دیلم جسے جیلان بھی کہتے ہیں حضرت عمر کے زمانے میں فتح ہوا تھا۔ دیلمیوں نے جزیہ پر صلح کرلی تھی اور اپنی بت پرستی پر قائم رہے تھے۔ جبکہ ان کے متصل علاقہ طبرستان کے باشندے مسلمان ہوگئے تھے۔ دیلمی طبرستانیوں سے مصالحت رکھتے تھے اور ان کے درمیان کوئی تنازعہ نہیں تھا۔ عباسیوں کے عہد تک یہ حالت قائم رہی۔ خلیفہ مستعین کے عہد میں طبرستان کے والی محمد بن طاہر کو جب کلار اور سالوس کی جاگیریں ملیں تو اس کے کارندے جابر بن ہارون نے مقامی باشندوں کی زمینوں اور چراگاہوں پر قبضہ کرلیا۔ اس پر طبرستان کے لوگ مخالفت پر آمادہ ہوگئے اور انہوں نے فرقہ زیدیہ کے ایک سردار حسن بن زید کو رے سے بلا کر اپنا امیر بنا لیا۔ دیلمیوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ حسن نے آل طاہر کے عمال کو وہاں سے نکال کر طبرستان اور دیلم میں زیدیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ 272 ہجری میں حسن کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بھائی محمد بن زید امیر ہوا۔ 278 ہجری میں محمد بن زید

Marfat.com

قتل ہوا تو وہاں زیدیہ حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔ لیکن ان دونوں بھائیوں نے علاقہ دیلم میں اسلام کا جو بیج بویا تھا وہ پھلتا پھولتا رہا۔ ایسا اس لیے ہوا کہ محمد بن زید کے قتل کے بعد علی زین العابدین کی اولاد میں سے ایک ایسا شخص حسن بن علی المعروف اطروش وہاں چلا گیا اور وہ خاموشی سے تیرہ سال تک وہاں اسلام کی تبلیغ کرتا رہا۔ اس کی کوششیں بار آور ہوئی اور بلاد دیلم کے بیشتر لوگ اسلام لے آئے۔ اطروش نے جو مذہباً" زیدی تھا ان لوگوں کی حمایت سے خلیفہ معتضد کے عہد میں بغاوت کی اور 301 ہجری میں دیلم کے علاوہ طبرستان پر بھی قبضہ کرلیا۔ 304 ہجری میں والی خراسان سعید نے اطروش پر حملہ کیا شکست دی اور اسے قتل کردیا۔ اطروش کے بیٹوں نے اپنی سلطنت کی داغ بیل کے لیے جدوجہد جاری رکھی اور وہ اس مقصد کے لیے ماورا النہر اور خراسان کے سامانی حکمرانوں سے لڑائیاں لڑتے رہے۔

بنی اطروش کے سپہ سالاروں میں ایک شخص ماکان بن کالی بھی تھا جس نے سامانیوں کو شکست دے کر جرجان پر قبضہ کرلیا تھا۔ ماکان کا ایک سپہ سالار بویہ تھا۔ اس نے جیساکہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر یہ کی گئی تھی کہ اس کی اولاد بادشاہ بنے گی۔ اسکے تین بیٹے تھے۔ علی بن بویہ' احمد بن بویہ اور حسن بن بویہ۔ ان تینوں نے چند سال تک ماکان کی فوج میں خدمات سرانجام دیں اور پھر 320 ہجری میں وہ دیلمیوں کے ایک اور سردار مرداویج کے پاس آگئے۔ مرداویج نے ماکان کے ایک باغی سردار اسفار بن شیرویہ کو قتل کرکے طبرستان' رے' جرجان' قزوین' زنجان' ابہر' قم اور کرج کے علاقوں پر مشتمل اپنی ایک سلطنت قائم کرلی تھی اور وہ ہر جگہ عربوں کا تختہ الٹ کر عجمیوں کی سلطنت قائم کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ مرداویج نے علی بن بویہ کو کرج کا عامل مقرر کیا۔ اس نے اپنے جودوکرم سے اہل کرج کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ مرداویج اس کی طرف سے بدگمان ہوا اور چاہا کہ اس کو کسی بہانہ سے بلا کر قید کردے لیکن وہ نہیں آیا۔ اور شیرزاد کو جو دیلمیوں کا نامور سالار تھا اپنے ساتھ ملاکر اصفہان کی طرف بڑھا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ یہ واقعہ خلیفہ قاہر باللہ کے عہد میں ہوا اور اس واقعہ سے دولت بویہ کی بنیاد پڑی۔ مرداویج نے اس کے مقابلے کے لیے اپنے بھائی وشمکیر کو بھیجا۔ علی بن بویہ اصفہان چھوڑ کر ارجان چلا گیا۔ وہاں کا امیر ابوبکر بن یاقوت رام ہرمز بھاگ گیا۔ اس لیے علی نے ذی الحجہ

Marfat.com

320 ہجری میں ابوطالب زید بن علی کی تحریک پر شیراز پر قبضہ کرلیا۔ اس مہم میں اس کے بھائی احمد بن بویہ نے بڑی شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت اس کی عمر 19 سال کی تھی۔ علی بن بویہ کے عدل و انصاف' حسن خلق اور برتاؤ کی وجہ سے ہر جگہ کے لوگ اس سے خوش ہوئے۔ خلیفہ راضی کو اس نے وزیرالسلطنت ابن مقلہ کے توسط سے دس لاکھ درہم بھیجے اور خلیفہ نے اسے اس کے مفتوح علاقوں کی سند خلافت بھیج دی۔ مرداویج کو اس سے سخت پریشانی ہوئی۔ اس نے اپنے بھائی وشمگیر کو جو اصفہان میں تھا لکھا کہ تم اصفہان کی طرف سے علی پر حملہ کرو اور میں اس طرف سے آتا ہوں۔ وشمگیر نے شوال 322 ہجری میں اھواز' اور رام ہرمز پر قبضہ کرلیا۔ علی نے اس کے پاس تحفے اور ہیرے بھیج کر صلح کرلی۔ اس کے بعد فارس کا علاقہ علی بن بویہ کے پاس رہا۔ مرداویج نے اصفہان اور اھواز پر قبضہ اور بادشاہی کی تمنا کی۔ اور وہ ایران کے کسریٰ کی طرح کی سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس کی یہ بات اس کے ترک سپہ سالاروں کو بری لگی۔ چنانچہ انہوں نے 323 ہجری میں اسے قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد ترک فوجیوں کی ایک جماعت اپنے سپہ سالار بحکم کے ساتھ بلاد جبل میں رہی۔ دوسری ابن بویہ کے پاس آگئی اور دیلمی فوج مرداویج کے بھائی وشمگیر کے پاس چلی گئی۔ اب بلاد دیلم میں تین قوتیں قائم ہوگئیں۔ علی بن بویہ فارس میں' وشمگیر رے میں اور آل سامان ماوراالنہر اور خراسان میں۔ کچھ عرصہ بعد علی نے اپنے بھائی حسن کو بھیج کر اصفہان پر قبضہ کرلیا۔ پھر اس نے وشمگیر سے متعدد لڑائیاں کرکے ہمدان' قم' کاشان' رے' کرج اور قزوین پر تسلط حاصل کرلیا۔ یہ صورت حال خلیفہ مستکفی باللہ کی تخت نشینی تک قائم رہی۔ محرم 334 ہجری میں جب ترک امیرالامراء توزون کے انتقال کے بعد خلیفہ کی حالت بہت ہی کمزور ہوگئی تو علی بن بویہ کے بھائی احمد بن بویہ نے امراء بغداد کی دعوت پر جمادی الاول 334 ہجری میں بغداد پر قبضہ کرلیا۔ اس دن سے خلافت عباسیہ کا نیا دور شروع ہوا۔ جس میں سلطنت خلیفہ کے ہاتھ سے نکل گئی۔ وہ محض ایک دینی سربراہ رہ گیا۔ اور اس کی حکومت اس کے محل کی چار دیواری میں محدود ہوگئی۔ بالفاظ دیگر مذہب اور سیاست رسمی طور پر الگ الگ کردیے گئے۔ ویسے تو سن 40 ہجری میں بنو امیہ کا اقتدار شروع ہونے پر عملاً مذہب کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ اور بیشتر فقہاء اور علماء سیاسی حدود میں داخل نہیں ہوتے تھے اور خلیفہ اور سلطنت خالصتاً سیاسی

Marfat.com

تھے۔ لیکن رسمی طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ خلیفہ مسلمانوں کا سیاسی سربراہ ہونے کے علاوہ امیرالمومنین بھی ہے۔ لیکن اب بغداد کی حکومت پر احمد بن بویہ کے قبضہ کے بعد خلیفہ کی سیاسی حیثیت جو کافی عرصے سے روبہ زوال تھی۔ رسمی طور پر بالکل ہی ختم کردی گئی اور وہ صرف نام کا امیرالمومنین رہ گیا۔

بنو بویہ چونکہ مذہبا" شیعہ تھے۔ اس لیے معزالدولہ کی خواہش ہوئی کہ بنی عباس سے خلافت کو نکال کر کسی علوی کو خلیفہ بنایا جائے۔ لیکن ایک مشیر کی رائے کے زیر اثر وہ اپنے ارادے سے باز رہا۔ جب اس نے بغداد میں اقتدار سنبھالا اس وقت عالم اسلام میں انتشار و افتراق کی حالت یہ تھی۔ اندلس میں بنو امیہ کی سلطنت تھی۔ وہاں کا حاکم عبدالرحمان الناصر تھا۔ جو خلیفہ اور امیرالمومنین کہلواتا تھا۔ افریقہ میں دولت فاطمیہ تھی جس کا دوسرا خلیفہ اسماعیل منصور تھا۔ پہلے خلیفہ عبداللہ المہدی کا 322 ہجری میں انتقال ہو گیا تھا۔ مصر میں دولت اخشید حاکم تھی۔ اس خاندان کا دوسرا فرمانروا استاذ کافور بن محمد اخشید تخت پر تھا۔ یہاں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اس کے سوا اس سلطنت کا بغداد سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ حلب کا امیر سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان تھا۔ یہ بھی خطبہ میں عباسی خلیفہ کا نام لیتا تھا۔ لیکن خراج نہیں دیتا تھا۔ اور کسی معاملہ میں عباسی خلیفہ کا فرمانبردار نہیں تھا۔ جزیرہ اور دیار ربیعہ میں ناصرالدولہ حسن بن عبداللہ بن حمدان کی حکومت تھی خطبہ خلیفہ عباسی کا تھا۔ لیکن فرمان ناصرالدولہ کا اپنا تھا۔ عراق بنی بویہ کے قبضہ میں تھا۔ یہاں پہلے عباسی خلیفہ اور پھر معزالدولہ کا نام خطبہ میں لیا جاتا تھا۔ خلیفہ کا اس صوبہ کے انتظامی امور سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ عمان' بحرین' دیلم اور سواد بصرہ میں قرامطہ کا تسلط تھا۔ جو فاطمی امام کا خطبہ پڑھتے تھے اور حکومتی معاملات میں آزاد و خودمختار تھے۔ فارس اور اہواز میں عمادالدولہ علی بن بویہ کا سکہ چلتا تھا۔ وہ امیرالامراء بھی کہلاتا تھا۔ خطبہ میں خلیفہ کے بعد اس کا نام آتا تھا۔ بلاد جبل اور رے میں رکن الدولہ حسن بن بویہ کی حکمرانی تھی۔ خطبہ میں خلیفہ کے بعد اسکا نام آتا تھا۔ جرجان' طبرستان میں نصر بن احمد سامانی اور وشمگیر کے درمیان ملک گیری کے لیے لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ علاقہ سندھ میں منصورہ اور ملتان کی آزاد سلطنتیں تھیں۔ معلوم نہیں ان میں کس کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں قرامطیوں نے سندھ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہوا تھا۔ ان مقامی

Marfat.com

خودمختار حکومتوں میں سے صرف دولت حمدانیہ عربی تھی۔ لیکن وہ بھی خودمختار نہیں تھی۔ بلکہ بنی بویہ کے ماتحت تھی اور "ترکی امراء اس پر مسلط ہوگئے ہوئے تھے"۔ گویا عالم اسلام میں 132 ہجری میں بنو عباس کے برسراقتدار آنے سے عربوں کے سیاسی' معاشی' معاشرتی اور ثقافتی زوال کا جو عمل شروع ہوا تھا۔ وہ دو سو سال بعد 333 ہجری میں بالکل مکمل ہوگیا تھا۔ خلیفہ عباسی عرب تھا لیکن عہد حکومت اور عصائے حکومت معزالدولہ دیلمی کے پاس تھے۔ افریقہ میں خلیفہ اسماعیل منصور عربی النسل ہونے کا دعویدار تھا لیکن اس کے اقتدار کا کلی انحصار بنو کتامہ اور بربریوں کی حمایت پر تھا۔ اندلس میں امیر عبدالرحمان الناصر عرب تھا لیکن وہ بربریوں اور اسپینی مسلمانوں کے ذریعہ حکومت چلاتا تھا۔ اس کی حکومت میں عربوں کو کوئی اعلیٰ مقام حاصل نہیں تھا۔ چند عربوں کے پاس جاگیریں تھیں لیکن ان کا کوئی سیاسی اثرورسوخ نہیں تھا۔ مختصر یہ کہ اب پورے عالم اسلام میں عربوں کی شہنشاہیت یا حاکیت کا خاتمہ ہو چکا ہوا تھا۔ وہ کسی غیرعرب مسلمان کو موالی' آزاد غلام' غلام زادہ' حقیر اور ذلیل کے الفاظ سے مخاطب نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اب معاملہ الٹا ہوگیا تھا۔ اب غیر عرب یا عجمی مسلمان عربوں کو سیاسی' معاشرتی اور ثقافتی طور پر گھٹیا تصور کرتے تھے اور اپنے اس خیال کا عملاً اظہار کرتے تھے۔ اب اسلامی اخوت و مساوات اور اسلامی اتحاد و اتفاق کا مطلب یہ تھا کہ عرب نیچے پڑے رہیں اور عجمی مسلمان ان کی گردن پر سوار رہیں۔ علماء فقہاء اور قضاۃ میں بھی عجمی مسلمانوں کی بہت بھاری اکثریت تھی۔ اور ان میں سے بیشتر اپنے حکمرانوں کے سیاسی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر فتویٰ صادر کرتے تھے اور قرآن و حدیث کی تفسیریں اور تعبیریں کرتے تھے۔

معزالدولہ احمد بن بویہ کی بغداد میں حکومت عجمی مسلمانوں کی ہمہ گیر بالادستی کا واضح ترین ثبوت تھا۔ معزالدولہ اس بالادستی کو بہر قیمت برقرار رکھنے کا عزم کیے ہوئے تھا۔ چنانچہ بغداد پر اس کے قبضے کے بعد خلیفہ مستکفی پانچ ہزار درہم روزانہ کی تنخواہ پر چالیس دن سے زیادہ عرصہ تک خلیفہ نہ رہ سکا۔ کہتے ہیں کہ چند دن کے بعد کسی نے معزالدولہ سے یہ کہہ دیا کہ خلیفہ مستکفی تمہاری معزولی کے فکر میں ہے۔ یہ سن کر معزالدولہ بدگمان ہوگیا۔ اتفاق یہ ہوا کہ اسی اثنا میں والی خراسان کا سفیر آگیا۔ اس تقریب میں دربار عام منعقد کیا گیا۔ معزالدولہ اس دربار میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم اور اس کے

Marfat.com

ہوا خواہ بھی آئے ہوئے تھے۔ معزالدولہ نے دو دیلمی نقیبوں کو اشارہ کیا۔ وہ خلیفہ مستکفی کی طرف بڑھے۔ خلیفہ نے یہ خیال کر کے یہ دونوں دست بوسی چاہتے ہیں ہاتھ بڑھایا۔ دیلمیوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے مسند خلافت سے کھینچ لیا۔ معزالدولہ سوار ہو کر اپنے مکان کی جانب روانہ ہوا۔ دونوں دیلمی بھی خلیفہ مستکفی کو کشاں کشاں معزالدولہ کے مکان پر لا کر چھوڑ گئے۔ وہاں اس کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں اور اسے معزول کر دیا گیا۔ اس واقعہ سے شوروغل ہوا۔ لوگوں کے حواس جاتے رہے۔ دارالخلافت لوٹ لیا گیا۔ مستکفی کا سیکرٹری ابو احمد شیرازی بھی گرفتار کر لیا گیا۔ یہ واقعہ 22 جمادی الثانی 334 ہجری (946ء) کا ہے۔ مستکفی کی مدت خلافت ایک سال چار ماہ تھی۔ اس کے بعد اس کے چچا زاد بھائی فضل بن مقتدر بن معتضد کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس کی ماں ایک لونڈی تھی۔ جس کا نام شغلہ تھا۔ اس نے اپنے لیے المطیع للّٰہ کا لقب اختیار کیا۔ عملی طور پر مطیع اللّٰہ کے لقب کا مطلب یہ تھا کہ میں معزالدولہ احمد بن بویہ کا مطیع و فرمانبردار رہوں گا۔ چنانچہ معزالدولہ نے اس کے لیے ایک سو دینار روزانہ تنخواہ مقرر کر دی۔ عباسی خلیفہ کا رہا سہا سیاسی اختیار و اقتدار بھی ختم ہو گیا۔ اب اس کی حیثیت محض ایک تنخواہ دار ملازم کی رہ گئی تھی۔

Marfat.com

# ترتیب وار ادوار

Marfat.com

Marfat.com

# ترتیب وار ادوار' خلفائے بنو عباس

## 132ھ تا 334ھ (750ء تا 946ء)

| نام خلیفہ | مدت خلافت | ہجری | عیسوی |
|---|---|---|---|
| 1- عبداللہ سفاح | 4 سال 8 ماہ | 132 تا 136 | 750 تا 754 |
| 2- ابو جعفر منصور | 22 سال | 136 تا 158 | 754 تا 775 |
| 3- المہدی | 10 سال | 158 تا 169 | 775 تا 785 |
| 4- الہادی | 1 سال 2 ماہ | 169 تا 170 | 785 تا 786 |
| 5- ھارون الرشید | 23 سال | 170 تا 193 | 786 تا 809 |
| 6- امین | 4 سال 8 ماہ | 193 تا 198 | 809 تا 813 |
| 7- مامون الرشید | 20 سال | 198 تا 218 | 813 تا 833 |
| 8- ابواسحٰق معتصم | پونے 9 سال | 218 تا 227 | 833 تا 842 |
| 9- واثق باللہ | پونے چھ سال | 227 تا 232 | 842 تا 847 |
| 10- متوکل علی اللہ | 14 سال 10 ماہ | 232 تا 247 | 847 تا 861 |
| 11- منتصر باللہ | 6 ماہ | 247 تا 248 | 861 تا 862 |
| 12- مستعین باللہ | پونے چار سال | 248 تا 252 | 862 تا 86[illegible] |
| 13- معتز باللہ | ساڑھے چار سال | 252 تا 255 | 866 تا 869 |
| 14- مہتدی باللہ | 1 سال | 255 تا 256 | 869 تا 870 |
| 15- معتمد علی اللہ | 23 سال | 256 تا 279 | 870 تا 892 |
| 16- معتضد باللہ | پونے دس سال | 279 تا 289 | 892 تا 902 |
| 17- مکتفی باللہ | 6 سال 6 ماہ | 289 تا 295 | 902 تا 908 |
| 18- مقتدر باللہ | 25 سال | 295 تا 320 | 908 تا 932 |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| 19- قاھر باللہ | 1 سال 6 ماہ | 320 تا 322 | 932 تا 934 |
| 20- راضی باللہ | 5 سال 10 ماہ | 322 تا 329 | 934 تا 940 |
| 21- متقی للہ | 4 سال 6 ماہ | 329 تا 333 | 940 تا 944 |
| 22- مستکفی باللہ | 1 سال 4 ماہ | 333 تا 334 | 944 تا 946 |
| 23- مطیع للہ ز خاندان بنی بویہ کی حکمرانی کا آغاز | | 334 تا 363 | 946 تا 974 |

Marfat.com

# عباسی دور کے اہم واقعات

Marfat.com

Marfat.com

# عباسی دور کے اہم واقعات

## (Chronology)

## 132ھ تا 334ھ (750ء تا 946ء)

| | |
|---|---|
| 132ھ (750ء) | پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس عبداللہ سفاح نے اموی سلطنت کے بیشتر علاقوں پر قبضہ مستحکم کیا اور بنو امیہ کے افراد کا چن چن کر خاتمہ کیا۔ |
| 133ھ (751ء) | بنو امیہ کے حامیوں کی طرف سے بغاوتیں اور ان کی سرکوبی۔ |
| 133ھ (751ء) | عباسی خلافت کے ایک اہم بانی ابوسلمہ حفص بن سلیمان کا قتل۔ اسے عباسی خلافت کے ایک اور سب سے اہم بانی ابومسلم خراسانی اور خلیفہ عبداللہ سفاح کی ملی بھگت سے خفیہ طور پر قتل کیا گیا۔ ابوسلمہ حفص شیعان علیؓ میں سے تھا اور چاہتا تھا کہ بنو امیہ کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد خلافت خاندان علیؓ میں جائے۔ |
| 134ھ (752ء) | ایک سپہ سالار خازم نے، جس سے خلیفہ سفاح کچھ ناراض ہو گیا تھا، عمان کے خارجیوں پر حملہ کر کے دس ہزار خوارج کا قتل عام کیا اور ان کے سر کاٹ کر خلیفہ کو ارسال کئے۔ خلیفہ سفاح دس ہزار سروں کا تحفہ وصول کر کے خازم سے راضی ہو گیا۔ |
| 136ھ (754ء) | خلیفہ سفاح کا انتقال۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا۔ اس کے چچا عبداللہ بن علی نے اس کی خلافت کو تسلیم نہ کیا اور اپنی خلافت کی دعوت دی۔ خلیفہ منصور نے ابومسلم |

Marfat.com

خراسانی کو لشکر دے کر بھیجا۔ ابو مسلم خراسانی اور عبداللہ بن علی کے مابین شام میں خونریز جنگ ہوئی۔ عبداللہ بن علی نے اپنے لشکر میں شامل سترہ ہزار خراسانیوں کو پہلے ہی قتل کرا دیا تھا مبادا وہ ابو مسلم کا ساتھ نہ دیں۔ تاہم عبداللہ بن علی شکست کھا کر فرار ہوا اور روپوش ہو گیا۔

137ھ (755ء) خلیفہ ابو جعفر منصور نے خلافت عباسیہ کے سب سے اہم بانی ابو مسلم خراسانی کو قتل کروا دیا۔ منصور کو ابو مسلم سے پرانی عداوت تھی۔

138ھ (756ء) خلیفہ ابو جعفر منصور نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو امان کی یقین دہانی کرا دی تو وہ روپوشی ترک کر کے اس کے پاس آ گیا۔ منصور نے عبداللہ بن علی کو آتے ہی گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔ بعد میں اس کی قید کی کوٹھڑی پر پانی بہا دیا گیا اور وہ اس میں دب کر مر گیا۔

138-39ھ (756-57ء) خراسان کے فرقہ راوندیہ نے منصور کے خلاف بغاوت کر دی۔ منصور بغاوت کچلنے میں کامیاب ہو گیا۔

139ھ (757ء) والی خراسان عبدالجبار اور والی سندھ عینیہ کی بغاوت۔ منصور نے دونوں کی سرکوبی کر کے دونوں جگہ کے گورنر تبدیل کر دیئے۔ سندھ میں عمر بن حفص کو والی بنا کر بھیجا گیا۔

140ھ (758ء) خلیفہ منصور کے حسنی سادات پر مظالم۔ اسے محمد بن عبداللہ بن حسنؓ جو نفس زکیہ کے نام سے مشہور تھا اور اس کے بھائی ابراہیم کی تلاش تھی۔ جو خفیہ طور پر اپنی خلافت کی تحریک چلا رہے تھے وہ ان دونوں بھائیوں کو اپنی خلافت کے لئے خطرہ سمجھتا تھا اور ان کو گرفتار کر کے ختم کرنا چاہتا تھا۔ منصور نے بنو حسن کے پہلے ابذہ میں اور پھر کوفہ میں قید کر کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔

145ھ (762ء) محمد نفس زکیہ نے خود کو مدینہ میں ظاہر کر دیا اور

Marfat.com

بغاوت کر دی' والی مدینہ کو گرفتار کر کے مدینہ پر قبضہ کر لیا۔ جب نفس زکیہ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو مدینہ میں امام جعفر صادق اور امام مالک بن موسیٰ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ مدینہ کے باہر لڑائی ہوئی جس میں محمد نفس زکیہ مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر منصور کے پاس بھیج دیا گیا جس نے پوری سلطنت میں اس سر کی تشہیر کروائی۔

145ھ (763ء) محمد نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کا بصرہ اہواز اور فارس پر قبضہ۔ عیسیٰ بن موسیٰ کی سرکردگی میں عباسی لشکر کا بصرہ پر حملہ۔ جنگ کے دوران ابراہیم بھی مارا گیا۔ اس کے سر کی کوفہ میں تشہیر کی گئی۔

145ھ (763ء) محمد نفس زکیہ کے بیٹے عبداللہ اشتر نے والی سندھ عمر بن حفص کے پاس آ کر پناہ لی جو کہ شیعیت کا حامی تھا۔ خلیفہ منصور نے عمر بن حفص کو معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلبی کو والی سندھ مقرر کر کے بھیجا۔ اس دوران عبداللہ اشتر ایک ہندو راجہ کے پاس آ کر پناہ گزین ہو چکا تھا۔ تاہم ہشام کے آدمی عبداللہ اشتر کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اسے قتل کر دیا گیا۔

146ھ (764ء) عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی سے برطرف کر دیا گیا۔ وہ سفاح اور منصور کا چچازاد بھائی تھا اور سفاح کے زمانے میں اسے منصور کے بعد ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ اب منصور چونکہ اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا' اس لئے اس نے تیس فقیہوں کو عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس بھیجا کہ وہ اس سے ولی عہدی سے دستبرداری کا اقرار کروا کر لائیں۔ ان فقیہوں نے خالد بن برمک وزیر کے کہنے پر جھوٹی گواہی دی کہ عیسیٰ نے دستبرداری کا اقرار کر لیا ہے حالانکہ اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ منصور نے فقیہوں کی جھوٹی گواہی پر اپنے بیٹے مہدی کی ولی عہدی کا فرمان جاری کر دیا جبکہ عیسیٰ کو مہدی کے

Marfat.com

بعد ولی عہدی نامزد کر دیا گیا۔

146ھ (764ء) دارالخلافہ بغداد کی تعمیر مکمل ہوئی۔ خلیفہ منصور مدینہ ابن ہبیرہ (کوفہ) سے نئے دارالخلافہ میں منتقل ہوا۔

148ھ (767ء) شیعوں کے چھٹے امام جعفر صادقؒ کا انتقال۔ انہوں نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیل کو اپنے بعد امام مقرر کیا تھا لیکن ان کی زندگی میں ہی اسماعیل کا انتقال ہو گیا۔ ان کے دوسرے بیٹے موسیٰ کاظم ساتویں امام ہوئے۔ ان کے پیروکاروں کے ایک گروہ نے ان کے بجائے جعفر صادقؒ کے بڑے بیٹے اسماعیل کے بیٹے حبیب کو امام مان لیا۔ اس طرح اسماعیلیہ فرقے کی ابتداء ہوئی۔

150ھ (767ء) حضرت امام ابو حنیفہؒ کا قید میں انتقال۔ انہوں نے نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت کی تھی اس لئے خلیفہ منصور نے انہیں قید میں ڈلوا دیا تھا۔ انہوں نے منصور کے دربار میں قضاۃ کا عہدہ قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

150-51ھ (767ء) خراسان میں مدعی نبوت استاذ سیس کی بغاوت۔ اس نے پورے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ منصور نے مہدی کے سپہ سالار خازم کی سرکردگی میں لشکر خراسان بھیجا۔ بڑا سخت معرکہ ہوا جس میں ستر ہزار آدمی مارے گئے۔ استاذ سیس کو شکست ہوئی۔

158ھ (775ء) خلیفہ ابو جعفر منصور کا انتقال۔ اس کا بیٹا محمد بن عبداللہ المہدی تخت نشین ہوا۔ مہدی نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے چچا عیسیٰ بن موسیٰ کی اپنے بعد ولی عہدی کو ختم کر کے اپنے بیٹے موسیٰ بن مہدی کو ولی عہد مقرر کیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہدی سے دستبردار کرانے کے لئے فقیہوں اور قاضیوں نے طے کیا کہ دس کروڑ درہم خلیفہ مہدی کی طرف سے عیسیٰ کو دیئے جائیں گے۔ عیسیٰ نے اسے قبول کر لیا۔

159-63ھ (776-80ء) مرو، خراسان میں ایک شخص مقنع نے الوہیت

Marfat.com

کا دعویٰ کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ وہ یحییٰ بن زید شہید کے ظہور کا بھی قائل تھا۔ وہ سونے کا چہرہ منہ پر لگائے رکھتا جس وجہ سے اسے مقنع کہا جاتا تھا۔ خراسان میں گروہ کثیر اس کا حامی ہو گیا اور اسے سجدہ کرنے لگا۔ خلیفہ مہدی نے اس کی سرکوبی کے لئے کئی لشکر بھیجے۔ چار سال کی مزاحمت کے بعد مقنع کو شکست ہوئی اور اس کا سر اتار کر خلیفہ مہدی کے پاس بھیجا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ابومسلم خراسانی کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے خراسانیوں کی طرف سے خروج کیا۔

169ھ (785ء) خلیفہ مہدی کا انتقال۔ اس کا بڑا بیٹا ابو محمد موسیٰ الهادی تخت نشین ہوا۔

169ھ (786ء) مدینہ میں حسنی سادات نے نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ اور حسین بن علی کی قیادت میں بغاوت کر دی۔ مدینہ پر قبضہ مستحکم کرنے کے بعد انہوں نے مکہ پر بھی قبضہ کر لیا اور حسین بن علی نے حجاز میں اپنی خلافت قائم کر دی۔ خلیفہ ہادی نے سرکوبی کے لئے لشکر بھیجا۔ لڑائی کے دوران حسین بن علی مارا گیا۔ نفس زکیہ کا ایک بھائی ادریس بن عبداللہ اس شکست کے بعد فرار ہو کر مصر پہنچا اور وہاں سے بلاد مغرب تیونس پہنچ گیا۔ وہاں بربروں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا۔ اس طرح وہ وہاں ادریسی سلطنت کا بانی ہوا یہ علویوں کی پہلی سلطنت تھی۔

170ھ (786ء) خلیفہ ہادی نے انتقال کیا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی ہارون کو ولی عہدی سے برطرف کر کے اپنے نابالغ بیٹے جعفر بن موسیٰ کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ اس پر اس کی ماں خیزران اس سے سخت ناراض ہو گئی تھی کیونکہ وہ اپنے چھوٹے بیٹے ہارون کی دستبرداری نہیں چاہتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ خیزران نے لونڈیوں کے ذریعے ہادی کا کام تمام کرایا۔ وزیر یحییٰ بن خالد بن برمک جسے ہادی نے قید

Marfat.com

میں ڈال دیا تھا' رہا ہوا اور خیزران کے حکم سے اس نے ہارون کی تخت نشینی کا انتظام کیا۔ اس طرح ہارون الرشید خلیفہ ہوا۔

175ھ (791ء) ہارون نے اپنے وزیر فضل بن یحییٰ برمکی کی سفارش پر اپنے بڑے بیٹے محمد کو امین کا لقب دے کر اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ فضل نے یہ اقدام اس لئے کرایا تھا کہ محمد (امین) کی وجہ سے بنو عباس کے کئی افراد خلافت پر دانت تیز کئے بیٹھے تھے اور اس بات کا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے کہ ہارون نے اس وقت تک ولی عہد مقرر نہیں کیا تھا۔

175ھ (791ء) ہارون کے حکم سے ادریس بن عبداللہ کو زہر دے کر مار دیا گیا۔ مگر بربروں نے اس کے شیرخوار بیٹے کی بیعت کر لی۔ اور بلاد مغرب میں ادریسی سلطنت بدستور قائم رہی۔

176ھ (792ء) محمد نفس زکیہ کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے دیلم کے علاقے میں علم بغاوت بلند کیا۔ ہارون نے فضل بن یحییٰ برمکی کو لشکر دے کر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ فضل نے ایک کروڑ درہم دے کر یحییٰ کو مصالحت پر آمادہ کر لیا۔ ہارون سے امان نامہ حاصل کرنے کے بعد یحییٰ کو لے کر فضل بغداد آ گیا۔ یحییٰ کو جعفر بن یحییٰ برمکی کی نگرانی میں نظربند کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد جعفر نے انہیں خفیہ طور پر رہا کر دیا۔ یحییٰ نے انتقال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہارون نے زہر دلوایا تھا۔

176-80ھ (791-95ء) شام میں آباد یمنی اور حجازی قبیلوں کے مابین شدید خانہ جنگی چار سال جاری رہی۔ جعفر بن یحییٰ برمکی نے ان کے مابین مصالحت کرائی۔

176ھ (791ء) فضل بن یحییٰ برمکی نے خالص عجمیوں کی ایک فوج تیار کی۔ اس کا نام عباسیہ رکھا اور اس کو یہ اختیار دیا کہ وہ اپنے سردار خود منتخب کرے۔ اس فوج کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی۔ عجمی غلبہ

Marfat.com

اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔

180ھ (795ء) خراسان میں خارجیوں کی ایک جماعت نے علم بغاوت بلند کیا۔ خراسان کے گورنر علی بن عیسیٰ بن ماہان نے ان کی سرکوبی کی۔ تین ہزار خوارج مارے گئے۔ مگر ان کی اکا دکا بغاوتیں جاری رہیں۔

182ھ (798ء) خلیفہ ہارون نے اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی کہ امین کے بعد تخت خلافت کا وارث ہو گا اور مامون کے لقب سے ملقب کر کے اسے خراسان اور ہمدان کا گورنر مقرر کیا۔

183ھ (799ء) شیعوں کے ساتویں امام موسیٰ کاظم کا بغداد کے قید خانہ میں انتقال ہوا۔ ہارون نے انہیں مدینہ سے بلا کر بغداد میں قید کر دیا تھا کیونکہ ہارون کے علویوں کی طرف سے ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ امام موسیٰ کاظم کے بعد ان کے بیٹے علی رضا شیعان علی کے آٹھویں امام قرار پائے۔

187ھ (803ء) خلیفہ ہارون نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو قتل کروا دیا اور اپنے وزیر فضل بن یحییٰ سمیت تمام خاندان برامکہ کو نظر بند کر دیا۔ اور ان کا مال جائیداد ضبط کر لیا۔ برامکہ کا اختیار و اقتدار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ہارون خود کو بے بس محسوس کرنے لگا تھا۔ طبری نے ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ ہارون نے اپنی بہن عباسہ کا عقد جعفر برمکی کے ساتھ اس شرط پر کیا تھا کہ وہ اس سے جنسی تعلق قائم نہ کرے گا۔ جعفر نے یہ عہد توڑ ڈالا تھا اور عباسہ نے ایک بچے کو جنم دے دیا تھا مگر اسے ہارون سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ تاہم ہارون کو لونڈیوں کے ذریعے یہ راز معلوم ہو گیا اور اس نے جعفر کو قتل کرا دیا۔ ہارون کو اس بات کی کدورت بھی تھی کہ جعفر نے سلطنت کے باغی یحییٰ بن زید کو نظربندی سے خفیہ طور پر رہا کر دیا تھا۔ علاوہ

Marfat.com

ازیں ہارون کی بیوی زبیدہ بھی جعفر کے سخت خلاف تھی۔ جعفر مامون کا اتالیق تھا جو زبیدہ کا سوتیلا بیٹا تھا اور اس نے اس کی منشا کے خلاف کوشش کر کے امین کے بعد اس کی ولی عہدی کا فرمان لکھوا دیا تھا۔ برامکہ کے زوال سے عجمیوں کا پلہ کمزور ہو گیا' عرب غالب ہو گئے۔

190-93ھ (9-806ء) ماوراءالنہر کے ایک سپہ سالار رافع بن لیث نے بغاوت کر دی۔ خراسان کے خارجیوں نے بھی سر اٹھا لیا۔ ہارون رشید ان بغاوتوں کے کچلنے کے لئے خود خراسان کی طرف روانہ ہوا اور امین کو بغداد میں اپنا قائم مقام مقرر کر دیا۔ ہارون اس وقت بیمار پڑ چکا تھا۔

193ھ (809ء) ہارون رشید کا خراسان میں طوس کے مقام پر انتقال ہو گیا۔ اس وقت باغی رافع کے بھائی بشر بن لیث کو اس کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ ہارون کے حکم سے ایک تہائی نے بشر کے جسم کے چودہ ٹکڑے کر ڈالے تھے۔ یہ دیکھتے ہوئے وہ بے ہوش ہو گیا تھا اور اسی حالت میں رات کو اس کا انتقال ہو گیا تھا۔

193-94ھ (10-809ء) ہارون کا وزیر اعظم فضل بن ربیع طوس سے تمام لشکر اور سازوسامان لے کر بغداد آ گیا جہاں امین اپنی خلافت کا اعلان کر چکا تھا۔ حالانکہ ہارون نے امن لشکر پر مامون کا اختیار قائم کیا تھا جو کہ مرو میں تھا۔ ہارون کا تیسرا بیٹا موتمن بھی مامون کے ہمراہ مرو میں تھا۔ اقتدار کی کشمکش میں فضل بن ربیع اور عرب امراء خلیفہ امین کے ساتھ تھے۔ جبکہ عجمی وزیر فضل بن سہل اور دوسرے عجمی امراء مامون اور موتمن کے ساتھ تھے۔

194ھ (810ء) خلیفہ امین نے مامون کو ولی عہدی سے برطرف کرنے کے پہلے مرحلے کے طور پر اپنے بیٹے موسیٰ کے لئے منبروں پر بطور امیر دعا شروع کرائی اور موتمن کو شام' قنسرین' عواصم اور سرحدوں

Marfat.com

کی ولایت سے معزول کر دیا۔

195ھ (811ء) خلیفہ امین نے تمام سلطنت میں مامون اور موتمن کے لئے منبروں پر دعا بند کرا دی اور اپنے بعد صرف اپنے بیٹے موسیٰ کی دعا کرانے کا حکم دیا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ مامون کو ولی عہدی سے برطرف کر دیا گیا ہے اور موسیٰ کو ولی عہد مقرر کر دیا گیا ہے۔

195ھ (811ء) خلیفہ امین کے سپہ سالار علی بن عیسیٰ اور مامون کے سپہ سالار طاہر بن حسین کے درمیان رے کے قریب جنگ ہوئی۔ علی بن عیسیٰ مارا گیا اور امین کا لشکر شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ مامون نے اس فتح کی خوشی میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیا۔ وہ مرو میں مقیم تھا۔ خلیفہ امین نے طاہر کے مقابلے کے لئے کئی لشکر روانہ کئے لیکن ہر لشکر کو ہزیمت اٹھانا پڑی اور طاہر علاقوں پر علاقے فتح کرتا ہوا اعراق کی طرف بڑھتا رہا۔

195-98ھ (811-14ء) شام میں بنو امیہ کے ایک شخص علی بن عبداللہ بن خالد المعروف سفیانی کی بغاوت۔ اس نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ امین نے سرکوبی کے لئے لشکر بھیجے۔ دو تین سال کی خانہ جنگی کے بعد سفیانی کو شکست ہوئی اور وہ دمشق چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ خلافت بغداد کا لشکر کا دمشق پر دوبارہ قبضہ ہوا۔

196-97ھ (812-13ء) مامون کے سپہ سالار طاہر بن حسین اور ہرثمہ بن حسین اور ہرثمہ بن العین رے، طبرستان، اہواز فتح کرتے ہوئے واسط اور پھر بغداد کے نواح تک پہنچ گئے۔ صوبوں کے والیان نے اپنی وفاداریاں خلیفہ امین سے تبدیل کر کے خلیفہ مامون کے ساتھ وابستہ کر دیں۔ بحرین اور حجاز کے عامل بھی مامون کے اطاعت بردار ہو گئے۔ 197ھ کا سارا سال بغداد کے باہر اور اندر خلیفہ امین اور مامون کے سپہ سالاروں کے مابین جنگ آزمائی ہوتی رہی۔ امین کے سپہ سالار یا شکست کھا جانے سے وفاداری تبدیل کر کے طاہر اور

Marfat.com

ہرثمہ سے جا ملتے۔

198ھ (813ء) خلیفہ امین بالکل شکست خوردہ اور خستہ حال ہو کر فرار ہو رہا تھا کہ دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے اسے طاہر بن حسین کے خراسانی سپاہیوں نے پکڑ لیا۔ طاہر کے حکم سے عجمی سپاہیوں نے امین کا سر تن سے جدا کر دیا۔ امین کا سر مامون کے پاس خراسان بھجوا دیا گیا۔ بھائی کا سر وصول کر کے مامون نے سجدہ شکر ادا کیا۔ سلطنت کے سارے علاقوں میں مامون کی خلافت تسلیم کر لی گئی اور اسے مامون الرشید کا لقب دیا گیا۔ عرب و عجم کی لڑائی میں ایک بار پھر عجم کا پلہ بھاری ہو گیا کیونکہ مامون کی قوت کا سرچشمہ خراسان تھا۔ مامون مرو کو اپنی سلطنت کا مستقر بنائے ہوئے تھا۔

199-201ھ (814-16ء) کوفہ سے حسنی سادات کے ایک شخص محمد بن ابراہیم نے بغاوت کر کے آل محمد کی خلافت کی دعوت دی۔ وہ ابن طبا طبا کے نام سے مشہور ہوا۔ اسے بنو شیبان کے سردار ابو سرایا کی حمایت بھی حاصل تھی۔ انہوں نے بصرہ' واسط' حجاز اور یمن تک غلبہ حاصل کر لیا۔ دو سال تک کانہ جنگی جاری رہی۔ ابن طبا طبا مارا گیا تو اس کے کم سن بیٹے کا امام بنا لیا گیا۔ آخر کار ہرثمہ بن العین نے ابو سرایا کو شکست دے کر اسے قتل کیا تو یہ بغاوت عراق میں فرو ہو گئی مگر حجاز و یمن میں جاری رہی۔ مکہ میں حرم کعبہ کی بے حرمتی بھی کی گئی۔ مامون کے والی یمن اسحٰق بن موسیٰ نے یمن و حجاز میں اس بغاوت کا خاتمہ کیا۔

201ھ (816ء) مامون نے اپنے وفادار سپہ سالار ہرثمہ بن العین کو قید کر کے قتل کروا دیا۔ خراسانی وزیر فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل نے مامون کو اس کی طرف سے بدظن کیا تھا۔ یہ عجمی قوم پرستی کے ہاتھوں عربی بالادستی کا قتل تھا۔ بغداد میں عرب امراء کے متحدہ محاذ بنا کر عجمی فضل اور حسن کے خلاف محاذ آرائی کی۔

Marfat.com

اس دوران بغداد طوائف الملوکی کا شکار رہا۔ آخر کار حسن بن سہل عرب امراء پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔

201ھ (816ء) مامون نے مرو میں شیعوں کے آٹھویں امام علی رضاؑ سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی اور انہیں اپنا ولی عہد نامزد کر دیا۔ بغداد کے بنو عباس نے احتجاج کیا اور مامون کی خلافت کا انکار کر کے ابراہیم بن مہدی (خلیفہ) کی بیعت کر لی اور اس کے بعد اس کے بھتیجے اسحٰق بن موسیٰ بن مہدی کو ولی عہد نامزد کرایا۔

202ھ (817ء) مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کو قتل کروا دیا کیونکہ اس نے بغداد کے واقعات کے بارے میں اسے بے خبر رکھا ہوا تھا۔ امام علی رضاؑ نے مامون کو تمام واقعات سے مطلع کیا تھا۔

202ھ (817ء) بابک خرمی نامی شخص نے آذربائی جان میں معاشی اور معاشرتی انصاف کے قیام کی خاطر ایک باغیانہ تحریک شروع کی۔ مامون نے ان کی سرکوبی کے لئے کئی لشکر بھیجے۔ تاہم یہ تحریک کئی سال جاری رہی۔

203ھ (818ء) امام علی رضاؑ نے انتقال کیا۔ انہیں زہر آلود انگور کھلائے گئے تھے۔ وہ مامون کے ہمراہ تھے جبکہ مامون خراسان اور بغداد جا رہا تھا اور طوس کے مقام پر پڑاؤ ڈالے تھا۔

204ھ (819ء) خلیفہ مامون بغداد میں داخل ہوا۔ اس کے مخالف بنو عباس کا مقرر کردہ خلیفہ ابراہیم بن مہدی بغداد پر تقریباً" دو سال حکومت کرنے کے بعد پہلے ہی فرار اختیار کر چکا تھا۔ مامون نے بغداد پر اپنا اقتدار مستحکم کیا اور شام' عراق اور مصر کے صوبہ جات پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ وہاں کے عرب امراء اس سے اس وجہ سے باغی تھے کہ اس نے عجمیوں کی عربوں پر بالادستی قائم کر دی ہے۔ ان میں نصر بن شبث نے پانچ سال مزاحمت کے بعد اطاعت قبول کی۔

210ھ (825ء) والی مصر عبداللہ بن سری نے علم بغاوت بلند کر دیا۔

Marfat.com

اندلس کے امیر حکم بن ہشام نے بھی ایک گروہ بھیجا جو اسکندریہ پر قابض ہو گیا۔ مامون نے سپہ سالار عبداللہ بن طاہر کو فوج دے کر بھیجا اور اور مصر و اسکندریہ میں بغاوت فرو ہوئی۔

213ھ (828ء) خلیفہ مامون نے اپنے بھائی ابواسحاق معتصم کو شام اور مصر کا حاکم مقرر کیا۔

216ھ (831ء) مصر میں عبدوس فہری نامی شخص نے شورش برپا کر دی۔ مامون نے خود مصر جا کر اس کی سرکوبی کی۔ اور عبدوس کو قتل کیا۔

218ھ (833ء) خلیفہ مامون نے مسئلہ خلق قرآن پر ان علماء و فقہا کے خلاف کارروائی کا حکم دیا جو قرآن پاک کو خالق کا درجہ دیتے تھے یا اسے مخلوق نہیں گردانتے تھے۔ مامون نے اپنے 20 سالہ دور میں دنیا بھر سے علوم و فنون کو عربی میں منتقل کرایا اور آزادائی فکر اور نئے فلسفوں کو فروغ دیا۔ روایت اور جدت میں ٹکراؤ پیدا ہوا۔ جدت کا علمبردار فرقہ معتزلہ تھا۔ جو قرآن کو مخلوق کا درجہ دیتے تھے اور تمام امور کو عقل کی کسوٹی پر پرکھتے تھے۔ خود مامون بھی ان کے افکار کا حامل تھا۔ روایت پرست قرآن پاک کا خالق کا درجہ دیتے تھے اور تمام امور کو حدیث اور سنت کی کسوٹی پر پرکھتے تھے نہ کہ عقل اور دلیل پر۔ مامون شام میں مقیم تھا جب اس نے حاکم بغداد اور اسحاق بن ابراہیم کو یہ فرمان بھیجا کہ جو علماء قرآن کی مخلوق قرار دینے پر راضی نہیں ہیں ان کو سزا دی جائے۔ بہت سے علماء نے جبرا" قرآن کا مخلوق ہونا قرار کر لیا۔ مگر جن چند علماء نے یہ اقرار نہ کیا انہیں لوہے کی وزنی بیڑیاں پہنا کر بغداد سے سوس (شام) میں مامون کے پاس روانہ کر دیا گیا۔ ان میں امام احمد بن حنبل بھی شامل تھے۔

218ھ (833ء) خلیفہ مامون نے طرسوس میں انتقال کیا۔ ابھی وہ علماء

Marfat.com

راستے ہی میں تھے جن کو مسئلہ خلق قرآن پر پابند سلاسل کر کے اس کا پاس بھیجا گیا تھا۔ مامون کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابو اسحٰق معتصم خلیفہ ہوا۔

219ھ (834ء) طالقان میں فرقی زیدیہ کے امام محمد بن قاسم نے علم بغاوت بلند کیا۔ معتصم کے سپہ سالار عبداللہ بن طاہر نے سرکوبی کر کے انہیں گرفتار کر لیا اور معتصم نے بغداد میں جیل میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ جیل سے فرار ہو گئے۔ ان کا کچھ پتہ نہ چلا چنانچہ زیدیوں نے انہیں غائب امام مہدی قرار دے دیا۔

219ھ (834ء) خلیفہ معتصم نے سمرقند' اشروسنہ اور فرغانہ کے ترک غلاموں پر مشتمل فوج بنائی جسے فراغنہ کا نام دیا۔ معتصم ان کی شجاعت اور بہادری کا بہت قدردان تھا۔ اس نے ان کے لباس کو دوسری فوجوں کے لباس سے ممتاز رکھا۔ ان کے سپہ سالار بھی ترک مقرر کئے۔ جنہیں دربار خلافت میں بلند مقام دیا گیا۔ ترکوں کے لئے بغداد کے نزدیک نئی چھاؤنی تعمیر کرائی گئی جس کا نام سامرا رکھا گیا۔ معتصم خود بھی سامرا میں منتقل ہو گیا۔ اس طرح دور عباسیہ میں ترک ایک نئی بالادست قوت کے طور پر ابھر آئے۔ انہوں نے خراسانیوں کی بالادستی کو آہستہ آہستہ ختم کر دیا۔ اس سے پیشتر خراسانیوں نے عربوں کی بالادستی کو ختم کیا تھا۔

223ھ (838ء) ترک سپہ سالار افشین نے خراسان اور آذر بائیجان میں بابک خرمی کی باغیانہ تحریک کو کچل ڈالا۔ بابک گرفتار کر کے معتصم کے پاس بھیجا گیا۔ معتصم نے بابک کو قتل کر کے اس کا سر تشہیر کے لیے خراسان بھیج دیا اور جسم کو سامرا میں سولی پر چڑھا دیا۔

223ھ (838ء) خلیفہ معتصم نے قیصر روم کے خلاف چڑھائی کی اور خود اس مہم میں شریک ہوا۔ شہر زبطرہ کو بازیاب کرایا جس پر

Marfat.com

رومیوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ انقرہ اور عموریہ بھی فتح کیے۔

223ھ (838ء) خلیفہ معتصم نے اپنے مرحوم بھائی مامون کی اولاد کو تہس نہس کر دیا۔ بعض عرب سپہ سالاروں کو ترک سپہ سالاروں کے عروج سے سخت حسد پیدا ہوا اور انہوں نے مامون کے بیٹے عباس کو بھڑکایا کہ خلافت اس کا حق تھا اور وہ اپنے چچا معتصم کے حق میں کیوں دستبردار ہوا۔ چنانچہ انہوں نے روم کی مہم سے واپسی پر معتصم کا کام تمام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ معتصم کو اس کی خبر لگ گئی۔ چنانچہ اس نے عباس سمیت تمام سازشی سپہ سالاروں کو گرفتار کر لیا۔ کسی کو قید کیا کسی کو قتل کیا۔ عباس کو ایک بوری میں بھر کر سی دیا۔ وہ دم گھٹ کر مر گیا۔ سامرا واپس پہنچ کر مامون کی بیہ اولاد کو گرفتار کر کے ایک مکان میں محبوس کر دیا جہاں وہ سب مر گئے۔

226ھ (840ء) سپہ سالار افشین کا زوال۔ گرفتاری اور قید کی حالت میں انتقال۔ وہ والی خراسان عبداللہ بن طاہر کے بے دخل کروا کر وہاں کی ولایت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے والی طبرستان مازیار سے جو اس کے آبائی مذہب پر تھا (یعنی کافر تھا) سازباز کی کی اور اس سے خراسانی پر حملہ کروا دیا۔ عبداللہ بن طاہر نے مازیار کو شکست دے کر گرفتار کیا اور معتصم کے روبرو مازیار نے سازش بے نقاب کر دی اور افشین کے ارسال کردہ خطوط دکھا دیئے۔ قاضی ابن ابی داؤد نے فتویٰ دیا کہ افشین بظاہر مسلمان ہوا ہے لیکن اصل میں وہ اپنے آبائی مذہب پر قائم ہے۔ افشین کو قید میں ڈال دیا گیا۔ جہاں وہ مر گیا۔ اس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا گیا اور پھر اسے جلا دیا گیا۔

227ھ (841ء) ابوحرب المبرقع نامی یمنی عرب سردار نے فلسطین میں خروج کیا۔ اس نے اپنے اموی ہونے کا اعلان کیا یمنی اور دوسرے عرب قبائل اس کے ہمراہ ہو گئے اور اس نے رملہ اور دمشق پر قبضہ

Marfat.com

کر لیا۔ معتصم نے اس کی سرکوبی کے لئے لشکر بھیجا۔ لڑائی میں ابوحرب کے بیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ ابوحرب گرفتار ہوا اور سامرا میں قید میں ڈالا گیا۔ عربوں کی قوت بری طرح ٹوٹ چکی تھی۔

227ھ (841ء) ابوحرب المبرقع نامی یمنی عرب سردار نے فلسطین میں خروج کیا۔ اس نے اپنے اموی ہونے کا اعلان کیا سرکوبی کے لئے لشکر بھیجا۔ لڑائی میں ابوحرب کے بیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ ابوحرب گرفتار ہوا اور سامرا میں قید میں ڈالا گیا۔ عربوں کی قوت بری طرح ٹوٹ چکی تھی۔

227ھ (842ء) خلیفہ معتصم نے سامرہ میں انتقال کیا۔ اس کا بیٹا ابو جعفر ہارون تخت نشین ہوا اور کالقب واثق باللہ رکھا گیا۔ ترک امراء اور سپہ سالاروں کا عروج بدستور قائم رہا جیسا کہ معتصم نے انہیں دیا تھا۔ ترک سپہ سالار اشناس کے سر پر تاج رکھ کر اسے سپہ سالار اعظم بنایا گیا۔

230-32ھ (845-47ء) جزیرہ نما عرب میں عربوں کی کئی بغاوتیں۔ مدینہ میں بنو سلیم' ذات عرق میں بنو ہلال' یمامہ میں بنو نمیر' فدک میں بنو مرہ اور بنو فزارہ باغی بن بیٹھے تھے۔ خلیفہ واثق نے ایک ترک سپہ سالار بغا کبیر کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اس نے دو سال تک ان عربوں کی سرکوبی کی۔ انہیں ہزیمت دی' قتل کیا' گرفتار کیا اور بے عزت کیا۔ بغا کبیر 232ھ میں 2200 عرب قیدیوں کو ساتھ لے کر بغداد واپس لوٹا۔

231ھ (846ء) بغداد میں ایک گروہ نے بغاوت کی اور احمد بن نصر خزاعی کی بیعت لی جو اپنے وقت کے بڑے محدث تھے۔ احمد بن نصر کو گرفتار کر کے واثق کے دربار میں پیش کیا گیا۔ واثق بھی خلق قرآن کے مسئلہ پر معتصم اور مامون کی طرح معتزلہ خیالات کا حامل تھا۔ اس نے علماء و فقہاء کی موجودگی میں احمد نصر سے مسئلہ خلق قرآن پر

Marfat.com

بحث و استفسار کے بعد اسے قتل کروا دیا۔ ان کے سر کی بغداد میں تشہیر کی گئی۔

232ھ (847ء) خلیفہ واثق باللہ کا انتقال۔ اس کے بھائی جعفر بن معتصم کو المتوکل علی اللہ کا لقب دے کر تخت نشین کیا گیا۔

233ھ (849ء) خلیفہ متوکل' واثق کے وزیر ابن زیات کو ناپسند کرتا تھا کیونکہ ابن زیات نے اس کے بجائے واثق کے کم سن بیٹے محمد کی تخت نشینی کی تجویز دی تھی۔ چنانچہ ابن زیات اور اس کے تمام خاندان کو قید میں ڈال دیا گیا۔ ابن زیات کو سخت ایذائیں دے کر مار دیا گیا۔

234ھ (849ء) محمد بن بعیث نے آذر بائیجان میں بغاوت کی۔ متوکل نے بغا شرابی کو سرکوبی کے لئے لشکر دے کر بھیجا۔ محمد بن لیث نے شکست کھائی' اپنے خاندان سمیت گرفتار ہوا۔ بغداد پہنچ کر مر گیا۔ اس کی گردن میں سو رطل ویونڈ کا طوق ڈالا گیا تھا۔

235ھ (850ء) ترک سپہ سالار ایتاخ جو معتصم اور واثق کے زمانے سے اعلیٰ منصب پر فائز تھا' متوکل اس کے بڑھے ہوئے اقتدار سے خائف ہوا۔ جب ایتاخ مکہ میں حج کر کے واپس بغداد لوٹا تو اسے دھوکے سے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ اس کی گردن میں اسی رطل (پونڈ) کا طوق ڈالا گیا۔ کھانا دیتے مگر پانی نہ دیتے۔ شدت پیاس سے اس نے وفات پائی۔

235-39ھ (850-54ء) خلیفہ متوکل کے حکم سے عیسائیوں اور دوسرے غیر مسلموں کے لباس مخصوص کئے گئے تاکہ ان کی تذلیل ہو۔ پرانے گرجے برقرار رکھے گئے مگر نئے گرجے مسمار کر دیئے گئے۔ ان کے مکانوں کے دروازوں پر شیطان کی تصویریں کندہ کی گئیں۔ یہ ممانعت کی گئی کہ دفتروں میں ایسے عہدوں پر جن میں مسلمانوں پر احکام جاری ہوتے ہوں۔ کام نہ لیا جائے۔ نہ مسلمان

Marfat.com

ان کے مکتب میں تعلیم حاصل کریں اور نہ کوئی مسلمان ان کو تعلیم دے۔ اپنے تہوار میں صلیب نہ نکالیں' راستے کے کنارے چلیں' گھوڑوں کی بجائے گدھے اور خچر سواری کے لئے استعمال کریں' اپنی قبریں زمین کے برابر رکھیں تاکہ مسلمانوں کی قبروں سے مشابہت نہ رہے۔ ہارون و مامون کے عہد سے چلے آ رہے خراسانی غلبہ کے دور کی وسیع المشربی اور آزاد خیالی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ترکوں کی فوجی قوت سے غرض تھی وہ علمی و فکری معاملات میں روایت پرست تھے۔ اس لئے ترک غلبے کے ساتھ لبرل نظریات و افکار کا خاتمہ ہو گیا۔ معتزلہ کا زوال ہو گیا۔ علمائے معقولات عذاب کا شکار ہوئے۔ ان میں قاضی ابوداؤد بھی شامل تھا۔ اس نے اپنے دو بیٹوں کے ساتھ قید خانہ میں انتقال کیا۔

236ھ (851ء) خلیفہ متوکل کے حکم سے حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کے روضوں کو منہدم کرا دیا گیا۔ ان کے قرب و جوار کی آبادی کے مکانات بھی گرا دیئے گئے۔ قبروں کے مقام پر ہل چلایا گیا۔ آب پاشی کی گئی اور فصل کاشت کر دی گئی اور لوگوں کا وہاں جانا بند کر دیا گیا۔ اعلان کیا گیا کہ تین دن کے بعد جو شخص وہاں دیکھا جائے گا قید میں ڈال دیا جائے گا۔ شیعان علی کے گیارہویں امام حسن عسکری پہلے ہی سامرہ میں قید میں تھے۔ ان کے والد امام علی نقی کو بھی مدینے سے سامرہ لا کر قید کر دیا گیا تھا۔ اسی حال میں وفات پائی۔

240ھ (855ء) اہل حمص کی خلیفہ متوکل کے مقرر کردہ والیوں کے خلاف بغاوت۔ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہاں کے عیسائیوں نے بھی اس بغاوت میں بھرپور حصہ لیا تھا۔ متوکل نے لشکر بھیج کر سخت تادیبی کارروائی کی۔ باغیوں کو اذیت ناک سزائیں دی گئیں۔ عیسائیوں شہربدر کر دیئے گئے۔ گرجے گرا دیئے گئے اور ان میں سے جو جامع مسجد کے قریب تھے وہ جامع مسجد میں شامل کر لئے گئے۔

Marfat.com

247ھ (861ء) خلیفہ متوکل کو اس کے بڑے بیٹے اور ولی عہد منتصر نے ترک امراء کے ذریعہ قتل کروا دیا اور اقتدار سنبھال لیا۔ اور منتصر باللہ کا لقب اختیار کیا منتصر نے بعض فقہا سے مشورہ کرنے کے بعد یہ اقدام کیا۔ باپ اور بیٹے کے مابین معاندانہ تضاد۔ دونوں ایک دوسرے کے قتل کے درپے تھے۔

248ھ (862ء) خلیفہ منتصر کا انتقال۔ ترک امراء نے احمد بن محمد معتصم بن ہارون رشید کو خلیفہ مقرر کیا اور اس نے مستعین باللہ کا لقب اختیار کیا۔

249ھ (863ء) خلیفہ کی اجازت سے رومیوں کے خلاف جہاد۔ مرج اسقف میں مقابلہ ہوا۔ سپہ سالار عمر بن عبداللہ عمر بن عبداللہ اقطع سمیت دو ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ شکست کا بدلہ لینے کے لئے دوسری جنگ میں سپہ سالار علی بن یحیٰی سمیت چار سو مسلمان شہید ہوئے اور شکست ہوئی۔

250ھ (864ء) فرقہ زیدیہ کے سربراہ ابوالحسین یحیٰی بن عمر کی کوفہ میں بغاوت۔ کوفہ پر قبضہ۔ لشکر بغداد کے ساتھ جنگ میں ابوالحسین قتل ہوا' سر اتار کر کوفہ و بغداد میں تشہیر کی گئی۔ بغاوت فرو ہو گئی۔

253-50ھ (86-867ء) علویوں کے سردار حسن بن زید کی رے اور طبرستان میں بغاوت۔ دو تین سال تک عباسیوں کے ساتھ جنگ کے بعد حسن بن زید نے دیلم اور طبرستان میں اپنی آزاد سلطنت قائم کر لی۔ یہ ایرانی علاقے میں علویوں کی پہلی آزاد سلطنت تھی۔

252ھ (866ء) ترکوں نے خلیفہ مستعین کے خلاف بغاوت کر کے اسے معزول کر دیا۔ اور اس کی جگہ متوکل کے بیٹے ابو عبداللہ کو معتز باللہ کا لقب دے کر خلیفہ بنا دیا۔ مستعین کو واسط میں نظر بند کر دیا گیا۔

252ھ (866ء) خلیفہ معتز نے اپنے بھائی موید کو ولی عہدی سے

Marfat.com

معزول کر کے قید میں ڈلوا دیا اور پھر وہیں قید میں مروا دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے سابق خلیفہ مستعین کو واسط سے قاطول منتقل کر کے جان سے مروا دیا۔

253ھ (867ء) عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر نے عراق و سواد کے علاقے میں اپنی آزاد حکومت قائم کرلی۔

254ھ (868ء) احمد بن طولون نے مصر اور سکندریہ پر قبضہ مستحکم کرنے کے بعد وہاں آزاد و خودمختار طولونی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ احمد بن طولون ترک غلام زادہ تھا اور خلیفہ کی طرف سے مصر کا نائب (گورنر) مقرر کیا گیا تھا۔

255ھ (869ء) یعقوب بن اللیث نے کرمان اور بجستان کے علاقے میں اپنی آزاد و خودمختار سلطنت صفاریہ کی بنیاد رکھی۔ یعقوب بجستان میں خلیفہ کا گورنر تھا مگر عملاً خودمختار ہو گیا تھا۔

255ھ (869ء) ترک امراء نے بلوہ کر کے خلیفہ معتز کو گرفتار کر لیا۔ تین دن تک اذیتیں دیں۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ اس کی گرفتاری کی بعد اس کے چچازاد بھائی محمد بن واثق باللہ کو مسند خلافت پر بٹھایا گیا اور اسے مہتدی باللہ کا لقب دیا گیا۔

256ھ (870ء) مہتدی نے ترک امراء کے شکنجے سے نکلنے کی ایک سال تک کوشش کی۔ لیکن اس کشمکش میں آخر کار ترکوں کے ایک گروہ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے بعد اس کے چچا متوکل کے بیٹے ابوالعباس احمد کو قید خانہ سے بلا کر مسند خلافت پر بٹھا دیا گیا اور اسے معتمد علی اللہ کا لقب دیا گیا۔

256-270ھ (870-884ء) علویہ کے ایک سردار علی بن ابراہیم المعروف بہ خبیث صاحب الزنج نے زنگیوں جو کہ افریقی غلام تھے، کی کثیر تعداد کو اپنا مرید بنا لیا اور بصرہ کے گردونواح میں بغاوت کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا جلد ہی انہوں نے اہواز پر بھی قبضہ کر لیا اور پھر

Marfat.com

واسط پر بھی ان کا تسلط ہو گیا۔ زنگیوں کا فتنہ پندرہ سال تک جاری رہا۔ دربار خلافت سے جو لشکر بھی ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا جاتا' زنگیوں کے ہاتھوں بڑی طرح شکست کھاتا۔ آخر کار 270ھ میں خلیفہ معتمد کے بھائی موفق اور بھتیجے ابوالعباس نے ایک کثیر لشکر جمع کر کے بڑی تیاری کے ساتھ فوج کشی کی اور زنگیوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ صاحب الزنج معروف بہ خبیث اور اس کے ساتھی مارے گئے۔

259ھ (873ء) یعقوب اللیث نے فارس اور خراسان پر قبضہ کر کے اپنی صفاریہ سلطنت بجستان و کرمان سے بڑھ کر فارس اور خراسان تک وسیع کر لی۔ یہ سلطنت عباسی خلافت سے بالکل آزاد تھی۔ خلیفہ نے فارس اور خراسان میں جو گورنر مقرر کر کے بھیجے تھے وہ شکست کھا کر بھاگ گئے تھے۔

261ھ (875ء) ماوراالنہر میں خاندان سامان (آل سامان) نے اپنی آزاد و خودمختار سلطنت قائم کر لی۔ مامون نے آل ساسان کو ماوراالنہر میں اپنا گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ ایران کے قدیم شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ خوارزم' بخارا اور فرغانہ تک سارا علاقہ سامانی سلطنت میں شامل ہو گیا تھا۔

264-65ھ (878-79ء) والی مصر احمد بن طولون نے شام پر حملہ کر کے حمص' حلب' حران' دمشق' انطاکیہ اور شام کے سارے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ آزاد طولونی سلطنت کی حدود مصر سے شام تک پھیل گئیں۔

271ھ (885ء) علویوں کی ایک جماعت نے مدینہ میں فساد برپا کیا۔ چار جمعوں تک اہل مدینہ مسجد نبوی میں نماز جمعہ ادا نہ کر سکے۔

271ھ (885ء) والی مصر و شام احمد بن طولون کا انتقال۔ اس کا بیٹا خمارویہ تخت نشین ہوا۔ خلافت بغداد کی جانب سے ابوالعباس احمد

Marfat.com

بن موفق فوج لے کر شام کی بازیابی کے لئے شام پر حملہ آور ہوا۔ عباسی اور طولونی لشکروں کے مابین کئی معرکے ہوئے۔ آخر کار ابوالعباس شکست کھا کر واپس ہوا۔ شام بدستور طولونی سلطنت کا حصہ رہا۔

278ھ (892ء) کوفہ میں حمدان عرف قرمط کا ظہور ہوا۔ وہ اسمٰعیلی فرقے کی شاخ قرامطہ کا بانی ہوا۔ اس نے بحرین پر قبضہ کر کے اسے اپنا مرکز بنایا اور فوج جمع کر کے عباسیوں کے خلاف شورش کرتا رہا۔

279ھ (892ء) خلیفہ معتمد علیٰ اللہ کثرت شراب نوشی کی وجہ سے انتقال کر گیا۔ چار ماہ پیشتر اس کا بھائی ابواحمد موفق جو ولی عہد بھی تھا' بلاد جبل کی ایک مہم کے دوران بیمار پڑ کر انتقال کر چکا تھا اور بطور ولی عہد اس کے بیٹے ابوالعباس احمد کی بیعت لے لی گئی تھی۔ چنانچہ اب خلیفہ معتمد کے انتقال کے بعد ابوالعباس احمد تخت خلافت پر مسند نشین ہوا اور اسے معتضد باللہ کا لقب دیا گیا۔

286-87ھ (900ء) ابوسعید جنابی کی قیادت میں بحرین سے قرامطیوں کی بصرہ پر یلغار۔ قرامطہ کا بصرہ کے گردونواح پر قبضہ۔ خلیفہ عباسی کی فوجوں کے ساتھ کئی سال معرکہ آرائی جاری رہی۔ کبھی ایک فریق تو کبھی دوسرا غالب آتا رہا اور کشت و خون کا سلسلہ جاری رہا۔ تاہم عراق میں شکست کھانے کے بعد قرامطہ نے دمشق کے نواح میں شام کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

287ھ (900ء) سامانی سلطنت کے فرمانبردار اسماعیل بن احمد نے طبرستان اور دیلم پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ دیلم و طبرستان کی علوی سلطنت ختم ہو گئی۔

287-90ھ (900-903ء) سامانی فرمانبردار اسماعیل بن احمد سامانی نے صفاریہ فرمانروا عمرو بن لیث کو شکست دے کر خراسان اور فارس پر قبضہ کر لیا۔ تھوڑے عرصہ بعد سجستان جو کہ صفاریہ کا مرکز تھا' وہ

Marfat.com

بھی ان کے قبضے سے نکل کر سامانیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ خراسان' فارس اور سجستان پر مشتمل صفاریہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا جبکہ سامانی سلطنت ایک بہت بڑی سلطنت بن گئی جس کی حدود دیلم و طبرستان' فارس' خراسان' سجستان اور ماورالنہر تک پھیلی ہوئی تھیں۔

289ھ (902ء) خلیفہ معتضد باللہ نے انتقال کیا۔ اس کا بیٹا علی بن معتضد تخت نشین ہوا۔ اس نے مکتفی باللہ کا لقب اختیار کیا۔

290-91ھ (903-4ء) قرامطیوں اور عباسی فوجوں کے مابین شام کے مختلف علاقوں میں شدید لڑائیاں۔ آخر کار قرامطیوں کو شکست ہوئی۔ ان کے سردار قیدی بنا کر لائے گئے۔ خلیفہ مکتفی نے انہیں دردناک سزائیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بچے کھچے قرامطی یمن کی طرف نکل گئے اور صنعا ان کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا۔

292ھ (905ء) شام اور مصر کی طولونی سلطنت انتشار کا شکار ہو کر ختم ہو گئی۔ شام پر پہلے قرامطیوں نے اور پھر قرامطیوں کو شکست دے کر عباسی فوجوں نے قبضہ کر لیا۔ مصر سے طولونی سلطنت کے اہم امراء نے عباسیوں کو حملے کی دعوت دی اور عباسی لشکر کی آمد پر اس کے ساتھ مل گئے۔ لڑائی میں ہارون بن خمارویہ طولونی مارا گیا۔ مصر و شام میں چالیس سال قائم رہنے والی طولونی سلطنت ختم ہو گئی اور مصر و شام پھر سے عباسی خلیفہ کے ماتحت آ گئے۔

293-94ھ (906-7ء) مصر میں عباسی لشکر کی مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرامطیوں نے شام اور اردن میں پھر سے بغاوت کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے حاجیوں کے قافلوں کو بھی لوٹا۔ طبری کے مطابق انہوں نے بیس ہزار حاجیوں کو قتل کیا۔ آخر کار عباسی لشکر نے ان کو شکست دی اور ان کا سردار ذکرویہ قتل ہوا۔

295ھ (908ء) خلیفہ مکتفی بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ امراء میں جانشین کے مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ تاہم مکتفی کے 13 سالہ بھائی جعفر

Marfat.com

بن معتضد کو مقتدر باللہ کا لقب دے کر تخت نشین کیا گیا۔ مخالف گروہ نے خلیفہ معتز کے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر دیا۔ ایک دن رات دونوں فریقوں میں ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ آخر کار مقتدر کا گروہ حاوی آ گیا۔ عبداللہ بن معتز کو گرفتار کر کے اس کے خصیے کاٹ دیئے گئے جس سے وہ مر گیا۔ مقتدر نے اپنے بقیۃ مخالفوں کو بھی اذیت ناک سزائیں دے کر مروا دیا۔ ان میں قاضی بھی شامل تھے۔

301ھ (913ء) فرقہ زیدیہ کے ایک سردار حسن بن علی جسے لوگ اطروش کہتے تھے' اہل دیلم کی مدد سے دیلم و طبرستان میں علم بغاوت بلند کیا۔ احمد بن اسماعیل سامانی کے عامل کو فرار پر مجبور کر دیا۔ دیلم و طبرستان پر دوبارہ زیدیہ (علویہ) کی حکومت قائم ہو گئی جو 355ھ (324 ابن خلدون) تک قائم رہی۔

303ھ (17-916ء) دیار ربیعہ' رے' آذر بائیجان اور بجستان میں بغاوتیں۔ ہر جگہ کے باغی سردار نے سالانہ خراج کی ادائیگی کے عوض خلیفہ مقتدر سے سند حکومت حاصل کر کے اپنی خودمختار ریاست قائم کر لی۔

311-16ھ (28-924ء) بحرین کے قرامطی فرمانروا ابوطاہر کے عراق پر چڑھائی۔ بصرہ' کوفہ پر قبضہ اور غارت گری۔ عباسی لشکر کو قرامطیوں نے بار بار شکست دی اور حاجیوں کے قافلوں کو بھی لوٹا۔ 316ھ میں قرامطیوں کو شکست ہوئی اور وہ عراق سے نکل گئے۔

319-27ھ (39-931ء) ابوطاہر کی سرکردگی میں قرامطیوں کا مکہ معظمہ پر حملہ۔ قرامطیوں نے شہر پر قبضہ کر کے لوٹ مار کی اور مسجد حرام اور خانہ کعبہ میں بھی قتل عام کیا۔ قرامطہ حجراسود کو اکھاڑ کر اپنے مرکز ہجر میں لے گئے۔ چھ سات سال تک قرامطہ کے خوف سے حج نہ ہو سکا۔ 327ھ میں قرامطیوں نے حجر اسود کو واپس لا کر خانہ کعبہ

Marfat.com

میں نصب کیا۔

317ھ (929ء) خلیفہ مقتدر اور سپہ سالار اعظم مونس مظفر میں اختلاف ہوا۔ امراء دو گروہوں میں بٹ گئے۔ مقتدر کو معزول کر کے اس کے بھائی محمد بن معتضد کو "قاہر باللہ" کے لقب سے خلیفہ بنا دیا گیا۔ امراء کے مابین قتل و غارت گری کے بعد خلیفہ مقتدر کو دوبارہ بحال کر دیا گیا۔ مقتدر نے اپنے بھائی محمد "قاہر باللہ" کو اپنی ماں کے پاس قید کر دیا۔

320ھ (932ء) خلیفہ مقتدر اور سپہ سالار اعظم مونس مظفر کے مابین دوبارہ کشیدگی۔ مونس نے موصل جا کر بغاوت کر دی اور فوج لے کر بغداد اوپر حملہ آور ہوا۔ جنگ میں خلیفہ مقتدر کو شکست ہوئی۔ وہ فرار ہو رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی محمد بن معتضد خلیفہ ہوا اور اس نے قاہر باللہ کا لقب اختیار کیا۔

321ھ (933ء) خلیفہ قاہر نے سپہ سالار اعظم مونس مظفر، وزیر سلطنت اور دوسرے اہم امراء کو قتل کروا دیا۔ اپنے بھتیجے ابواحمد ابن مکتفی کو دیوار میں چنوا دیا۔

321-22ھ (933-34ء) دیلمی سردار علی بن بویہ نے رے خراسان اور فارس پر قبضہ کر لیا اور بڑا اثر و رسوخ اور قوت حاصل کر لی۔

322ھ (934ء) خلیفہ قاہر کے ظلم و استبداد سے تنگ آ کر فوج اور سپہ سالاروں نے باقاعدہ منصوبہ بنا کر اسے گرفتار کر لیا اور اسے معزول کر کے اس کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروا دیں اور قید میں ڈال دیا۔ اس کی وجہ اس کا بھتیجا ابوالعباس محمد بن مقتدر خلیفہ بنایا گیا۔ اسے راضی باللہ کا لقب دیا گیا۔

322ھ (934ء) ایک ترک سپہ سالار محمد بن طغج نے مصر میں نیم آزاد علاقائی سلطنت قائم کر لی۔ اس نے اپنے لئے اخشید کا لقب اختیار کیا۔

Marfat.com

324ھ (936ء) خلیفہ راضی کے پاس صرف بغداد اور اس کا نواحی علاقہ رہ گیا۔ باقی تمام علاقوں پر صوبہ جات کے گورنر خودمختار ہو کر حاکم بن بیٹھے تھے۔ عالم اسلام میں بعض سلطنتیں تو بہت پہلے سے وجود میں آ چکی تھیں۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ بصرہ ابن رائق کے قبضہ میں تھا' خوزستان اور اہواز بریدی کے فارس علی بن بویہ کے کرمان ابو علی محمد بن الیاس کے رے' اصفہان اور جبل حسن بن بویہ اور و شمکیر کے موصل' دیار بکر' دیار مضر اور دیار ربیعہ بنی حمدان کے۔ مصر و شام محمد بن طغج (اخشید) کے۔ مغرب اور افریقہ عبیدین کے' اندلس امیر عبدالرحمٰن الناصر کے۔ ماوالنہر بنی سامان کے۔ طبرستان و دیلم مرداویج کے۔ بحرین اور یمامہ ابوطاہر قرمطی کی سندھ میں منصورہ عمر بن عبدالعزیز الحضاری کے اور ملتان بنو عامر کے ہاتھ میں تھا۔ اس طرح عالم اسلام میں خلیفہ سمیت پندرہ آزاد و خودمختار سلطنتیں موجود تھیں۔ جن میں اسلامی اتحاد و اتفاق کا شائبہ تک نہیں تھا۔

326-28ھ (938-40ء) صوبائی گورنروں' امراء لشکر اور اراکین سلطنت کی ہوس ملک گیری اور طمع مال و زر کے بدترین مظاہرے اور خانہ جنگیاں۔ بغداد میں شافعیوں اور حنبلیوں کے مابین فرقہ وارانہ فساد۔ خلیفہ نے شافعیوں کا ساتھ دیتے ہوئے حنبلیوں کے خلاف فرمان جاری کیا۔

329ھ (940ء) خلیفہ راضی باللہ بیمار ہو کر انتقال کر گیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ابواسحاق ابراہیم بن مقتدر تخت نشین ہوا جس نے متقی باللہ کا لقب اختیار کیا۔

330ھ (941ء) امرائے سلطنت کی خانہ جنگی میں ایک سردار ابوحسین بریدی کا بغداد پر قبضہ۔ خلیفہ متقی اور امیرالامراء ابن رائق کا موصل کی جانب فرار۔ بریدی نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ شہر

Marfat.com

میں ایسا قحط پڑا کہ لوگوں نے مردا رکھا کر گزارا گیا۔

330ھ (941ء) ابن حمدان والی موصل نے ابن رائق کو قتل کر دیا تو اس کی جگہ خلیفہ متقی نے ابن حمدان کو امیرالامراء بنا دیا۔ ابن حمدان کی مدد سے خلیفہ کو واپس بغداد پر قبضہ حاصل ہوا۔

331ھ (942ء) ترک سپہ سالار تورون کو بغداد میں عروف حاصل ہوا اور خلیفہ متقی نے اسے امیرالامراء کے منصب پر فائز کر دیا کچھ عرصہ بعد خلیفہ متقی کو تورون کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے خوف پیدا ہوا اور وہ پھر موصل میں بنی حمدان کے پاس جا کر پناہ گزین ہو گیا اور دو سال تک وہیں مقیم رہا۔ تورون بغداد پر غالب رہا مگر اس کی ایک جانب بنی حمدان کے ساتھ اور دوسری جانب بنی بویہ کے ساتھ لڑائیاں ہوتی رہیں۔ بنی بویہ کا غلبہ خراسان سے واسط تک ہو چکا تھا۔

333ھ (944ء) تورون سے امان نامہ پانے کے بعد خلیفہ متقی موصل سے واپس بغداد لوٹ آیا۔ تورون نے اس کا استقبال کیا اور پھر اسے گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر دیں اور خلافت سے معزول کر کے قید میں ڈال دیا۔ اس کے بعد تورون نے متقی کے بھتیجے ابوالقاسم عبداللہ بن مکتفی کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور اسے مستکفی باللہ کا لقب دیا۔

334ھ (945ء) تورون کا انتقال۔ اس کے سیکرٹری ابو جعفر بن شیرزاد کی بطور امیرالامراء تقرری۔ شیرزاد مالوی امور کا صحیح انتظام نہ کر سکا۔ بغداد میں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ اہواز اور واسط پر قابض دیلمی سردار احمد بن بویہ نے اس صورت حال کا فائدہ اٹھا کر بغداد پر قبضہ کر لیا۔ ابن شیرزاد فرار ہو کر موصل چلا گیا۔ بغداد میں دیلمی بنی بویہ کا اقتدار قائم ہو گیا۔ احمد بن بویہ نے سلطان کا لقب اختیار کیا اور خلیفہ مستکفی محض نام کا خلیفہ رہ گیا۔ احمد بن بویہ کے بھائی

Marfat.com

علی بن بویہ اور حسن بن بویہ فارس اور خراسان پر پہلے ہی قابض تھے۔

334ھ (946ء) احمد بن بویہ (سلطان معز الدولہ) کو خلیفہ مستکفی سے خدشہ لاحق ہوا۔ چنانچہ اس نے بغداد پر قبضہ کے چالیس روز بعد مستکفی کو گرفتار کر کے اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا دیں اور اسے معزول کر دیا۔ اس کے بعد اس کے چچازاد بھائی فضل بن مقتدر کو خلیفہ بنایا گیا اور مطیع للہ کا لقب دیا گیا۔ خلیفہ کے اختیارات ختم کر دیئے گئے اور اس کی سو دینار روزانہ تنخواہ مقرر کر دی گئی۔

Marfat.com

Marfat.com

# حوالہ جات

Marfat.com

Marfat.com

# حوالہ جات

## باب: 1 خلیفہ عبداللہ سفاح۔ عرب و عجم تضاد

1- ابی جعفر محمد بن جریر طبری۔ تاریخ الامم والملوک۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ 1970- جلد 7-
ص 39
2- ایضاً"۔ ص 67
3- عبدالرحمٰن ابن خلدون۔ تاریخ ابن خلدون۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ جولائی 1966ء جلد
سوم۔ ص ص 30 - 29
4- ایضاً"۔ ص ص 32 - 31
5- ایضاً"۔ ص ص 34 - 33
6- احمد امین۔ فجرالاسلام۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ جلد دوم۔ ص 36 - 735
7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 85
8- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 25
9- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 87 - 86

## باب: 2 خلیفہ ابوجعفر منصور'

## ابومسلم خراسانی اور دیگر مخالفوں کا قتل' عربوں کی عارضی بالادستی

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 4i - 40
2- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 138
3- ایضاً"۔ ص 170
4- ایضاً"۔ ص ص 172 - 171
5- ایضاً"۔ ص 174

Marfat.com

6- ایضاً"۔ ص ص 396 - 394

7- ایضاً"۔ ص ص 189 - 188

8- ایضاً"۔ ص ص 202 - 193

9- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 77

10- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 331

11- ایضاً"۔ ص ص 4 - 303

12- ایضاً"۔ ص ص 20 - 319

13- ایضاً"۔ ص ص 37 - 335

14- ایضاً"۔ ص ص 59 - 358

15- ایضاً"۔ ص ص 95 - 294

## باب: 3 خلیفہ المہدی و خلیفہ الہادی

## خراسانی عجمیوں کی بالادستی میں اضافہ

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص ص 18 - 417

2- ایضاً"۔ ص 428

3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 91 - 90

4- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 7- ص 480

5- ایضاً"۔ ص 518

## باب: 4 خلیفہ ھارون الرشید'

## خراسانی خاندان برامکہ کا عروج و زوال

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 36 - 35

2- ایضاً"۔ ص 40

3- ایضاً"۔ ص 42

4- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص 44

Marfat.com

5- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 16 - 113

6- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 58 - 57

7- ایضاً”۔ ص 54

8- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 18 - 117

9- ایضاً”۔ ص ص 20 - 119

10- طبری۔ ص 85

11- عبدالرحمٰن ابن خلدون۔ مقدمہ ابن خلدون۔ مترجم' سعد حسن خان یوسفی' ناشر نور محمد۔ اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی۔ سن نامعلوم۔ ص ص 47 - 45

12- ایضاً”۔ ص 212

13- اسلم جیراج پوری۔ تاریخ الامت۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ سن نامعلوم۔ جلد 4- ص ص 63 - 158

14- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 66

15- ایضاً”۔ ص 142

16- ایضاً”

## باب: 5 خلیفہ امین اور خلیفہ مامون کی جنگ اقتدار' عرب و عجم کی جنگ' مامون کی کامیابی' عجمیوں کی کامیابی

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 159

2- ایضاً”۔ ص 159

3- ایضاً”۔ ص 183

4- ایضاً”۔ ص 203

5- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 148 - 147

6- ایضاً”۔ ص ص 49 - 148

7- ایضاً”۔ ص 150

8- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص 235

Marfat.com

9- ایضاً"۔ ص ص 43 - 242

10- ایضاً"۔ ص ص 48 - 247

11- ایضاً"۔ ص ص 73 - 272، 76 - 275، 285

12- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 4۔ ص ص 89 - 188

## باب: 6 خلیفہ مامون الرشید

## خراسانی عجمیوں کا عروج، علم و دانش و آزادی فکر کا عروج

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 161

2- ایضاً"۔ ص 161

3- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 289

4- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 67 - 266

5- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 165

6- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 98 - 297

7- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 67 - 166

8- ایضاً"۔ ص ص 68 - 167

9- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 311

10- ایضاً"۔ ص ص 14 - 313

11- ایضاً"۔ ص ص 318 - 317

12- ایضاً"۔ ص 318

13- ایضاً"۔ ص 318

14- ایضاً"۔ ص ص 27 - 326

15- ایضاً"۔ ص 329

16- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 4۔ ص ص 17- 216

17- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 86 - 185

18- سید امیر علی۔ روح اسلام۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور۔ 1980۔ ص ص 600 - 599

Marfat.com

19- احمد امین۔ فجرالاسلام۔ ادارہ طلوع اسلام۔ لاہور۔ جلد دوم۔ 1967ء۔ ص 805
20- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 7 - 604
21- علامہ احمد امین۔ فجرالاسلام جلد دوم ص ص 31 - 835
22- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 83 - 381
23- ایضاً"۔ ص ص 86 - 384
24- ایضاً"۔ ص ص 94 - 386, 399
25- ایضاً"۔ ص ص 2 - 401
26- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 4۔ ص 223
27- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ مقدمہ۔ ص ص 68 - 566
28- ایضاً"۔ ص ص 200 - 199
29- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 63- 362

## باب: 7 خلیفہ ابو اسحٰق معتصم باللہ
## ترک عجمیوں کا عروج' خراسانیوں اور عربوں کا زوال

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 190
2- ایضاً"۔ ص 199
3- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 77 - 276
4- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 4۔ ص ص 68 - 266
5- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص 508
6- ایضاً"۔ ص 513
7- ایضاً"۔ ص ص 17 - 515
8- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 4۔ ص 271
9- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8۔ ص ص 2 - 401
10- ایضاً"۔ ص ص 20 - 519
11- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 209

Marfat.com

## باب: 8 خلیفہ واثق باللہ
## ترکوں کے ہاتھوں عربوں کی تذلیل

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 18 - 217

2- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 8- ص ص 38 - 537

3- ایضاً"۔ ص ص 31 - 529

## باب: 9 خلیفہ متوکل علیٰ اللہ
## آزادی فکر کا زوال' قدامت پرستی کا احیاء

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 9- ص ص 31 - 29

2- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 24 - 223

3- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 9- ص ص 40 - 36

4- ایضاً"۔ ص ص 45 - 42

5- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص 27

6- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص ص 30 - 629

7- رائن ہارٹ ڈوزی۔ عبرت نامہ اندلس۔ مترجم' مولوی عنایت اللہ دھلوی' مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ مقبول اکیڈمی لاہور۔ 1966ء ص 76

8- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 9- ص ص 58 - 57

9- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص 28

10- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 9- ص ص 70 - 68

11- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 227

12- ایضاً"۔ ص 231

13- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 9- ص 95

## باب: 10 خلیفہ منتصر باللہ اور خلیفہ مستعین باللہ'

Marfat.com

## ترکوں کی بالادستی اور عباسی سلطنت کے زوال کا آغاز

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 9- ص 22 - 120
2- ایضاً"۔ ص ص 41- 140
3- ایضاً"۔ ص 142
4- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 41 - 240
5- ایضاً"۔ ص 242
6- ایضاً"۔ ص ص 49 - 248
7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 242 ,35 - 233

## باب: 11 خلیفہ معتز باللہ

## ترک امراء کی باہمی رقابتیں اور خلیفہ کی بے بسی

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 53 - 252
2- ایضاً"۔ ص ص 57 - 256
3- ایضاً"۔ ص ص 59 - 258
4- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد نہم۔ ص ص 89 - 287

## باب: 12 خلیفہ مہتدی باللہ

## ترک امراء کے شکنجے سے نکلنے کی ناکام کوشش

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 64 - 263
2- ایضاً"۔ ص ص 74 - 272
3- ایضاً"۔ ص ص 68 - 265
4- ایضاً"۔ ص ص 76 - 275

## باب: 13 خلیفہ معتمد علی اللہ

## عباسی سلطنت کے حصے بخرے اور خود مختار سلطنتوں کی نمود

Marfat.com

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 79 - 278

2- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد دہم۔ ص 31

3- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 84 - 283

4- ایضاً۔ ص ص 86 - 285

5- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد دہم۔ ص ص 66 - 65

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 99 - 296

7- ایضاً۔ ص ص 02 - 300

8- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10۔ ص 93

9- ایضاً۔ ص ص 303 - 302

10- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 6 - 304

11- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10۔ ص ص 4 - 103

12- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 27 - 307

13- ایضاً۔ ص ص 28 - 327

14- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10۔ ص 245

15- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص ص 33 - 332

16- ایضاً۔ ص ص 38 - 334

17- سید امیر علی۔ محولہ بالا۔ ص 500

18- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد سوم۔ ص 339

19- ایضاً۔ جلد 5۔ ص ص 88 - 187

20- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10۔ ص ص 65 - 263


## باب : 14 خلیفہ معتضد باللہ'

## امام مہدی کے دعویداروں اور قرامطہ کی بغاوتیں' عباسی سلطنت کا زوال


1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10۔ ص ص 70 - 269


Marfat.com

2- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 34 - 33 ,22

3- ایضاً۔ ص ص 23 - 22

4- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 72 - 271

5- اسلم جیراج پوری۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص ص 96 - 95

6- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 27 - 26

7- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 309 - 298

8- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 31 - 29

9- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 20 - 318

10- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 32 - 31

11- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 33 - 332

## باب: 15 خلیفہ مکتفی باللہ

## قرامطہ کی مسلسل بغاوتیں' ان کی سرکوبی کی مسلسل مہمات

1- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 40 - 337

2- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5- جلد 190

3- طبری۔ محولہ بالا۔ جلد 10- ص ص 42 - 341

4- ایضاً۔ ص ص 52 - 351

5- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص ص 93 - 191

## باب: 16 خلیفہ مقتدر باللہ

## خود مختاری علاقائی سرداروں اور قرامطہ کی بغاوتیں' وزراء کی سازشیں' خلیفہ کی بے بسی

1- ابن خلدون۔ محولہ بالا۔ جلد 4- ص ص 53 - 52

2- ایضاً۔ ص ص 69 - 68

3- ایضاً۔ محولہ بالا۔ جلد 5- ص ص 79 - 78

Marfat.com

4- ایضاً"- جلد 4- ص ص 77 - 72

5- ایضاً"- ص ص 97 - 96

6- ایضاً"- جلد 5- ص ص 14 - 213

7- ایضاً"- جلد 4- ص 97

8- جلال الدین سیوطی- تاریخ الخلفاء- ناشر ملک غلام محمد- کشمیری بازار- لاہور- ص 477

9- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 5- ص 214

10- ایضاً"- جلد 4- ص ص 102 - 97

11- جلال الدین سیوطی- محولہ بالا- ص 479

12- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 22 - 120


## باب: 17 خلیفہ قاہر باللہ

## امراء پر غلبہ پانے کی ناکام جابرانہ کوشش اور معزولی' ابن بویہ کی ابتداء


1- جلال الدین سیوطی- محولہ بالا- ص ص 83 - 481

2- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 36 - 132

3- جلال الدین سیوطی- محولہ بالا- ص ص 83 - 482

4- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 38 - 137

5- جلال الدین سیوطی- محولہ بالا- ص 483


## باب: 18 خلیفہ راضی باللہ'

## خلافت کا اقتصادی و سیاسی دیوالیہ' طوائف الملوکی اور خانہ جنگی


1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 41 - 140

2- ایضاً"- ص ص 45 - 142

3- ایضاً"- ص ص 48 - 147

4- ایضاً"- ص؟

5- جلال الدین سیوطی- ص 486


Marfat.com

6- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 54 - 151

7- ایضاً"- ص ص 57 - 155

8- ایضاً"- ص ص 62 - 161

9- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد 5- ص ص 44 - 142

10- جلال الدین سیوطی- ص 488

## باب: 19 خلیفہ متقی باللہ'

## ترک اور دیلمی امراء کی کشمکش اقتدار اور کٹھ پتلی خلیفہ

1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 66 - 164

2- ایضاً"- ص ص 67 - 166

3- ایضاً"- ص ص 69 - 168

4- جلال الدین سیوطی- محولہ بالا- ص ص 92 - 491

## باب: 20 خلیفہ مستکفی باللہ'

## خلیفہ کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ' خاندان بنی بویہ کا اقتدار پر قبضہ

1- ابن خلدون- محولہ بالا- جلد 4- ص ص 84 - 183

2- اسلم جیراج پوری- محولہ بالا- جلد 5- ص ص 62 - 160

Marfat.com

Marfat.com

# کتابیات

Marfat.com

Marfat.com

# کتابیات

## کتب (اُردو)


احمد امین — فجر الاسلام۔ ادارہ طلوع اسلام ۔ لاہور 1967ء جلد دوم

اسلم جیراج پوری — تاریخ الامت۔ ادارہ طلوع اسلام، لاہور۔ سن ندارد۔ جلد چہارم

امیر علی سید — روح اسلام۔ مترجم محمد ہادی حسین۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور 1980ء

البلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر — فتوح البلدان۔ مترجم۔ سید ابوالخیر مودودی۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی۔ 1962ء

سیوطی، جلال الدین — تاریخ الخلفاء۔ ناشر ملک غلام محمد۔ کشمیری بازار، لاہور

ابن خلدون، عبدالرحمن — تاریخ ابن خلدون۔ مترجم۔ حکیم احمد حسین عثمانی۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی 1966ء۔ جلد سوم

مقدمہ ابن خلدون۔ مترجم سعد حسن خان یوسفی۔ اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب۔ کراچی۔ سن ندارد۔

ڈوزی، رائن ہارٹ — عبرت نامہ اندلس۔ مترجم۔ مولوی عنایت اللہ دہلوی، مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ مقبول اکیڈمی۔ لاہور 1966ء۔

طبری، ابی جعفر محمد بن جریر — تاریخ الامم والملوک۔ مترجم۔ سید محمد ابراہیم۔ نفیس اکیڈمی۔ کراچی 1970ء۔ جلد ہفتم۔


Marfat.com

## کتب (عربی)

البلاذری، ابی الحسن۔ فتوح البلدان۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1412ھ، 1991م

ابن خلدون، عبدالرحمٰن ۔ تاریخ ابن خلدون۔ کتاب العبروالدیوان المبتدأ والخبر فی ایام العرب والعجم والبربرو من عاصرھم من ذوی السلطان الاکبر۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1413ھ، 1993م

السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ تاریخ الخلفاء۔ دارالکتاب العربی۔ بیروت۔ لبنان۔ 1419ھ، 1999م

الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر۔ تاریخ الامم والملوک۔ (تاریخ الطبری)۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت۔ لبنان۔ 1417ھ، 1997م

Marfat.com

# اشاریہ

Marfat.com

Marfat.com

# نام افراد


## آ

آدم-88,49

آصفہ-243

## ا

ابراہیم بن المہدی-(گلوکار) 145,144,99

ابراہیم- 273

ابراہیم بن اغلب-305,186

ابراہیم بن جعلان-277

ابراہیم پسر حسن بن حسن-54

ابراہیم بن رسولؐ-64

ابراہیم بن ریاح-207

ابراہیم بن سیما-268,264,261

ابراہیم بن صالح-100

ابراہیم بن صفار-270,269

ابراہیم بن عبداللہ -53,52 تا 56، 72,71
85,82,74,

ابراہیم بن متوکل(موید) 226,224 تا228
241, 240,

ابراہیم بن محمد-35

ابراہیم بن محمد بن یحیٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ المعروف بہ ابن صوفی-260,259

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر مارتا- 148 تا 150

ابراہیم الموصلی-82

ابراہیم بن المہدی-160,141,138,137 تا
165,163

ابراہیم نصرانی-229

ابراہیم بن یحیٰ المہلبی-262,261

ابلیس-304

اتامش- 228 تا 230

ابن اثیر-47

ادریس بن عبداللہ-99,98

احمد بن اسد-266

احمد بن اسرائیل-247,246

احمد بن اسماعیل-291

احمد امین مصری(علامہ)-174,40

احمد بن بدو-325

احمد بن بویہ(معز الدولہ)-360,351,348 تا
368

احمد بن جمیل(پولیس افسر)-257

احمد بن حنبلؒ (امام) -186,184,170169

احمد بن خاقان- 257

احمد بن ابی خالد-166,165

احمد بن خصیب-207

احمد بن ابی داؤد(قاضی)-220,211,199

احمد بن زیرک-335

ابو احمد شیرازی-367

احمد بن صالح بن شہزاد-234

احمد بن طولون-273,260,246تا 278,276
313,311,305,284,

ابو احمد طلحہ بن متوکل-دیکھیے موفق

احمد، ابو العباس، مہدی-دیکھیے حسین بن ذکرویہ

احمد بن عبداللہ خجستانی- 269 تا282,272

احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف- 291


Marfat.com

احمد بن علی بن صعلوک-223
احمد بن عیسیٰ بن شیخ-294,293
احمد بن کیغلغ-314
احمد کوفی-358
احمد بن لیث ویہ-269,268,265,259,
278,273,272
احمد بن مزید-129
ابواحمد بن مکتفی-335
احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید-278
احمد بن محمد بن حنفیہ-(عیسیٰ، مہدی، جبرئیل، روح القدس، یحییٰ بن زکریہ)-288,287
احمد بن محمد بن خالد بن ھرثمہ-229
احمد بن محمد زنجی-302
احمد بن محمد طائی-304,303
احمد بن محمد بن معتصم بن ہارون رشید-دیکھئے (مستعین باللہ)-
احمد بن محمد واسطی (کاتب)-275
احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی شقی-302,301
احمد بن موسیٰ بن بغا-281
احمد بن نصر بن مالک بن ہیثم خزاعی- 210 تا 323,212
اخثم المروزی- 83
ادریسی حکومت-283
ارسطو-169
ابوالازہر-54,53
ابن اسباط مصری-214
استاد کافور بن محمد اخشید-366
استاذ سیس-84,83
اسحاق (کوتوال بغداد)-217
ابواسحاق-دیکھئے معتصم باللہ
ابواسحاق (فرقہ راوندیہ کا قائد)-40
ابواسحاق (گورنر بحرین و یمامہ)- 240
اسحاق بن ابراہیم (گورنر بغداد) 181,178
183 تا 202,185 تا 211,210,206,204
220, 216,
اسحاق پسر ابراہیم بن حسن بن حسن-57,54
اسحاق بن ابراہیم بن صالح-102,101,100
ابواسحاق ابراہیم بن مقتدر-دیکھئے المتقی للہ
اسحاق شرابی-271,270
اسحاق بن عمر بن ایوب بن خطاب تغلبی عدوی-281
اسحاق بن عیسیٰ بن علی-91
اسحاق بن کنداج - 285,284,282,281,
288,286
اسحاق بن محمد-152
ابواسحاق محمد بن احمد اسکافی قرار یطی-355
اسحاق بن محمد بن یوسف الجعفری-278
اسحاق بن مسلم عقیلی-33,32
اسحاق بن موسیٰ-155,152,150,149
اسحاق بن موسیٰ بن المہدی-161,160
اسحاق بن یحییٰ-207
اسد بن ابی الاسد-155
اسد حربی-132
اسد بن سامان-266
اسفار بن شیرویہ-337
اسلم جیراجپوری-209,202,201,186,111
351,222,219,
اسماعیل پسر ابراہیم بن حسن بن حسن-57,54
اسماعیل بن ابراہیم یمنی-319
اسماعیل بن احمد بن اسد سامانی - 292,267
321,319,313,309,308,305


Marfat.com

اسماعیل بن جعفر صادقؑ -303,85
اسماعیل بن علی بن عبداللہ-71
اسماعیل منصور-366
اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر صادقؑ -148
ابن الاشعث-171
اشناس-273,242,206,203,198,196
اصبہانی-248
اصطیخور-263
اطروش- 364,357,337,322 ,321
ابوالاغر-311,310,303
اغرتمش-308,277,268
افشین (حیدر بن کاؤس)-195 تا 203,200,
356,204
ابن افشین-238
الیاس بن اسد-266
املح الناس-362
امیر علی، سید- 219,165,159,81,59,35,
345,287
امین، خلیفہ (محمد بن ہارون الرشید)-105,98,
114,116,117,121 تا 128
130 تا 133,135 تا 144,146,147,156
159,163,166,177,185,
انکلائے-280
ایتاخ-196,197,203 تا 205,207,216
217,224,
ایوب بن احمد بن عمر-243
ایوب بن حسین-231

ب

بابک خرمی-168,195,196198,204,
356
بابکیال= دیکھئے بایکباک
باردہ-193
بازمان-285,284
باغر-234
بایکاک= دیکھئے بایکباک
بایکباک- 245,243 تا 253,247 تا 257
275,
ابوالبختری (قاضی)-113
بدر (غلام معتضد)-306 تا 308
بدر جواشینی-355
بدر حریشی-348
بدر حمامی-312
بدو خرشنی-352
برک ہارث-221
برمک بلخ-107
ابن بریدی-دیکھئے ابوعبداللہ بریدی
بریدی-دیکھئے ابوعبداللہ بریدی
ابن البکا اصغر-184
بکار بن عبداللہ زبیری-113
بکار بن مسلم-84,32
بکتیک-355
ابوبکرؓ، صدیق-40 , 222, 304
ابوبکر محمد بن رائق- 344 تا 351,357,359
بکر بن معتمر-121
ابوبکر بن یاقوت-364,337
بسام بن ابراہیم بن بسام-42,41,38
بشیر (غلام طغج)-310
بشیر بن داود-166
بشیر بن لیث-119,116


Marfat.com

بشیر نعرانی-229
بشیر بن ولید-183
بغا صغیر (بغا شرابی)- 226,225,216,199
,240,238,236 تا 234,230,229
,243,242
بغا کبیر-207 تا 209
بلال بن مکتفی-307
ابن بلیق-338,335,334
بندار طبری-243,242
بہبود بن عبدالواحد-280
بہرام گور-266
ابن بہیس-200
بویہ، دولت-364

## ت

ابوترکی-268
ابوتکین- 286
تکین بخاری-277,276,273,272
تمیم- 88
توزون- 354,357,358,360 تا362
365

## ث

ابوثمانہ الخطیب- 99

## ج

جابر بن ہارون-232
جاویدان بن سہل- 195
جبرئیل بن یحیی- 88
جبرئیل، فرشتہ-49 , 283
جخشش- 303

جعفر (والیٔ صنعا)- 312
جعفر پسر رستم- 232
جعفر صادق (امام)- 65
ابوجعفر (وزیر السلطنت)- 336
جعفر بن ابراہیم- 279
جعفر برمکی- 107 تا 110, 113, 114,
356,177,154,124,122,119
جعفر بن حسن-57
جعفر بن خالد برمکی- دیکھئے جعفر برمکی
جعفر بن داؤد- 169
جعفر بن دینار- 196
جعفر پسر سلمان بن علی- 72
جعفر صادق، امام-52,56,66,85,100,
303,177
ابوجعفر ظہیری-351
جعفر بن عیسی-183
جعفر بن فہرجس الکردی- 204, 205
جعفر بن محمد- 65
ابوجعفر محمد الجوار التقی- 165
جعفر بن محمد عامری- 166
ابوجعفر محمد بن یحییٰ بن شیرزاد- 350 358,360,
362 تا 364
جعفر بن معتضد- دیکھئے المقتدر باللہ (خلیفہ)
ابوجعفر المنصور (خلیفہ)- 32 تا 37,42 تا 47,
49,51 تا 57,60,61,63,67 تا 69,
71 تا 73,76 تا 78,80 تا 86,103,
110 تا 112,114,122,124,146,177
282,
جعفر بن موسی الہادی- 92 تا 94,97
ابوجعفر ہارون بن معتصم بن ہارون رشید- دیکھئے واثق


Marfat.com

باللہ-
جعفر بن الواحد- 242
جعفر بن ہارون رشید- 143
جعفر بن یحییٰ- دیکھئے جعفر برمکی
جلودی- 150
جمہور بن مرار عجلی- 48
جنید- 88
جوثرہ بن مساور خارجی- 242
جویرہ بن سہیل- 36
جہم بن صفوان- 170،171، 175

ح

حاتم بن الصقر -134 تا 136
ابو حاتم سہل بن سلامتہ الانصاری الخراسانی- 158
حارث- 171
حارث بن اسحاق- 70
حارث بن سیما الشرابی- 259 ، 265
حاکم یا طبس-196
حبیب بن اسماعیل- 85
حبیب بن مرہ- 31
ام حبیب بنت ہارون رشید- 159
بوحرب المبرقع یمانی-200،204
حرہ بنت خمارویہ- 294، 295
حریث بن مسعود- 326
ابن حزم-250
حجاج بن یوسف- 171
حجر بن عدی-297
حسان بن تمیم- 88
ابن حسان دیلمی- 308
ابو حسان زیادی- 184

ام الحسن (سلیمان کی بیٹی)- 94
حسن بن ایوب-243
حسن برمک- 90
حسن بصری، امام- 171، 172، 176
حسن بن بویہ خطاب رکن الدولہ-345،351
363 تا 366
حسن بن جعفر- 264
حسن بن جعفر بن حسن بن حسن-54
حسن بن جنید - 41
حسن بن حمدان- دیکھئے حسین بن حمدان
حسن بن حسن- 64
حسن بن حسن بن قاسم- 321
حسن بن حسین بن مصعب- 199
حسن پسر حسن بن حسن-54
حسن بن خمار تکین- 272
حسن بن زید (والیٔ طبرستان)- 245،266 ،
278
حسن بن زید بن حسن معروف بہ علوی- 248،252،
253،269 تا 271 ، 281، 285
حسن بن زید بن حسن الطالبی- 248
حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن
حسن سبط-232، 233 ، 257، 356
حسن بن سہل- 128،146 تا 150،153 تا
157،159 تا 166،189،190
حسن بن عبداللہ بن حمدان، لقب ناصر الدولہ-
دیکھئے حسین بن حمدان
حسن عسکریؓ ، امام- 222
حسن بن علیؓ ، امام- 57، 58، 66
حسن بن علی- 307
حسن بن علی (گورنر اہواز)- 149


Marfat.com

حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی زین العا بدین بن حسین بن علی بن ابی طالب- دیکھئے اطروش
حسن بن علی بن عیسی- 104
حسن بن علی قونجی-347
حسن بن عیسیٰ، کاتب-77
ابو الحسن بن ابی فضل-321
حسن بن فیاض- 265
حسن بن قارن طبری- 199
حسن بن قاسم، لقب ناصر-321, 322
حسن بن قحطبہ- 36
حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن- 91
بوالحسن بن محمد بن فرات-317,319 تا321
حسن بن مخلد، کاتب-246, 247, 250
حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر- 60
حسن بن معتز- 322
ابو الحسن بن مقلہ- 360
ابوالحسن موسیٰ کاظمؒ، امام- 100
الحسن بن موسیٰ بن جعفر- 278
حسن بن وہب- 207
حسن بن ہرثمہ-263, 264
حسن ہرش-134,136,145,146
الحسنی - 278
حسین بن اسماعیل- 231, 235, 236
حسین بن بکیر- 242
حسین بن حسن بن علی زین العابدین معروف بہ افطس 148,149,151,152
حسین بن حسن بن قاسم- 321
حسین بن حمدان (حسین بن عبداللہ بن حمدان) لقب ناصر الدولہ-295,296,319,322, 332,360,366
حسین خارجی- 104
حسین بن ذکرویہ المعروف بہ صاحب شامہ (ابوالعباس) - 309 تا311, 313
حسین بن زریق بن مصعب- 145
حسین بن طاہر-270
حسین بن عبداللہ - دیکھئے حسین بن حمدان
حسین بن علیؓ، امام-221 , 298
ابوحسین علی بن بریدی- 358 تا 360
حسین بن علی بن حسن بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب-91 ,92
حسین بن علی بن طاہر بن حسین- 265
حسین وزیر السلطنت (عمید الدولہ)- 332
حسین بن علی بن عیسی بن ماہان-131, 132
حشیش- 268
حصن بن عنبر - 272
ابن حفص-225
ابوحفص عمر بلوطی- 167, 168
ابوحفص یعمر-270 , 269
حفصہؓ - 282
حکم بن ہشام- 169
حمدان بن حمدون تغلبی-281,282,288,295
ابن حمدان، ناصر الدولہ- دیکھئے حسین بن حمدان
ابن حمدان- دیکھئے حسین بن حمدان
حمدان عرف قرمطہ عرف مہدی- 287, 300
حمدویہ بن علی الفضل سعدی- 215
حمدویہ بن علی ماہان- 150
حمزہؓ- 66
حمزہ بن اترک خارجی- 104 تا106, 115
ابوحمید- 48
حمید بن صعلوک- 323


Marfat.com

حمیدالطوسی- 165,162,157

حمید بن قحطبہ- 72

حمیری- 251

ابوحنیفہؒ نعمان بن ثابت، امام- , 82 , 113

81

حوران بنت حسن بن سہل- 189, 190

حُیّ بن اخطب- 99

حیصی- 339

خ

خادم بن عجیف-, 330

ابوخازم (قاضی)- 307

خازم بن خزیمہ- 36, 38, 51,39, 83

خالد برمکی- ,33,77,78,82, 83, 90, 96,

107

خالد الدرپوش- 158

خالد غطریف بن عطا کندی- 104

خالد یزیدی- 92

خبیث- دیکھئے علی بن عبدالرحیم صاحب الزنج

خدیجہ طاہرہ- 62

خراج علی بن خلف-, 332

خزیمہ بن خازم -155,137,124,99,72,

217,159

ابوخصیب وہب بن عبداللہ نسائی- 106

خطاب بن وجہ العلس - 128

خطرمش- 243

خفیف الاذکو تکینی-302

ابن خلدون، عبدالرحمان، مورخ-40, 99,45,

,205,195,193,191,186,111,108

,303,299,287,269,250,245,206,

305, 320, 336, 356

خلف بن جعفر- 262

الخلنجی - 238

خلوب-354

ابن خلیل- 241

خلیل بن ابان- 269, 273, 277

خلیل بصری- 169

خمارویہ بن احمد بن طولون- 284 تا 290,286,

294 , 295

خیزراں- 92 تا 94, 97, 112

د

ابوداؤد- 40

داؤد بن حمدان- 332

ابوداؤد خالد بن ابراہیم- 123

داؤد بن علی-58, 110

داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباس- 41

داؤد بن عیسیٰ-150,149,130

ابوداؤد ناجوزی-271,269

داؤد بن یزید-166,104

درندات- 234

درہم بن نصر-267

ابن دعاص- 284

دمیانہ- 312

دندانی-214

الدیرانی- 268

دیوث- 55

دیودات- 285

ڈ

ڈوزی (پروفیسر، رائین ہارٹ)-345


Marfat.com

ر

راضی باللہ، خلیفہ-ابوالعباس محمد بن مقتدر
341 تا 354, 365
رافع بن لیث-106, 115, 116, 119،
123 تا 125
رافع بن ہرثمہ-270,282,285,291,293
ابن الرب (راوی)-110
ربیع بن یونس-112
رتبیل-265
رجاء بن ایوب الحصاری-201,206
رزق خادم-237
رشید بن کاؤس-237
رمقہ-70
ریاح بن عثمان-59,60
ریطہ (ام علی)-94

ز

زاب اعلیٰ-87
زبیدہ (زوجہ ہارون رشید)-114,119,124
,131
زبیرؓ-65
زبیر بن مسیب-148,155, 156
زجاج- 188
زرافہ- 226, 229
ابوزنبیل- 156
زنجی بن خالد مکی (فقیہہ)-87
زیاد بن صالح- 40 تا 43
زیاد بن عبداللہ-52 تا 54
زیاد بن عبیداللہ حارثی- 39
زید بن ابراہیم-324
زید بن علی-
زید بن محمد بن زید علوی-292
زید بن معتز-250
زید بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق لقب زید النار-
148,149,155
زیدیہ حکومت-283,285,292,313,321
322,356,357,363,364
زینب (سلیمان کی پوتی-راوی)- 94
زینب بنت منیر- 96
زین العابدینؒ (امام)-65 , 364

س

سابہ-101
ابن ابی الساج- 278
سباع بن نعمان- 41, 43
سبک (غلام مکتفی)- 310
سبک (غلام ابن ابی ساج)- 323
سبک بن مفلح (والئ بصرہ)- 324
سبکرین وشکین- 322
سجادہ- 184 , 185
ابوسرایا سری بن منصور- 147 تا 149, 151
تا155
سری محمد بن حکم- 167
سعاد- 240
سعدؓ بن ابی وقاص- 65
سعید (والئ خراسان)-364
ابوسعید حسن بن بہرام جنابی لقب القام بالحق-
288 , 300, 301, 324
سعید حریشی- 88, 89
سعید بن حمدان- 332


Marfat.com

سعید بن حمید- 230
ابوسعید درعانی-291
سعید بن صالح- 241 , 242 , 260
سعید بن مالک- 133
ابوسعید محمد بن یوسف- 195
سعید بن نصر بن احمد-332
سفاح (خلیفہ)، ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ-31 تا 39,41 تا 48,46,
52, 75 , 77 , 78 , 114, 177
ابوسفیان بن حرب- 296 , 298
سفیان بن عنیہ - 211
سفیانی- 200
سلام بن سلیم- 36
سلامت، حاجب- 339
سلامت طولونی- 355
سلم بن قتیبہ-71
سلمان بن زیات- 215
ابوسلمہ حفص بن سلیمان- 33 تا 35
سلمہ بن سعید- 230
سلیط بن عبداللہ بن عباس- 48
سلیمان بن برمک- 90
سلیمان بن جامع-268, 272, 273 , 276
279 , 280
سلیمان بن ابی جعفر- 131
سلیمان بن حسن - 332
سلیمان بن خالد، راوی- 81
سلیمان پسر داؤد بن حسن بن حسن-54 , 57
سلیمان بن عبداللہ بن طاہر- 232 , 233
سلیمان بن علی- 39,46 ,47 ,49 ,53
سلیمان، قاضی- 272 , 273
سلیمان بن کثیر- 48
سلیمان بن منصور- 128
سلیمان بن موسیٰ - 268
سلیمان موسیٰ شعرانی- 263
سلیمان بن مہاجر- 34
سلیمان بن وہب بن سعید- 207 ,249
ابن سماک، واعظ-117,118
سنباد مجوسی-48 ,49
سندس- 216
سندی-102 ,103, 124
سید بن انس ازدی-166
سیسویہ- 188
سیکری (غلام)-319
سیما -338 , 339
سیما الشرابی- 242
سیما طویل- 273 , 274
سیوطی، جلال الدین، مورخ-328 ,338,345,
346 ,353 ,359


## ش


شارلیمن، بادشاہ فرانس- 117
ابوشاکر- 41
شاکریہ- 242
شاہ بن میکائیل-236 , 241
شاہک خادم- 230, 234
شاہین بن بسطام- 261
شبل (غلام خلیفہ معتضد)- 303 , 304
شجاع بن قاسم- 228 , 230
شعرانی (زنگی سالار)-279
شغلہ- 368


Marfat.com

شہاب بن احمد- 295
شہرستانی، علامہ ابی الفتح محمد بن عبدالکریم 173,170
ابن ابی شوارب، قاضی- 248
شیبان (بن خمارویہ)- 313
شیبان عبدالعزیز- 39
شیبہؓ- 67

## ص

صاحب الزنج- دیکھئے علی بن عبدالرحیم
صافی بصری- 326
صالح بن ہارون الرشید- 166
صالح بن آصف- 243, 244
صالح عباسی ترکی- 223
ابو صالح عبداللہ بن محمد بن یزداد- 230
صالح بن عجیف- 216
صالح بن علی بن یعقوب بن منصور- 257
صالح بن مدرک- 303
صالح بن وصیف- 246 تا 249
صعلوک- 323
صفاریہ، سلطنت- 268,266,248,245
صفاریہ، دولت- 337,292,291
صوبی- 340

## ض

ضرار- 290
ضعیف- 137

## ط

ابوطالب- 67
طاہر بن عبداللہ بن طاہر (والیٔ خراسان)- 207
ابن طاہر- دیکھئے محمد بن عبداللہ بن طاہر
طاہر بن حسین- 129,127,125,115,105, 132,130 تا 139,137 تا 144,141 تا 203,186,185,166,164,159,146, 250 ,220 ,204
ابو طاہر قرمطی- 324 تا 327, 335, 345
طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث- 319,305,293
طاہر بن یحییٰ محدث بن حسین بن جعفر بن عبداللہ بن حسین بن علی- 250
طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، مورخ- 107,103,96,93,78,74,49,48,41, 226,221,202,199,189,157,131 315,309,304,288,276,250,
طریف سیکری- 336, 337
طغج بن جف- 305, 309, 310
ابوطلحہ منصور- 269 تا 271
طوق بن المغلس- 244
طوق بن مالک تغلبی- 147, 148
طولون- 274
ابن طولون- دیکھئے احمد بن طولون
طولونی، حکومت- 342,312,285,281
طولونی، سلطنت- 248

## ظ

ظلوم- 341

## ع

عائشہؓ- 222
ابوالعباس- دیکھئے معتضد باللہ-
ابولعباس احمد بن موفق- دیکھئے معتضد باللہ-
بولعباس احمد بن متوکل- دیکھئے معتمد باللہ-
ابولعباس احمد (وزیر)- 336


Marfat.com

عباس بن احمد بن طولون- 274
عباس بن حسن وزارت- 306, 317, 318
ابوالعباس بن الفضل علوی- 283
ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، خلیفہ- دیکھئے سفاح
ابوالعباس عبداللہ بن محمد بن نوح- 321
عباسؓ بن عبدالمطلب -40,41,48, 66, 67, 79, 150,124, 304
عباس بن عمروغنوی-301 , 302
عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ- 131
عباس بن مستعین- 230
عباس بن مامون -168, 193, 197, 198
عباس بن محمد- 99
عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد جعفری-148
ابوالعباس محمد بن مقتدر -دیکھئے راضی باللہ، خلیفہ
عباس بن موسیٰ کاظم- 162
عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن موسیٰ ابن محمد بن علی-125 133,
عباس بن موسیٰ بن ہادی- 130
عباسہ بنت مہدی- 107, 108
عباسی (عباسیہ)، سلطنت-233,210,178, 239, 262 350,344,337,324,285 363,
عبدالجبار-50 تا 52
عبدالحمید بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن عمر- 260
عبدالرحمانؓ (بن عوف)- 65
عبدالرحمان بن اسحاق، قاضی-183, 211
عبدالرحمان اول (امیر اندلس)-114
عبدالرحمان بن جبلہ الانباری- 127
عبدالرحمان بن جعفر شیرازی-
عبدالرحمان الخارجی- 266
ابوعبدالرحمان عمری- 260
عبدالرحمان بن عیسیٰ- 343, 355
عبدالرحمان بن معاویہ- 77
عبدالرحمان بن مفلح -266,264
عبدالرحمان ناصر (امیر اندلس) -366,345, 367
عبدالصمد بن علی-71, 90 , 99, 100
عبدالعزیز بن عمران-163
عبدالعزیز بن المطلب- 54
عبدالقیس-250
عبداللہ [امیرالمومنین]- 60
ابوعبداللہ- 268
ابوعبداللہ (وزیر ابوجعفر منصور)-112
عبداللہ احمد بن عبداللہ-311
عبداللہ ابن اباض تمیمی-40
عبداللہ المعروف اشتر-74,73
عبداللہ بن بازیار-225
ابوعبداللہ بریدی (ابن بریدی)- 343 تا 347 358,357,355,354,351,349,3483 361,
عبداللہ بن بغا کبیر- 235
عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی-54, 57
عبداللہ بن حسن-53, 54, 56, 57
ابوعبداللہ حسین بن سعید بن حمدان- 359
عبداللہ بن حمید- 129
عبداللہ بن خازم- 126
عبداللہ پسر داؤد بن حسن بن حسن،- 54, 57
عبداللہ بن ربیع-69 تا 71
عبداللہ بن زبیر-113


Marfat.com

عبداللہ بن سری- 167
عبداللہ بن سعید موسوم بہ ابوغانم- 313, 314
عبداللہ سنجری-265, 266
عبداللہ بن سید بن انس-204,205
عبداللہ بن طاہر-166 تا 168,194,196,
198,199,203,207
عبداللہ بن عباس (سیقی)- 105
عبداللہ بن عیاش-76
عبداللہ بن علی (بن عبداللہ بن عباس)-31 تا 33
,45, 46, 48, 49, 52, 75, 76, 85
عبداللہ بن علی بن عیسیٰ بن ماہان- 155
ابوعبداللہ کوفی-354 , 358
عبداللہ بن مالک- 97
ابوعبداللہ بن متوکل-دیکھے معتز، خلیفہ
عبداللہ بن محمود-231
عبداللہ بن معتز-317, 318
عبداللہ بن المہتدی- 294
عبداللہ بن میمون- 287, 300
عبداللہ بن یحیٰ بن خاقان-237, 259
عبدالمطلب-62, 64, 67
عبدالملک بن اسحاق بن عمارہ- 224
عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس-
114,115,130,131
عبدالواحد-334, 335
عبدوس فہری- 168
عبدوس بن محمد- 148
عبدون بن موفق- 241
عبدالوہاب بن منتصر-227
عبدالوہاب تحسین بن حمدان- 322
ابوعبیداللہ- 112
عبیداللہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب- 166
عبیداللہ بن زیات- 215
عبیداللہ بن سلیمان بن وہب- 290,296,299
عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر- 246
عبیداللہ المہدی (بانی دولت فاطمیہ)-322,328،
331,366
عبیداللہ بن وضاح-133,135,136
عبیداللہ بن یحیٰ-224 , 225
عتاب بن عتاب-257
عتبہ بن محمد- 243
عثمان، خلیفہ سوم-40,65,172,175,202
عثمان بن زید- 69
عثمان بن عبدالاعلیٰ بن سراقہ الازدی- 32
عثمان بن عمارہ- 104
عثمان بن نعیم برجمی- 146
عثمان بن نہیک- 49
عجیف خادم- 330
عجیف بن عنبسہ-168,196 تا 198
عذافر- 102
ابوالعز موسیٰ بن زرارہ- 281
عزیز بن سری- 270
عصمت-195
عقیل (بن ابی طالب)- 67, 150
علاء بن مغیث- 77
علی (بنو حسن)-57
علی بن ابان -250,251,261 تا 264,268,
269, 272, 276, 277, 279, 280
علی بن ابی الساج- 286
علیؓ بن ابی طالب ، امام-33,40,41,53,58,


Marfat.com

62 تا 282,225,223,221,185,98,65
,310,297,283
علی بن بریدی- 359 تا 362
علی بن بلیق- 335
علی بن بو یہ ،عماد الدولہ- 338,337,
342 تا 346,348,351,357,362 تا 368
علی بن جہم-218
علی بن حسن بن حسن- 54
علی بن حسن ہمدانی- 146
علی بن حسین-244, 245
علی بن حسینؑ،زین العابدین،امام- 65
علی بن حسین بن جعفر بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی
بن حسین بن علی بن ابی طالب- 283
علی بن داؤد کردی-281 , 289
علی بن ذکرویہ مہرویہ-312, 313
علی بن زید- 259
علی الرضا بن موسیٰ کاظم ،امام-159,160,162
تا 165,177,194
علی بن سعید- 149
علی بن عبدالرحیم صاحب الزنج یا خبیث-250 تا
252,260 تا 264,268,269,272,273,
276 تا 280,288,294
علی بن عبداللہ - 54
علی بن عبداللہ بن حمدان،سیف الدولہ-359,
360, 366
علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ(المعروف
سفیانی)-128, 129
ابوعلی عمر بن یحییٰ علوی-353
علی بن عیسیٰ-114,115,124 تا 127
علی بن عیسیٰ بن علی-310,319,321 تا 323
,355
علی بن عیسیٰ بن ماہان40 تا 42,87,104,105
علی فراہم زد-134
علی بن لیث-270
علی بن محمد بن احمد بن عبدالرحیم-250
علی بن محمد بن احمد بن عیسیٰ بن زید بن علی بن حسین بن
ابی طالب- 250
ابوعلی محمد بن الیاس- 345
علی بن محمد جعفر- 152
علی بن محمد بن عیسیٰ بن نہیک-132,134
علی بن معتصم-234
علی بن معتضد- دیکھئے مکتفی باللہ خلیفہ
علی بن معلی بن حمدان- 300
علی بن مقاتل- 183
ابوعلی بن مقلہ- 332, 335, 336, 338,
341 تا 344, 348, 349,351, 364
علی بن موسیٰ- 97
علی نقی،امام- 222
علی بن ہشام- 128,154,155,168
علی بن یحییٰ-228
علی بن یحییٰ انجم - 238
عمرؓ،خلیفہ دوم-40,67,145,222,304,363
عمران (برمکی گورنر سندھ)- 245
ابوعمران بن موسیٰ بن بغا-268
عمر بن حفص بن ابی صفرۃ- 51
عمر بن راشد- 71
عمر بن عبدالعزیزؒ (خلیفہ)-35, 76
عمر بن عبدالعزیز الھباری (الحجازی،الخھاری)245
,345
عمر بن عبد العزیز بن عبداللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ بن

Marfat.com

الخطاب-92,91
عمر بن عبداللہ بن اقطع- 228
ابو عمر علی بن عیسیٰ، قاضی-317 تا 319
عمر بن فرج ،کاتب -221,216,215,213
تا 223
ابو عمر مالکی، قاضی- 330
ابو عمر محمد بن یوسف، قاضی-307, 308
ابو عمر بن یحییٰ علوی- 353
عمرو بن الحمق- 297
عمرو بن شداد- 71
عمرو بن عبید-177
عمرو بن العطاً- 210
عمرو فرغانی-198
عمرو بن اللیث-290,271,270,264 تا 293
319,313,
عمرو بن یزید ازدی- 104
ابو عمیرہ باذغیسی-168
ابو عون-56, 88
ابن ابی عون-251
ابو عیسیٰ-166
عیسیٰ بن جعفر-97 , 98
عیسیٰ بن جعفر بن محمد بن عاصم- 222
عیسیٰ بن شیخ- 259
عیسیٰ بن شیخ بن سلیل- 216
عیسیٰ بن شیخ شیبانی-281, 288
عیسیٰ طبیب- 335
عیسیٰ بن علی بن عیسیٰ-115,106,105
عیسیٰ بن فرحان شاہ- 241
عیسیٰ بن موسیٰ-326
عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد بن علی-49,47,45,44,
87,85,78,77,75,74,72,71,69,68
عیسیٰ بن مہرویہ عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسماعیل-
309
عیسیٰ نوشری- 292
عینیہ بن موسیٰ کعب- 51, 52


## غ


ابو غانم- دیکھئے عبداللہ بن سعید
ابو غانم عبدالحمید بن ربعی الطائی- 31 ,32
غسان بن عباد- 191
غیلان دمشقی-171


## ف


فارس- 188
فاطمہؓ (بنت رسول ﷺ)- 56, 297,62
فاطمہ بنت عمرو- 62, 64
فاطمیہ، دولت-366
فتح (غلام ابن ابی ساج)- 286
فتح بن خاقان- 223 تا 226
فتنہ - 333
فرج بن یحییٰ قاشانی (ذکرویہ مہرویہ)-303,287
فرعون- 61 ,62
فضائل بن سلمان- 178
ام فضل- 159
فضل بن ربیع- 86 ,87 ,112 تا 114,
121 تا 132,125, 154,143,139 تا
156
فضل بن سعید- 94
فضل بن سہل- 122, 144,127,125,123
160 ,156 ,154 ,153 ,147,145,
204 ,166 تا 164,163


Marfat.com

فضل بن مقتدر بن معتضد- 362
فضل بن یحییٰ (برمکی)- 95,96,97, 98, 99, 104,107, 109, 110, 112, 114, 116, 119

## ق

قاران بن شہزاد- 233
القاسم-دیکھئے موتمن
ابوالقاسم-254, 255
قاسم بن احمد- 314, 315
ابوقاسم احمد بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید-278
ابوقاسم (بن بریدی)- 355
قاسم بن اسحاق- 60
قاسم بن سفیانی- 128
قاسم بن عبیداللہ-306 تا 308
قاسم بن موسیٰ بن قوعوس- 223
القاہر باللہ،ابومنصور محمد بن معتضد،خلیفہ-331 تا 334, 336 تا 336, 342, 344, 357, 364
قبیحہ-248 تا 250
قثم بن عباس بن عبیداللہ بن عباس- 78 تا 80, 83, 103
قحطبہ- 124
قراطیس- 206
ابوقرۃ الصفری- 84
قلیط بن ضمضم بن عدی بن جناب- 303
قمامہ(غلام عبدالملک)- 114
قواریری- 184, 185
قیتبہ بن مسلم- 154
ابن قیس- 326, 329
قیس بن ثعلبہ- 104
قیس بن عیسیٰ- 101
قیصر روم- 196, 204

## ک

کامل بن مظفر- 42
کثیر بن احمد- 324
کسائی- 169
کسریٰ- 346, 365
کسکر- 37
کلب بن ویرہ-310
کلیب- 138
کلیب بن عمر بن جنید بن عبدالرحمان- 101
کنجور- 272
کور تکین- 355, 357, 358
کیغلغ- 329

## ل

لولو- 274, 280
لیث بن علی- 319
لیلیٰ بن نعمان- 337

## م

ماجور- 254, 259, 273, 275
ابن ماجور- 273
ماجوریہ ہارون بن غریب- 329, 330
مازیار- 312
مازیار بن خاقان- 198, 199
ماکان بن کالی- 337, 351, 364
مالک بن انسؒ،امام -62,81,82,113, 169,186

Marfat.com

مالک بن الہیثم-36, 124
المامون، عبداللہ بن ہارون، خلیفہ-94,105, 106,114 تا 117, 121 تا 125,127, 129 تا 133,135,139 تا 141,143 تا 147,149,150,153 تا156,159 تا170, 177 تا 180,183 تا 186, 189 تا 191, 202 تا204,216,219,220,266,274, 296, 356
مبارک مغربی- 214
متقی باللہ، ابواسحاق ابراہیم بن مقتدر، خلیفہ-354, 355,357 تا 360
متوکل علی اللہ، جعفر بن معتصم، خلیفہ- 213,215 تا 225,227 تا 229,231,237,259, 356
متین بن ابی صالح- 90
ابومثنیٰ احمد بن یعقوب، قاضی- 318
مثنیٰ بن عمر بن ہبیرہ- 37
محمد رسول اللہ ﷺ- 37,41,57,61 تا 65, 67,69,76,78,81,92,108,124,143, 180,182,187,202,211,283,296, 298,304,312
محمد بن ابراہیم (بن اغلب افریقی)- 138
محمد بن ابراہیم (علوی طبرستان)- 232
محمد بن ابراہیم (بن صعلوک)- 322
محمد بن ابراہیم (بن محمد بن علی العباسی)- 99
محمد بن ابراہیم بن مصعب- 186,196, 199, 203, 210
محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن علی بن ابی طالب (لقب ابن طباطبا)-146 تا 148
محمد پسر ابراہیم بن حسن بن حسن- 54, 57
محمد بن اتامش- 274
محمد بن اسحاق بن کنداج- 288, 307, 314
محمد اصفہانی- 340
محمد بن اوس بلخی-232
محمد بن بشیر- 292
محمد بن بعیث بن جلیس-195, 215, 216
محمد بن بغا، عرف ابونصر-247, 253, 256
محمد بن جعفر (الطالبی-رے)-233
محمد بن جعفر- 319
محمد بن جعفر صادقؓ -152, 153
محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین-148, 149
محمد بن حاتم بن ہرثمہ- 215
محمد بن ابی حرب- 56
محمد بن الحسن، امام- 113
محمد بن حسن بن سہل عرف بن شیلم- 294
ابومحمد حسن بن محمد مہلبی-363
محمد بن الحسن بن مصعب- 139
محمد پسر حسین بن جعفر بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب- 283
محمد بن الحصین- 71
محمد بن خالد- 236
محمد بن ابی خالد-132,135,155,156,164
محمد بن خالد برمکی-97, 107, 114
محمد بن خالد بن عبداللہ قسری- 54, 68
محمد بن خالد بن یزید بن فرید شیبانی- 215
محمد بن خلف، قاضی-318
محمد بن داؤد، جراح-317 تا 319
محمد بن رزق- 223
محمد پسر رستم- 232

Marfat.com

محمد بن زبیدہ بنت جعفر بن المنصور- 98
محمد بن زید- 313,308,292,291,285, 321, 363, 364
محمد بن ابی الساج- 284 تا 286
محمد بن سلمہ- 151
محمد پسر سلیمان بن علی-72
محمد بن سلیمان- 92
محمد بن سیدازدی- 243
محمد بن صالح بن کلابی- 129,128
محمد بن صالح (والیٔ مدینہ)- 207, 209
محمد بن طاہر بن عبداللہ- 264, 265, 269, 282,
محمد بن طاہر (والیٔ طبرستان)- 363
محمد بن طغج، لقب اخشید- 351,345,342, 361
محمد بن عبادہ المعروف بہ ابی جوزہ- 293, 294
محمد بن عبدالحمید الحمیدی- 223
محمد عبدالرحمان ثانی (اموی امیر اندلس)- 276
محمد بن عبداللہ (والیٔ اہواز)- 268
محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابو طالب، لقب نفس زکیہ- 52 تا 57, 59 تا 61, 67 تا 69, 71 تا 74, 81, 82, 84, 92, 98, 110, 113
محمد بن عبداللہ بن طاہر-232,231,229,228, 234 تا 241, 246, 330
محمد بن عبداللہ بن علاثہ- 87
محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان- 55, 56
محمد بن عبداللہ کردی- 277
محمد بن عبدالملک بن زیات- 213 تا 216
محمد بن عبدویہ- 223, 224
محمد بن عبیداللہ- 277
محمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان-320, 321
محمد بن عبیدالفاروقی- 323
محمد بن علاء، خادم- 213
محمد بن علی المعروف ابن حنیفہ- 35
محمد بن علی (بن عبداللہ بن عباس)- 58
محمد بن علی بن حبیب- 272
محمد بن علی بن عیسیٰ بن ماہان- 137
محمد بن علی بن موسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمان- 57
محمد بن عیسیٰ- 134
محمد بن فاضل- 230
محمد بن فرج (کاتب)- 215
محمد بن قاسم- 154
محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی زین العابدین- 193, 194
محمد بن مسلمہ- 151
محمد بن مکتفی-334, 336
محمد بن المنصور- 50, 51
محمد بن مولد (معروف بہ مولد)- 263,262, 273
محمد بن میکال- 233
محمد بن نباتہ- 36
محمد بن نصر-88
محمد بن نوح مضروب-184
محمد بن نیال، ترجمان- 360, 363
محمد بن واصل بن ابراہیم التمیمی- 265,259, 266
محمد بن واقد- 92
محمد بن ہارون- 291, 292, 308, 309


Marfat.com

محمد بن ہرثمہ- 291
محمد بن یاقوت-341,339 تا 343, 351
محمد بن یزداد (کاتب)- 347
محمد بن یزدا لمہلبی- 129
محمد بن یحییٰ مجروح- 289
محمد بن یعقوب بن لیث -265 تا 270,268,
275 ,271
محمد یقطین بن موسیٰ- 157
محمد بن یوسف-209
مخارق- 141
ابن مدبر- 245
مرار بن انس الضبی- 34
ابن مرجانہ- 66
مرداویج بن زیار-343,342,338,337,
,345 ,346 ,351 ,364 ,365
مروان بن ابی حفصہ- 99
مروان بن حکم، اموی خلیفہ- 32, 31, 298
مزاحم- 350
مروان بن محمد (آخری اموی خلیفہ)- 31, 77,46
177,
مساور خارجی- 264,257,256,243,242
ابن مساور خارجی-281
مسرور [ہارون کا خادم]- 107
مسرور بلخی- 264, 272, 276, 277
مسرور الکبر [خادم] 194
مستعین باللہ، احمد بن محمد بن معتصم ،خلیفہ-226,
230,22 8 تا 234,232 ,241,239,
363,356,275,264,255,253,246
مسعودی، مورخ- 189, 250
ابو مسلم (خراسانی) -33 تا 36, 40 تا 43,
45 تا 50, 52, 68, 83, 84, 122, 123
154 ,146
مسلم بن جندب ہذلی (شاعر)- 91
مسلمہ بن یعقوب بن علی بن محمد بن سعد بن سلمہ بن
عبدالملک- 128, 129
مسیب بن زہیر- 51
مطہر بن جامع- 272, 277
مطیع اللہ، فضل بن مقتدر بن معتضد، خلیفہ- 368
المظفر بن حاج-302
مظفر بن مشک- 243
مظفر بن یاقوت-342,337 تا 344
معاذ بن مسلم- 88
معاویہ بن ابوسفیان-65, 66, 296 تا 298
معاویہ بن عبیداللہ- 83
معبد جہنی-171
معتز باللہ، ابوعبداللہ بن متوکل، خلیفہ 224 تا 228,
235 تا 249, 252, 253, 260, 275
معتصم باللہ، ابو اسحاق ، خلیفہ- 185,168,
193 تا 206, 213, 216, 219, 227,
228
معتضد باللہ، ابوالعباس احمد بن موفق بن متوکل، خلیفہ-
279 تا 287,286,284,281 290 تا
299, 303,301 تا 306, 321,316,
364 ,357
معتمد علی اللہ، ابوالعباس احمد بن متوکل، خلیفہ-
265,262,259 تا 275,274,272,268
,316,313,298,291,286,284,281
356
معتمر- 128
معن بن زائدہ شیبانی- 49


Marfat.com

مغیرہ- 71

مغیرہ- 38

مغیرہ بن ولید- 144

مفلح- 248, 257, 262

المقتدر باللہ ،جعفر بن معتضد،خلیفہ-317 تا 334,
345

مقنع ،لقب ہاشم-87 تا 89, 98, 128

مکتفی باللہ ،علی بن معتضد،خلیفہ- 306,290
تا 308,310,311,314,315,317

منتصر باللہ،محمد بن متوکل ،خلیفہ- 224 تا 228
,248,356

ابومنصور(آزادغلام بنوہاشم)- 251

منصور بن جعفر،خیاط- 261, 262

منصور بن جمہور- 33

منصور بن حسین- 199

منصور دیلمی-327

ابومنصور محمد بن معتضد-دیکھئے القاہر باللہ،خلیفہ

منصور بن مہدی- 155,130 تا 157, 159,
160

المؤتمن،ابوالقاسم-125,124,121,11

موسیٰ(پیغمبر)- 60, 182

موسیٰ بن ابراہیم- 223

موسیٰ بن اتامش- 274, 281

موسیٰ بن امین-123 تا 125

موسیٰ بن بغا- 233,235,241,248,
252 تا 257, 259, 263, 264, 275

موسیٰ بن خالد- 97, 99

موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن- 54, 60, 68

موسیٰ بن عمر بن سلام- 91

موسیٰ بن عیسیٰ-99, 103

موسیٰ کاظمؒ امام- 85, 118

موسیٰ بن کعب- 32, 33, 39,51, 123

موسیٰ ابن محمد- 278

موسیٰ بن محمد مہدی- 87, 91, 112

موفق ،ابواحمد -235,237,238,241,281
282,284,286,287,289,294

مونس خادم- 319,321 تا 323

مونس خازن- 302

مونس مظفر-325,326,328 تا 330, 332
تا 336, 338, 350

موید،لقب ابراہیم-224,226 تا 228, 240
,241

مہتدی باللہ،محمد بن واثق،خلیفہ-250, 252 تا
258, 265, 275, 356

مہدی-دیکھئے حمدان عرف قرمطہ(ذکرویہ مہرویہ)

ابن المہدی- 174

المہدی،محمد بن عبداللہ،خلیفہ- 71,74,75, 77
,78,83, 84, 86 تا 93, 112,125,
91,177


## ن


نابغۃ الجعلی(شاعر)-138

نارس کبیر-309

نازوک- 329, 330

نصر بن احمد بن اسد سامانی-267, 292, 313,
,323, 366

نصرانی دلیل بن یعقوب- 230

نصر حاجب- 326

نصر بن راشد- 40, 41

نصر بن شبث - 144 تا 146,166,167,


Marfat.com

185, 204
ابونصر بن طغج-350
نصر قشوری- 294
نصر بن مالک- 229
ابو النعمان- 88
نعیم بن خازم- 128
نفس زکیہ- دیکھئے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی بن ابو طالب
نفیس المولدی- 302
ابونواس- 190
نوح (پیغمبر)- 88
نوح بن اسد- 266, 274
ابونوح عیسٰی بن ابراہیم (کاتب)-246,247
نوشری-242
نوفلی (راوی)-87
ابن نہیک- 36

و

واثق باللہ، ابو جعفر ہارون بن معتصم، خلیفہ-196, 200,206 تا 213,215,216,219,220, 306
واضح-92
وثیق- 70
ابوالوزیر- 207
وشمگیر بن زیار- 342, 346, 351 364 تا 366
وصیف- 295
وصیف (ترک)- 203,225,226,229 تا 231,234 تا 236,238,240,242,243
وصیف بن سوارتکین- 315, 318
ام ولد-65
ابوالولید- 220

ہ

ہادی، موسیٰ بن محمد، خلیفہ-83,86,89,92 تا 98, 143, 177
ہارون بن خمارویہ- 295,296,305,309, 312
ہارون رشید، خلیفہ -89 تا 91,93 تا 99,102, 103,105 تا 119,121,122,140,143, 146,154,165,177,187,193,206, 213,256,
ہارون بن سلیمان خارجی-288, 293
ہارون بن سیما- 288
ہارون بن عبداللہ خارجی- 282
ہارون شاری خارجی-293 تا 295
ہارون بن غریب- 326, 332, 341, 342
ہارون بن مسیّب- 153
ہارون بن محمد بن ابی خالد- 156
ہارونی- 228
ابوہاشم مسرور البلخی- 268
ہامان- 60
ہرثمہ بن العین- 96,106,115,116,124, 125,132,133,135,136,139,144, 147 تا 149, 153 تا 155, 163
ابوہریرہ- 177
ابوہشام عبداللہ- 35
ہشام بن عبدالملک (اموی خلیفہ)- 85, 172
ہشام بن عمرو التغلبی- 73, 74
ابوہلال- 293

Marfat.com

ابو ہلال ترکی- 251
ہندا- 111
ہیثم بن شعبہ- 36
ہیثم بن عدی- 81, 87
ہیثم بن معاویہ- 49
ابوالہیجا بن حمدان- 325, 329, 330
ابوالہید ام عامر بن عمارہ- 100 تا 103
ہیصم- 287

## ی

یاقوت- 325, 332, 343, 344
ابن یاقوت- 329, 332, 333, 335
بجکم راقی - 346 تا 353,351 تا 355,
357, 365
یحییٰ- 36
یحییٰ بن اسد سامانی- 266
یحییٰ بن اشعث- 115,119
یحییٰ بن بحرانی- 262
یحییٰ بن خالد برمکی- 91 تا 95,97,107,109,
112, 114,116, 119
یحییٰ بن زید- 66, 88
یحییٰ شہید جوز جان برادر عیسیٰ- 250
یحییٰ بن عبداللہ بن حسن - 91,92,98 تا 100,
112, 113, 118
یحییٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن یزید- 297,
298
یحییٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن اسماعیل- 303
یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زید بن علی بن حسین بن
علی بن ابی طالب- (کنیت ابوالحسین) 230,231
یحییٰ بن عمران- 168
یحییٰ بن فرج (ذکرویہ، مہرویہ) -309,310
313
یحییٰ بن محمد- 251
یحییٰ بن محمد بن علی- 34, 37
یحییٰ بن معاذ- 163,166,167
یحییٰ بن مہدی- 300
یحییٰ بن یحییٰ- 186
یزید بن جریر قسری- 130
یزید بن حاتم- 84
یزید بن عبداللہ بن عبدالمدان- 37
یزید بن عمر بن ہبیرہ- 32, 36
یزید بن مزید- 97,147
یزید بن معاویہ- 280,283
یزید بن ولید- 177
یزید بن یحییٰ- 88
یزیدی- 169
یعقل- 70
یعقوب- 319
یعقوب بن اسحاق کندی- 169
ابو یعقوب اسماعیلی نوبختی- 334, 336
یعقوب بن داؤد- 90,112
یعقوب بن السکیت- 227
یعقوب بن اللیث- 244,245,264
یوسف ابرم- 122
ابو یوسف بریدی- 343, 347, 361
یوسف بن ابی الساج- 323, 325, 326
یوسف بن قاسم، میر منشی- 96
یوسف بن وجیہہ- 360
یوسف بن یعقوب، قاضی- 299, 308
یونس بن فروہ، منشی- 75

Marfat.com

# اقوام وقبائل

## الف


اباضیہ، فرقہ-40,39
اثنا عشری، فرقہ-299
اخشید-366
اسماعیلی فرقہ-287
اشروسنہ-195
اسد، بنو-303,301
اسلم، قبیلہ-68
اشرس، بنو-210
بنی اطروش-364
بنی اغلب-331
بنی امیہ (اموی)-52,44,42,38,35,31
,89,88,83,81,77,76,66,60,58,
186,177,170,145,291,128,103
297,296,229,226,221,220,202,
366,365,328,300,


## ب


بربر قبایل-333,331,301
بربری-367
برمکی، خاندان-110,109,108,107,90
146,141,122,119,113,112,111
206
بخاریہ-170
بنو بکر-281,68
بنو بویہ-337
اہل بیت-328,300,298


## ت


بنو تغلب-288
بنو تمیم-280
تمیمی-123


## ث


بنی ثعلب-294,293,281


## ج


جرادیہ-140
جبریہ، فرقہ-175,172,170
جعفریہ-277
جہمیہ قبایل-175,172,170
جہنیہ-68


## ح


حجریہ-335
حروریہ قبیلہ-32
بنو حسن-59,57,55,54
آل حسین-60
بنو حمدان-360,345
بنی حمان-261
حربیہ قبیلہ-155 تا 158
حجازی قبایل-103,81,79
حمیری قبایل-146
حمدانیہ-367


## خ


خوارج-316,288


## ر


راوندیہ، فرقہ-50,49,41,40
ربعی-123


Marfat.com

ربیعہ قبائل- 202,148,32
بنی ربیعہ-301,281,186,167,80

## ز

آل زبیر-99
بنو زہیر-293
زط، قوم-167
زیدیہ، فرقہ-321,231,230,90,85
زہران -261

## س

ساجیہ-344,341,340,339,338,335
247
بنو سامان (آل سامان)-323,313,292,47
365,364,345,
سامانی خاندان-281,266
بنو سلیم-208,207,100,90
سلیم قبیلہ-68

## ش

شیعان عباس- 148,127
شیعان بنو عباس-145,103,99,98,97,
164,163,162,161,160,148,146
229,222,221,187,186,165
شیعان علی- 165,160,118,100,52
300,299,282,222,202,177,
بنو شیبان-301,289,288,282,147,
302

## ط

ابو طالب، آل-299,265,92,69
آل طاہر-363,244,199
بنی طاہر-270

بنو طولون-313

## ص

صفریہ، فرقہ-39

## ع

بنو عامر-345
بنو عباس (عباسی، عباسیہ، خاندان)- 35,32,31,
87,83,81,78تا76 ,60,42تا40,38,
282,155,123,117,112,107,88
356 ,328 ,300 ,299,
بنو عبد المدان-38
عبیدیین-345
عرب قبائل-68
بنو عقیل-144
علویہ-321,308,298,277,265,112,
331
بنو علی (آل علی)- 221,165,160,145
283,
علویین-354

## غ

غرابیہ-140
غطار قبیلہ-68

## ف

فراغنہ- 257,235
بنو فزارہ-208

## ق

قرامطہ، فرقہ-324,315تا309,306تا300
366,358,353,339,331,328تا
بنو قطبہ-110
قدریہ، فرقہ-172
قریش قبیلہ-276


Marfat.com

بنو قیس (قیسیہ - قیسی قبائل) - 100,68,36,31
,300,194,168,148,147,,129,128,
313

## ک

بنو کنامہ-367
بنو کنانہ-207
کلب قبائل-314,301,208,131
کلیب قبیلہ-101

## م

بنو مرہ-208
المز بد قبیلہ-261
مزاریہ-170
مزینہ قبیلہ-68
مضر قبائل - 146 ,101,100,80,79,36
202,186,,167,
معتزلہ، فرقہ-170,172,تا177
مغاربہ-333,257,241,235
آل محمد-159,151,148,146,145,34
352,260,194
مضریہ- دیکھیے مضر قبائل

## ن

نزاریہ-186,146
بنو نمیر-209,208,128

## ہ

بنو ہاشم-87,67,63,62,52,49,47,37
213,164,160,156,147,134,94
309,282,251,248,225,221,217
ہاشمی-146,87
بنو ہلال-208,207

## و

بنو وصیف-256

## ی

یمامہ-345,301
یمانیہ، قبیلہ -123,102,101,100,39
168,146
یمنی قبائل-186,118,103,81,80,79
281


Marfat.com

# مقامات


آ

آذربائی جان-215,195,166,98,49
324,323,286
آرمینہ-228,224,199,166,98,32
آمد-,350,322,266,281,232
293,292

ا

ابلہ-263,251
ابہیر-364
ابیورد-160
ادق-105
ادہبار،شہر-357
اربک پل-261
ارجان-364,343,337,319
اردبیل-195
اردن-314,224,281,200
استر آباد-322
اسپین-,345,276,233,188,186
117,77
اسوان-291
اسورد-291
اسکندریہ-275,246,168,167
اشروسنہ-356,195
اشمونین-260
اصطخر-71

اصفہان-,345,342,337,323,321
364,351,365
اضاخ-208
اضطرید-275,267
اعراض-265
افریقہ-328,305,224,186,91
367,366,345,331
الحیرہ-247
الحرہ-298
الرہا-350,32
الفشا-287
المنقبتہ-302
ام قیس-204
انبار-108,107,91,47,45,43,42
361,326,302,264,236,155,147
اندلس-,367,366,345,167
انطاکیہ-284,276,273
انقرہ-196
اہواز-146,144,130,129,71,38
264 تا 262,257,224,149,148
363,351,348,276,272,269,268
366,365
العقبہ-315
الحمرا-229
الواحات-260
ایران-357,266,265,145
ایوان کسریٰ-104,82


Marfat.com

## ب

باب الانبار-140
باب توما-101
باب جابیہ-102,101
باب الجسر-126,229
باب الشام76
باب شامیہ-238,235,136,135,133
329,240
باب عثمان-261
باب کوفہ-133
باب المحول-134
باب نوبہار-133
باذغیس-269,265,106,83
بازرود-263
بانس-285
بحرین-324,305,287,261,250,129
366,340,331,300,288,253,245
بخارا-309,291,267,266,88,41
بذ،شہر-195
بارکشا-41
بردان-83
برد ود-272
برقہ-274
بریدیہ-273
بریکہ-32
بستان موسیٰ-140
بست-265
بدستماران-263
بحیرہ احمر-260
بحیرہ خزر-357
بحیرہ روم-167
بسام-88
بصرہ-71,68,60,53,51,49,46,39
149,148,146,144,130,103,74,73
,250,241,240,209,177,166,155,
,264,262تا260,257,252,251 ,
,351,349تا344,325,324,314,301
360 ,359 ,357 ,354
بسطام-270
بطان،وادی-310
بطن نخل-71
بطیحہ-268
بعلبک-309
بغداد-106,104,98,94,93,87,82,78
124,122,121,119,117,116,112,
192,149,141,139,135 تا 129,126,
231تا228,220,217,216,211,210,
,246,245,243,241,239,237تا233,
276,274,267,265,257,251 تا248
291,287,286,284,282,281,279,
312,310,307,302,296تا294,292,
329,327تا325,323,319,315,313,
367تا365 ,363 ,361تا341,332تا
بغبین-133
بقیع-70
بلاد جہنیہ-337,329,153
بلاد صعدیہ-260
بلالیہ-262,251
بلاد مشرق-144

Marfat.com

بلادمغرب-99,92

بلخ-292,271,269,265

بلقا-31

بوسیلی-126

بوشنج-265,104-

## ت

تبت-127

تبریز-342

ترمذ-170,40,31

تستر -277,276,272,269,268,248,
334

تکریت-360,359,350,286,205

تیونس-186,117

## ث

ثغور-228,224,168

## ج

جبال-195,159,146,144,127,98
287,286,238

جابیہ-341

جبل جہنیہ-54

جبیل-276,273

جحفہ-153

جرجان-233,199,165,127,116,89
337,322,309,292,291,267,268
366,364

جراجرپا-276

جرش-96

جزیرہ-166,144,138,130,47,46
285,284,282,281,278,274,167
366,357,351,331,289,286

جزیرۂ اقریطش (کریٹ)-228,168

جزیرۃ العباس-136

جزیرہ عرب-262,224

جزیرہ ابن کاوان-39

جفر-303

جلولا-243

جبلا-303

جند اردن-224

جند سابور-343,272,268

جوزجان-194

جوسق-259

جولان-101

جولان،کوہ-205,204

جوین-105

## چ

چین-119

## ح

حجاجیہ-272

حجاز-238,153,149,146,144,130
353,245

حدیثہ-286,242

حران-276,274,145,46,32

حرمین-283,259,224,166

حسان-272,88

حفیدہ-245

حلب-311,310,286,281,276,273
366


Marfat.com

حلوان-320,165,135,129,47

حماۃ-311,273

حمدان-338

حمص-273,235,224,223,102,31
350,309,286,284,276

حناطین-151

حیرہ-31

خ

خانقین-341,259,129

خانۂ کعبہ-151,150,143

خراسان-33,42,43,46تا49,50,52,
98,84,83,80,78,66,59,57,56,55
122,118,116,115,114,107تا104
145,144,143,127,126,124,123
175,171,169,166,156,155,153
198,196,193,179,186,185,177
245,243,235,231,229,207,199
282,270,267,266,265,253,252
315,313,308,305,292,291,290
364,357,342,338,331,321,319
367,365

خشب-234

خلم-271

خوزستان-345,268,149

خولان-31

خیزرانیہ-140

د

دارابجرد-71

دارالسحاق-229

دارالرقیق-137

دارہجر-327,326

دجلہ-137,136,134,133,82,81
263,257,241,223,190,141,140
361,359,355,307,302,295,286

دجیل-251

درب الحجارہ-135

درندات-234

دریائے بلخ-40

دریائے فرات-302,320

دریائے مہران-73

دریائے نیل-312

دلوک-46

دلیلہ، شہر-99,92

دمشق-31,32,100تا104,124,129
282,273,257,224,223,206,168,
350,314,310,309,305,284,

دنباوند-98

دہلک-51

دیار ربیعہ-301,289,288,286,281
366,350,345,343,324,321

دیار بکر-345

دیار مضر-350,345,301,289

دیار نضر-286

دیر عاقول-332

دیلم (جیلان)-245,127,112,110,98
309,297,292,282,275,266,248
363,357,356,246,345,337,321,
366تا

دینور-346,341


Marfat.com

## ذ

ذات عرق- 207.
ذات المطامیر- 38

## ر

راس عین- 149
رام ہرمز- 365,364,277,267,266
ربذہ- 54, تا 56
رحبہ- 326,285,284
رساتیق کش- 88
رصافہ- 303,273,272,238,81
رقہ - 148.145,144,140,130,32
286,284,275,274,195,166,164
360,329,326,311,310,306,302
رقہ کلواذی- 140
رملہ- 351,350,284,273,223
روشن محل- 336
رے- 143,140,125,106,98,71,34
308,291,250,233,232,224,207
363,346,345,342,337,323,309
366,365,364

## ز

زابلستان- 265,106
زنجان- 364,323,309,267
زیطرہ- 197,196

## س

ساریہ- 266,232
سامرا- 210,209,205,198,196,194
231,229,228,224,222,217,215,
249,247,244,240,238,235 تا 233
274,265,263,260,256,255,252,
318,278,275,
سالم- 71
سالوس- 363,322,321,232
سجستان- 266,265,264,244,116,83
324,319,313,305,282,275,271
سرخس- 291,269,164,106
سجاوہ- 314
سرمن رائے- 298,222
سلیم- 309
سمساط- 144,32
سمرقند- 292,125,124,115,106
سنجار- 293
سنجروہ- 88
سندھ- 166,74,73,53,52,51,33
366,331,265,245,224,208
سواد- 326,246,236,231,162,72
سوس- 361,351,348,343,286,149
سواد کوفہ- 327,310,303,276

## ش

شام- 124,118,84,66,60,47,46,33,
178,169,1681,,53,139,130,127
273,235,224,202,195,193,186
285,284,281,278,276,275,274
313,312,310,309,305,291,286
350,345,331,324,315,314
شیراز- 365,338,337,332,319


Marfat.com

شیزر-284

## ص

صافیہ-(جزیرہ)-308
صراط-156,137
صنعا-313,312,149
صنعد-88
صلح-278,191
صوار-314
صیدا-128

## ط

طالقان-194,193
طائف-59
طبرستان -224,207,199,198,98,48
275,267 تا 264,248,245,233,232
308,292,291,285,283,282,278,
345,337,331,322,321,313,309,
366,364,363,
طبریہ-314,312
طخارستان-271,265
طرطوس-274,273,193,185,116
295,284
طریق فرات-284 تا 286
طنجہ-92
طواحین(چشمہ)-284
طوس-168,121,116,106
طہبثیا(منصورہ)-279,276,273

## ع

عجم-191,188,186,169,146,145
234
عراق-91,68,57,56,43,42,33,32
169,168,154,153,148,147,144
274,265,246,217,189,185,177
324,323,315,313,305,278,276
366,357,351,348,346
عرب-202,201,191,188,146,145
250
عریش-350
عسفان-108
عکبرا-257,235
عمان-366,360,39
عموریہ-196 تا 198
عواصم-350,284,275,257
عیساباذ-94,93
عین التمر-326,325,147

## ف

فارس-148,,146,144,129,72,71
257,245,244,229,224,191,189
301,292,282,267,266,265,261
339,338,337,319,313,307,306
366,365,357,346,345,343,342
فدک،(باغ)-208
فرانس-117
فرغانہ-342,276,274,267,246,194
فنخ-92
فلسطین-224,204,200

## ق

قادسیہ-268,251,149


Marfat.com

قاطول-241
قرطبہ-126، 167، 186
قرقیسیا-326,32
قزوین-364,323,321,309,233
365
قسطنطنیہ-169
قصر ابیض-82
قصر باب الذہب-137
قصر حرب-287
قصر خبیث-280
قصر خلد-137,140
قصر سلیمان-69
قصر صالح-135,134,133
قصر الصوامع-248
قصر عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ-148
قصر عبدویہ-140
قصر قرار-137
قصر قرشی-250
قصر مروان-69
قصر المعلی-140
قصر مقاتل-93
قصر منصور-132,131
قصر الوضاح-137
قصر ابن ہبیرہ-326,236,162,157
قصا-186,100
قطر بل-158
قطیف [مضافات بحرین]-301,300
قلعہ ماردین-286
قلعہ مرند-215
قلعہ مہدی-264
قم-365,364,323,319,169,168
قنسرین-275,267,259,124,32,31
350,295,285
قہستان-104
قوقا-147
قومس-270,98
قیراتاقما-293
قیسیہ-168

ک

کابل-265,106
کاشان-365
کرج-365,364,338,337
کرخ-136، 157,155، 247,242،
254، 255، 256
کرمان-345,245,244,207
کرنبیہ-104
کروخ-265
کش-41
کلار-363,232
کناسہ-135
کوفہ-75,71,69,58,57,53,45,34
151,149,148,146,144,130,84
257,231,230,170,166,162,154
326,325,311,303,302,287,273
358,351,341,335
کوشک سامرہ-243
کوثی-157
کیسوم شمالی حلب-144

ل


Marfat.com

لیق-322

م

ماردین-294,285,32
ماریطانیہ-98
ماسبذان- 89
ماوراالنہر-189,119,115,40
مبارک-156
محلہ خلد-134
مختارہ-280,279
مدار-362,360,359,358,354,345
مدائن-153,148,82,72,48,47,38
359,340,286,236,163,162,156
مدینہ ابوجعفر شرقی-167,137
مدینۃ السلام [بغداد]-267,180,124
مدینۃ الہاشمیہ-68,60,59,54,53,52,34
100,92,91,82,75,74,71,70,69
209,208,207,193,186,153,117
284,283,278,277,260,238,222
مراکش-186,117
مرالہ-325
مرج الاحرام-32
مرج اسقف-228
مرج کے-286
مرند-216
مرو-122,121,106,87,48,42,40,33
124 تا 164,159,153,144,130,126
282,274,
مسجد نبوی-283
مسرقان-269
مصر-167,146,125,98,92,47,33
تا 169,193 تا 195,224,242,,248,
284,281,278,275 تا 273,260,259
313,312,305,295,294,291,285,
366,361,350,345,342,331,
مغان-265
مغرب-345
مغرب اقصیٰ-283,233,186
مقام بستان ابن عامر-150
مقام زرنج-105
مکرم-277,269
مکہ معظمہ -149,108,92,60,57,52,45
تا 153,208,216,236,250,260,262
,324,321,315,302,287,283,276,
327
ملتان-366
ممالک مشرقیہ-167
منبج-198
منصورہ- 345
المنقبۃ - 302
موصل-204,198,166,146,144,38
286,285,284,281,243,242,205,
,320,318,310,294,293,289,288,
350,345,343,332
موفقیہ-281
میافارقین-228

ن

نجدیہ-150
نجف-57

Marfat.com

نسا-194,106
نصیبین-360,350,281,198,46
نعمانیہ-276
نہراتراک-279
نہراسد-263
نہربلخ-292
نہرجی-262,261
نہرخازن-282
نہرابوخصیب-280,263
نہرحوربک[جوردعشر]-354
نہربین-133
نہردیالی-361,358,349
نہرریان-251
نہرزاب-243
نہرسامان-28
نہرسدرہ-272
نہرسفیانی-280
نہرصرصر-236,156,132
نہرعباس-262
نہرفرات-350,320,302
نہرمعقل-262
نہرمیمون-251
نہروان-346,165,149,132
نیشاپور-122,106,105,48,42,33
282,281,271,270,269,265,168
292,291

نیل-157,156,145


## و


وادیٔ ریات-243
وادیٔ القریٰ-278,277
واسط-148,130,129,72,36,32
319,307,279,277,239,231,156
تا346,344,343,337,326,325
363,361تا357,355,354,351,349
واقصہ-314
وسطی ایشیا-331


## ہ


ہجر-327,325,324,301
ہرات-269,266,265,115,104,83
291,282,271,270
ہمدان-365,127,106,48
ہندوستان-106
ہوب-140
ہیت-361


## ی


یمامہ-345,301,240,208,129
یمن-149,146,144,130,79,60,51
312,257,242,194,186,152,150
353
یورپ-120,119


Marfat.com

# سلمانوں کی سیاسی تاریخ

## عہدِ بنو عباسؓ 1

تکمیل و ترتیب

حسن جعفر زیدی

چوہدری

ادارہ مطالعہ تاریخ

Marfat.com